# تاریخ
# خاندان پائیگاہ
(حیدرآباد دکن)

مرتبہ
## نواب حسن یار جنگ

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

منجانب مصنف حسن یار جنگ - کراچی -

۱۸ مارچ ۶۹ء

# تاریخ
# خاندان پائیگاہ
## (حیدرآباد دکن)

مرتبہ

نواب حسن یار جنگ بہادر

حسن منزل ۳۴۳ نذرت روڈ گارڈن ایسٹ
کراچی نمبر ۵
فون :- ۷۵۶۳۵

Marfat.com

134207

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

طبع اول ———— جون ۱۹۸۰ء

تعداد ———— پانچ سو

مصنف و ناشر ———— نواب حسن یار جنگ بہادر

حسن منزل گارڈن ایسٹ کراچی ۵

مطبع ———— شیخ شوکت علی پرنٹرز کراچی

قیمت ———— پچاس روپے

Marfat.com

# فہرست مضامین



| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | انتساب | ۵ | ۱۹ | نواب سر خورشید جاہ | ۱۹۵ |
| ۲ | پیش لفظ | ۷ | ۲۰ | نواب خورشید الدولہ امام جنگ | ۲۰۵ |
| ۳ | دیباچہ | ۱۱ | ۲۱ | نواب ظفر جنگ بہادر | ۲۱۱ |
| ۴ | مقدمہ | ۱۳ | ۲۲ | نواب لطف الدولہ بہادر | ۲۱۹ |
| | **باب اول** | | ۲۳ | دیگر صاحبزادگان نواب ظفر جنگ بہادر | ۲۲۱ |
| ۵ | اجلاس معزز کمیشن | ۲۱ | ۲۴ | نواب سر وقار الامراء بہادر | ۲۲۹ |
| ۶ | تاریخ پائیگاہ | | ۲۵ | نواب سلطان الملک بہادر | ۲۵۹ |
| | **باب دوم** | | ۲۶ | نواب محمد ابوالفتح خان | ۲۷۲ |
| ۷ | حیدر آباد کی پائیگائیں اور ان کے امراء | ۵۹ | ۲۷ | نواب مظفر نواز جنگ | ۲۷۳ |
| ۸ | نواب محمد ابوالخیر خان | ۶۵ | ۲۸ | نواب فرید نواز جنگ | ۲۷۶ |
| ۹ | نواب تیغ جنگ بہادر | ۷۹ | ۲۹ | نواب نذیر نواز جنگ | ۲۷۷ |
| ۱۰ | نواب محمد فخر الدین خان | ۸۹ | ۳۰ | نواب خیر نواز جنگ | ۲۸۱ |
| ۱۱ | شمس الامراء ثانی کی علمی خدمات | ۹۸ | ۳۱ | نواب حسن یار جنگ | ۲۸۵ |
| ۱۲ | نواب محمد رفیع الدین خان | ۱۶۱ | ۳۲ | نواب وحید یار جنگ | ۳۰۸ |
| ۱۳ | نواب محمد بدر الدین خان | ۱۷۱ | ۳۳ | نواب محمد ولی الدولہ بہادر | ۳۱۱ |
| ۱۴ | نواب محمد رشید الدین خان | ۱۷۷ | ۳۴ | نواب محمد غنی الدین خان | ۳۱۹ |
| ۱۵ | نواب محمد وزیر الدین خان | ۱۷۳ | ۳۵ | نواب محمد رشید الدین خان | ۳۲۱ |
| ۱۶ | نواب سر آسمان جاہ | ۱۷۷ | | **باب سوم** | |
| ۱۷ | نواب معین الدولہ بہادر | ۱۸۵ | ۳۶ | جنابہ جہاں بانو النساء بیگم صاحبہ | |
| ۱۸ | نواب ظہیر یار جنگ بہادر | ۱۹۱ | | لیڈی سر وقار الامراء بہادر | ۲۰۱ |



Marfat.com

| صفحہ نمبر | مضمون | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۴۰۵ | امیرالنساء بیگم صاحبہ | ۳۶ |
| ۴۰۸ | نواب بیگم صاحبہ | ۳۷ |
| | **باب چہارم** | |
| ۴۱۷ | حیدرآباد کے لٹریچر کی نوعیت اور اس کی خصوصیات | ۳۸ |
| ۴۲۲ | شجرۂ نسب خاندان پائیگاہ | ۳۹ |
| ۴۲۸ | نقل دستاویزات جاگیرداران پائیگاہ | ۴۰ |

Marfat.com

# انتساب

خاندان پائیگاہ کی تاریخ ، اور اس کے امرار کے سوانح اور خدمات پر
مشتمل مضامین کے اس مجموعے کو میں اپنی والدہ صاحبہ

## نواب بیگم صاحبہ

کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں!

حسن الدین خان
(نواب حسن یار جنگ)

Marfat.com

Marfat.com

# پیش لفظ

برصغیر ہندوستان ہی میں ریاست حیدرآباد دکن مسلمانانِ ہند کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد جب حضرت آصف جاہ اول نے دکن کو فتح کیا اور دکن کی گورنری کو ترک کر کے ریاست حیدرآباد دکن کی باگ ڈور سنبھالی تو اس وقت سے ریاست حیدرآباد دکن نے سلطنتِ آصفیہ کی حیثیت اختیار کر لی۔

آصف جاہ اول نے جب مغلیہ دربار کے حکم سے دکن کی طرف کوچ کیا تو ان کے ساتھ دہلی سے جو اعلیٰ افسران کے ساتھ روانہ ہوئے ان میں ابوالخیر خاں بھی شریک تھے۔ انہوں نے اس مہم میں جو کارنامے انجام دیئے اور جو فتوحات حاصل کیں وہ تاریخ کے اوراق پر نقش ہیں۔ ابوالخیر خاں ہی وہ فرد ہیں جو ریاست میں خاندانِ پائیگاہ کے بانی مبانی ہوئے۔ اس طرح دکن میں آج سے تقریباً دو سو سال قبل سلطنتِ آصفیہ کی بنیادوں کے ساتھ ساتھ ہی خاندانِ پائیگاہ کی بنیادیں بھی استوار ہوگئیں۔

ابوالخیر خاں کے فرزند نواب تیغ جنگ بہادر شمس الامراء اول نے ریاست کی خدمت میں بہادری کے جو جوہر دکھائے اس سے ریاست کی بنیادیں مضبوط ہوگئیں اور نہ صرف ریاست پر مرہٹوں کی یلغاروں کا خاتمہ ہو گیا بلکہ سلطنت آصفیہ کو ایک دائمی دشمن سے چھٹکارا بھی مل گیا اور اس طرح ریاست میں امن و امان کے بعد سلاطینِ آصفیہ نے ملک میں سیاسی، اقتصادی، معاشی اور علمی کاموں کی طرف اپنی توجہ مرکوز کر دی اور اپنے علمی کارناموں کی وجہ ہی سے نہ صرف حیدرآباد دکن بلکہ سارے ہندوستان میں شہرت پائی۔

Marfat.com

ابوالخیر خاں کے حیدر آباد دکن میں قدم جماتے ہی ریاست میں خاندان پائیگاہ اور امرائے پائیگاہ کی بنیادیں پڑ گئیں۔ امرائے پائیگاہ نے سربراہانِ سلطنتِ آصفیہ کے مددگار بلکہ دستِ راست کی حیثیت اختیار کر لی۔ شمس الامرا اول نواب تیغ جنگ بہادر کے بعد ایک بڑی حد تک امرائے پائیگاہ کو فوجی خدمات کی عملی ضرورت باقی نہیں رہی۔ مگر چونکہ پونا کی طرف سے (جو مرہٹوں کا گڑھ تھا) ریاست پر مرہٹوں کے حملے کا امکان باقی تھا، اور اب بھی کبھی کبھی مرہٹے سردار اپنی فوجوں کے ساتھ ریاست کے حدود میں داخل ہو کر جبری ٹیکس چوتھ کی صورت میں حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے، لہٰذا آصف جاہ ثانی نواب سکندر جاہ بہادر نے ان کی سرکوبی کے لئے ابوالخیر خاں کے فرزند تیغ جنگ بہادر ہی کو منتخب کیا جو اس وقت حیدر آباد اور پونا کی سرحد پر مرہٹوں کے مقابلے میں مشغول تھے۔ نواب سکندر جاہ بہادر کا یہ اقدام نہایت دور اندیشانہ تھا۔ سکندر جاہ بہادر بہ نفس نفیس اپنی فوج کے ساتھ پونا کی سرحد پر تشریف لے گئے اور نواب تیغ جنگ بہادر سے مرہٹوں کے حملے کا مستقل طور پر انسداد کرنے کے بارے میں مشورہ کیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ ریاست حیدر آباد اور پونا کی سرحد پر ایک مستقل فوجی اور دفاعی چوکی کا قیام عمل میں لایا جائے جو مرہٹوں کو ہر وقت ریاست پر حملہ کرنے سے روکتی رہے۔ چنانچہ برہان پور کو اسی مقصد کے لئے منتخب کر کے اس کو ایک فوجی چھاؤنی کی شکل دے دی گئی اور تیغ جنگ بہادر کو برہان پور میں قائم کردہ دفاعی فوج کا افسرِ اعلیٰ مقرر کر دیا گیا۔

اس موقع پر نواب سکندر جاہ بہادر نے تیغ جنگ بہادر کو شمس الامرا اول کے خطاب سے بھی سرفراز فرمایا اور برہان پور کو تیغ جنگ بہادر اور ان کی اولاد کے لئے دائمی جاگیر بنا کر بخش دیا۔ بعد میں نظام سوم نواب نظام علی خاں بہادر نے تیغ جنگ بہادر کو اپنے قریب بلا لیا۔ مگر برہان پور پر تیغ جنگ کی اولاد کا قبضہ باقی رہا اور

Marfat.com

تیغ جنگ بہادر کی تین پشتیں برہان پور پر حکمران رہیں - چنانچہ تیغ جنگ بہادر کی آل اولاد کی قبریں اب بھی برہان پور میں موجود ہیں - اور سقوط ریاست حیدرآباد یعنی ۱۹۴۸ء تک بھی پائیگاہی جاگیرات سے ان قبور کی نگرانی کے لئے ملازم تنخواہ پاتے رہے اور ہر سال ان قبور پر جاگیرات پائیگاہ کی طرف سے عرس ہوتے رہے اور اب بھی ایک حد تک اس کا سلسلہ جاری ہے -

مختصر یہ کہ امرائے خاندان پائیگاہ نے سلاطین آصفیہ دکن کی نہ صرف فوجی بلکہ علمی و ادبی اور اقتصادی خدمات بھی بدرجہ اتم انجام دیں - چنانچہ ابوالخیر خاں اور تیغ جنگ بہادر سے لے کر موجودہ دور تک تمام امرائے پائیگاہ اور ان کی اولاد کے جداگانہ حالات تفصیل سے اس کتاب میں تحریر کر دیئے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والے کو تمام افراد خاندان پائیگاہ کے بارہ میں علم ہو سکے -

اس موقعہ پر میں اس امر واقعی کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کہ خاندانِ پائیگاہ کو ریاست حیدرآباد دکن میں وجود میں آکر تقریباً دو سو سال کا عرصہ ہوتا ہے - مگر یہ افسوسناک امر ہے کہ کسی نے خاندانِ پائیگاہ کی تاریخ کو مرتب کرنے کی طرف توجہ نہیں کی - متعدد تاریخی کتابوں اور سوانح عمریوں میں سرسری طور پر پائیگاہوں اور امرائے پائیگاہ کا ذکر آتا ہے مگر ایک علیحدہ خصوصی تاریخ کے طور پر اس کو مرتب کرنے کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی -

امرائے پائیگاہ کی رہنمائی میں دو خاص تواریخ "تاریخ رشیدالدین خانی" اور "تاریخ خورشید جاہی" شائع ہوئیں جن میں دنیا کے مختلف اسلامی ممالک اور مغلیہ خاندان کی تاریخیں لکھی گئیں مگر ان میں بھی خاندان پائیگاہ کا کوئی خاص ذکر نہیں ہے جو ایک تعجب خیز امر ہے - حالانکہ ان کتابوں کے ناموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید ان تصانیف میں خاندان اور امرائے پائیگاہ کا ذکر ہوگا -

Marfat.com

میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ میرے اپنے خاندانِ پائیگاہ کو ایک مکمل تاریخی اور کتابی شکل دینے کا فخر مجھے حاصل ہو رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری اس کوشش کو تاریخ دان اور تاریخ بین طبقہ قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔

حسن یار جنگ

Marfat.com

# دیباچہ

مسلمانانِ پاک و ہند کی تاریخ میں دکن کو کئی لحاظ سے اہمیت اور امتیاز حاصل ہے۔ اس کا یہ امتیاز صرف اسی وجہ سے نہیں کہ وہ مسلمانوں کی سب سے بڑی ریاست تھی۔ بلکہ اس کا یہ امتیاز اس لئے بھی ہے کہ اردو زبان کے اولین اور صاحب دیوان شاعر کا تعلق اسی سرزمین سے تھا جو شمالی ہند میں اردو شاعری کے رواج و فروغ کے لئے محرک ثابت ہوئے۔ اردو میں جدید علمی اور سائنسی موضوعات پر تحقیق و تصنیف کا پہلا ادارہ اسی خطۂ زمین میں قائم ہوا۔ شمالی ہند میں دہلی کالج میں اردو ذریعۂ تعلیم کے بعد اردو ذریعۂ تعلیم کی پہلی درسگاہ کا قیام اسی علاقے میں عمل میں آیا۔ اردو میں تالیف و تراجم کی ہمہ گیر تحریک کی بنیاد بھی یہیں پڑی۔ سیاسی لحاظ سے بھی ۱۸۵۷ء کے جہادِ حریت کی ناکامی کے بعد مسلمانوں کی جائے پناہ دکن کی ریاست ہی ثابت ہوئی۔ یہ ریاست ہندوستان میں مسلمانوں کے کھوئے ہوئے وقار کی آخری نشانی تھی —— ریاست حیدرآباد دکن مسلمانوں کے عہدِ رفتہ کی عظمتوں کی علامت تھی!

لیکن حیدرآباد دکن کی کوئی علمی، ادبی، ثقافتی، سیاسی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک حیدرآباد کی پایگاہوں کی تاریخ اور ان کے امراء کی علمی، ادبی، ثقافتی خدمات اور روایات کا بھی ذکر نہ کیا جائے۔ اگرچہ حیدرآباد کی جو تاریخیں اور وہاں کے اکابر و مشاہیر کے جو تذکرے لکھے گئے ہیں، ان میں تینوں پایگاہوں کے امراء کی حالات اور ان کی خدمات کا بیان بھی ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسی کتاب نہ تھی جو برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی اور تعلیمی و ثقافتی تاریخ کے طالب کی ضرورت کو پورا کر سکتی،

Marfat.com

اور اصحاب ذوق کے معیار پر پوری اترتی۔ میرے دل میں کئی بار یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ علم و تاریخ کی یہ کمی پوری کی جائے۔ چنانچہ جب ایک دوست کے ذریعے مجھے نواب حسن یار جنگ کی خدمت میں نیاز حاصل ہوا تو آپ کی شخصیت میں مجھے اپنی اس آرزو کی تکمیل کا سروسامان نظر آیا۔

نواب صاحب موصوف اس بات کو دل سے پسند نہ فرماتے تھے کہ کوئی ایسی کتاب ان کے فراہم کردہ مواد سے لکھی جائے جس میں ان کی تعریف و توصیف کا بھی کوئی پہلو موجود ہو۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے علمی ضرورت اور تاریخ کے ناگزیر تقاضے کو محسوس فرمایا اور نہ صرف مواد کی فراہمی کا وعدہ فرمایا بلکہ اس کی تصنیف و تالیف میں رہنمائی کی ذمہ داری بھی قبول فرمائی۔ اگر نواب صاحب موصوف اس کتاب کے لیے مواد فراہم نہ فرماتے اور پائیگاہوں کی تاریخ اور امرائے پائیگاہ کے حالات اور ان کی خدمات کے مختلف گوشوں کی طرف رہنمائی نہ فرماتے تو یہ کتاب کبھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکتی تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ نواب صاحب نے اس پر نظر ثانی فرما کر اس کی کمیوں کو پورا کر دیا اور اس کے نقائص کو دور کر دیا ہے۔ نواب صاحب کی اس توجہ اور عنایت کے بعد ہی میں اپنے اندر اہلِ علم و نظر کے سامنے اس کتاب کو پیش کرنے کی جرأت کر سکا ہوں۔

میں اس کتاب کی تالیف و ترتیب کے سلسلے میں جناب مشفق خواجہ، ڈاکٹر محمد ایوب قادری، پروفیسر شفقت رضوی، جناب منظور احمد جاوید، ڈاکٹر معین الدین عقیل، پروفیسر کوثر اقبال، پروفیسر شبیر علی کاظمی، کا نہایت شکر گزار ہوں۔ ان حضرات سے اس کتاب کی تالیف و اشاعت کے باب میں مجھے نہایت مفید مشورے حاصل ہوئے اور ان اہل علم کی ہمت افزائیاں میرے شاملِ حال رہی ہیں۔

اس میں دو مضمون دوسرے اہل علم کے جوں کے توں شامل کر لئے ہیں۔

ابوسلمان شاہجہان پوری

۲۰ مارچ ۱۹۸۰ء

Marfat.com

# مقدمہ

ارضِ دکن کے تصور کے ساتھ خوابوں کی دنیا جاگ جاتی ہے۔ کچھ دیکھے خواب، کچھ ان دیکھے کچھ خواب جو پڑھے تھے اور کچھ جو سنے تھے۔ اس خاک کا ذرہ ذرہ ایک آفتابِ عالم تاب ہے۔ ان ذروں نے کیا کیا رنگ اختیار کئے۔ کہیں یہ ایلورہ اور اجنٹا بن کر ابھرے تو فن کاری کے لافانی نمونے اور عرفانِ الٰہی کے ابدی درس بن گئے۔ انہی ذروں نے محمود گاواں کے مدرسہ کا روپ دھارا تو گیا برّاعظم ہندوستان بلکہ ایران، توران اور عرب سے لوگ درس لینے چلے آئے۔ اس مدرسہ کی دوربین وہاں کے ذروں کی وہ تابناک آنکھ تھی کہ دیکھنے والے جنوبی ہند کی اس پہلی رصدگاہ سے عالمِ بالا کی سیر تک کیا کرتے انہی ذروں نے قلعہ گولکنڈہ کی مہیب و سنگین صورت اختیار کی کہ اورنگ زیب شہزادگی کے دوران میں برسوں اس کی دیواروں سے سر ٹکراتا رہا لیکن پاش پاش نہ کر سکا۔ عالی حوصلگی اور عظمت کی یہ علامت آج بھی دنیا کے لئے ایک چیلنج ہے۔ ارضِ دکن کے سینہ پر آسمان کی طرف سر اٹھائے ہوئے وہ چار مینار ہے جو اس زمین کے رہنے والوں کو صدیوں سے عظمت اور استقامت کا درس دے رہا ہے ؏

نگہ بلند رہے اوج پر نظر رہے

اس پروقار عمارت نے تہذیب، تمدن، عروج، زوال، سیاست، ملوکیت، استبدادیت، جبر کے کتنے ہی دور دیکھے لیکن خاموش ہے اور پیار کرنے والے بے شمار دلوں کی داستانیں اپنے سینے میں چھپائے ہوتے ہے۔

یہاں کی مٹی میں پیار ہی پیار ہے۔ یہاں کے ذروں میں چمک بھی پیار کی ہے۔

Marfat.com

دکن کا خمیر پیار کی مٹی سے اٹھا ہے، دکن کا خمیر پیار ہے کیونکہ پیار کرنے والے محمد قطب شاہ اور پیار کی جانے والی آہوئے صحرائے دکن بھاگ متی ان ذروں میں امر ہو گئے ہیں اور ان دونوں کی محبتوں کی خوشبو دکن کی زمین میں رچ بس گئی ہے۔ اس خوشبو کو مٹانے کے لئے تلواروں اور توپوں نے کتنی بار وار کئے۔ ہر دفعہ تلوار ٹوٹی، ہر دفعہ توپ سرنگوں ہوئی لیکن یہ سوندھی خوشبو کبھی ختم نہ ہوئی۔ پیار کی یہ سوندھی خوشبو ہمیشہ سے ہے اور ہر جگہ ہے۔ خواجہ غریب نواز سے لے کر خواجہ بندہ نواز تک، شاہ میراں سے لے کر افضل بیابانی تک کتنی ہی لہریں اٹھیں، کتنی ہی مہکیں پھیلیں، تصوف کی مہکیں، معرفت کی مہکیں، پیار کی مہکیں شاعری کی مہکیں اور علم و تہذیب کی مہکیں ——— !

انہی ذروں میں بیٹھ کر قطب شاہ نے اپنے لافانی گیت گائے تو حضرت امیر خسرو سے ان کے روحانی رشتے قائم ہوئے۔ ان ذروں کی سجدہ ریزی نے ولی کو ولی بنایا۔ انہی ذروں نے مجذوب سراج کا ساتھ دیا۔ جب سراج "ہوالحق" کے نعرہ کے ساتھ محوِ رقص ہوتا تو اس سوندھی سرزمین کا ذرہ ذرہ ناچ اٹھتا۔ وہاں کے لوگ ان ذروں سے پیار کرتے ہیں، ان کو چومتے ہیں اور ان ذروں کو بھی ان انسانوں سے پیار ہے۔ وہ ذرے کبھی ان کے قدموں کو چومتے ہیں اور کبھی ان کی پیشانیوں کو۔ یہاں آلہا اودل نہیں، بھاگ متی اور قطب شاہ ہیں۔ اردو ایک کے ماتھے کا جھومر ہے تو دوسرے کے سر کا تاج۔ وہ تاج جو ہمیشہ جھومر کے آگے جھکتا رہا، محبتوں کی ان کہی کہانیوں کا تو ذکر ہی کیا، کہی کہانیوں کو سمیٹنے بیٹھیں تو زندگیاں بیت جائیں۔

قدیم اردو محبت کا ایک رنگ ہے۔

قدیم اردو ادب اور شاعری محبت کا دوسرا رنگ ہے۔

دکھنی زبان سننے اور دکھنی ادبیات پڑھنے والے کو وہاں کی سوندھی خوشبو کا احساس ہوتا ہے اور وہ اس میں یوں کھو جاتا ہے کہ پھر مشک خطا و ختن کو بھول جائے۔

Marfat.com

ادب و شاعری کا کون سا شعبہ ہے جس میں یہاں کے ذروں نے اپنے کمال کی مہریں ثبت نہیں کیں ؟ ــــــ علم و دانش کا کون سا شعبہ ہے جس پر ان کا نام کندہ نہیں ؟ یہ تعلق افراد سے بھی مخصوص ہے اور خاندانوں سے بھی - ابھی تو ہماری آنکھیں کور ہیں - اگر یہ بصارت سے سرفراز ہوئیں تو ایک ایک خاندان ایک اکیڈیمی ایک دبستان ایک اسکول آف آرٹ اور ایک اسکول آف ثقافت دکھائی دیگا -

ایک سیلانی، ایک بنجارہ، نام اس کا عبدالحق، ہاپوڑ سے نکلا، ارضِ دکن پہنچا تو اس سرزمین کی سوندھی خوشبو میں کھو کر رہ گیا - اس کا سوندھا پن ایک ایسا سحر تھا جس سے وہ ہمیشہ کے لئے مسحور ہو کر رہ گیا - ساری عمر وہ اس سرزمین کے ذروں کو چومتا اور اس کی روایتوں اور محبتوں کے گن گاتا رہا - اس کی جوانی لٹ گئی، داڑھی سفید ہو گئی اور جب کمر خمیدہ ہوئی تو چند نقش ہاتھ آئے، صلہ دشت نوردی پایا - یہی اس کی زندگی کا سرمایہ بنا جس پر وہ ہمیشہ نازاں رہا - اس کا سرمایہ اس خاک کے چھپے خزانوں کا ایک حقیر حصہ تھا - پھر بھی یہ وہ موتی ہیں جو انمول ہیں، بڑے بڑے اہلِ علم و دانش، فہم کی شمعیں روشن کر کے بیٹھے، آنکھوں کے چراغوں میں فکر کا تیل جلا کر دماغ سوزی کی - تب ان موتیوں کی آب اور ان کی چمک سے نگاہ آشنا ہوئی - یہی وہ سرمایۂ شعر و ادب اور دولتِ علم و حکمت ہے جس پر ارضِ دکن کو ناز اور اہلِ دنیا کو رشک ہے - ایک دور تھا کہ کوئی گھر، کوئی دوکان اور کوئی کوچہ ایسا نہ تھا جہاں شعر و ادب کے یہ انمول موتی نہ رُلتے رہے ہوں اور اصحابِ ذوق نے قلب و جاں کے عوض ان سے اپنے دامن مراد نہ بھرے ہوں - شعر و ادب اور علم و حکمت کے یہ موتی سرزمین دکن سے لے کر انڈیا آفس لندن اور قومی عجائب گھر پیرس تک علمی خزانوں کی زینت بنے ہوئے ہیں - قدر دانوں اور جوہرشناسوں نے ان ذروں کو، ان موتیوں کو آنکھوں سے لگایا، سر پر رکھا اور عقیدت سے بوسے لئے - ان کی قدر تو کچھ بوڑھے عبدالحق نے سمجھی تھی - اس کے جانشینوں سے ہمیں ان کی قدر، ان کے

Marfat.com

تحفظ اور ان کی اشاعت میں کسی سرگرمی کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔

ارض دکن میں اب بھی شعر و ادب، علم و حکمت اور تہذیب و فن کا جو سرمایہ بکھرا پڑا ہے، اگر اسے دنیا کی کسی ایک لائبریری میں جمع کر دینے کی کوشش کی جائے تو اس کی تمام وسعتیں تنگ نظر آئیں گی۔

اہل دکن نے تاج محل نہیں بنوایا، وہاں کوئی شہنشاہ شاہجہان نہیں گزرا۔ لیکن وہاں کا ہر ہر فرد شاہجہان تھا۔ اس نے اپنی افتاد کے مطابق تاج محل بنوائے۔ مجھے ابراہیم جلیس کے الفاظ یاد آتے ہیں:

"شاہ عثمان نے علم سے ایسا بھرپور پیار کیا ہے جیسا والہانہ پیار شاہجہان نے ممتاز محل سے کیا تھا بلکہ شاہ عثمان تو دنیا بھر سے نرالا بادشاہ ہے جس نے اپنے لئے یا کسی فرد واحد کے لئے کوئی عیش گاہ، کوئی شیش محل، کوئی مقبرہ یا کوئی قلعہ تعمیر کرنے کے بجائے سارے انسانوں کے لئے ایک ایسی درس گاہ تعمیر کر گیا جو اسی طرح دنیا کا مرکز بن گئی ہے جس طرح قطب مینار، تاج محل یا ایلورہ، اجنتا۔ میں تو جامعہ عثمانیہ کو بلا شبہ دنیا کا نواں عجوبہ سمجھتا ہوں"

میں اکثر جلیس سے الجھنے کا عادی تھا۔ اگر یہ جملے جلیس نے میرے سامنے کہے ہوتے تو میں الجھ جاتا اور اس سے پوچھتا:

"کیا سالار جنگ لائبریری دنیا کا ایک عجوبہ نہیں ہے؟"

"کیا کتب خانہ آصفیہ ایک عجوبہ عالم نہیں ہے؟"

"کیا حمایت ساگر اور عثمان ساگر عجوبے نہیں ہیں؟"

"کیا اب سے ساٹھ سال قبل سے اردو میں آرٹس، سائنس، میڈیسن اور انجینئرنگ کی تعلیم ایک عجیب بات نہیں ہے؟"

اگر خود بھی تفصیل میں جاتا تو بہی کچھ کہتا۔ اس نے تفصیل بیان نہیں کی تھی صرف سرزمین

Marfat.com

دکن کے ایک امتیاز کی طرف اشارہ کیا تھا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ دکن عجوبوں کی زمین ہے۔

ایک عجوبہ اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ تھا۔

ایک عجوبہ اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ مہ لقا بائی چندا تھی۔

ایک عجوبہ شمس الامراء پریس تھا جس نے ڈیڑھ صدی قبل علمی اور سائنسی کتابوں کو اردو میں شائع کیا۔

ایک عجوبہ وہ ڈاکٹر (بینی) تھا جس نے ڈیڑھ صدی قبل میڈیکل کالج میں اردو میں تعلیم کی روایت شروع کی۔

ایک عجوبہ وہ عیسائی (پکتھال) تھا جس نے مسلمان ہو کر قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

ایک عجوبہ نواب یوسف علی خاں سالار جنگ سوم تھا جس نے شادی نہیں کی اور صرف عیش کیا۔ اس کا عیش تھا، نادر روزگار چیزوں کا جمع کرنا۔ ہیرے، جواہرات، تاریخی نوادر (حضرت علیؓ کا کتابت کیا ہوا قرآن شریف، ٹیپو سلطان کی پگڑی)، کتابیں، مخطوطات، تصاویر، مجسمے جمع کرنا، اس کے میوزیم کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے ایک زندگی اور اس کے کتب خانہ کی کتابوں کو پڑھنے کے لیے کئی زندگیاں چاہئیں۔

ایک عجوبہ سروجنی نائیڈو تھی۔ بلبلِ ہند۔

ایک عجوبہ پدمجا نائیڈو تھی۔

ایک عجوبہ بہادر یار جنگ تھا جو بر سرِ مجلس شاہِ دکن کو ٹوک دیتا کہ ذکرِ رسولؐ کے وقت یوں سونا بے ادبی ہے۔

ایک عجوبہ سرکشن پرشاد شاد تھا جو ہندو ہو کر نعت کہتا۔

یہ اور ان جیسے بہت سے عجوبے تھے جو وہاں کی روایت، وہاں کے معاشرتی

Marfat.com

رکھ رکھاؤ، وہاں کی تہذیب کے آفریدہ تھے۔ صدیوں کے چلن نے ایک رنگ جمایا تھا جو دکھنی تہذیب کہلاتی ہے۔ اسے دکھن میں مسلم تمدن کا آخری نمونہ کہہ لیجئے جس میں مقامی رنگ نے اسے اور بھی رنگین اور حسین بنا دیا تھا۔

اس تہذیب کی تاریخ جانے کبھی لکھی بھی جائے گی یا نہیں ؟

یہ ایک جاگیردارانہ معاشرہ تھا جس پر ایک خانوادہ کی حکومت تھی۔ لیکن نظام ہوں یا جاگیردار، سب روایت کی ایک سنہری ڈور میں بندھے ہوئے تھے۔ ان کے اطراف وہ زبردست حصار نہیں تھے جو ان کو نچلے طبقوں سے دور کر دیتے۔ تعلیم عام نہ سہی شعور ضرور عام تھا۔ اور علم و ہنر کی قدر اس طرح ہوئی کہ کیا اہلِ ملک اور علاقہ غیر کے افراد سکون اور چین سے زندگی گزارتے۔ کم و بیش ہر متوسط گھرانے میں ایک کتب خانہ ضرور ہوتا۔ ایسے افراد کی کمی نہ تھی جو نوادر جمع کرتے ہوں یا ذخیرہ۔ ہم ایک ایسے متوسط گھرانے میں آیا جایا کرتے جس کی دیواریں ہر دور کے اسلحہ سے سجی ہوتیں اور صاحب خانہ جب بھی گھر سے باہر نکلتے کوئی نہ کوئی ہتھیار ساتھ ہوتا۔ بچپن سے لے کر جوانی تک انہی گلیوں میں گزاری۔ ان کے ہاتھ میں ایک ہتھیار دوبارہ دیکھنے کی نوبت نہ آئی۔

یہ بات جاگیروں کی نہیں، حوصلوں کی ہے۔

یہاں آپ کے لئے ایسے ہی صاحبِ حوصلہ خاندان کی سرگزشت پیش خدمت ہے۔ یہ خاندان بھی اسی عظیم روایت کا ایک ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔ ان کی معاشرتی، علمی، سیاسی اور انتظامی صلاحیتوں نے عجوبوں کی سوندھی زمین کو زندہ رکھا اور اس کے حسن کو جلا بخشی۔ اسی خاندان کے اہم رکن نواب شمس الامراء ثانی ہیں اور دنیا ان کے احسانات سے کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ آج ہم اس گومگو کے شکار ہیں کہ اردو موجودہ "ترقی یافتہ" دور میں علم کا ساتھ دے سکتی ہے یا نہیں؟ اردو کو ذریعۂ تعلیم بنایا جا سکتا ہے یا نہیں، لیکن ڈیڑھ صدی قبل بغیر ماہرین کے کسی کمیشن کی سفارشات کے یہ کام اس عالی حوصلہ فرد نے کر دکھایا جس

کا نام فخر الدین خاں اور لقب شمس الامراء ثانی تھا۔ شمس الامراء ثانی ایک عالم تھے، ماہر ریاضی و ماہر فلکیات تھے، ان کی اپنی رصدگاہ تھی۔ اردو میں، ریاضی، طبیعیات، کیمیا، فلکیات، ادویات، ابدان، اقلیدس، حیوانیات پر خود بیس کتابیں لکھ کر شائع کیں۔ ان میں سے چند انگریزی سے ترجمہ بھی ہیں۔ سائنس کی کتابوں میں اصطلاحات کے ایسے ترجمے کئے ہیں جو آسانی سے رواج پا سکتے ہیں۔ اصطلاحات کا جو مسئلہ ہم آج تک حل نہ کر سکے وہ انہوں نے بغیر کسی دشواری کے حل کر دیا تھا۔ ان کتابوں کی زبان نہایت آسان اور عام فہم تھی۔ انہوں نے ایک پریس ترویج و اشاعتِ علم کی خاطر قائم کیا جہاں ان کی اپنی تصانیف و تالیفات و تراجم شائع ہوتے اور وہ دوسروں سے بھی اسی نوع کا کام کروا کر اسے زیورِ طبع سے آراستہ کرتے۔

ان کے جانشین شمس الامراء ثالث نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ وہ بھی صاحبِ سیف و اہلِ قلم تھے۔ ان کی کتب رسالہ علم ہندسہ، رفیع الحساب، تکملہ رفیع الحساب، رفیع البصر، رفیع الصنف، رفیع التراکیب، تختہ گردان یادگار ہیں۔

شمس الامراء ثالث کے بھائی بدر الدین خان بہادر معظم الملک تمبّر صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ رسالہ "انوار بدریہ" کا ترجمہ کروایا۔

شمس الامراء ثانی کے بیٹے محمد رشید الدین خان نے تاریخ رشید الدین خانی مرتب کروائی جس کی سینکڑوں جلدیں مفت تقسیم ہوئیں۔

یہ خاندان صاحبانِ سیف کا تھا لیکن اس کے افراد نے وہ صلاحیتیں پیدا کیں کہ زندگی کے ہر شعبے پر ان کا سایہ نظر آتا ہے۔ اس خاندان کے اکثر افراد ریاست حیدرآباد کے اہم عہدوں پر فائز رہے جس میں وزارتِ عظمیٰ تک شامل ہیں۔ سر آسمان جاہ، سر وقار الامراء، نواب معین الدولہ، نواب ظہیر یار جنگ، نواب ظفر جنگ وغیرہ کا نام ریاستی تاریخ کے اہم نام ہیں۔ انہیں علم و ادب سے بھی خصوصی شغف رہا۔ نواب معین الدولہ اردو، فارسی، انگریزی اور عربی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ وہ اردو کے شاعر بھی تھے، معین تخلص فرماتے اور اپنے

Marfat.com

دور میں ممتاز غزل گو مانے گئے۔ نواب نجیب الدین خاں اردو اور فارسی کے ادیب تھے۔ نواب نذیر نواز جنگ کے مضامین اور ان کا سفرنامہ یادگار ہیں، نواب وحید الدین اپنے دور کی ادبی محفلوں کی جان تھے۔

نواب خورشید جاہ نے اشاعتِ تعلیم میں اہم کردار ادا کیا۔ اکثر مدارس کی سرپرستی فرماتے اور طلبا کو فیاضی سے وظائف عطا فرماتے۔

نواب حسن یار جنگ نسبتاً آخری دور سے تعلق رکھتے ہیں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ صاحبِ ذوق بھی ہیں۔ مسلم شعرا اور رہنماؤں میں وہ علامہ اقبالؔ سے خصوصی حسنِ عقیدت رکھتے ہیں۔ چنانچہ بزمِ اقبال کے صدر بھی رہے اور اقبالؔ کے پیغام کو پھیلانے میں نہایت فعال رہے اور مثبت کردار ادا کیا جس سے حیدرآباد کی نوجوان نسل خاص طور پہ بہرہ اندوز ہوئی۔

زیرِ نظر کتاب اسی سوندھی زمین کے اس خانوادہ کی اجمالی روداد ہے جس کا سلسلہ نواب شمس الامرا اول سے شروع ہوتا ہے اور ایک ساتھ میدانِ جنگ، میدانِ معاشرت و تہذیب میں اپنے جوہر دکھاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی یاد تازہ کی جاتی رہے تاکہ ان کے حوصلوں اور کارناموں سے مستقبل کی راہیں روشن کی جاسکیں۔ اس کتاب میں یقیناً آپ کو چند منارۂ نور ملیں گے۔ ہمارا حال اور مستقبل ان سے روشنی کا طالب ہے۔ نواب حسن یار جنگ لائقِ تعریف ہیں کہ انہوں نے اس قدر مواد جمع کیا اور پروفیسر ابوسلمان شاہجہان پوری بھی لائقِ ستائش ہیں کہ اسے حسنِ تصنیف اور کمالِ تالیف سے مزین فرماکر کتابی صورت دی۔

ڈاکٹر پروفیسر سیدہ شفقت رضوی

Marfat.com

## باب اوّل

# اجلاس معزز کمیشن

فرمان مبارک مرقومہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ مندرجہ جریدہ غیر معمولی ۷ اسفندار ۱۳۳۶ف جلد ۵۸ نمبر ۳ صفحہ ۶ کے مطابق حسب الحکم معزز کمیشن سوالات نمبر ۱ و ۲ کے جوابات عرض کئے جاتے ہیں۔

## سوال نمبر (۱)

جائداد ہائے ہر سہ پائیگاہ کس طرح سے وقوع میں آئیں یعنی ان کی ابتدا کیسی ہوئی اور زمانہ سابق سے لے کر زمانہ موجودہ تک اس میں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

## جواب

**ف۱** جائداد ہائے مذکور الصدر سے متعلق دو پروانہ مورخہ ۲۹ صفر ۱۱۹۸ھ و ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ اور ایک سند مورخہ ۴ شوال ۱۲۵۳ھ ہے۔ ان تینوں کے نقول گلانسی کمیشن میں موجود ہیں۔

**ف۲** تینوں وثائق مذکور الصدر کے مقابلہ سے وہ تبدیلیاں بھی ظاہر ہوتی ہیں جو ہر ایک وثیقہ عطار کے وقت کی گئی ہیں جن کا اجمالی گوشوارہ یہ ہے۔

**الف** - پروانہ مورخہ ۲۹ صفر ۱۱۹۸ھ کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو علاقہ پہلے سے بعہدۂ محمدؐ فخر الدین خاں (ابوالخیر خاں اول شمشیر بہادر امام جنگ) مقرر تھا وہ ان کے فرزند شمس الملک بہادر (نواب محمدؐ ابوالفتح خاں ابوالخیر خاں ثانی) کے نام در عوض اخراجات پائیگاہ اور در عوض تنخواہ رسالہ مقرر کیا گیا۔ یعنی [illegible] کا علاقہ ان کے کارخانہ امارت

Marfat.com

(پائگاہ) کے اخراجات کے لئے اور للعہ ۱ا/ تنخواہ رسالہ کے لئے جملہ مہ ۱ا للعہ جمع کامل کا علاقہ مقرر و مفوض کیا گیا۔

ب ۔ پروانہ مورخہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ ابوالخیر خاں ثانی (نواب ابوالفتح خاں) کی رحلت کے بعد ۱۵/۳ھ جمع کامل کا علاقہ اور ۱۳/۹ھ کسرات خام کی رقم جملہ ۱۳ بدستور سابق خورشید الملک خورشید الدولہ غلام بہاؤالدین خان بہادر امام جنگ (نواب محمد فخرالدین خاں) کے نام پر بحال اور برقرار رکھا گیا۔

ج ۔ سند مورخہ ۴ شوال ۱۲۵۳ھ کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت غفران منزل نے براہ عنایت ۴ سے جمع کامل کا علاقہ بہمہ ابواب بعنوان جاگیرات پائیگاہ بطریق علی الدوام و بحقوق اولاد و احفاد و نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ بمعافی چوتھ و مواخذہ حساب و مطالبات وغیرہ امیر کبیر شمس الامراء اور اون کے فرزندان عمدۃ الدولہ وغیرہ کو بنظر حقوق موروثی و اعزاز خاندانی مرحمت فرمایا۔

## نوٹ نمبر (۱)

اس سند پر اور شمس الامراء کی عرضی بمورخہ ۱۱ رمضان ۱۲۵۳ھ پر جس کی بنیاد پر سند مذکور مرحمت ہوتی ہے۔ غور کرنے اور مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شمس الامراء نے ۳ سے کا علاقہ بطریق علی الدوام مرحمت ہونے کے لئے عرضی دی تھی مگر سند کے ذیلی تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوس میں سے ۱۳ کا علاقہ بابتہ گزاشت پرگنہ دیگلور وغیرہ جو بطریق امانی سرکار میں سپرد ہوا تھا منہا کر کے بقیہ سے جمع کامل کا علاقہ بحال اور برقرار رکھا گیا ہے۔

## نوٹ نمبر (۲)

یہ سند بحالہ اس وقت تک قائم ہے۔ اس کی ناسخ کوئی اور سند نہیں ہے اور بلحاظ شرائط سنداوس کی تنسیخ ممکن بھی نہ تھی۔ 134207

Marfat.com

## سوال

(جزو اول) امرائے پائیگاہ کی ذمہ داری نگہداشت فوج پائگاہ سے متعلق کیا ہے جس کی غرض سے جاگیریں عطا کی گئیں اور کس حد تک یہ شرط عطا پوری ہو رہی ہے۔

(جزو دوم) اس کے سوا کونسی جاگیریں بغرض پرورش خاندان پائگاہ عطا کی گئیں۔

## جواب

### (جزو اول)

**۳ف** سند مورخہ ۴ شوال سنہ ۱۲۵۳ھ کی رو سے نگہداشت فوج سے متعلق کوئی ذمہ داری امرائے پائیگاہ پر باقی نہیں رہی ہے بلکہ امرائے پائگاہ نے اس خیال سے کہ فوج بھی ان کے قدر و مرتبت (پائگاہ) کا لازمہ ہے فوج رکھی تاکہ بوقت ضرورت وہ خود اپنی فوج کے ساتھ بادشاہ کی جاں نثاری میں کام آئیں۔

**۴ف** نگہداشت جمعیت کی شرط سے جو اسناد سرکار عالی میں جاری ہوتی ہیں اون میں نگہداشت جمعیت کے الفاظ اور جمعیت کا نفری تعین ضرور ہوتا ہے مگر زیر بحث سند بابتہ سنہ ۱۲۵۳ھ میں الفاظ مذکور اور تعین مزبور مطلقاً نہیں ہے۔

**نوٹ نمبر (۱)**

لفظ پاگا کے معنی زبان تلنگی میں پگڑی کے اور زبان مرہٹی میں فوج اسپاں کے ہیں لیکن فارسی اور اردو میں پاگا نہ کوئی لفظ ہے نہ ان معنوں میں مستعمل ہے بلکہ فارسی میں پاگا کے قریب التلفظ ایک لفظ پائگاہ ہے جس میں دو حرف زائد ہیں اور معنی بھی مختلف ہیں۔ یعنی فارسی میں پائگاہ کے معنی قدر و مرتبہ کے ہیں۔

ملاحظہ ہو فرہنگ جہانگیری (تالیف سنہ ۱۰۱۴ھ) و برہان قاطع (تالیف سنہ ۱۰۶۲ھ) و فرہنگ رشیدی (تالیف سنہ ۱۰۶۴ھ) و غیاث اللغات و بحر عجم و لغات کشوری وغیرہ۔

---

Marfat.com

## نوٹ نمبر (۲)

تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ مورث اعلیٰ ابوالخیر خان شمشیر بہادر امام جنگ کے والد شیخ بہاؤ الدین مہد خلد مکان میں منصب شکوہ آباد اور تعلقہ صدارت سے سرفراز تھے، اور خود ابوالخیر خان کو بھی دربار دہلی سے خطاب و منصب عالی حاصل تھا ۱۱۳۲ھ ف میں نواب مغفرت مآب نے بعزم تسخیر ممالک دکن مالوہ سے جانب دکن ارادہ فرمایا تو ابوالخیر خان اول بھی ان کے شریک و رفیق تھے۔ اثناء راہ میں قلعہ اسیر پر اور شہر برہان پور پر قابض ہونے کے بعد دربار دہلی کے امیر الامراء حسین علی خاں کے فرستادہ ۱۸ ہزار سواران زیر سرکردگی دلاور علی خاں سے جو معرکہ آرا جنگ ہوئی اوس میں مغفرت مآب کو (جو میدان جنگ سے بسلامت نکل جانے کا ارادہ رکھتے تھے) ابوالخیر خان ہی کی مردانہ قابلیت کے بدولت فتحیابی نصیب ہوئی۔ اور دلاور علی خاں ابوالخیر خان ہی کے بندوق کا جو مغفرت مآب کے خواصی میں عماری نشین تھے نشانہ بنا۔ اسی معرکہ جنگ میں ابوالخیر خان کے فرزند ابوالبرکات خاں حضور پر نور کے سامنے زخمی ہو کر جاں نثار ہو گئے جن کی قبر برہان پور میں موجود ہے۔ اس کے بعد سید عالم علی خاں ہمشیر زادہ امیر الامراء نائب دکن سے جو ۹۰ ہزار سواروں کے ساتھ مقابل ہوا تو اوس جنگ میں بھی ابوالخیر خان مغفرت مآب کے عماری میں رفیق تھے اوس میں بھی فتحیابی حاصل ہوئی۔ بہر حال بہت سے کارنامے تاریخ میں مندرج ہیں جن کا ایک خلاصہ شامل مثل کیا جائے گا۔

## نوٹ نمبر (۳)

آئین شاہان مغلیہ کے مطابق امیر الامراء پادشاہ کا نائب اور شریک سلطنت ہوتا ہے۔ اسی طرح اس دولت ابد مدت میں جو شاہان مغلیہ کا عکس ہے طبقہ امراء میں شمس الامراء۔ امیر کبیر امیر الامراء کے مماثل ہیں۔ چنانچہ حضور پر نور کی عماری نشینی کے موقع پر خواصی میں شریک اور ہمنشین رہنے کی عزت امراء پائیگاہ کو ملتی ہے۔ اس سے زیادہ

Marfat.com

یہ کہ جاہ کا اعلیٰ ترین خطاب جو فرمان روایان دولت آصفیہ کے لئے مختص ہے وہ بھی امرا پائیگاہ کو مرحمت فرمایا گیا باوجود اس کے امرا پائگاہ فدوی آصف جاہ ہونے کے الفاظ اپنے اسٹیٹ کی خاص مہر میں قائم رکھنے کو اپنا تمغہ امتیاز سمجھتے رہے جیسا کہ فرمان روایان دولت آصفجاہی اپنی ریاست کی خاص مہر میں شاہان دھلی کے فدوی ہونے کے الفاظ قائم رکھتے تھے۔ بہرحال یہ قدر و مرتبہ موروثی اور دائمی ہے جو دولت ابد مدت کے ساتھ دائم وقائم رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت غفران مکان علیہ الرحمتہ کے عہد نابالغی میں امیر کبیر ثانی وثالث یکے بعد دیگرے نائب السلطنۃ رہے اور شاہزادیاں محترم امرا پائگاہ کے حبالۂ نکاح میں آتی ہیں۔

(جزو دوم)

**۵** جاگیرات پایگاہی کے سوا دوسری جاگیرات کی فہرست اور اُن کے اسناد کے نقول اس وقت تک دفتر صدر المہامی پائگاہ سے نہیں ملی ہیں اس لئے اون جاگیرات کی نوعیت کا صحیح طور پر علم ہونے تک اس امر کی تفصیل ناممکن ہے کہ کون سی جاگیر کس کس غرض سے عطا کی گئی ہیں۔ اس لئے صدر المہام پائگاہ کے ذریعہ سے جاگیرات پائگاہی کے سوا دیگر جاگیرات کی اسناد اور اون کے محاصل کا نخشہ طلب ہونا چاہیئے تاکہ اون کو دیکھنے کے بعد بیان گزرانا جاسکے۔

مرقومہ ۱۶ اسفندار ۱۳۳۶ف

ولی الدولہ

حسب درخواست کہ مورخہ ۳۱ ماہ مئی ۱۹۶۵ء

جنابہ بیگم ولی الدولہ صاحبہ

سنہ ۱۹ء نقل ھذا دی گئی

Marfat.com

بنام درخواست گزار جنابہ بیگم ولی الدولہ صاحبہ
وبضع ادخال درخواست ۳۱ ماہ مئی سنہ ۱۹۶۰ء
تاریخ عطائے نقل ۳۰ ماہ جون سنہ ۱۹۶۵ء
تنخواہ اجرت دو ماہ ع آنے ۲ پائی +

تعداد الفاظ = ۲۹۰۹

اجرت = ۱۲-۱۵ Rs

ناظم

اسٹیٹ حیدرآباد

Marfat.com

# تاریخ پائیگاہ

"پائیگاہ" اپنے املا، اور ترکیب کے لحاظ سے ایک فارسی لفظ ہے۔ جس کے معنی قدر و منزلت اور مرتبہ بلند کے ہیں۔ اس سے ملتا جلتا ایک لفظ "پاگا" دکن کی تلنگی اور مرہٹی زبانوں میں بھی نظر آتا ہے۔ تلنگی زبان میں اس لفظ کے معنی "پگڑی" کے اور مرہٹی زبان میں فوج اسپاں یا سواروں کے دستے کے ہیں۔ لیکن دکن میں یہ لفظ نواب آصف جاہ اول کے امیر خاص اور دستِ راست نواب ابوالخیر خاں شمشیر بہادر امام جنگ ابن شیخ بہاؤالدین خاں کے خاندان کی جاگیرات کے لئے بولا جاتا ہے۔ غالباً اسی لئے انگریزی زبان میں پائیگاہ کے ترجمے کے لئے ہر جگہ اسٹیٹ Estate یا State کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ پکٹوریل حیدرآباد PICTORIAL HYDERABAD کے مؤلف لکھتے ہیں:

The word "Paigah" means pomp and high rank and it was conferred as a honorific title by His Highness Nawab Nizam Ali Khan Bahadur, the second Nizam and successor of Nawab Nizam-ul-Mulk, and given to the estates held by Abul Fateh Khan, Taig Jung Bahadur, in acknowledgment and appreciation of the loyal services rendered by him.

Among the nobility of Hyderabad, the Amirs, or Chiefs, of the Paigah have always held the first rank and still do and the Paigah family is second only to that of the Ruler, and is allied to it by matrimony. Members of the family have always been considered as among the most faithful

Marfat.com

and loyal of the nobles of the State, first in the arts of peace and first in the arts of war, two prominent features of their character being frankness and liberality. If they served their master well as high officers of State, they served the people also well by their fair-mindedness, practical sympathy, open-handed generosity in the relief of distress, the support of scholarship and in the patronage of many arts and handicrafts.

اس کا مطلب یہ ہے کہ :

"پائیگاہ" کے معنیٰ "ذی شان" اور "بلند مرتبہ" کے ہیں۔ یہ اعزازی خطاب نواب نظام علیخاں کے جانشین نواب نظام الملک آصف جاہ ثانی کی طرف سے ابوالخیر خان تیغ جنگ بہادر کی اعلیٰ اور بے لوث خدمات کے اعتراف میں ان کی جاگیروں کیلئے استعمال کیا گیا تھا۔

ریاست حیدرآباد دکن کے طبقۂ اعلیٰ اور شرفاء میں امرائے پائیگاہ کا مرتبہ سب سے بلند رہا ہے۔

خاندانِ پائیگاہ کا مرتبہ شاہی خاندان کے بعد سب سے بلند ہے۔ یہ دونوں خاندان آپس میں ازدواجی رشتوں کے ذریعے بھی ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ زمانہ جنگ اور زمانۂ امن، دونوں حالتوں میں خاندانِ پائیگاہ کا شمار ریاست کے انتہائی وفادار اور مخلصوں میں ہوتا رہا ہے۔ امرائے پائیگاہ اپنی سخاوت اور اعلیٰ ظرفی کی دو خصوصیات میں بہت نمایاں ہیں۔ انہوں نے نہ صرف والئ ریاست کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں بلکہ ریاست کے عوام کی فلاح و بہبود اور ان کی خوشحالی اور ترقی کے لئے بھی اپنی کوششوں کو ہمیشہ جاری رکھا۔ ان کی وسیع القلبی، انصاف پسندی اور غرباء پروری

Marfat.com

اپنی مثال آپ اور مشہور خاص و عام ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ محتاجوں اور ضرورت مندوں کو مختلف وظائف سے نوازنا اور علوم و فنون کی سرپرستی کرنا اس خاندان کا امتیازی وصف رہا ہے۔"

پائیگاہیں اگرچہ ریاست حیدرآباد دکن کا حصہ تھیں اور ان کی جاگیرات فرمانروایانِ مملکتِ آصفیہ کی عطا کردہ تھیں لیکن ان کا اندرونی نظام، ریاست اور اس کے فرمانرواؤں کی مداخلت سے قطعی آزاد تھا۔ پائیگاہ کے مالک اور فرمانروا کے لیے "امیر" کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا جس طرح ایک مستقل ریاست میں اس کا نظام مختلف شعبوں اور سررشتوں میں تقسیم ہوتا ہے اور ہر شعبہ کا ایک سربراہ ہوتا ہے، اسی طرح پائیگاہوں کا نظام متعدد سررشتوں پر مشتمل ہوتا تھا اور ہر سررشتہ کا ایک سربراہ اور ذمہ دار ہوتا تھا۔ پائیگاہوں کی آمدنی، خرچ اور اس کے ترقیاتی منصوبوں کا باقاعدہ بجٹ بنایا جاتا تھا۔ پائیگاہوں کے نظام میں زراعت، تعلیم، صحت، فوج، پولیس اور عدل و احتساب کے سررشتوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی اور ان شعبوں کا ایک مربوط اور باضابطہ نظام تھا۔ کسی زمانے میں تو سکہ بھی ان کا اپنا اور کیلنڈر بھی ان کا ملک اور ریاست کے کیلنڈر سے الگ تھا۔ پائیگاہوں کی جاگیرات اگرچہ ریاست حیدرآباد دکن کے تمام طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھیں۔ لیکن بیشتر جاگیرات ایک دوسری سے متصل اور ملی ہوئی تھیں۔ اس وجہ سے ان سب کے زرعی ترقیاتی پروگراموں، اشاعتِ تعلیم کے منصوبوں کی تکمیل اور پائیگاہ کے نظم و ضبط کے قیام میں بڑی آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں۔

ابتدا میں تو صرف ایک پائیگاہ تھی۔ لیکن جب امرا کے پائیگاہ کئی شاخوں میں بٹ گئے تو پائیگاہ کی جاگیرات بھی تین حصوں میں بٹ گئیں اور تین امرا کے زیرِ نظام تین مستقل نظام قائم ہو گئے

Marfat.com

تینوں پائیگاہوں کا رقبہ چار ہزار مربع میل سے زیادہ علاقہ میں پھیلا ہوا تھا جن کی آبادی ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق تقریباً آٹھ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی ۔ الگ الگ تینوں پائیگاہوں کا رقبہ اور آبادی یہ تھی :

| نام پائیگاہ | رقبہ | آبادی |
| --- | --- | --- |
| پائیگاہ خورشید جاہ | ۱۵۱۲ مربع میل | ۲۷۹۸۲۲ نفوس |
| پائیگاہ آسمان جاہ | ۱۲۳۲ مربع میل | ۲۶۵۵۵۰ نفوس |
| پائیگاہ وقارالامراء | ۱۳۹۰ مربع میل | ۲۴۰۰۸۴۲ نفوس |

یہ آبادی ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق اور اسی دور کے ایک جائزے کے مطابق رقبہ دیا گیا ہے ۱۳۳۷ف میں ان تینوں پائیگاہوں کی سالانہ آمدنی یہ تھی :

| | |
| --- | --- |
| پائیگاہ خورشید جاہ | ۱۴ لاکھ روپے سالانہ |
| پائیگاہ آسمان جاہ | ۱۷ لاکھ روپے سالانہ |
| پائیگاہ وقارالامراء | ۱۲ لاکھ پچھتر ہزار روپے سالانہ |

یوں تو امرائے پائیگاہ کے آباء و اجداد جب سے کہ انہوں نے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا تھا، اپنی فوجی اور دیگر خیرخواہانہ خدمات کی وجہ سے اعزاز و مناصب اور امارت و جاگیرات سے سرفراز ہوتے رہے تھے ۔ لیکن ان جاگیرات کا سلسلہ جس نے آگے چل کر " پائیگاہ " کا نام پایا ہو نواب ابوالخیر خاں شمشیر بہادر کی جاگیر سے شروع ہوا تھا۔ نواب ابوالخیر خاں کو آصف جاہ اول نے سب سے پہلے جاگیر سے نوازا تھا۔ بستان آصفیہ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ آصف جاہ اول نے ابوالخیر خاں کو دو ہزاری منصب، پانچ سو سوار اور تین ہزار پیادہ کی (ضروریات اور اخراجات کے لئے) جاگیر مرحمت فرمائی تھی۔ اور جب انہوں نے بابو نائیک کے مقابلے میں فتح حاصل کی تو ان کے اعزاز و منصب میں

Marfat.com

اضافہ کے ساتھ جاگیر میں بھی مزید اضافہ کر دیا گیا - اس اعزاز و منصب کے بارے میں یادگار سلور جوبلی کے مؤلف نے "فوجداری ایلچپور اور نیابت صوبہ داری خاندیش" کی صراحت کی ہے -

ناصر جنگ شہید جب اپنے والد آصف جاہ اول سے معرکہ آرا ہوئے تو انہوں نے ابوالخیر خاں کو اپنا طرف دار بنانا چاہا لیکن انہوں نے بایں الفاظ انکار کر دیا کہ باپ کا جو ملازم ایسی حالت میں بیٹے کا شریک ہو گا تو وہ صرف گناہِ کبیرہ ہی نہیں کرے گا بلکہ دنیا میں بھی سزا پائیگا - ایسا خشک جواب سن کر نواب ناصر جنگ کو اک گونہ ملال ہوا - اور یہ اسی ملال و رنجش کا نتیجہ تھا کہ جب وہ سریر آرائے ریاست ہوئے تو انہوں نے ابوالخیر خاں کی جاگیر ضبط کر لی اور سپاہ کی تنخواہ بھی نہ دی - اس وقت نواب ناصر جنگ شہید سخت مشکلات میں پھنسے ہوئے تھے اور ان کے متعدد خیر خواہوں اور جاں نثاروں نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی لیکن ابوالخیر خاں کی جاگیر کی ضبطی اور ان کے معتوب ہونے کے باوجود ان کا رویہ نہایت شریفانہ اور خیر خواہانہ رہا - نواب ناصر جنگ ان کے اس رویے اور اعلیٰ کردار سے بہت متاثر ہوئے اور نہ صرف ان کی جاگیر کو بحال کر دیا بلکہ انہیں شمشیر بہادر کے خطاب سے بھی سرفراز کیا - نواب ناصر جنگ کے بعد نواب محی الدین خاں بہادر مظفر جنگ حکمران ہوئے تو انہوں نے ابوالخیر خاں کو برہان پور کی جاگیر عنایت کی - نواب مظفر جنگ کے بعد نواب امیر الممالک صلابت جنگ بہادر کے زمانے میں بھی ابوالخیر خاں کے اعزاز میں اضافہ ہوا اور پالکی جھالر دار اور امام جنگ کے خطاب سے سرفراز فرمائے گئے -

نواب ابوالخیر خاں کی جاگیرات کی نوعیت اور ان کی ذمہ داری اور وقتاً فوقتاً اس میں بعض تبدیلیوں کے بارے میں پکچوریل حیدرآباد ( PICTORIAL HYDERABAD ) کے مؤلف لکھتے ہیں:

When the title of "Paigah" was first

Marfat.com

conferred on the estates held by Abul Fateh Khan Taig Jung Bahadur, a 'Sanad' was also given to him by the then ruling prince, Nawab Nizam Ali Khan Bahadur, in which it was stated that the estates which were formerly given to Taig Jung Bahadur were given to him not only for the maintenance of his family but also for the maintenance of an army the services of which would be requisitioned in times of need. Later, at the request of Nawab Fakhruddin Khan, Shams-ul-Umrah II, another Sanad was granted whereby the Paigah estates of Taig Jung were now given in perpetuity to him and to him and to his successors, free of "chouth" (one-fourth of the net revenue payable to the sovereign) and also freed from all other liabilities. Since the grant of this sanad, the Paigah estates have been inherited and administered by the lawful heirs of the first grantee. The necessity for keeping a body of troops having ceased, no military establishment is now maintained, except a few hundred guards to keep up the honour and dignity of the family.

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ:

"شروع شروع میں جب ابوالفتح خاں تیغ جنگ بہادر کی جاگیروں کو "پائیگاہ" کا خطاب ملا
تو اسکے ساتھ انہیں نواب میر نظام علی خان بہادر کی طرف سے ایک سند (پروانہ) بھی عطا
کی گئی تھی جس کے مطابق یہ جاگیریں تیغ جنگ بہادر کو اس لئے دی گئی تھیں کہ وہ اپنے
خاندان کی گزراوقات کے ساتھ ایک ایسی فوج بھی تیار کریں جس کی خدمات ضرورت کے
وقت بآسانی مہیا ہوسکیں۔

بعدازاں نواب محمد فخرالدین خاں شمس الامرا ثانی کی درخواست پر ایک فرمان کے
ذریعے تیغ جنگ بہادر کی تمام جاگیریں انہیں (شمس الامرا ثانی کو) اور ان کے

Marfat.com

بعد ان کے ورثاء کو دوامی طور پر بخش دی گئیں۔ ان تمام زمینوں پر چوتھ (آمدنی کا چوتھا حصہ جو زمینداروں اور جاگیرداروں کے لئے حکومتِ آصفیہ کو ادا کرنا ضروری ہوتا تھا) معاف کر دی گئی تھی۔ اسی طرح یہ جاگیرات دوسری ادائیگیوں سے بھی مستثنیٰ تھیں۔ اس وقت سے پائیگاہ کی جاگیروں کا انتظام و انصرام نواب ابوالفتح خاں تیغ جنگ بہادر کے قانونی وارثوں کے ہاتھ میں رہا ہے۔ (نواب محمد فخرالدین خاں شمس الامراء ثانی کے زمانے میں) ریاست کے لئے فوج تیار کرنے کی شرط چونکہ ختم کر دی گئی تھی، اس لئے یہاں کوئی فوجی چھاؤنی نہیں ہے البتہ پائیگاہ خاندان کی شان و شوکت اور عزت کی نمود کی خاطر چند سو مسلح افراد رکھے جاتے ہیں۔"

نواب ابوالخیر خاں کے انتقال (۲۶ ربیع الاول ۱۱۶۲ھ) کے بعد ان کے بیٹے ابوالفتح خاں ان کے جانشین ہوئے جو نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کی پیش گاہ سے تیغ جنگ ابوالخیر خاں ثانی شمس الدولہ شمس الملک شمس الامراء کے خطابات سے نوازے گئے۔

نواب ابوالفتح خاں بہادر کی فوج رسالہ کے علاوہ بارہ ہزار تھی اور وہ اسے بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ چونکہ ان کی جاگیر کی آمدنی صرف تیس لاکھ روپے سالانہ تھی اور وہ فوج کے اخراجات کے لئے کافی نہ ہوتی تھی، اس لئے انہیں وقتاً فوقتاً سرکاری خزانے سے معتد بہ رقم دی جاتی رہتی تھی۔ انہوں نے اپنی پائیگاہ کی فوج کے انتظام کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ اپنے چار عزیزوں کو اس کا افسر مقرر کیا۔ اس انتظام کی بدولت فوج کے نظام اور اس کی تربیت میں بہت آسانی ہو گئی تھی۔

۱۷ رجمادی الاخریٰ ۱۱۹۱ھ کو نواب ابوالفتح خاں کے اعزاز و منصب میں مزید اضافہ ہوا۔ اور نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کی پیش گاہ سے انہیں پنج ہزاری

Marfat.com

منصب، پانچ ہزار سوار، علم، نقارہ اور جھالردار پالکی سے سرفراز اور شمس الدولہ کے خطاب سے مفتخر کیا گیا۔ شمس الملک، شمس الامراء کے خطاب اور دس ہزار سوار کے منصب سے اس کے بعد سرفراز کیئے گئے۔ صمصام شیرازی نے لکھا ہے:

"ان کی فوج کا ایک ایک گھوڑا ایک ایک ہزار روپے کا اس زمانے میں تھا"

ان اعزازات و مناصب کے بعد بھی ان کی سرفرازی اور عطایائے آصفی کا سلسلہ جاری رہا اور وہ منصب نہ ہزاری اور سراپائے جواہر مع ٹلکن ولٹری اور دستار پر طرہ لگانے کے اعزاز سے جو کہ مرشد زادوں کے لئے مخصوص تھا، ممتاز ہوئے۔

پکچوریل حیدرآباد PICTORIAL HYDERABAD کے مؤلف نے نواب تیغ جنگ بہادر کی پائیگاہ کے رقبے اور آمدنی کے بارے میں لکھا ہے:

The annual revenue of the estates of Taig Jung Bahadur was first thirty lakhs of rupees. It was subsequently increased to a little over half a crore or, to be exact, fifty two lakhs of rupees. The estates cover an area of 4134 square miles and are larger than many a small Native State and have almost independent powers. The revenue of the estates came to nearly 44 lakhs in 1309 Fasli and might now, after a lapse of thirty years, be well over the original figure of half a crore.

اس سے معلوم ہوتا ہے:

"نواب تیغ جنگ بہادر کی جاگیرات کی آمدنی شروع میں تیس لاکھ روپے سالانہ تھی جو بڑھتے بڑھتے نصف کروڑ روپے سالانہ سے بھی زیادہ ہوگئی یا صحیح الفاظ میں باون لاکھ روپے ہوگئی۔ پائیگاہ کی مکمل جاگیرات ۴۱۳۴ مربع میل کے رقبے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ رقبہ کے لحاظ سے یہ جاگیریں ہندوستان کی کئی خود مختار ریاستوں سے بڑی ہیں۔ ۱۳۰۹ف میں ان جاگیروں کی آمدنی چوالیس

Marfat.com

لاکھ روپے سالانہ تھی ۔ اور اب جبکہ تیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، یہ آمدنی یقیناً نصف کروڑ سے زائد ہو گئی ہو گی"۔

نواب ابو الفتح خاں بہادر کے انتقال (۲۵ ربیع الآخر ۱۲۰۵ھ) کے بعد ان کے صاحبزادے نواب محمد فخر الدین خاں ان کے جانشین ہوئے ۔ وہ اپنے والد کی حیات ہی میں "محمد بہاؤ الدین خاں امام جنگ خورشید الدولہ" کے خطاب اور پینتالیس ہزار روپے سالانہ آمدنی کی جاگیر سے سرفراز ہو چکے تھے ۔ اور والد کے انتقال کے بعد نہ صرف اپنی آبائی و موروثی جاگیر کے وارث ہوئے بلکہ خطاب ابو الخیر خاں شمس الملک شمس الامراء سے اور منصب دس ہزاری، دس ہزار سوار، علم و نقارہ و پالکی جھالردار، مورچھل مع تمام لوازمات سراپا، الکن وغیرہ سے اور تمامی محالات جو تخمیناً چالیس لاکھ روپے کے تھے، ممتاز و مفتخر ہوئے ۔ نواب میر نظام علی خاں کے بعد ناصر الدولہ بہادر کے عہدِ حکومت میں باضافہ منصب نہ ہزاری، ہفت ہزار سوار، علم، نقارہ، نشان فیل و عماری و پالکی جھالردار و ماہی مراتب رسالہ سوارانِ پائیگاہ قدیم و پلٹنہائے یار و توپ خانہ آتشبار و شتر برق کردار سے ممتاز فرمایا ۔ نواب ناصر الدولہ نے انہیں ۱۸۳۴ء میں پائیگاہ کی جاگیرات سے متعلق دوامی سند عطا فرمائی ۔ ۱۲۴۶ھ میں وہ تقریباً چھ ماہ تک مدار المہامی (وزارتِ عظمیٰ) کے منصبِ جلیلہ پر فائز رہ چکے تھے ۔

نواب محمد فخر الدین خاں کو علاوہ خاندانی و موروثی جاگیرات کے مختلف اوقات میں متعدد جاگیرات و تعلقہ جات مرحمت ہوئے تھے جن کی تفصیل یہ ہے :

۱ - ۲۷ صفر ۱۲۱۶ھ روز شنبہ کو نصرت جنگ نے تعلقہ الند، گنجوٹی، لوہارا وغیرہ ان کے حوالہ کیا ۔

۲ - ۱۱ ربیع الاول ۱۲۴۷ھ کو گزاشت نارائن کھیڑ اور حسن آباد کی مرحمت ہوئی ۔

Marfat.com

۳۔ ۱۱؍ ذیلقعدہ ۱۲۷۶ھ کو تعلقہ کھڑکہ اور بارہ ہلی کی گزاشت اور اس کے ایک روز بعد؛

۴۔ ۱۲؍ ذیلقعدہ ۱۲۷۶ھ چند قطعات گزاشت باغات حضوری مرحمت ہوئے اور ان کے ایما رسے الندا ور گنجوٹی نواب اقتدار الملک بہادر کو اور لوہارا، نواب تیغ جنگ بہادر کو دیتے گئے۔

۵۔ ۷؍ شعبان ۱۲۷۸ھ کو دس ہزار روپے کی جاگیر مرحمت ہوئی۔

۶۔ ۱۳؍ ذیلقعدہ ۱۲۷۸ھ کو باغ قدسیہ محل واگزاشت ہوا۔

نواب محمد فخر الدین خان شمس الامراء ثانی کے زمانے کا سب سے اہم واقعہ جو پائیگاہ کی تاریخ میں پیش آیا وہ یہ ہے کہ ۴ شوال ۱۲۵۳ھ کی سند و فرمان کی رو سے فوج کی نگہداشت کی ذمہ داری سے پائیگاہ کو بری الذمہ قرار دیدیا گیا۔ یہ بات اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف جاہ ثالث کے ایک سوال میں ایگزیکٹو کونسل کے جواب سے معلوم ہوتی ہے۔ جواب میں کہا گیا ہے:

"سند مؤرخہ ۴ شوال ۱۲۵۳ھ کی رو سے نگہداشت فوج سے متعلق کوئی ذمہ داری امرائے پائیگاہ پر باقی نہیں رہی۔ بلکہ امرائے پائیگاہ نے اس خیال سے کہ فوج بھی ان کی قدر و منزلت (پائیگاہ) کا لازمہ ہے، فوج رکھی تاکہ بوقت ضرورت وہ خود اپنی فوج کے ساتھ بادشاہ کی جاں نثاری میں کام آئیں"

اسی جواب کے دوسرے پیراگراف میں کہا گیا ہے:

"نگہداشت جمعیت کی شرط سے جو اسناد سرکار عالی سے جاری ہوتی ہیں، ان میں نگہداشت جمعیت کے الفاظ اور جمعیت کا نفری تعین ضرور ہوتا ہے۔ مگر زیر بحث سند بابتہ ۱۲۵۳ھ میں الفاظ مذکور اور تعین مزبور نہیں ہے"

## پائیگاہ کی پہلی تقسیم:

شمس الامراء ثانی کے پانچ صاحبزادے تھے۔ جن میں سے نواب محمد رفیع الدین اور

Marfat.com

نواب محمد رشید الدین خاں زندہ بچے تھے۔ چنانچہ ان دونوں کے مابین نظام دکن کے فرمان سے پائیگاہ کی پہلی تقسیم عمل میں آئی۔ نواب محمد رفیع الدین خاں چونکہ بڑے تھے، اس لئے انہیں جاگیر میں نصف سے زیادہ حصہ ملا۔ اور نواب محمد رشید الدین خاں نصف سے کم کے مستحق قرار پائے۔

## پائیگاہ کی دوسری تقسیم:

نواب محمد رفیع الدین خاں چونکہ لاولد تھے اس لئے انہوں نے اپنے بڑے بھائی نواب محمد سلطان الدین خاں مرحوم کے دو صاحبزادوں محمد وزیر الدین خاں اور محمد مظہر الدین خاں کو اپنا متبنیٰ بنالیا تھا۔ اس لئے وہی دونوں ان کی جاگیر کے وارث قرار پائے۔

## پائیگاہ کی تیسری تقسیم:

نواب محمد رشید الدین خاں کے انتقال پر ان کی جاگیر ان کے دو بیٹوں نواب محمد محی الدین خاں اور نواب محمد فضل الدین خاں میں تقسیم ہوئی۔ محی الدین خاں کو جاگیر کا نصف سے زیادہ حصہ ملا تھا۔ جبکہ فضل الدین خاں۔ نے نصف سے کم پایا تھا۔ لیکن یادگار سلور جوبلی کے مؤلف لکھتے ہیں:

"نواب شمس الامراء رابع (نواب محمد رشید الدین خان بہادر) کے بعد کل اسٹیٹ پائیگاہ آپ امیر کبیر اعتماد الامرا ہ کے اور آپ کے حقیقی بھائی وقار الامراء سر خورشید جاہ میں علی السویہ (برابر برابر) تقسیم ہوا۔"

## پائیگاہ کی چوتھی تقسیم:

شمس الامراء ثانی کے انتقال کے بعد ان کی پائیگاہ ان کے دو صاحبزادوں میں اور ان کے بعد ان کے چار پوتوں میں تقسیم ہوگئی۔ لیکن نواب محمد رفیع الدین خاں کے ورثاء میں چونکہ نواب محمد وزیر الدین خاں شادی سے قبل وفات پاگئے تھے اور ان کا کوئی وارث نہ تھا۔ اس لئے ان کے حصہ کی خانگی جاگیرادر جائیداد

Marfat.com

برطانوی حکومت کے فیصلے کے مطابق نواب محمد مظہر الدین خاں سر آسمان جاہ کے حصے میں
آئی۔ پکچوریل حیدر آباد (PICTORIAL HYDERABAD) کے مؤلف اس
چوتھی اور آخری تقسیم کے بارے میں لکھتے ہیں:

On his death, his younger brother, Nawab Muzher-ud-din Khan, Sir Asman Jah Bahadur, desired to annex his jagirs with his own, but there were obstructions in the way on account of the claims of others. The matter went up to the British Government and at last it was decided that all the private jagirs and other private properties of Nawab Wazir-ud-din Khan Bahadur should be given to Sir Asman Jah Bahadur, but that the Paigah jagirs of his deceased brother should be divided into three parts, one of which was to be annexed to the Asman Jahi Paigah, the other to the Khurshed Jahi Paigah and the third to the Vikar-ul-Umrahi Paigah. This was the fourth and the last division of the Paigah jagirs because it was decided thereafter that they should not be divided in future, every member of the Paigah receiving a pay according to his share. In this way, came the three Paigah estates of today.

اس کا مفہوم یہ ہے:

"نواب محمد وزیر الدین خاں کے انتقال (۹۸-۱۲۹۷ھ) کے بعد ان کے
چھوٹے بھائی نواب محمد مظہر الدین خاں سر آسمان جاہ نے ان کی وراثت کا دعویٰ
لیکن خاندان کے بعض دوسرے افراد نے ان کے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا۔
چنانچہ یہ معاملہ برٹش گورنمنٹ تک پہنچا اور بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ نواب مرحوم
کی ذاتی جاگیر اور دوسری ذاتی پراپرٹی کے مالک تو بلا شرکت غیرے ان کے
چھوٹے بھائی ہوں گے لیکن پائیگاہی جاگیرات برابر کے تین حصوں میں تقسیم ہوں گی ایک

Marfat.com

حصہ آسمان جاہی پائیگاہ میں شامل ہوگا، دوسرا خورشید جاہی پائیگاہ میں اور تیسرا حصہ پائیگاہ وقارالامراء میں شامل ہوگا۔

یہ پائیگاہ کی چوتھی اور آخری تقسیم تھی جو عمل میں آئی۔ لیکن یہ ایسی تقسیم تھی جو مزید انتشارِ جاگیرات کا باعث نہ تھی بلکہ اس تقسیم کی بدولت جاگیرات پائیگاہ چار حصوں کے بجائے تین حصوں میں سمٹ آئیں۔ اس تقسیم کے بعد خاندان اور پائیگاہوں کے امراء نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب آئندہ پائیگاہ کی جاگیریں تقسیم نہیں کی جائیں گی بلکہ پائیگاہ کا ہر رکن اپنی اپنی پائیگاہوں سے اپنے حصے کے مطابق وظیفہ پائے گا۔

اس نہایت عاقلانہ فیصلے کی بدولت پائیگاہیں خاندان کے پچاسوں اشخاص اور سینکڑوں افراد میں رفتہ رفتہ تقسیم ہو کر ختم ہونے سے بچ گئیں۔ پائیگاہوں کی یہ صورتِ حال آخر تک باقی رہی؛

اب پائیگاہیں متعدد بار کی تقسیم کے بعد تین مستقل پائیگاہوں کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔

یہ تینوں پائیگاہیں یہ ہیں :

۱۔ پائیگاہ آسمان جاہ۔

۲۔ پائیگاہ خورشید جاہ۔

۳۔ پائیگاہ وقارالامراء۔

پکٹوریل حیدرآباد PICTORIAL HYDERABAD میں ان حصوں یا پائیگاہوں کی تقسیم و تشکیل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

In the beginning the Paigah estate, as we have seen, was only one, but on the death, in 1279 Hijri, of Nawab Fakhruddin Khan, Shams-ul-Umrah II, the estate was

Marfat.com

'divided between his two sons Nawab Muhammad Rshiduddin Khan and Nawab Muhammad Rafiuddin Khan. This was the first division of the Paigah estate and there were more to follow. When Nawab Rashiduddin Khan died in 1299 Hijri, his share of the Paigah estate was divided between his two sons, Nawab Sir Khurshed Jah Bahadur and Nawab Sir Vicar-ul-Umra Bahadur. Two other minor divisions of the Paigah estates also took place, but they were unimportant in character and the Paigahs numbered only three.

ان سطور کا ترجمہ یہ ہے:

"جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، ابتدا میں پائیگاہی جاگیرات ایک ہی تھیں۔ مگر ۱۲۷۹ھ میں نواب محمد فخرالدین خاں شمس الامراء ثانی کی وفات کے بعد یہ جاگیریں دو حصوں میں تقسیم ہوگئیں اور ان ہر دو حصوں کے وارث نواب فخرالدین خاں کے دونوں فرزند نواب محمد رشیدالدین خاں اور نواب محمد رفیع الدین خاں ٹھہرے یہ پائیگاہ کی پہلی تقسیم تھی اور ابھی چشم فلک کو اس کی مزید تقسیم کا نظارہ کرنا تھا۔ نواب رشیدالدین خاں ۱۲۹۹ھ میں راہئ ملک عدم ہوئے تو ان کے حصے کی جاگیر ان کے بیٹوں نواب سر خورشید جاہ بہادر اور نواب سر وقارالامراء بہادر کے درمیان تقسیم ہوئی۔

اب اس طرح پائیگاہی جاگیرات کے تین حصے ہوگئے ہیں۔ اگرچہ اس کے علاوہ بھی دو مرتبہ پائیگاہ کی جاگیرات کی تقسیم عمل میں آئی لیکن وہ کوئی اہم تبدیلی نہ تھی اور نہ اس کا کوئی دیرپا اثر ثابت ہوا۔ ان دنوں مندرجہ ذیل تین پائیگاہیں ہیں:

۱۔ آسمان جاہی پائیگاہ، جس کے امیر نواب معین الدولہ بہادر ہیں۔

۲۔ خورشید جاہی پائیگاہ، اس کے امیر نواب لطف الدولہ بہادر ہیں۔

Marfat.com

۳۔ وقارالامرائی پائیگاہ۔ اس کے رسمی امیر یا انتظامی سربراہ نواب سلطان الملک بہادر ہیں۔
اس سلسلے میں تینوں پائیگاہوں کی سالانہ آمدنی کی صراحت بھی آگئی ہے۔ پکٹوریل
حیدرآباد PICTORIAL HYDERABAD کے مؤلف لکھتے ہیں:

The annual revenue of the Asman Jahi Paigah in 1337 Fasli was 17 lakhs of rupees; that of the Khurshed Jahi Paigah, 14 lakhs; and that of the Vikar-ul-Umrahi Paigah 12¾ lakhs. The revenues of the Paigahs increased under the administration of the Court of Wards.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ:

"۱۳۳۷ف میں آسمان جاہی پائیگاہ کی سالانہ آمدنی ۱۷ لاکھ روپے،
خورشید جاہی پائیگاہ کی سالانہ آمدنی ۱۴ لاکھ روپے اور
وقارالامرائی پائیگاہ کی سالانہ آمدنی ۱۲ لاکھ ۷۵ ہزار روپے تھی۔
اور کورٹ آف وارڈز کے زیرِ انتظام آنے کے بعد پائیگاہوں کی آمدنی میں
کافی اضافہ ہوا۔"

اب ہم ہر پائیگاہ کے متعلق ضروری معلومات اور تفصیلات الگ الگ درج کرتے ہیں:

## پائیگاہ سرآسمان جاہ:

آسمان جاہی پائیگاہ نواب محمد مظہر الدین خان بہادر سرآسمان جاہ کی نسبت سے مشہور ہوئی۔ سرآسمان جاہ نے اپنی پائیگاہ کا انتظام بہت خوبی کے ساتھ کیا اور اپنے علاقہ کی فوج کو آراستہ کیا۔

نواب سرآسمان جاہ کے انتقال یکم رجب ۱۳۱۶ھ کے وقت چونکہ آپ کے صاحبزادے نواب محمد معین الدین خان معین الدولہ کمسن تھے اس لئے حضرت نظام کے ایک فرمان کے مطابق پائیگاہ کا سارا انتظام ایک مجلس کے زیرِ نگرانی دے دیا گیا۔ یہ فرمان آصفی جریدہ

Marfat.com

مؤرخہ ۲ بہمن ۱۳۱۵ف مطابق ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوا تھا جو حسب ذیل ہے:

"نواب سر آسمان جاہ بہادر مرحوم کے آخری معروضہ اور نیز میری ہمشیرہ مرحومہ کی آخری درخواست کے مطابق میں نے برخوردار محمد معین الدین خان اور ان کے اسٹیٹ کے انتظام کو خاص اپنی نگرانی میں لے لیا ہے۔ اس اسٹیٹ کی مجلس انتظامی (جس کے میر مجلس اور ارکان کے نام اور کام کے تختہ کی نقل ملفوف ہے) حسب عملدرآمد معمولی روزمرہ کا کام چلاتے رہیں۔ اور زائد اقتدار مقدمات واہم معاملہ میں مجلس مذکور کا جو فیصلہ بغلبۂ آرا طے ہوگا اس کو معین الدین خان صاحب اپنے معروضہ کے ساتھ میرے پاس پیش کر کے حکم حاصل کرتے رہیں گے۔"

اس سلسلے جو مجلس انتظامی قائم کی گئی تھی، اس کے امیر اور ارکان کے نام اور طریقہ کار کی تفصیل یہ ہے:

| شمار | نام | عہدہ | کار مفوضہ | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | مولوی حسین عطاء اللہ | میر مجلس | ۔ | مجلس کی طرزِ کارروائی یہ ہے |
| ۲ | مولوی سید شاہ محمد | رکن | مال و بندوبست و انعام | کہ ہر ایک اپنے مفوضہ کام |
| ۳ | مولوی سید عبدالرزاق | " | عدالت و کوتوالی | کی ابتدائی کارروائی اور اسکی |
| ۴ | رائے تیج رائے | " | فوج و تعمیرات | تکمیل کر کے جلسۂ کاملہ میں پیش |
| ۵ | مولوی سید نور اللہ | " | طبابت و تعلیمات و امور مذہبی | کرتا رہے۔ اور جملہ اراکین کے |
| ۶ | رائے نرسنگ راؤ | " | کاملہ انتظامی شریک جلسہ | اتفاق یا غلبہ سے مجلس کا حکم |
| ۷ | مولوی سید محمد مسیح الدین | " | " | حسب اقتدار اجرا کیا جائے |
| ۸ | محمد شرف الدین | " | " | اور زائد از اقتدار و اہم معاملات میں |
| | | | | سرکار کا حکم حاصل کیا جائے۔ |

Marfat.com

آسمان جاہی پائیگاہ کی آمدنی اور اخراجات کے متعلق مانک راؤ وٹھل راؤ نے بستانِ آصفیہ کی تالیف کے وقت بہت کوشش کی کہ معلومات فراہم ہو جائیں لیکن مؤلف کو اس میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ تاہم جو کچھ معلوم ہو سکا تھا وہ اُن ہی کے حوالے سے درج کیا جاتا ہے۔ مؤلف لکھتے ہیں:

"آپ کے اسٹیٹ کی آمدنی اور اخراجات کے لئے مؤلف نے بہت کچھ کوشش کی مگر حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ تاہم اس قدر معلوم ہوا کہ تخمیناً ۷ لاکھ روپیہ آمدنی ہے اور رقبہ ۱۲۳۲ مربع میل ہے۔ ذیل میں نقشہ مردم شماری بابت سنہ ۱۹۰۱ء م سنہ ۱۳۱۰ف درج کیا جاتا ہے:

| نشان سلسلہ | نام موضع یا تعلقہ | تعداد مواضع | | تعداد امکنہ | تعداد نفوس | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | آباد | بیچراغ | | مرد | عورت | جملہ |
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ | ۸ |
| ۱ | تعلقہ فرید آباد | ۳۱ | ۵ | ۱۸۴۴ | ۴۲۹۶ | ۴۱۵۰ | ۸۴۴۶ |
| ۲ | تعلقہ افضل پور | ۴۹ | ۰ | ۶۲۳۶ | ۱۷۸۰۱ | ۱۷۱۰۸ | ۳۴۹۰۹ |
| ۳ | تعلقہ چیتا پور | ۳۸ | ۰ | ۵۸۸۳ | ۱۴۶۳۹ | ۱۴۲۹۱ | ۲۸۹۳۰ |
| ۴ | تعلقہ کالگی | ۴۳ | ۰ | ۶۵۸۵ | ۱۵۵۰۱ | ۱۵۱۰۹ | ۳۰۶۱۰ |
| ۵ | تعلقہ نواب پیٹھ | ۸ | ۰ | ۱۳۳۰ | ۲۸۷۰ | ۳۳۰۹ | ۶۱۷۹ |
| ۶ | تعلقہ چیگوپہ | ۹۳ | ۵ | ۱۹۱۴۲ | ۴۰۱۵۵ | ۴۰۷۷۴ | ۸۰۹۲۹ |
| ۷ | تعلقہ گھوڑواڑی | ۵۶ | ۱ | ۷۳۶۷ | ۱۷۷۳۵ | ۱۷۴۴۳ | ۳۵۱۷۸ |
| ۸ | تعلقہ اکیلی | ۵۳ | ۱ | ۵۲۸۱ | ۱۲۲۹۰ | ۱۲۰۳۴ | ۲۴۳۲۴ |
| ۹ | تعلقہ گہنترگہ | ۹ | ۰ | ۴۸۳ | ۱۴۰۷ | ۱۳۶۸ | ۲۷۷۵ |
| ۱۰ | تعلقہ لاڑسانگوی | ۷ | ۳ | ۴۷۸ | ۱۱۱۹ | ۱۱۱۱ | ۲۲۳۰ |
| ۱۱ | شمس آباد و دیگر متفرق مواضعات دیہہ | ۱۳ | ۰ | ۲۶۹۳ | ۵۳۲۵ | ۵۷۰۵ | ۱۱۰۳۰ |
| ۱۱ | صدر میزان | ۴۰۰ | ۱۵ | ۵۷۳۱۳ | ۱۳۳۱۴۸ | ۱۳۲۴۰۲ | ۲۶۵۵۵۰ |

Marfat.com

نواب سر آسمان جاہ کے انتقال (۲۶ صفر ۱۳۱۶ھ) کے بعد ان کے بڑے بیٹے، نواب محمد معین الدین خاں معین الدولہ ان کی پائیگاہ کے امیر مقرر ہوئے۔ نواب معین الدولہ کے انتقال کے بعد ان کے سب سے بڑے بیٹے نواب محمد ظہیر الدین خاں ظہیر یار جنگ اپنے باپ کے جانشین اور امیر پائیگاہ ہوئے۔

## پائیگاہ خورشید جاہ :

خورشید جاہی پائیگاہ نواب محمد محی الدین خاں خورشید جاہ شمس الامراء خامس امیر کبیر رابع کی نسبت سے مشہور ہوئی - انہوں نے امیر پائیگاہ بننے کے بعد اس کے انتظام و ترقی پر خصوصی توجہ مبذول کی اور قریب قریب اسے بالکل خودمختار بنا دیا - نواب صاحب مرحوم اپنی پائیگاہ کا کاغذ مہور (اسٹامپ) خود اپنے پریس میں چھپواتے تھے اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ اپنے خزانے میں داخل کرتے تھے - من جملہ اور اصلاحات و ترقیات کے انہوں نے اپنے علاقہ میں ڈاک ڈپہ بھی حسب دستور رکھا - ان کی پائیگاہ کی کل آمدنی ... آبادی وغیرہ کے بارے میں مؤلف بستانِ آصفیہ نے یہ معلومات درج کی ہیں :

"آپ کے جملہ تعلقات پائیگاہ وجاگیرات ذاتی و زرخریدی وغیرہ کی آمدنی [illegible] ۱۵ ر ۶ ر ہے اور رقبہ ۱۵۱۲ مربع میل علاوہ مواضعات جداگانہ ہے۔ مردم شماری کا تختہ آخر میں درج ہے۔"

تختہ آمدنی اسٹیٹ پائیگاہ نواب شمس الامراء امیر کبیر خورشید جاہ مرحوم بابتہ ۱۳۰۹ف

| نشان سلسلہ | نام تعلقہ | تعلقات پائیگاہ | تعلقات جاگیرات | تعلقات ابائی صرف خاص | متفرق دیہات | زرخرید مقطعجات و بازارات | جملہ | اخراجات تعلق محال | تتمہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ | ۸ | ۹ | ۱۰ |
| ۱ | لوہارہ | [illegible] ۶ ر | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | [illegible] ۶ ر | [illegible] ۵ ر ۳ ر | [illegible] ۹ ر |

Marfat.com

| نشان سلسلہ | نام تعلقہ | تعلقات پائیگاہ | تعلقات جاگیرات | تعلقات ابالی صرف خاص | منفرق دیہات | زیر حریر مقطعجات و بازارات | جملہ | اخراجات تعلق محال | تتمہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ | ۸ | ۹ | ۱۰ |
| ۲ | پرتاپ پور | [illegible] ۱۵/۳/۳ | . | . | . | . | [illegible] ۱۵/۳/۳ | [illegible] ۲/۳/۳ | [illegible] ۹/ |
| ۳ | فیروز آباد | [illegible] ۳/ | . | . | . | . | [illegible] ۱۲/ | [illegible] ۱۲/ | [illegible] ۶/ |
| ۴ | گنجوٹی | [illegible] ۱۲/ | | . | . | . | [illegible] ۱۲/ | [illegible] ۱۱/۳/۳ | [illegible] ۹ |
| ۵ | حسن آباد | [illegible] ۸/ | . | . | . | . | [illegible] ۸/ | [illegible] ۱۲/۳/۳ | [illegible] ۱۱/۹ |
| ۶ | نرساپور | [illegible] ۴/ | . | . | . | . | [illegible] ۴/ | [illegible] ۱۴/۶/۶ | [illegible] ۵/۶/۶ |
| ۷ | بہالکی | . | [illegible] ۱۴/۳/۳ | . | . | . | [illegible] ۱۴/۳/۳ | [illegible] ۱۳/۶/۶ | [illegible] ۹/ |
| ۸ | موضع کیورالی وغیرہ | . | [illegible] ۳/ | . | . | . | [illegible] ۳/ | [illegible] | [illegible] ۳/ |
| ۹ | کہڑکہ و بارہ اہلی | . | . | [illegible] ۱۲/۹ | . | . | [illegible] ۱۲/۹ | [illegible] ۴/۹ | [illegible] ۸/ |
| ۱۰ | ساتنور وغیرہ دیہات | . | . | [illegible] ۱۱/ | . | . | [illegible] ۱۱/ | [illegible] ۱۳/ | [illegible] ۱۴/ |
| ۱۱ | قصبہ حیات نگر | . | . | [illegible] ۲/۹ | . | . | [illegible] ۲/۹/۳ | [illegible] ۱۳/۹ | [illegible] ۵/ |

Marfat.com

| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ | ۸ | ۹ | ۱۰ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۲ | لالہ گوڑا و نا چوارم | ۰ | ۰ | [illegible] | ۰ | ۰ | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| ۱۳ | متفرق دیہات بروال وغیرہ | ۰ | ۰ | ۰ | [illegible] | ۰ | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| ۱۴ | مقطعجات و بازرات وغیرہ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| | جملہ میزان صدر | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |

نوٹ: خانہ ۵ کے تعلقات کی حسب الحکم اعلیٰحضرت ۱۸ رجب ۱۳۲۱ھ کو نواب شمس الملک نے حضور میں گزاشت داخل کردی۔

تختہ مردم شماری علاقہ خورشید جاہ مرحوم بابت ۱۹۰۱ء م ۱۳۱۰ ف۔

| نشان سلسلہ | نام مواضع و تعلقہ | تعداد مواضع: آباد | تعداد مواضع: بیچراغ | امکنہ | تعداد نفوس: مرد | تعداد نفوس: عورت | تعداد نفوس: جملہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | تعلقہ لوہارا | ۱۲۶ | ۰ | ۱۲۴۶۷ | ۳۰۸۷۵ | ۳۰۰۶۱ | ۶۰۹۳۶ |
| ۲ | تعلقہ گنجوٹی | ۷۶ | ۰ | ۹۸۹۰ | ۲۲۹۲۷ | ۲۱۷۱۷ | ۴۴۶۴۴ |
| ۳ | تعلقہ فیروز آباد | ۳۰ | ۰ | ۶۶۱۷ | ۱۷۰۱۶ | ۱۷۲۱۹ | ۳۵۰۳۵ |
| ۴ | تعلقہ نرساپور | ۳۹ | ۰ | ۳۶۷۲ | ۷۷۴۳ | ۷۸۲۴ | ۱۵۵۶۷ |
| ۵ | تعلقہ پرتاپ پور | ۶۳ | ۰ | ۸۰۶۴ | ۲۱۶۱۸ | ۲۱۱۴۳ | ۴۲۷۶۱ |
| ۶ | تعلقہ حسن آباد | ۴۵ | ۱ | ۵۲۳۱ | ۱۰۶۴۰ | ۱۰۹۲۳ | ۲۱۵۶۳ |
| ۷ | تعلقہ بہالکی | ۲۲ | ۰ | ۴۴۷۵ | ۱۰۵۱۳ | ۱۰۲۷۱ | ۲۰۷۸۴ |

Marfat.com

| نشان سلسلہ | نام مواضع و تعلقہ | تعداد مواضع | | امکنہ | | تعداد نفوس | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | آباد | بیچراغ | | مرد | عورت | جملہ |
| ۸ | تعلقہ کہڑکہ | ۶۷ | ۰ | ۵۱۶۵ | ۱۳۹۶۳ | ۱۳۶۴۹ | ۲۷۶۱۲ |
| ۹ | حیات نگر وغیرہ | ۴ | ۰ | ۷۹۰ | ۲۰۴۹ | ۲۰۲۸ | ۴۰۷۷ |
| ۱۰ | دیگر دیہات و مقطعہ جات وغیرہ | ۲۳ | ۱ | ۱۶۵۹ | ۳۷۳۱ | ۳۱۲۲ | ۶۸۴۳ |
| | صدر میزان | ۴۹۵ | ۲ | ۵۸۰۳۰ | ۱۴۱۸۶۵ | ۱۳۷۹۵۷ | ۲۷۹۸۲۲ |

نواب خورشید جاہ کے انتقال (۱۱ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ روز شنبہ) کے بعد حسب فرمان آصف جاہی ان کے صاحبزادے نواب محمد حفیظ الدین خان ظفر جنگ کو پائیگاہ کا نگران مقرر کیا گیا۔

نواب ظفر جنگ اپنے والد کی زندگی میں پائیگاہ کے کاموں میں دلچسپی لیا کرتے تھے اور حسبِ ضرورت تغیر و تبدل بھی کر دیتے تھے جسے آپ کے والد نواب خورشید جاہ بھی پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ مؤلف بستانِ آصفیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ آپ اپنے والد ماجد کے ساتھ ۹ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ کو لال گوڑہ تشریف لے گئے۔ آپ کے پدر محترم خورشید باغ میں مقیم ہوئے اور آپ گھوڑی کے مکان میں قیام فرما ہوئے۔ وہاں آپ نے پائیگاہ کے متعلق کاغذات ملاحظہ فرمائے اور تعلقہ نرساپور کے کسی واقعہ کی مثل ملاحظہ فرمانے کے بعد (اور بعض دیگر وجوہ سے) بھی ۲۸ ذی الحجہ کو اپنے معتمد پیشی میر قمر الدین کو ان کی جگہ سے علیحدہ کر دیا اور اپنے والد کی اجازت سے وینکٹ راؤ صاحب بالم کو ۱۶ محرم ۱۳۱۸ھ کو اس خدمت پر مقرر کیا۔ وہاں آپ چند روز اور رہے۔ اس کے بعد مع محلات کے ۲ صفر کو اپنی ڈیوڑھی میں واپس تشریف لائے۔ جب آپ کے والد نے انتقال فرمایا تو آپ کو پائیگاہ کے انتظام کا پورا موقع ملا۔ آپ نے سب سے پہلے یہ کیا کہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ کو پائیگاہ

Marfat.com

کے متعلق زیر صدارت مسٹر شاہ پورجی ایک کمیٹی قائم کی۔ شاہ پورجی صاحب نے اپنے کام کو نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ مگر جب وہ موسم گرما ختم کرنے کی غرض سے مہابلیشور گئے تو ان کے جانے کے ساتھ ہی اس کمیٹی کا خاتمہ ہوگیا۔

۱۷؍ رجب ۱۳۲۱ھ کو اعلحضرت نے علاقہ امانی صرف خاص تعلقہ کھرڈکہ حیات نگر اسمہ باوڑہ اور سلطان باغ وغیرہ کی گذاشت داخل کرنے کے لئے آپ کے نام حکم صادر فرمایا۔ اس کی تعمیل آپ نے دوسرے روز کی۔ اور لالہ گوڑہ بھی داخل کردیا۔ ان تمام تعلقات کا سالانہ محاصل ۱۵؍ لاکھ ہ تھا۔ نواب سر خورشید جاہ کے انتقال کے بعد آپ کو چند روز تک ان کے ماتم میں رہنا پڑا۔ اس لئے عملہ میں کچھ بدانتظامی ہوگئی۔ اس پر آپ نے اپنے علاقہ کے دفتر محاسبی پر ۲۹؍ شعبان ۱۳۲۱ھ کو مہر توڑہ کروا دیا۔ چند روز بعد ۲؍ رمضان کو مولوی حافظ لطف اللہ صاحب وکیل کو خدمت صدر محاسبی پائیگاہ پر مقرر کیے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر ۹؍ شوال ۱۳۲۱ھ روز سہ شنبہ دن کے ۲ بجے حضرت چندہ شاہ صاحب کی درگاہ میں قدیم صدر محاسب ہمنت راؤ صاحب کو ان کی خدمت پر مامور کیا اور ۲؍ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ روز پنجشنبہ کو راما سوامی مرحوم کے بجائے مولوی حافظ لطف اللہ صاحب وکیل کو چار سو روپیہ ماہانہ مواجب پر میر مجلس پائیگاہ پر سرفراز کیا۔

پائیگاہ کی فوج کا انتظام اور اس کی ترمیم و تنسیخ آپ اپنے والد کی حیات ہی میں کر چکے تھے۔ مگر کسی وجہ سے پولیس کو نظر انداز کر دیا تھا۔ آپ اس جانب بھی متوجہ ہوئے اور ۲۲؍ رمضان ۱۳۲۱ھ کو کشن لعل کی جگہ حبیب عبدالرحمان صاحب کو ناظم پولیس علاقہ پائیگاہ مقرر فرمایا۔

## اصلاحی کمیٹی کا قیام:

۱۹؍ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ کو مبارک محل میں بغرض اصلاح معارف آپ نے ایک کمیٹی

Marfat.com

قائم کی اور راجہ نرسنگ گیر بہادر کو اس کا میر مجلس قرار دیا گیا - اس کمیٹی میں حافظ لطف اللہ صاحب میر مجلس عدالت پائیگاہ ، کیشو راؤ صاحب مہتمم خزانہ و توشکخانہ خانگی ، ہنمنت راؤ صاحب صدر محاسب و تعلقدار پائیگاہ ، وٹھل راؤ صاحب صدر سررشتہ دار وغیرہ بطور رکن شریک ہوئے اور تقریباً مہینے ڈیڑھ مہینے تک یہ کمیٹی قائم رہی ، اس کے بعد برخواست کرا دی گئی -

## مجلس انتظامی کا قیام :

آپ نے ۵ ، ذلیقعدہ ۱۳۲۲ھ کو ہنمنت راؤ صاحب تعلقدار و صدر محاسب کے نام احکام اس مضمون کے جاری کیئے کہ :

"علاقہ پائیگاہ کے امثلہ ، کاغذات اور کارروائیاں ، جو میری منظوری کے لئے پیش ہوتی ہیں ، ان کے لئے اپنی صدارت میں ایک کمیٹی بناؤ اور مولوی قطب الدین علی صاحب رکن مجلس پائیگاہ وٹھل رائے صاحب سررشتہ دار ، اور سری نواس راؤ صاحب سررشتہ دار کو رکن مقرر کرکے علاقہ عدالت مال ، کوتوالی ، انعام ، بندوبست ، فوج اور متفرق وغیرہ کل کارروائیاں ، جو میرے پاس پیش ہوا کرتی ہیں ، اس کمیٹی میں پیش کردہ اور بغلبہء آراء جو تجویز ہو وہ کیا جائے - بعض امور جو میری خاص منظوری کے قابل ہوں ، جس کی تشریح آئندہ کر دی جائے گی ، اپنی رائے کے ساتھ میرے پاس پیش کیا کرو - معتمد صاحب پائیگاہ ، میر مجلس و معتمد صاحب عدالت و کوتوالی پائیگاہ ، ناظم صاحب کوتوالی پائیگاہ - صدر محاسبی و سررشتہ جات اور مہتمم خزانہ پائیگاہ وغیرہ کو حکم دیا جاتا ہے کہ جو امثلہ اور کارروائی میرے پاس پیش ہوتی تھی آئندہ سے مجلس میں پیش کریں - اور مجلس سے جو تجویز و حکم جاری ہو اس کی تعمیل کریں ، ۲۱ اسفندار ۱۳۱۵ف سے کمیٹی مذکور نے دمدمہ کے

Marfat.com

مکان میں اپنا کام شروع کیا۔[1]

نواب خورشید جاہ کے دو فرزند تھے۔ ایک نواب محمد حفیظ الدین خاں بہادر ظفر جنگ شمس الدولہ شمس الملک، دوسرے نواب محمد فیض الدین خان بہادر، امام جنگ خورشید الدولہ خورشید الملک۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے انہیں پائیگاہ کو تقسیم نہیں کرنے دیا۔ البتہ پائیگاہ کی آمدنی میں بالترتیب ۱۱ اور ۵ تقریباً ۶۷ فیصد اور ۳۳ فیصد حصہ مقرر کر دیا تھا۔ یہی طریقہ ان کے اخلاف میں بھی جاری رہا۔

نواب حفیظ الدین خاں ظفر جنگ کے انتقال (۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ) کے بعد آصف جاہی فرمان مؤرخہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کے مطابق ان کے بڑے صاحبزادے نواب محمد لطف الدین خاں بہادر لطافت جنگ لطف الدولہ پائیگاہ کے امیر قرار پائے۔ پائیگاہ کے انتظام کو ہاتھ میں لینے کے بعد آپ پوری توجہ اور دلچسپی کے ساتھ اس کے نظام کی اصلاح اور ترقی پر آمادہ ہوئے۔ نظام کی اصلاح و درستگی کے سلسلے میں آپ نے جو اقدامات کیے ان پر ایک نظر ڈال لینا مفید ہوگا۔

۱۔ سب سے پہلے آپ نے حبیب عبدالرحمٰن ناظم کو توال کو علیحدہ کیا۔ اس لئے کہ ان کے خلاف بہت شکایات تھیں۔ اور ان کی جگہ آپ نے جمشید جی تعلقدار علاقہ پائیگاہ کو مقرر کیا۔ یہ تبدیلی ۱۷ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ کو عمل میں آئی۔

---

[1] ہنمنت راؤ صاحب تعلقدار و میر مجلس کمیٹی ہذا کے انتقال کی وجہ سے ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۲۶ھ کو یہ کمیٹی برخاست کی گئی اور اس کا دفتر وغیرہ معتمدی پائیگاہ میں ضم ہوا۔

Marfat.com

۲۔ مقطعہ جات و باغات و تعمیرات وغیرہ کے حسابات کی تنقیح کی غرض سے آپ نے اپنے چھوٹے بھائی نواب اکرام الدین خاں کی صدارت میں ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ کو ایک کمیٹی قائم کی جس کے نتائج نہایت مفید برآمد ہوئے۔

۳۔ اس پائیگاہ میں فصلی سن رائج تھا لیکن سال کا آغاز ماہ مہر سے ہوتا تھا جبکہ پوری ریاست حیدرآباد میں سال کا آغاز ماہ آذر سے ہوتا تھا۔ اس وجہ سے اکثر مشکلات پیش آتی تھیں۔ آپ کے حکم سے حدود پائیگاہ میں بھی سال کا آغاز ماہِ آذر سے کیا جانے لگا۔

۴۔ اسی طرح پائیگاہ کے تمام آمد و خرچ اور حسابات سکہ چلنی میں ہوتے تھے۔ آپ نے انہیں بھی سکہ حالی میں کردیا۔

ان اصلاحات کے علاوہ آپ نے مختلف عہدیداروں کی تبدیلیاں بھی کیں اور نئے تقررات بھی فرمائے۔ جن کی بدولت پائیگاہ کے حالات بھی درست ہوئے اور اس کی آمدنی میں اضافہ بھی ہوا۔

آپ کے انتقال (۱۶ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ روز سہ شنبہ) کے بعد چونکہ آپ کے صاحبزادگان کم عمر تھے اس لئے پائیگاہ کا انتظام ایک مجلس کے سپرد ہوا۔ میر مجلس کے عہدے پر حسبِ فرمان آصف جاہی نواب سر عقیل جنگ بہادر نائب صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی کو مقرر ہوئے اور اس وقت تک یہ انتظام برقرار رہا جب تک لطف الدولہ مرحوم کے خلفِ اکبر نواب محمد حمایت الدین خاں حمایت نواز جنگ بہادر اپنی تعلیم و تربیت سے فارغ ہو کر پائیگاہ کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لینے کے قابل نہیں ہو گئے۔

## پائیگاہ وقار الامراء:

تیسری پائیگاہ نواب محمد فضل الدین خاں سکندر جنگ اقبال الدولہ اقتدار الملک سر وقار الامراء کے۔ سی۔ ای کے نام سے پائیگاہ وقار الامراء کہلائی۔

Marfat.com

وقار الامراء نے اپنی پائیگاہ کا انتظام نہایت حسن و خوبی کے ساتھ کیا۔ انہوں نے اپنی پائیگاہ کی تعمیر و ترقی اور اپنی رعایا کی فلاح و بہبود اور ان کی تعلیمی و ثقافتی ضروریات مہیا کرنے کا ہر طرح خیال رکھا اور ان کاموں پر اپنی پوری توجہ مبذول رکھی۔ ۱۳۰۸ھ میں انہوں نے ڈنلپ نامی ایک انگریز کو اپنا معتمد بنایا اور اسے حکم دیا کہ ان کی پائیگاہ کے تمام تعلقات کی پیمائش کر کے اس کے انتظام کو درست کرے۔ مسٹر ڈنلپ نے ان کے حکم کے مطابق پائیگاہ کا ایسا عمدہ انتظام کیا کہ اس سے پہلے اتنا اچھا انتظام کبھی نہ تھا۔ اور جو اصلاحات نافذ کی گئی تھیں اور انتظامات کے جو طریقے مقرر کئے گئے تھے ان پر مدت دراز تک عملدرآمد ہوتا رہا۔ پائیگاہ وقار الامراء کا علاقہ ۱۳۹۰ مربع میل میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کی آمدنی اور مردم شماری کے نقشے یہ ہیں:

نقشہ آمدنی اسٹیٹ پائیگاہ علاقہ نواب سر وقار الامراء اقبال الدولہ مرحوم

| نشان سلسلہ | نام تعلقہ | تعلقہ پائیگاہ | تعلقات جاگیرات | تعلقات آمانی صرف خاص[لہ] | متفرق دیہات | زرخرید مقطعہ جات بازارات | جملہ | اخراجات متعلق محال |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | تعلقہ چنچولی | [illegible] ۱۳/ | [illegible] | [illegible] ۱۵/۱۱/ | [illegible] ۶/ | • | [illegible] ۲/۱۱/ | [illegible] |
| ۲ | تعلقہ نارائن کھیڑہ | [illegible] ۳/۶/ | [illegible] | • | [illegible] ۲/ | • | [illegible] ۵/۶/ | |
| ۳ | تعلقہ الند | [illegible] ۱۴/۱۰/ | [illegible] | • | [illegible] ۸/۹/ | • | [illegible] ۷/۷/ | |
| ۴ | تعلقہ کوٹگیر | [illegible] ۵/۹/ | • | • | [illegible] | • | [illegible] ۵/۹/ | |

لہ برصفحہ آئندہ

Marfat.com

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۵ | تعلقہ ہتنور | [illegible] ۱۱/ | [illegible] ۶/۸/ | [illegible] ۴/۳/۳ | [illegible] | [illegible] ۷/ | [illegible] ۹/۱۴/۹ |
| ۶ | تعلقہ وقارآباد | [illegible] ۵/۲/۲ | [illegible] ۲/۶/۶ | . | [illegible] ۱۵/۳/۳ | . | [illegible] ۹/۱۱/ |
| ۷ | تعلقہ یلغرلپ | [illegible] | . | . | [illegible] | . | [illegible] |
| ۸ | تعلقہ اُپل | . | [illegible] ۱۵/ | [illegible] ۷/۷/ | . | [illegible] ۹/۹/۹ | [illegible] ۴/ |
| ۹ | حضرت بادشاہ بیگم صاحبہ | . | [illegible] ۵/۶/۶ | . | . | . | [illegible] ۵/۲/۶ |
| ۱۰ | حضرت قادری بیگم صاحبہ | . | . | . | [illegible] ۱/۹/۹ | . | [illegible] ۱/۹/ |
| | جملہ | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |

تختہ مردم شماری علاقہ نواب سر وقار الامراء اقبال الدولہ بابت ۱۹۰۱ء م ۱۳۱۰ ف

| نشان سلسلہ | نام تعلقہ یا موضع | تعداد مواضع | | تعداد امکنہ | تعداد نفوس | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | آباد | بیچراغ | | مرد | عورت | جملہ |
| ۱ | تعلقہ آلم پلی وقارآباد | ۲۵ | ۰ | ۳۳۰۶ | ۵۷۰۰ | ۵۵۰۰ | ۱۱۲۰۰ |
| ۲ | تعلقہ اوپل | ۱۷ | ۳ | ۱۴۹۰ | ۳۳۷۲ | ۳۱۱۳ | ۶۴۰۵ |

حاشیہ صفحہ گزشتہ: خانساہ کے تعلقات حسب الحکم اعلیٰ حضرت ۱۰ رجب ۱۳۲۱ھ کو نواب سلطان الملک نے حضور میں داخل کردیے۔

Marfat.com

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳ | تعلقہ الند | ۷۷ | ۰ | ۱۱۵۰۸ | ۴۲۸۵۰ | ۴۱۹۴۵ | ۸۴۷۹۵ |
| ۴ | تعلقہ ہتنورہ | ۲۹ | ۰ | ۲۹۶۵ | ۷۲۵۷ | ۶۹۲۶ | ۱۴۱۸۳ |
| ۵ | تعلقہ کوڈنگیر | ۵۰ | ۵ | ۴۸۴۰ | ۱۲۰۶۹ | ۱۲۱۹۸ | ۲۴۲۶۷ |
| ۶ | تعلقہ یلغرٹپ | ۴۸ | ۱۳ | ۲۶۹۸ | ۶۹۰۱ | ۶۴۷۴ | ۱۳۳۷۵ |
| ۷ | تعلقہ نارائن کیٹرہ | ۱۰۶ | ۱ | ۹۰۶۵ | ۲۱۸۷۹ | ۲۱۰۹۳ | ۴۲۹۷۳ |
| ۸ | تعلقہ چنچولی | ۴۹ | ۰ | ۹۹۴۵ | ۲۱۳۰۴ | ۲۱۶۶۷ | ۴۲۹۷۱ |
| ۹ | متفرق مواضع | ۱ | ۰ | ۱۱۳ | ۲۶۱ | ۲۶۷ | ۵۲۸ |
| ۹ | جملہ میزان | ۴۱۲ | ۲۲ | ۴۵۹۳۰ | ۱۲۱۶۶۳ | ۱۱۹۱۸۳ | ۲۴۰۸۴۶ |

نواب سر وقار الامراء کے انتقال (۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ) کے بعد آپ کے صاحبزادۂ اکبر نواب محمد مختار الدین خان بہادر المخاطب بہ نواب سلطان الملک کا تقرر ۱۲ رجادی الاخری ۱۳۲۰ھ کے ایک غیر معمولی جریدے کی رو سے ہوا تھا۔

نواب سلطان الملک نے اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد ۱۷ رجب ۱۳۲۱ھ کو ایک لاکھ کے قریب کا علاقہ جس کو امانی صرف خاص کہتے ہیں حسب الحکم حضور میں داخل کر دیا۔

جب چند سال کے بعد نواب سلطان الملک نے خرابیٔ صحت کی بنا پر علاج کی غرض سے یورپ کا قصد فرمایا، پائیگاہ کا انتظام ۷ رجب ۱۳۲۵ھ کو اعلیٰ حضرت کے فرمان سے آپ کی والدہ شہزادی جہاندار النساء بیگم، جو نواب افضل الدولہ بہادر کی صاحبزادی تھیں، کے سپرد ہوا۔ لیکن جب آپ یورپ میں چندے قیام، علاج معالجہ سے فراغت پاکر ۱۳۲۷ھ میں وطن مالوف تشریف لائے تو پائیگاہ کا سارا کاروبار و انتظام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ آپ نے حیدر آباد سے چند میل کے

Marfat.com

فاصلے پر ایراگڈھ کے مقام پر جہاں آپ ہی کے نام سے سلطان باغ واقع ہے، ایک پرفضا اور عالی شان بنگلہ میں رہائش اختیار کی اور پائیگاہ کا نظام چلایا۔

۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء) میں پائیگاہوں کے سابقہ نظام میں ایک اہم تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اس سال نواب عثمان علی خاں کے ایک فرمان کے مطابق کورٹ آف وارڈز کے نام سے ایک مستقل انتظامی ادارہ قائم کر دیا گیا۔ اگرچہ برائے نام امرائے پائیگاہ کے خطاب باقی رہے لیکن اختیارات کو ان کے ہاتھ سے لے لیا گیا۔ اس دور میں جو اہم تبدیلیاں ہوئیں، ان کے بارے میں پکٹوریل حیدرآباد PICTORIAL HYDERABAD کے مؤلف لکھتے ہیں:

In 1329 Hijri (1911) the Paigah estates were placed under the untrammelled administration of the Court of Wards by order of His Exalted Highness the Nizam, Mir Sir Osman Ali Khan Bahadur. Sir Brian Egerton, long tutor to the Nizam, was made the Sadr-ul-Maham, or minister in charge, of the Paigahs and after his retirement Nawab Akil Jung Bahadur was appointed in his place. The accumulated debts were gradually paid off and many administrative improvements effected. A Paigah boarding house was started for providing educational facilities and disciplinary opportunities to the young nobles of the Paigah families and many were sent, in due course, to Aligarh to receive higher education.

## COMMISSION OF ENQUIRY.

In the year 1918 a Commission of Enquiry under the chairmanship of Sir Brian Egerton was appointed by His Exalted Highness the Nizam to decide on the respective

Marfat.com

rights of the different members of the Paigah family. But no final orders were passed on the findings of the Commission. In 1920 a Commission was appointed under the chairmanship of Mr. (now Sir) Reginald Glancy, then Finance Minister, to adjudicate upon the claims of the Sarf-i-khas Department against the Paigahs. In 1927, yet another Commission was appointed under the chairmanship of Mr. Justice Reilly of the Madras High Court to submit findings and recommendations after investigating and discussing the claims of the Hyderabad Government against the Paigahs, the further claims of the Sarf-i-khas against the Paigahs and the respective claims of the different share-holders in all the three Paigahs. His Exalted Highness the Nizam issued a final firman on the 20th April 1929 in which he has made a final adjudication and adjustment.

ان سطور کا ترجمہ یہ ہے :

۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء) میں اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر کے ایک فرمان کے تحت جاگیرات پائیگاہ کا انتظام و انصرام ایک کورٹ آف وارڈز کے سپرد کر دیا گیا اور نظام کے قدیم اتالیق سر برین ایجرٹن (SIR BRIAN EGERTON) کو ان جاگیروں کا صدر المہام (وزیر انچارج) مقرر کیا گیا ۔ ان کی مدت ملازمت پوری ہو گئی تو ان کی جگہ نواب عقیل جنگ بہادر نے سنبھالی ۔ ان کے زمانے میں مختلف قسم کی انتظامی تبدیلیاں اور اصلاحات کی گئیں اور پائیگاہوں پر پہلے سے جو قرضہ چلا آ رہا تھا اسے ادا کیا گیا ۔ اسی زمانے میں خاندانِ پائیگاہ کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک فنڈ قائم کیا گیا اور ایک نظامِ عمل مرتب کیا گیا جس کے تحت حیدر آباد میں

Marfat.com

ایک پائیگاہ دارالاقامہ قائم ہوا جہاں خاندانِ پائیگاہ کے بچوں کو رکھ کر انکی تعلیم و تربیت کی جاتی تھی اور اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر بھیجا جاتا تھا۔ چنانچہ متعدد نوجوانوں کو علی گڑھ بھیجا گیا۔

**تحقیقاتی کمیٹیاں :**

۱۹۱۱ء میں اعلیٰ حضرت نظام نے سر برین ایجرٹن کی سربراہی میں ایک تحقیقاتی کمیٹی قائم کی جس کا کام خاندانِ پائیگاہ کے افراد کے دعاوی ملکیت کی جانچ پڑتال اور سفارش کرنا تھا لیکن اس کمیٹی کی سفارشات پر عملدرآمد نہیں ہوا۔

۱۹۲۰ء میں ایک اور کمیشن اس وقت کے وزیر خزانہ ریجنالڈ گلینسی (جنہیں بعد میں سر کا خطاب ملا) کی سربراہی میں مقرر ہوا۔ اس کا مقصد صرف خاص کے ان دعووں کے بارے میں تحقیق کرنا تھا جو پائیگاہوں کے خلاف کیئے گئے تھے۔

اسی طرح ۱۹۲۷ء میں ایک اور تحقیقاتی کمیٹی بنائی گئی جس کے صدر مدراس ہائی کورٹ کے جسٹس تھے۔ اس کمیٹی کے فرائض میں مندرجہ ذیل معاملات میں تحقیق کرنا اور اپنی تحقیق کے نتائج اور سفارشات سے حکومت کو مطلع کرنا تھا :

۱۔ پائیگاہوں کے خلاف حکومتِ حیدرآباد کے دعووں کی تحقیق۔

۲۔ پائیگاہوں کے خلاف محکمہ صرفِ خاص کے دعووں کی تحقیق۔

۳۔ پائیگاہوں کے ملکیتی حقوق رکھنے والوں (ورثاء) کے دعووں کی جانچ پڑتال۔

اس کمیٹی کی مدت کی جانچ پڑتال اور اس کی سفارشات کی روشنی میں ۲۰ [illegible] ۱۹۲۹ء کو اعلیٰ حضرت نظام کی طرف سے ایک فرمان جاری ہوا جس میں حسبِ ذیل امور

تمام دعاوی کا فیصلہ کر دیا گیا تھا۔"

حیدرآباد کی پائیگاہوں کی یہ تاریخ اور ان کی ترقیات کی یہ مختصر روداد اور دیگر ضروری معلومات و تفصیلات تھیں جن کے بیان کے بغیر امرائے پائیگاہ کا کوئی تذکرہ مکمل نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ان کی علمی، تہذیبی، سماجی خدمات کا کوئی نقش اجاگر کیا جا سکتا تھا۔ ان پائیگاہوں نے حیدرآباد دکن کی ریاست اور اس کے واسطے سے پورے برصغیر پاک و ہند کی تاریخ خصوصًا مسلمانوں کی علمی، تعلیمی اور ثقافتی تاریخ میں ایک شاندار کردار ادا کیا ہے۔

ان پائیگاہوں کی تاریخی اور تہذیبی و ثقافتی اہمیت اور ریاست حیدرآباد کی تاریخ میں ان کا سماجی کردار کورٹ آف وارڈز کے قیام کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا۔ لیکن امرائے پائیگاہ کے تقرر کی رسمی حیثیت کی بنا پر ایک روایت باقی تھی۔ لیکن ملک کی آزادی کے بعد جاگیروں اور زمینداریوں کے قانونِ ہند نے ان پائیگاہوں کی یہ رسمی حیثیت بھی ختم کر دی ہے۔ علم و تہذیب کی یہ روایت اب ہماری زندگی میں باقی نہیں رہی۔ تعلیم و ثقافت کے یہ چشمے خشک ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

## باب دوم

# حیدر آباد کی پائیگاہیں اور ان کے امرا

ہندوستان کی سب سے بڑی مسلمان ریاست حیدر آباد دکن کے متعلق اس وقت تک کچھ لکھنا مشکل ہے، جب تک دکن کی ان ریاستوں کا ذکر نہ کیا جائے جو پائیگاہ کے نام سے مشہور تھیں اور نظام حیدر آباد دکن کی وسیع و عریض سلطنت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ پائیگاہیں نظام اور ریاست کے ساتھ وفاداری کی شرط کے ساتھ اگرچہ اپنے اندرونی تمام معاملات اور نظم و نسق چلانے میں ہر طرح آزاد اور خودمختار تھیں اور اپنی فوج تک رکھ سکتی تھیں لیکن ان کے فرمانروا ''امیر'' کہلاتے تھے۔

امرائے پائیگاہ اپنی جاہ و حشمت، دولت، سخاوت، فیاضی، دریا دلی، غربا پروری اور عوام سے محبت اور ان کی فلاح و بہبود کے کاموں کی وجہ سے رعایا میں بہت مقبول تھے انہوں نے حیدر آباد کی اسلامی ریاست کے قیام سے لے کر اس کی تعمیر و ترقی میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، اور ریاست اور ریاست کے عوام کی بیش بہا خدمات انجام دی تھیں۔ اور دکن میں اسلامی و مشرقی تہذیب و ثقافت کے فروغ و ترقی اور علوم و فنون کی نشر و اشاعت اور ان کی تالیف و تدوین کے باب میں اہم اور تاریخ ساز کردار ادا کیا تھا۔ غرضیکہ ریاست اور مسلمان حکمران خاندان یعنے آصفجاہی خانوادہ سے وفاداری، خدمت گزاری اور ریاست کی ہمہ جہت ترقی کے لئے معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی، تہذیبی حتیٰ کہ زراعتی صنعتی اور تجارتی ترقی اور استحکام میں ریاست کی پائیگاہوں کے امرا کا کردار اور ان کی خدمات تاریخ اسلامیان دکن کا ایک زرین باب ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پائیگاہوں کے امرا اور ان کی خدمات کے تذکرے کے بغیر تاریخ

Marfat.com

دکن کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

دکن میں پائیگاہوں کا قیام اور امرائے پائیگاہ کا عروج و اقتدار نظام الملک آصف جاہ اول کے زمانے ہی سے تھا۔ امرائے پائیگاہ کے اسلاف میں ابوالخیر خاں آصف جاہ اول کے ساتھ دکن آئے تھے انہوں نے اور ان کے خاندان نے آصف جاہ اول کے اقتدار کے قیام اور استحکام میں جو قربانیاں دیں اور ایثار کیا اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔ ان کے ایثار اور قربانیوں کے اعتراف ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ نظام الملک نے ان کے خاندان سے ازدواجی تعلقات قائم کر کے سیاسی تعلقات کو خاندانی رشتے میں تبدیل کر دیا۔ یہ آصف جاہ کا بڑا دوراندیشانہ فیصلہ تھا اور ان کی سیاسی بصیرت اور تدبر کا بڑا ثبوت تھا۔ دونوں خاندانوں میں مناکحت کے ذریعے خاندانی تعلقات کی جو روایت نظام الملک آصف جاہ اوّل نے قائم کی تھی وہ آج تک قائم ہے۔ اس کی بدولت ریاست حیدرآباد اور اس کے فرمانرواؤں کو ایسے دماغ اور ایسے دست و بازو میسر آگئے جن کے تدبر و بصیرت نے ریاست کو چار چاند لگا دیئے اور جن کی وفاداری اور اعتماد کبھی متزلزل نہیں ہوا۔ اور جنگ اور امن دونوں حالتوں میں دکن کی ریاست اور اس کے فرمانروا کو جاں نثار، وفادار اور ایثار پیشہ افراد میسر آتے رہے۔

امرائے پائیگاہ نسباً فاروقی ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کے واسطے سے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضہ سے ملتا ہے۔ نواب حسن یار جنگ بہادر جو اسی خاندان رفیع الارکان کے ایک فرد ہیں، انہوں نے بتایا کہ ۵ھ میں اس خاندان کے بزرگ مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے افغانستان پہنچے اور طویل مدت تک وہاں مقیم رہے حضرت عمر فاروق رضہ کی گیارہویں پشت میں جناب ابراہیم اپنی قابلیت اور اسلامی خدمات کی وجہ سے بلخ کے بادشاہ بنائے گئے اور ان کو قطب عالمین کا خطاب دیا گیا۔ ان کے پڑپوتے فرخ شاہ کے لقب سے افغانستان کے بادشاہ بنائے گئے۔

**شیخ فریدالدین مسعود** | فرخ شاہ کی پانچویں پشت میں اور حضرت فاروق اعظم رضہ کی

Marfat.com

انیسویں پشت میں حضرت فریدالدین مسعود جن کو گنج شکر کا لقب دیا گیا بہت مشہور ہوئے۔ ان کے والد سلیمان قلی وال افغانستان سے ہجرت کر کے دہلی پہنچے۔ آپ کی علمیت اور دینی بصیرت کی وجہ سے آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ عطا ہوا۔ شیخ سلیمان کی وفات کے بعد شیخ فریدالدین کو بھی قاضی القضاۃ کا عہدہ دربار دہلی سے عطا ہوا۔

نواب حسن یار جنگ کا یہ ارشاد خاندان میں مشہور روایات اور بعض یادداشتوں پر مبنی ہے لیکن یہ بیان تاریخی حقائق کے بہت قریب ہے۔ سب سے پہلے تو سیر العارفین کے بیان پر ایک نظر ڈال لیجیے تاکہ مختصراً آپ کے خاندان کا ایک اجمالی نقشہ ذہن میں بیٹھ جائے صاحب سیر العارفین فرماتے ہیں :

"شیخ المشائخ والاولیا فریدالدین مسعودؒ والد بزرگوار جمال الدین سلیمان سلطان محمود غزنوی کے بھانجے کابل کی طرف سے سلطان شہاب الدین غوری کے عہد میں ملتان آئے۔ ملتان کے اطراف میں کھوتوال نامی ایک قصبہ ہے۔ وہ بزرگوار وہاں کے قاضی ہو گئے۔ وہیں انہوں نے شادی کی اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔ بڑے بیٹے کا نام اعزالدین محمد، منجھلے کا فریدالدین مسعود اور چھوٹے کا نجیب الدین محمد متوکل تھا۔ ان نیک لڑکوں کی والدہ گرامی وجیہ الدین خجندی کی صاحبزادی تھیں۔ وہ صلاحیت و عفت میں کامل تھیں اور ان کے کمالات وحالات مشہور ہیں۔"

اب اس اجمال کے بعد اس تفصیل پر نظر ڈالیے جو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے بیان کی ہے۔ اس سے نواب حسن یار جنگ کے بیان کے تمام گوشے پوری صحت کے ساتھ قارئین کے سامنے آجاتے ہیں : مقالہ نگار لکھتے ہیں :

"شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کے والد کمال الدین یا جمال الدین سلیمان اور دادا شعیب، ملتان کے قریب ایک مقام کھوتی وال (یا کھتوال یا کھوتوال) جس

Marfat.com

کا تلفظ آج کل کوٹھی وال کیا جاتا ہے) کے قاضی تھے جو سلطان شہاب الدین غوری معز الدین سام کی مہمات سندھ وملتان (۵۶۷ھ/۱۱۷۵ء کے بعد) کے دوران میں کابل سے قصور میں آئے تھے اور قصور کے قاضی نے شیخ مسعود (گنج شکر) کے دادا شعیب کو کھوتی وال کا قاضی مامور کروا دیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے جد اعلیٰ یعنی قاضی شعیب کے والد نے جو ہیں کابل میں قیام پذیر تھے، چنگیز خاں مغول کے ہاتھوں شہادت کا رتبہ حاصل کیا تھا (کابل پر چنگیز خاں کی یلغار کا زمانہ ۶۲۶ھ/۱۲۲۰ء ہے)۔ یہ خاندان فرخ شاہ کابلی (ایک بزرگ جنہیں سیرت نگار کابل کا بادشاہ بیان کرتے ہیں) کی اولاد سے تھے جن کا سلسلۂ نسب مشہور ولی اللہ ابراہیم ادھم کی وساطت سے حضرت فاروق اعظمؓ تک جا پہنچتا ہے۔ لیکن یہ بات ابھی تحقیق طلب ہے۔"

جہاں تک ابراہیم کے بادشاہ بلخ ہونے کا تعلق ہے تو اگرچہ عام تواریخ سے اس کی تائید نہیں ہوتی لیکن اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے ان کی صوفیانہ شخصیت اور زہد و ورع کے سلسلے میں جن داستانوں اور روایتوں سے کام لیا ہے ان میں انھیں بلخ کا شہزادہ بیان کیا ہے، اور ان کے بیٹے محمد طاہر کی سیرت میں ایک کتاب کے حوالے سے انھیں عراق کا شہزادہ بتایا گیا ہے۔

**شیخ بہاء الدین** شیخ فریدالدین کی اولاد میں دسویں پشت میں شیخ محمد فیروز اور ان کے بعد ان کے بیٹے شیخ بہاء الدین نہایت نامور ہوئے۔ یادگار سلور جوبلی کے مولف نے لکھا ہے کہ بہاء الدین اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں خدمت صدارت و امانت خزانہ سرکار اکبرآباد پر مامور ہوئے۔ بستان آصفیہ کے مؤلف نے بھی ان کے اعزاز و اقتدار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نواب حسن یار جنگ نے اپنی ایک یادداشت میں شیخ محمد فیروز اور ان کے بعد ان

Marfat.com

کے بیٹے شیخ بہاء الدین کو مالوہ کا گورنر بتایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کے بعد چند نسلوں تک مذہبی فرائض کی ذمہ داری اس خاندان میں دی جاتی رہی مگر جلد ہی اس خاندان کے افراد نے مذہبی ذمہ داریوں سے الگ ہوکر فوجی ذمہ داریاں سنبھالنی شروع کردیں۔ شاہانِ دہلی نے اس خاندان کے افراد کو خیرخواہانہ خدمات کے مدنظر بڑے بڑے عہدے عطا کرنا شروع کیے چنانچہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کی گیارہویں پشت میں شیخ محمد فیروز کو مالوہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ان کے بعد محمد بہاء الدین بھی اس عہدے پر فائز رہے۔"

ایک اور یادداشت سے بھی اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔ یہ یادداشت بھی نواب حسن یار جنگ کی فراہم کردہ اور خاندانی روایتوں اور تاریخوں پر مبنی ہے۔ اس کے مطابق

"خانوادہ پائیگاہ کے آباء واجداد شروع میں سلاطین ہند کے دربار میں مذہبی امور کے سربراہ (شیخ الاسلام) مقرر ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے سپاہیانہ خدمات انجام دینا شروع کردیں۔ شیخ بہاء الدین جن کا سلسلہ بارہویں پشت میں حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر سے جا ملتا ہے۔ اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں شکوہ آباد کے گورنر بنے۔ وہ شہنشاہ کے نہایت وفادار اور جاں نثار آفیسر تھے اور معاملہ فہمی، بیدار مغزی، ذکاوت اور عدل گستری کے لئے مشہور تھے۔"

نواب حسن یار جنگ کا یہ بیان پکٹوریل حیدرآباد کے اندراج کے عین مطابق ہے۔

---

Marfat.com

قصرالایان بیگم پیٹے کا درمیانی حصہ

Marfat.com

# محمد ابوالخیر خاں

شیخ بہاؤالدین کے لڑکے ابوالخیر خاں تھے ۔ نظام الملک آصف جاہ اول اپنے ساتھ جن قابل اعتماد امرا کو حیدرآباد لائے تھے، ان میں سب سے زیادہ سربرآوردہ شخصیت محمد ابوالخیر خاں کی تھی ۔ وہ شکوہ آباد (ضلع مین پوری) میں پیدا ہوئے تھے ۔ انھوں نے فنون سپہ گری کے علاوہ دوسرے علوم و فنون میں بھی کمال حاصل کیا تھا ۔ پکٹوریل حیدرآباد کے مرتب نے لکھا ہے کہ ابوالخیر خاں نے اپنے والد کے زیر نگرانی پرورش پائی تھی اور تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزرے تھے، بہت جلد دہلی اور دکن میں اپنی سپاہیانہ صلاحیتوں کی بناء پر شہرت حاصل کر لی تھی ۔ وہ حیدرآباد آنے سے پہلے ہی متعدد جنگوں میں حصّہ لے چکے تھے اور اپنے سپاہیانہ اوصاف کی وجہ سے بڑا نام پیدا کر چکے تھے ۔ شہنشاہ محمد شاہ نے ان کے کارہائے نمایاں کے اعتراف میں انہیں "خان بہادر" کا خطاب عطا کیا تھا اور ۲۰۰ سوار اور ۵۰۰ پیادہ فوج کا افسر بنایا اور کچھ عرصہ بعد مالوہ اور خاندیش کا ڈپٹی گورنر مقرر کیا تھا ۔ اس کے بعد انہوں نے مکمل طور پر اپنے آپ کو نظام الملک سے وابستہ کر لیا اور انہیں ایک بڑی فوج کا جو پیدل اور سوار دستوں پر مشتمل تھی سپہ سالار بنایا گیا ۔ انہوں نے اپنی فوجی خدمات سے نظام الملک کی بڑی مدد کی اور ۱۷۲۵ء میں حیدرآباد ریاست کے ایک بڑے دشمن بابو نایک کو سخت شکست دی ۔ انہیں نواب ناصر جنگ شہید کے زمانے میں اورنگ آباد کا صوبہ دار بھی مقرر کیا گیا تھا ۔

**نظام الملک** | اورنگ زیب عالم گیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کا جو زوال شروع ہوا

Marfat.com

تھا۔ وہ فرخ سیر کے عہد تک اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ امرا اور مغلیہ خاندان کے افراد تاج و تخت کی جنگ میں مصروف تھے ملک میں ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی پورا ملک انتشار کی نذر ہو چکا تھا۔ ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ تخت نشینی اور عزل و قتل روزمرہ کا کھیل بن چکا تھا۔ سادات بارہہ کے دو نامور اشخاص سید عبداللہ خاں اور حسین علی خاں نے امرا سلطنت اور خاندان مغلیہ کو پریشان کر رکھا تھا۔ اب ان کی طاقت، اقتدار اور اثر و رسوخ کے مقابلے میں بادشاہت بھی بچوں کا کھیل نظر آنے لگی تھی۔ دونوں بھائی "بادشاہ گر" کے نام سے مشہور تھے۔ لیکن اب بھی ایک کانٹا تھا جو ان کے دلوں میں کھٹک رہا تھا اور ایک خطرہ تھا جس سے وہ خوف زدہ تھے۔ اور اب وہ اس کانٹے کو بھی نکال دینے اور اس خطرے کو بھی دور کر دینے کے لئے فکرمند تھے۔ یہ خطرہ تورانی امرا کی سربرآوردہ شخصیت نظام الملک آصف جاہ اول تھا۔ جو مغلیہ حکومت کے دارالسلطنت دہلی میں بیٹھا ہوا تھا، اور آئندہ اقدام کے لیے حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اب سید برادران نے اس رکاوٹ کو دور کر دینے کا فیصلہ کر لیا اور فرخ شاہ سے کہہ کر انہیں بہار کی صوبہ داری کا پروانہ دلوا دیا۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"نظام الملک کو فرخ سیر کے آخر عہد میں بہار کی صوبہ داری دی گئی تھی مگر وہ اپنے مستقر پر جانے کے بجائے دہلی میں بیٹھے ہوئے تھے، اور اس زمانے میں جو کچھ ہو رہا تھا اسے خاموشی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ ان کی یہ خاموشی دونوں سیدوں کے لئے سخت پریشان کن تھی اور وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ان کے لئے اگر کسی طرف سے خطرہ ہے تو وہ نظام الملک ہی کی ذات ہے۔ حسین علی خاں کی قطعی رائے یہ تھی کہ ان کو قتل کر دیا جائے مگر سید عبداللہ خاں اس کا مخالف تھا کیونکہ نظام الملک پر ہاتھ ڈالتے ہی تورانی پارٹی کے تمام لیڈر مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے اور ایک فتنۂ عظیم برپا ہو جاتا۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ ان کو دارالسلطنت سے دور بھیج دیا جائے، اور جب وہ اپنے حامیوں سے جدا

Marfat.com

ہو کر کمزور ہو جائیں تو ان کا استیصال کر دیا جائے چنانچہ ان کو مالوہ کی صوبہ داری پیش کی گئی جسے انہوں نے بہت انکار و تامل کے بعد قبول کر لیا اور ۲۴ ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ / ۱۵ مارچ ۱۷۱۹ء کو دہلی سے روانہ ہو گئے۔

مگر آئندہ جو کچھ ہونے والا تھا اس کا نقشہ انہوں نے اسی وقت اپنے ذہن میں جما لیا تھا۔ اس لئے وہ اپنے تمام اہل خاندان، اپنے مال و اسباب اور ان سب مغل سرداروں کو جو ان کے خاندان کے متوسل تھے اپنے ساتھ لے گئے اور سید بھائیوں کے اصرار کے باوجود دربار میں اپنی نیابت کے لئے اپنے کسی بیٹے کو نہ چھوڑا۔"

نظام الملک کا اقدام تاریخ کے ایک نئے دور کے آغاز کا باعث ہوا۔ خاص بات یہ ہے کہ اس غور و فکر اور فیصلہ و اقدام میں جن تورانی امرا کی رائے و مشورہ اور تائید و توثیق شامل تھی اور جو مغلی سردار اس کے ساتھ دار السلطنت دہلی سے نکلے تھے ان میں ابوالخیر خاں کی شخصیت بہت ممتاز اور سربرآوردہ تھی اور اس کے بعد جو حالات پیش آئے اور ان میں جو فیصلے کیے گئے ان میں ابوالخیر خاں کی رائے اور مشورہ کا بہت دخل تھا۔

نظام الملک کو دہلی سے نکلے ابھی ایک ماہ بھی نہ ہوا تھا کہ ۸، ۹ جمادی الاولیٰ کی درمیانی شب میں فرخ سیر کو قتل کر دیا گیا اس کی جگہ رفیع الدرجات کو تخت نشین کیا گیا۔ لیکن دوسری طرف ایک جماعت نے عالمگیر کے پوتے نیکوسیر بن اکبر کو آگرہ کے قید خانے سے نکال کر اس کی بادشاہت کا اعلان کر دیا لیکن ادھر تو رفیع الدرجات نے جسے دق کا شدید عارضہ تھا اپنے بڑے بھائی رفیع الدولہ کے حق میں دستبردار ہونا چاہا اور سید برادران نے اسے اپنے مقاصد کے خلاف نہ پایا، اور ۱۷ رجب ۱۱۳۱ھ / ۴ جون ۱۷۱۹ء کو تین مہینے کی حکومت کے بعد رفیع الدرجات کی جگہ پر رفیع الدولہ کو شاہجہان ثانی کے لقب سے مغلیہ تخت پر بٹھا دیا۔ دوسری طرف اس سے اگلے مہینے شعبان (جولائی ۱۷۱۹ء) میں سید برادران نے آگرہ پر حملہ کر دیا۔ اور

Marfat.com

ایک ماہ کے محاصرے کے بعد اس پر قبضہ کر کے نیکو سیر کو گرفتار کر لیا، لیکن رفیع الدولہ کا آخر وقت بھی آپہنچا تھا نہ اس کی صحت اس قابل تھی کہ حکومت کا بار گراں اٹھا سکتا، نہ ذہن و دماغ کی صلاحیتیں تھیں، نہ قوت فیصلہ رکھتا تھا، نہ عزم وہمت کا مالک تھا۔ اس کی حکومت کے چند مہینے بھی سید برادران کی عنایت تھی۔ اس کی حکومت کو تین ماہ گزرے تھے کہ ۵ ذیقعدہ ۱۱۳۱ھ/ ۱۸ ستمبر ۱۷۱۹ء کو اس نے وفات پائی۔ اور اس کے دس روز بعد ۱۵ ذیقعدہ مطابق ۲۸ ستمبر کو ابوالفتح ناصرالدین محمد شاہ کے لقب سے تخت سلطنت پر بٹھایا گیا۔ اب سید برادران نے سوچا کہ اپنے کامل اقتدار کے راستے سے اس رکاوٹ کو دور کر دیا جائے جو نظام الملک آصف جاہ کی صورت میں موجود ہے۔ چنانچہ اس سے چھیڑ چھاڑ کا آغاز کر دیا گیا۔ نظام الملک کے خلاف الزامات کی ایک فہرست تیار کی گئی ہے اور ہر چند اس نے اپنی صفائی پیش کی اسے مالوہ کی صوبہ داری سے معزول کر دیا گیا۔ مولانا مودودی کے الفاظ میں نظام الملک کو مالوہ کی صوبہ داری پر بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف دکن میں سید برادران کا بھتیجا عالم علی خاں نائب صوبہ دار کی حیثیت سے موجود تھا، دوسری طرف ان کے احسان مند مرہٹے تھے۔ تیسری طرف آگرہ کے صوبہ میں ان کا بھائی غیرت خاں صوبہ دار تھا اور چوتھی جانب گجرات کا صوبہ دار ان کا سرگرم حامی اجیت سنگھ تھا۔ سید برادران کو امید تھی کہ ان چاروں طاقتوں کے درمیان میں نظام الملک اس طرح گھرے رہیں گے کہ ان کو سرتابی کی جرأت نہ ہو سکے گی، اور جے سنگھ چھبیلہ رام اور گردھر بہادر کو مطیع کرنے کے بعد ان کا باآسانی خاتمہ کر دیا جائے گا چنانچہ اس منصوبے کے مطابق ہی نظام الملک سے چھیڑ چھاڑ کا آغاز کیا گیا تھا۔ اور مالوہ کی صوبہ داری سے معزولی کے حکم کے ساتھ اکبر آباد، ملتان، الہ آباد یا برہان پور کے صوبوں میں سے کسی بھی صوبے کی صوبہ داری کی پیش کش کی گئی تھی لیکن نظام الملک نے اس پیش کش کو بعض وجوہ کی بنا پر رد کر دیا۔ سید برادران اس پیش کش کے جواب سے پہلے ہی واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے دلاور علی خاں کو ایک طاقتور فوج دے کر مالوہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ نظام الملک کو بھی ان

Marfat.com

حالات کا بخوبی اندازہ تھا، اور اس نے اپنے جاں نثار اور معتمد رفقا سے مشورہ کر کے ایک لائحہ عمل مرتب کر لیا تھا۔ اس موقع پر ابوالخیر خاں نظام الملک کے سب سے بڑے مشیر اور منصوبہ بندی میں شریک تھے۔ ان معرکہ ہائے کارزار اور مہمات کے بارے میں مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"جب دلاور علی خاں ایک طاقت ور فوج کے ساتھ مالوہ کی مغربی سرحد پر پہنچا گیا تو نظام الملک کے لئے اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ یا تو مالوہ میں رہ کر مقابلہ کریں یا کسی اور علاقے کی طرف نکل جائیں۔ پہلی صورت میں یہ خطرہ تھا کہ آگرہ کی طرف سے حسین علی خاں، دکن کی طرف سے عالم علی خاں اور بوندی کی طرف دلاور علی خاں دفعتًہ ان پر حملہ آور ہوں گے اور ہر جانب سے انہیں گھیر کر ان کا خاتمہ کر دیں گے۔ اس لیے انھوں نے مالوہ سے نکل جانے کا فیصلہ کیا۔ ان کی پہلی تجویز یہ تھی کہ جے سنگھ راجہ آنبیر کے ساتھ جا ملیں، اور اس کی امداد سے آگرہ یا دہلی کی جانب حملہ آور ہوں۔ لیکن جے سنگھ سیدوں سے صلح کر چکا تھا اس کی طرف سے نظام الملک کو کوئی ہمت افزا جواب نہ ملا۔ اس دوران میں مبارز خاں صوبہ دار حیدر آباد، سین جادو (جو حسین علی اور راجہ ساہو کی دوستی کے بعد سے دونوں سیدوں کا مخالف ہو گیا تھا) سعادت خاں فوجدار ارکاٹ اور دکن کے دوسرے سرداروں کی جانب سے نظام الملک کو خطوط ملے جن میں لکھا تھا کہ اگر فرخ سیر کے خون کا بدلہ لینے اور (محمد شاہ) بادشاہ کو سیدوں کے استبداد سے نکالنے کے لیے تلوار اٹھائیں تو ہم آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔ مزید برآں دکن میں نظام الملک کے پھوپھا عضد الدولہ عوض خاں برار کے صوبہ دار تھے اور انور خاں قطب الدولہ صوبہ دار خاندیس ایک کمزور آدمی تھا جس میں مدافعت کی بالکل قوت نہ تھی۔ ان وجوہ

Marfat.com

سے انہوں نے دکن جانے کا عزم کیا مگر علی الاعلان ادھر جانا اپنے اوپر خود ہلاکت کو دعوت دینا تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنے اصلی ارادے کو بالکل مخفی رکھا اور جمادی الاولی میں اجین سے دہلی کی جانب روانہ ہوگئے۔ دونوں سیدوں کو یہ اطلاع ملی تو وہ خوش ہوئے کہ شکار خود ان کی طرف آرہا ہے۔ لیکن نظام الملک نے اجین (سے آگے بڑھ کر) دہلی کی سڑک سے دفعتۃً اپنا رخ بدل دیا، اور تیزی کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے دکن کی جانب چلے یہاں تک کہ یکم رجب ۱۱۳۲ھ / ۸ رمئی ۱۷۲۰ء کو نربدا اترنے کے بعد قبل اس کے کہ عالم علی خاں نائب صوبہ دار دکن کو خبر ہو، انہوں نے ۱۲ ر رجب کو آسیر کے مشہور قلعہ پر قبضہ کرلیا، اور اس کے تیسرے دن ۱۶ ر رجب کو خاندیس کے دارالحکومت برہان پور کو بھی مسخر کرلیا جہاں انور خاں نے ان کی اطاعت قبول کرلی۔ اس طرح مخالفین کے ہوشیار ہونے سے پہلے نظام الملک اپنی ایک ہی چال میں دکن کے دو صوبوں برار اور خاندیس پر متصرف ہوگئے۔"

نظام الملک کی حکمت عملی کی یہ بہت بڑی فتح تھی۔ اور ان کی اس کامیابی کے لئے ان کے حسن تدبر کے ساتھ ان کے جاں نثار ساتھیوں کے مدبرانہ مشوروں اور اولوالعزمیوں کی تحسین بھی کرنی چاہیئے جن میں ابوالخیر خاں سرفہرست تھے۔

نظام الملک کے نربدا پار اترنے اور آسیر و برہان پور پر قبضہ کرلینے کی اطلاعات پے در پے آگرہ پہنچیں تو دونوں سید حیران رہ گئے۔ حسین علی خاں نے فوراً دکن کی طرف جانے کا ارادہ کیا لیکن عبداللہ خاں اور صمصام الدولہ خان دوراں نے رائے دی کہ شمال سے دلاور علی خاں کو بڑھنے کا حکم دیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق دلاور علی خاں کو احکام بھیجے گئے کہ راجہ بھیم سنگھ، راجہ گنج سنگھ اور دوست محمد خاں کو لے کر فوراً نظام الملک کے مقابلے پر جائے۔ دوسری طرف عالم علی خاں کو حکم دیا گیا کہ وہ اورنگ آباد سے نظام الملک کی جانب پیش قدمی

Marfat.com

کرے لیکن عالم علی کے پاس فوج تیار نہ تھی اس لیے وہ فوراً اورنگ آباد سے کوچ نہ کر سکا اور اس اطراف و نواحی سے فوج فراہم کرنے اور مرہٹوں سے امدادی فوج منگانے میں دیر لگا دی۔ برخلاف اس کے دلاور علی خاں کے پاس فوج مستعد تھی اس لئے وہ حکم ملتے ہی برہان پور کی جانب چل پڑا۔ اور رجب کے اواخر میں نربدا پار کر کے سرکار ہانڈیہ میں داخل ہو گیا۔ نظام الملک جیسے آزمودہ کار سپہ سالار کے لیے مشکل تھا کہ وہ اس سے فائدہ نہ اٹھاتے۔

میدان کا نقشہ جنگ یہ تھا کہ دلاور علی خاں اور عالم علی خاں بہ یک وقت دو جانب سے ان پر حملہ کریں مگر اب دونوں جنرلوں میں سے ایک پہلے آگیا تھا اور دوسرے کے آنے میں دیر تھی۔ اس سے ان کو یہ موقع مل گیا کہ دونوں کے اجتماع سے پہلے ایک سے الگ نمٹ لیا جائے۔ اس موقع سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر برہان پور سے روانہ ہو گئے۔ ۱۳ ؍ شعبان ۱۱۳۲ھ اور ۔ جون ۱۷۲۰ء کو برہان پور اور نربدا کے درمیان پندھر کے پہاڑی علاقے میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ دلاور علی خاں کے ساتھ سادات بارہہ، افاغنہ اور راجپوتوں کی بہترین فوج تھی لیکن قائدانہ صلاحیت کے اعتبار سے اس کو نظام الملک سے کوئی نسبت نہ تھی۔ اس نے سادہ لوح سپاہیوں کی طرح تلوار سے کام لینا چاہا مگر نظام الملک نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ اسے تلوار چلانے کا موقع ہی نہ دیا۔ اور اپنے توپ خانے کو اس طرح استعمال کیا کہ دلاور علی خاں اپنی فوج کے چار پانچ ہزار سپاہیوں اور اکثر و بیشتر نامور سرداروں سمیت مارا گیا اور اس کے مقابلے میں خود نظام الملک کے کل سو آدمی زخمی اور صرف تیس آدمی شہید ہوئے۔

**ابوالخیر خاں کا تدبر اور ان کی شجاعت** نواب حسن یار جنگ کا بیان ہے کہ نظام الملک آصف جاہ اول اس موقع پر دلاور خاں کے ساتھ لڑائی میں الجھنا نہیں چاہتے تھے مگر ابوالخیر خاں نے دشمن سے فوراً دو دو ہاتھ کر لینے کا مشورہ دیا تھا اور اس پر اصرار کیا تھا۔ بالآخر لڑائی شروع ہوئی۔ سارا دن گھمسان کا رن پڑا۔ ابوالخیر خاں اور ان کے بیٹے ابوالبرکات خاں نے اپنی فوج کے

Marfat.com

ساتھ بڑی بہادری کے ساتھ جنگ میں حصّہ لیا۔ آصف جاہ ایک ہاتھی پر سوار پوری جنگ کا جائزہ لیتے رہے۔ دلاور علی خاں ابوالخیر کے ہاتھوں مارا گیا، مگر ابوالخیر کے صاحبزادے ابوالبرکات بھی ان تیس جاں نثاروں میں جا شامل ہوئے جنھوں نے اس جنگ میں جام شہادت نوش کیا تھا۔ ابوالبرکات خاں کو برہان پور میں پورے فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا۔

شعبان کے آخر میں دلاور علی خاں کی شکست اور اس کے قتل کی خبر آگرہ پہنچی تو دونوں سید سخت سراسیمہ ہوئے، اب ان کا بھتیجا اور حسین علی کا منہ بولا بیٹا نظام الملک کے مقابلے میں تنہا رہ گیا تھا۔ حسین علی خاں کے بیوی بچے دولت آباد کے قلعے میں تھے اور آگرہ سے دکن کا فاصلہ اتنا تھا کہ فیصلہ کن جنگ ہونے سے پہلے نظام الملک کے سر پہ جا پہنچنا کسی طرح ممکن نہ تھا۔ اس حالت میں دونوں بھائی حیران تھے کہ کیا کریں۔ کبھی ارادہ کرتے کہ دونوں بادشاہ کو لے کر دکن جائیں، کبھی فیصلہ کرتے کہ حسین علی خاں بادشاہ کے ساتھ دکن جائے اور عبداللہ خاں دہلی چلا جائے، کبھی رائے قرار پاتی کہ عبداللہ خاں محمد شاہ کو لے کر دہلی چلا جائے، اور حسین علی خاں تنہا نظام الملک کے مقابلے پر جائے۔ اس اضطراب کی حالت میں روز شاہی خیمہ و خرگاہ آگرہ کے باہر نکلتے اور روز واپس بلا لیے جاتے پریشانی کی ایک اور وجہ محمد امین خاں کی ذات تھی۔ یہ شخص ظاہر میں سیدوں کا دوست بنا ہوا تھا اور نظام الملک کے ان کو مشورے دیتا تھا مگر دونوں سیّد جانتے تھے کہ وہ دل میں ان کا سخت دشمن ہے اور نظام الملک کا قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ہرگز اس کا روادار نہیں ہے کہ ہمیں نظام کے مقابلے میں فتح حاصل ہو۔ وہ اس کی جنگی طاقت، سیاسی قابلیت اور بادشاہ پر اس کے اثرات سے بھی واقف تھے۔ اس لیے وہ حیران تھے کہ اس کھلے دوست اور چھپے دشمن کا کیا علاج کریں۔ نہ اسے دکن لے جانا قرین مصلحت معلوم ہوتا تھا، اور نہ بادشاہ کے پاس چھوڑ دینا مناسب تھا۔ آخر میں یہ رائے قرار پائی کہ اسے قتل کر دیا جائے لیکن عقل مند مشیروں نے اس کی مخالفت کی اور انھوں نے کہا کہ محمد امین خاں طاقتور

Marfat.com

مغل جماعت کا سردار ہے ۔ اس بھڑوں کے چھتے میں پتھر مارنا ٹھیک نہیں ہے۔ ان مشکلات کا جب کوئی حل نظر نہ آیا تو مجبوراً انہوں نے ڈپلومیسی سے کام نکالنا چاہا اور بادشاہ کی طرف سے دکن کی صوبہ داری کا فرمان نظام الملک کو بھیجا اور اس فرمان کے ساتھ ہی حسین علی خاں نے اس کو ایک نہایت محبت آمیز ڈپلومیٹک خط بھی لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ دلاور علی خاں کو اس نے اپنے اہل و عیال کو لانے کے لئے بھیجا تھا مگر وہ ان کے منشا کے خلاف نظام الملک سے جنگ آزما ہوا، اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔" حسین علی خاں نے یہ بھی لکھا کہ کچھ مفسدہ پردازوں نے بادشاہ کو نظام الملک سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے بادشاہ کے دل کو اس کی طرف سے صاف کر دیا۔ اگر کسی نے اس کے متعلق بھی نظام الملک سے کچھ باتیں کہی ہوں تو اسے ایسی باتوں کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے، جن سے پرانے دوستوں کے مابین نااتفاقی پیدا ہو۔

یہ خط اور فرمان پہنچنے سے پہلے نظام الملک اور عالم علی خاں ایک دوسرے سے لڑنے کے لیے اپنی اپنی جگہ سے روانہ ہو چکے تھے رمضان کی ابتدا میں عالم علی خاں کنل فرداپور پر تھا کہ اسے دلاور علی خاں کے قتل کی اطلاع ملی۔ بعض ہمراہیوں نے صلاح دی اب آگے بڑھنا خلاف مصلحت ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اورنگ آباد یا احمد نگر مل کر حسین علی خاں کا انتظار کیا جائے، اور مرہٹہ فوجوں کو گوریلا جنگ کے لئے چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ غارت گری کر کے نظام الملک کو پریشان کرتی رہیں۔ لیکن جوشیلے نوجوانوں نے اس مشورے کو رد کر دیا اور پیش قدمی جاری رکھی یہاں تک کہ بالاپور کے مقام پر نظام الملک کے مقابل جا پہنچا یہاں نظام الملک کو حسین علی خاں کا خط اور شاہی فرمان ملا۔ جس کا بڑی دھوم دھام کے ساتھ انھوں نے استقبال کیا۔ برسر عام اس کو پڑھا پھر اس کی ایک نقل عالم علی خاں کو بھیجی اور اسے لکھا کہ" اب میں دکن کا صوبہ دار مقرر کر دیا گیا ہوں۔ لہذا مجھ سے تمہارا لڑنا فضول ہے اپنی فوج واپس کر دو۔ میں تمہیں اور امیر الامراء کے اہل و عیال کو بحفاظت آگرہ پہنچا دینے کا

Marfat.com

ذمہ لیتا ہوں"۔ عالم علی خاں نے اس کا کوئی اثر نہ لیا لیکن نظام الملک کا مقصد جو اس سیاسی چال سے تھا وہ بہ خوبی پورا ہوگیا۔ اس سلسلے میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"عالم علی خاں کی فوج میں زیادہ تر دکن کے سردار اور فوج دار تھے۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ نظام الملک ان کے صوبہ دار مقرر ہو چکے ہیں تو انہیں خود اپنی فکر لاحق ہوئی۔ معزول نائب صوبہ دار کے ساتھ مل کر نئے صوبہ دار کے خلاف جنگ کرنا ان کے حق میں موجب نقصان تھا۔ اس لئے وہ عالم علی خاں سے الگ ہونے لگے۔ اس طرح حسین علی خاں کے خط اور شاہی فرمان نے دونوں حریفوں کی حیثیت بالکل منقلب کردی۔ پہلے نظام الملک کو ایک باغی امیر قرار دیا جارہا تھا اور عالم علی خاں شاہی حکومت کی طرف سے برسرِ مدافعت تھا مگر اب عالم علی خاں باغی کی حیثیت میں ہوگیا، اور نظام الملک کو شاہی حکومت کے نمائندے کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ عالم علی خاں نے یہ رنگ دیکھ کر لڑائی میں جلدی کی اور ۶ رشوال ۱۱۳۲ھ/۱۰ راگست ۱۷۲۰ء کو فریقین میں جنگ ہوئی۔ جس میں نظام الملک نے نہایت خفیف نقصان کے ساتھ عالم علی خاں کو شکست دے دی اور وہ میدان میں مارا گیا"۔

**ابوالخیر خاں کی عظیم الشان خدمات** نظام الملک نے ان مہمات میں جو تاریخی فیصلے کیے تھے، جو حکمت عملی اختیار کی تھی اور پھر جو شاندار فتوحات حاصل کی تھیں ان میں نواب ابوالخیر خاں کے مشوروں، ان کی جنگی بصیرت اور مہارت اور پھر ان کی بہادری، ایثار اور جاں نثاری کا سب سے زیادہ حصہ تھا۔ نواب حسن یار جنگ نے اپنے جدِ امجد نواب ابوالخیر خاں کی خدمات اور جاں نثاریوں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کا بیان ہے:

"دلاور علی خاں کو شکست دینے کے بعد نظام الملک ابھی حیدرآباد پہنچے بھی نہ تھے کہ حسین علی خاں کا بھتیجا اور منہ بولا بیٹا جسے حسین علی خاں نے اپنے پیچھے

Marfat.com

دکن میں اپنی نیابت کے لئے چھوڑا تھا، نوے ہزار فوج کے ہمراہ نظام الملک کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ ابوالخیر خاں نے پھر بہادری کے جوہر دکھائے اور اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ دشمن کی سپاہ کثیر کو شکست فاش دی۔ اس طرح ابوالخیر خاں کی شجاعت اور جاں نثاری کی بدولت آصف جاہ اول پورے فاتحانہ انداز میں حیدر آباد دکن میں داخل ہوئے، اور دکن کے صوبہ دار کی حیثیت سے زمام اقتدار سنبھالی، اور آگے چل کر آزاد آصف جاہی حکومت کے پہلے حکمراں بھی بنے۔ ابوالخیر خاں کی شاندار فوجی خدمات اور جاں نثاری اور وفاداری کے اعتراف میں نظام الملک آصف جاہ اول نے انہیں اپنی افواج کا سپہ سالار بنا دیا۔ سرحدی شہر برہان پور کو انہوں نے اپنا مستقر بنایا۔ یہاں سے انہوں نے ریاست پر مرہٹہ سرداروں کے حملوں اور ان کی لوٹ مار کی روک تھام کے لئے اقدامات کیے، اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کے فتنہ و فساد کا پوری طرح قلع قمع کر دیا۔ اس طرح یہ ابوالخیر خاں اور ان کے بہادر بیٹے ہی تھے جن کی قربانیوں اور ایثار نے آزاد ریاست حیدر آباد کے قیام میں اپنا خون بہایا اور اس کی ترقی اور استحکام میں بیش قیمت خدمات انجام دیں جن کی بدولت، نظام الملک پورے امن و امان کے ساتھ ریاست کا انتظام و انصرام چلا سکے۔ اور جب ۴ جمادی الآخر ۱۱۶۱ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۷۴۸ء کو نظام الملک آصف جاہ اول کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ ان کے بیٹے نواب نظام الدولہ ناصر جنگ آصف جاہ ثانی کی حیثیت سے سریر آرائے ریاست ہوئے تو ابوالخیر خاں کے اعزاز و مراتب میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ برہان پور کی جاگیر انہیں تفویض کی گئی، اور اس کے ساتھ ہی "امام جنگ" کا خطاب بھی دربار آصف جاہی سے عطا ہوا۔

بستان آصفیہ کے مؤلف نے نواب ابوالخیر خاں کے جو حالات تحریر فرمائے ہیں۔ ان سے بعض

Marfat.com

نئی معلومات پر روشنی پڑتی ہے ۔ مؤلف موصوف لکھتے ہیں :

"ابوالخیر خاں کا سلسلہ نسب حضرت شیخ فرید شکر گنج تک پہنچ کر حضرت عمرؓ سے ملتا ہے ۔ آپ کے پدر بزرگوار کا نام شیخ بہاوالدین خان تھا اور وہ مع اپنے چھوٹے فرزند کے شکوہ آباد ضلع مین پوری میں مسکن گزین تھے ۔ عنفوان شباب میں ذی اقتدار ہوئے ۔ اور محمد شاہ بادشاہ دہلی کے حضور سے "خان بہادر" کا خطاب پایا ۔ اور جس زمانہ میں حضرت آصف جاہ اول عازم دکن ہوئے تو وہ بھی ان کے ساتھ ہوئے ۔ حضرت موصوف نے انہیں دو ہزار منصب ۵ سو سوار اور ۳۰ ہزار پیادہ کی جاگیر مرحمت فرمائی ۔ سب سے پہلے جو اہم کام اُنہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ ۸ ہزار سواروں کے ساتھ بابو نایک کا مقابلہ کیا اور فتح پائی ۔ جب نواب ناصر جنگ (شہید) اپنے والد ماجد آصف جاہ اول سے معرکہ آرا ہوئے تو انہوں نے انہیں اپنا طرف دار بنانا چاہا لیکن انہوں نے باین الفاظ انکار کر دیا کہ باپ کا جو ملازم ایسی حالت میں بیٹے کا شریک ہوگا تو وہ صرف گناہ کبیرہ ہی نہیں کرے گا بلکہ دنیا میں بھی سخت سزا پائے گا ۔ ایسا خشک جواب سن کر نواب ناصر جنگ کو ایک گونہ ملال ہوا ۔ اور اُسی ملال کے باعث تخت نشین ہوتے ہی اُنہوں نے اِن کی جاگیر ضبط کر لی ، اور سپاہ کی تنخواہ بھی نہ دی ۔ اُس وقت نواب ناصر جنگ (شہید) کی سلطنت نہایت ہی خطرناک حالت میں تھی اور خیر خواہ بالکل نہ رہے تھے ۔ اس لیے ناصر جنگ بہادر نے انہیں دوبارہ بحال کیا ، اور شمشیر بہادر کے خطاب سے سرفراز فرمایا ۔"

پکٹوریل حیدر آباد کے مرتب نے بھی نواب محمد ابوالخیر خاں کی اس خوبی کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے : ۔ کہ آصف جاہ اول جبکہ دہلی گئے ہوئے تھے ، ان کے بیٹے ناصر جنگ نے اپنی حکومت

Marfat.com

اور اقتدار کے قیام کے لئے ابوالخیر خاں کا تعاون حاصل کرنا چاہا، اور انھیں اعزاز و منصب کا لالچ دیا لیکن انھوں نے ناصر جنگ سے بے خوف و خطر اور صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں آپ کے والد کا نمک خوار ہوں، اور اس بڑھاپے میں ان سے بے وفائی نہیں کرونگا۔

جب نواب ہدایت محی الدین خان بہادر مظفر جنگ حکمران ہوئے تو انھوں نے انھیں برہان پور کی سند عطا فرمائی۔ اور نواب امیر الممالک صلابت جنگ بہادر نے پالکی جھالردار اور امام جنگ کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ نواب ابوالخیر خاں بہادر پر ہمیشہ الطاف شاہانہ مبذول ہوتے رہے۔"

نواب ابوالخیر خاں نے ۲۶ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۷۵۱ء کو فالج کے مرض میں مبتلا ہوکر انتقال فرمایا اور برہان پور میں دفن ہوئے۔

ابوالخیر خاں کے دو فرزند تھے۔

۱۔ تیغ جنگ ابوالفتح خاں بہادر، ابوالخیر ثانی شمس الدولہ، شمس الملک، شمس الامرا اول

۲۔ شیخ ابوالبرکات خان بہادر امام جنگ محمد بہار الدین خاں ثانی۔ یہ اپنے والد کی حیات ہی میں ایک معرکہ میں کام آئے تھے۔ اور برہان پور میں دفن کیے گئے تھے۔

Marfat.com

## بانی پائیگاہ

نواب ابوالفتح خان تیغ جنگ، شمس الدولہ، شمس الملک، شمس الامراء بہادر

Marfat.com

# ابوالفتح خاں تیغ جنگ بہادر شمس الامراء اوّل

نواب ابوالخیر خاں کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے ابوالفتح خاں ان کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے اپنی جاگیر میں بمقام لاڑ شاکر سکونت اختیار کر لی تھی۔ انھوں نے اپنے عظیم باپ کی تمام تر ذمہ داریوں کو بہت اچھی طرح نبھایا اور جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ جب صلابت جنگ بہادر نے برہان پور کا دورہ کیا تو ان کی دوررس نگاہوں نے اس گوہر یک دانہ کی قدر و قیمت اور ان کی فوجی صلاحیتوں کا اندازہ کر لیا، اور وہ انھیں اپنے ساتھ ہی حیدرآباد لے آئے۔

ابوالفتح خاں ایک دراز قامت اور مضبوط کاٹھی کے وجیہہ اور جوان رعنا تھے۔ قدرت نے انھیں نہ صرف شجاعت اور قیادت کی اعلیٰ خوبیوں سے نوازا تھا، بلکہ سیاسی تدبر اور بصیرت کے ساتھ انہیں انتظامی صلاحیتیں بھی بخشی تھیں۔

حیدرآباد آ کر ابوالفتح خاں کے صلابت جنگ سے تعلقات اور بھی مستحکم ہو گئے اور بعد از آں نظام علی خاں بہادر کا تقرب بھی انھیں حاصل ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ دونوں ریاست کے تمام اہم معاملات میں ابوالفتح خاں سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ انھیں چودہ ہزار پیادہ و سوار فوج کا سالار اعلیٰ مقرر کر دیا گیا۔ یہی فوج "پائیگاہ فوج" کے نام سے مشہور ہوئی۔ ان کو جاگیریں دی گئیں جن کی سالانہ آمدنی ۳۰ لاکھ تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ شمس الدولہ شمس الملک اور شمس الامراء کے خطابات سے بھی نوازا گیا۔ ان کی ساری زندگی ریاست کے دشمنوں سے جنگوں میں اور ریاست کے انتظام و استحکام کی کوششوں میں بسر ہوئی۔ جب

Marfat.com

اس دور کے مدار المہام (وزیر اعظم) رکن الدولہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو ابوالفتح خاں کو وزارت عظمیٰ کی پیش کش کی گئی مگر انھوں نے یہ کہہ کر اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ میں ایک سپاہی ہوں، اور اپنی پوری زندگی میں سپاہی ہی رہنا چاہتا ہوں۔ سیاست داں بننا مجھے پسند نہیں۔ البتہ ان کی رائے سے نواب سید لشکر خاں کو مدار المہام مقرر کر لیا گیا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نواب صلابت جنگ کے نزدیک ان کی رائے کی کتنی اہمیت تھی۔

نواب حسن یار جنگ کی ایک یادداشت میں ان کے بارے میں کہا گیا ہے:

"خان بہادر ابوالخیر خان کی وفات کے بعد ان کے تیسرے لڑکے (دو لڑکے اس سے پہلے میدان جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہو چکے تھے) ابوالفتح خاں اپنے والد کی جگہ سپہ سالار بنا دیے گئے۔ صلابت جنگ بہادر نے ان کو "تیغ جنگ بہادر" کے خطاب سے نوازا۔ تیغ جنگ بہادر نہ صرف تلوار کے دھنی تھے بلکہ میدان سیاست کے شہسوار بھی تھے۔ تدبر میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ سلاطین آصف جاہی سیاسی امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ تیغ جنگ بہادر نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ میدان جنگ میں دشمنوں کی سرکوبی کرنے میں گزارا تھا۔ ان کی وفاداری اور خدمات کے صلے میں انھیں شمس الدولہ، شمس الملک اور شمس الامرا کے خطابات عطا کیے گئے تھے ان کو تیغ و تلوار سے اس قدر محبت تھی کہ انھوں نے وزارت عظمیٰ کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

تیغ جنگ بہادر کے بارے میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے پائیگاہ کی بنیاد رکھی اور افواج پائیگاہ کی ترتیب و تنظیم کی۔"

Marfat.com

بستان آصفیہ کے مؤلف نے بھی ان کی سپاہیانہ زندگی اور فوج سے ان کی محبت کا ذکر کیا ہے۔ ان کے بیان سے ان کی فوج کی تعداد بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"نواب ابوالفتح خان بہادر کی فوج رسالہ کے علاوہ ۱۲ ہزار تھی اور وہ اسے بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے چونکہ ان کی جاگیر کی آمدنی ۳۰ لاکھ روپیہ سال تھی، اور وہ فوج کے اخراجات کو مکتفی نہ ہوتی تھی۔ اس لئے سرکاری خزانہ سے ایک معتدبہ رقم انہیں وقتاً فوقتاً مرحمت ہوا کرتی تھی۔ اُنہوں نے اپنی پائگاہ کی فوج کے انتظام کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے چار عزیزوں کو اس کا افسر مقرر کیا۔ اس ذریعہ سے اس کی تربیت میں بہت زیادہ آسانی ہو گئی۔

نواب تیغ جنگ بہادر نے ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ مطابق ۲ جنوری ۱۷۹۱ء کو بمقام پانگل جب کہ وہ سفر میں تھے، انتقال فرمایا ان کی نعش کو حیدر آباد لایا گیا، اور شہر کے باہر برہنہ شاہ صاحب کی درگاہ میں تدفین عمل میں لائی گئی۔ نواب میر نظام علی خاں کو اپنے اس وفادار کی جدائی کا بڑا صدمہ ہوا۔ انھوں نے حکم دیا کہ چالیس روز تک ان کے سوگ کی وجہ سے محل میں کوئی باجا یا ساز نہ بجایا جائے گا۔ تیغ جنگ بہادر نے اپنے پیچھے دولت کے ڈھیر نہیں چھوڑے۔ وہ اپنی تمام آمدنی کو اپنی فوج کے علاوہ اپنے دوستوں کی خاطر مدارات اور غریبوں کی امداد میں صرف کرتے رہے۔ ان کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے نواب محمد فخرالدین خاں بہادر شمس الامراء ثانی امیر کبیر اول تھے۔ آں موصوف نے علمی و ادبی خدمت کے میدان میں بہت شہرت پائی۔ ان کا مستقل تذکرہ اور ان کی علمی خدمات کا بیان آیندہ صفحات میں مستقل طور پر آئے گا۔

دکن کی تاریخ میں ابوالفتح خاں تیغ جنگ بہادر کی شجاعت، دلیری، ریاست اور اس کے حکمرانوں سے ان کی وفاداری اور اطاعت کیشی کی بے شمار داستانیں مشہور ہیں۔ نواب

Marfat.com

حسن یار جنگ کی لائبریری میں اقبال نامہ کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ یہ کتاب سید غلام محمد منصب دار پائیگاہ نے تحریر کی ہے۔ اس میں ایسے متعدد واقعات درج ہیں جن سے تیغ جنگ کی سیرت اور خدمات پر روشنی پڑتی ہے۔ نواب حسن یار جنگ فرماتے ہیں :

نظام علی خاں کو تیغ جنگ کے ساتھ ایسی والہانہ محبت تھی کہ روزانہ ان کو دیکھے بغیر انھیں چین نہ پڑتا تھا۔ حالانکہ تیغ جنگ فوج کے سپہ سالار تھے لیکن ان کے لئے دربار کی حاضری لازم تھی۔ نظام علی خاں نے انھیں تیغ جنگ بہادر کو " امیر کبیر شمس الامراء " کے خطاب اور " فدوی بے نظیر " کے القاب سے نوازا تھا، اور دس ہزار سوار رسالہ پائیگاہ سے شرف اندوز فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ تیس لاکھ روپے سالانہ آمدنی کی جاگیرات عنایت فرمائیں تھیں جو جاگیرات پائیگاہ کے نام سے موسوم ہوئیں۔ ان اعزازات کے علاوہ نواب نظام علی خاں نے تیغ جنگ کو مورچھل برادری کی خدمت بھی دے رکھی تھی۔ تیغ جنگ کی خدمات اور اُن کی خیر خواہی، فرمانبرداری اور محبت کی بناء پر نظام علی خاں نے تیغ جنگ کو اپنی دامادی کا شرف عطا کرنے کی پیش کش بھی کی مگر تیغ جنگ نے جو اپنے کو فدوی کے لقب سے موسوم کر رکھا تھا یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ فدوی اس کی جراءت نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد نظام علی خاں نے تیغ جنگ کی ذہنی صلاحیتوں اور قابلیت کی بناء پر اُن کو ملک کا وزیراعظم بنانے کی پیش کش کی مگر تیغ جنگ نے یہ کہہ کر معافی چاہی کہ جو ہاتھ تلوار پکڑنے کے عادی ہیں وہ قلم نہیں پکڑ سکتے . . . . تیغ جنگ کو ہر حالت میں روزانہ بلاناغہ نظام علی خاں کے دربار میں حاضری دینا لازمی تھا۔ وہ ہر وقت سفر و حضر میں نظام علی خاں کے ہمراہ ہوا کرتے تھے۔ تیغ جنگ کے نام کے ساتھ ان کے ہاتھ کا تیغہ بھی مشہور ہے جو ہمیشہ اُن کے ہاتھ میں رہا کرتا تھا۔ (تیغ جنگ کا یہ تیغہ اور اُن کا آہنی زرہ بکتر ابھی تک پائیگاہ کے خاندان میں محفوظ ہے، اور خاص خاص مواقع پر ان کی نمائش کی جاتی ہے)۔ تیغ جنگ بہت مضبوط اور قوی الجثہ نوجوان تھے، اُن کی تصویر جو اس کتاب میں شامل ہے اس امر کی

Marfat.com

تصدیق کرتی ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ نواب نظام علی خاں بہادر اپنی حویلی کی پہلی منزل پر رونق افروز تھے، اور تیغ جنگ بہادر بھی ان کے ساتھ موجود تھے، اور باغات کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی، ایک ہندو جاگیر دار نے نظام علی خاں کو اپنے ایک تازہ باغ کی سیر کرنے کی دعوت دی جسے نظام علی خاں نے قبول کر لیا، اور وہ باغ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تیغ جنگ بھی ان کے ساتھ تھے، واپس آنے کے بعد نظام علی خاں نے تیغ جنگ سے کہا کہ تم بھی ایسا ہی ایک باغ بناؤ، اور اس باغ کے قیام کا تمام خرچ سرکاری خزانے سے حاصل کر لو چنانچہ خزانے دار کو حکم ہوا کہ تیغ جنگ کو اس باغ لگانے کے لئے جتنی رقم درکار ہو دے دی جائے۔ چنانچہ تیغ جنگ نے سرکاری خزانے سے ایک معتد بہ رقم حاصل کی اس کے چند ماہ بعد ہی تیغ جنگ نے نظام علی خاں سے عرض کی کہ جناب عالی میرا باغ تیار ہے۔ نظام علی خاں نے فرمایا کہ ہیں قریب میں کوئی وقت مقرر کر کے تمہارا باغ خود چل کر دیکھوں گا مگر ساتھ ہی انہوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ اتنی کم مدت میں ایک باغ کس طرح تیار ہو سکتا ہے، اس پر تیغ جنگ نے عرض کیا کہ سرکار کو باغ پر تشریف لے جانے کی زحمت کرنی نہیں پڑے گی بلکہ باغ خود چل کر سرکار کے حضور میں حاضر ہوگا۔

واقعہ یہ ہے کہ تیغ جنگ نے سرکاری خزانے سے جو رقم حاصل کی تھی اُس کو اپنی پائگاہی فوج کو نئے سرے سے منظم کرنے، نئے گھوڑے، ہتھیار اور فوج کا لباس بنانے پر صرف کیا تھا، اور اپنی فوج کو محل کے قریب تیار کھڑا رکھ کر یہ عرض کی تھی کہ باغ خود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ چنانچہ نظام علی خاں نے جب حیرت سے پوچھا کہ تمہارا وہ چلتا پھرتا باغ کہاں ہے تو تیغ جنگ حویلی سے نیچے اتر آئے، اور اپنی تازہ منظم کردہ فوج کی کمان کرتے ہوئے حویلی کے سامنے سے گزارا جس کو دیکھ کر نظام علی خاں بہت خوش

Marfat.com

ہوئے، اور تیغ جنگ نے اس کے بعد نظام علی خاں کے سامنے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم سپاہیوں کے لئے درختوں کے باغ کی بجائے یہ فوجی باغ ہی زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

اس کے بعد نظام علی خاں نے تیغ جنگ کی فوجی تنظیم سے متاثر ہو کر بلدہ حیدر آباد دکن سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ایک وسیع علاقہ تیغ جنگ کی فوج کے قیام اور تنظیم کے لئے ابدی طور سے تیغ جنگ کو عنایت فرمایا جو تیغ جنگ کے شمس الامراء کے خطاب کی نسبت سے شمس آباد کہلانے لگا، اور ابھی تک اِسی نام سے موسوم ہے۔ اور علاقہ پائیگاہ میں شامل ہے۔

ریاست کے اطراف کے مرہٹے سردار اکثر و بیشتر ریاست کے علاقوں پر حملے کر دیا کرتے تھے، اور ریاست کی رعایا سے جبراً چوتھ وصول کیا کرتے تھے جس کی بناء پر ریاستی فوج ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کی جایا کرتی تھی، چنانچہ ایک دفعہ نواب نظام علی خاں مرہٹوں کے ایک بڑے حملے کو پسپا کرنے کے لئے خود اپنی فوج کے ساتھ تشریف لے گئے۔ تیغ جنگ بہادر بھی اُن کے ہمراہ مع اپنی فوج کے موجود تھے۔ مرہٹوں کے حملے کو شکست دے کر پونا میں دھکیل دیا گیا، اور نظام علی خاں کی فوج آگے بڑھتی ہوئی پونا کے اس قلعے پر پہنچ گئی جو مرہٹوں کا اڈہ تھا۔ چند روز کے محاصرہ کے بعد مرہٹوں کو شکست دے کر پونا کے قلعے پر قبضہ کر لیا گیا۔ نواب نظام علی خاں بہادر نے قلعہ کے اندر جا کر معائنہ کرنے کا ارادہ فرمایا، چنانچہ تیغ جنگ اور چند سپاہیوں کے ساتھ نواب نظام علی خاں قلعہ کے اندر تشریف لے گئے۔ یوں تو قلعہ کو مرہٹوں سے خالی کرا لیا گیا تھا مگر دو مسلح مرہٹے قلعہ کے ایک حصے میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ جیسے ہی نظام علی خاں قلعہ کے اوپری حصہ پر پہنچے تو اُن میں سے ایک مرہٹے نے قرابین سے (قرابین ایک کھلے منہ کی بندوق ہوتی ہے جس میں بارود بھرنے کے بعد سیسے کی گولیاں ڈال کر کپڑے سے مضبوط کر لیا جاتا ہے) فائر کر دیا مگر جیسے ہی فائر کی آواز سنی تو تیغ جنگ سینہ سپر ہو کر نواب نظام علی خاں کے سامنے آ گئے

Marfat.com

اور قرابین کی گولیاں تیغ جنگ بہادر کے کندھوں اور سینے میں پیوست ہوگئیں۔ اسی زخمی حالت میں تیغ جنگ نے اپنی تلوار سے دونوں مرہٹوں کے سر قلم کر دیئے۔ قلعہ سے اترنے کے بعد نواب نظام علی خاں تیغ جنگ کے علاج کے لئے پونا میں رک گئے۔ شاہی جراح نے تیغ جنگ کے جسم سے گولیاں نکال لیں، اور تیغ جنگ کے زخموں کے مندمل ہونے تک نواب نظام علی خاں پونا ہی میں مقیم رہے۔ تیغ جنگ بڑے مضبوط جسم اور صحت کے انسان تھے وہ جلد صحت یاب ہوگئے مگر انہی زخموں کی وجہ سے تیغ جنگ کو سل کا عارضہ لاحق ہوگیا، تیغ جنگ کو اس کا اندازہ ہوگیا کہ اُن کا یہ مرض اُن کی موت کا پیغام ہے تو وہ اپنے جدّ اعلیٰ بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے مزار پر پاکپٹن شریف چلے گئے کیوں کہ وہ چاہتے تھے کہ وہیں اُن کی موت واقع ہو، اور وہ پاکپٹن ہی میں دفن ہوں مگر ان کی قسمت میں وہاں دفن ہونا نہیں لکھا تھا۔ نواب نظام علی خاں کی طلب پر اُن کو حیدر آباد دکن واپس آنا پڑا، بالآخر ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ میں بعارضۂ سل پالکی کے سفر میں انتقال فرمایا اور ان کی میت کو بلاد حیدر آباد دکن لاکر حضرت برہنہ شاہ صاحب اولیاء کی درگاہ کے قریب دفن کیا۔

اس کے بعد سے اُمرائے پائگاہ کے تمام ارکان تیغ جنگ بہادر کے مزار کے متصل ہی دفن ہوتے رہے، اور یہ اُمرائے پائگاہ کا خاندانی مدفن قرار پایا۔ چنانچہ تینوں پائگاہوں کے ارکان انتقال کے بعد اسی قبرستان میں دفن کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ میری والدہ نواب بیگم صاحبہ مرحومہ اور میرے چھوٹے بھائی نواب وحید یار جنگ مرحوم بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔ اس قبرستان کا انتظام پائگاہ کے تفویض ہے۔ اور حفاظ قرآن منجانب پائگاہ مقرر ہیں۔ میں جب بھی حیدر آباد جاتا ہوں تو ایصال ثواب و فاتحہ کے لئے ضرور اپنے اس خاندانی قبرستان میں جاتا ہوں۔

اس مضمون میں تیغ جنگ بہادر کی اپنے آقا نواب نظام علی خاں سے وفاداری اور

Marfat.com

محبت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ تیغ جنگ بہادر نے شاہی خاندان سے رشتہ ازدواج قائم کرنے سے انکار کر دیا تھا، اور اپنی درباری حاضری سے مختصر مہلت پا کر اپنی والدہ کے اصرار پر اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی سے نکاح کر لیا اور نکاح کے فوراً بعد دلہن کو اپنے گھر میں چھوڑ کر نظام علی خاں کی پیشی میں حاضر ہو گئے۔ اس نکاح میں رسم کے طور پر تیغ جنگ کی انگلی میں ایک چاندی کی انگوٹھی پہنا دی گئی تھی۔ نظام علی خاں کی پیشی میں حاضر ہو کر چاندی کا مورچھل پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اُن کے ہاتھ میں حسب عادت تیغہ بھی تھا۔ انگوٹھی کے تیغہ سے رگڑ کھانے کی وجہ سے تیغ جنگ کی انگلی سے خون بہنے لگا۔ نظام علی خاں کے استفسار پر پتہ چلا کہ تیغ جنگ عقد کے بعد اپنی دلہن کو مکان پر چھوڑ آئے ہیں، چنانچہ نظام علی خاں نے اصرار کر کے ان کو فوراً اُن کے گھر واپس بھجوا دیا۔

ایک اور واقعہ یہ ہے کہ ایک فوجی مُہم کے دوران نواب نظام علی خاں سفر فرما رہے تھے ایک میدان میں نظام علی خاں کا شاہی خیمہ نصب تھا، اور حسب عادت تیغ جنگ بہادر کا خیمہ بھی شاہی خیمے کے متصل لگایا گیا تھا۔ تیغ جنگ اپنی فوجوں کے ساتھ ہمیشہ زمین پر بستر بچھا کر سویا کرتے تھے۔ اس سفر کے دوران ایک رات تیز بارش شروع ہو گئی۔ نظام علی خاں بھی جاگ گئے، اُنہوں نے جب خیمے کے باہر نظر ڈالی تو دیکھا کہ کوئی شخص باوجود اس شدید طوفان باد و باراں میں ان کے خیمے کے آگے ٹہل رہا ہے۔ نواب نظام علی خاں کے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ تیغ جنگ ہیں، چنانچہ نواب نظام علی خاں نے اپنے پہرہ داروں کے ذریعہ ایک پلنگ مع بستر کے تیغ جنگ کے خیمے میں بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ وہ اس پلنگ پر آرام کریں۔ کچھ دیر بعد جب بارش کچھ کم ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ تیغ جنگ سرکار کے عطا کردہ پلنگ کو سر پر اٹھا کر ٹہل رہے ہیں۔ نظام علی خاں یہ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کہ اِس کو مزید کچھ کہنا بے سود ہے، کیونکہ یہ اپنے بادشاہ کی وفاداری اور

Marfat.com

محبت میں نیم دیوانہ ہے۔ اور وہ اپنی یہ خو کبھی نہیں بدلے گا۔"

ان کے ذوقِ وفاداری کا اندازہ اس روایت سے کیا جاسکتا ہے جو پکٹوریل حیدرآباد کے مؤلف نے بیان کی ہے کہ تیغ جنگ بہادر نے اپنی زندگی میں نواب میر نظام علی خاں کے محل کی طرف پشت نہیں کی۔

"اس زمانے کا رواج تھا کہ بادشاہ وقت یعنی سربراہِ سلطنت آصفیہ اپنے اُمرا اور اعلیٰ عہدہ داروں کو بیش بہا جواہرات کے سراپا عطا فرمایا کرتے تھے اور اُن امرا و اعلیٰ عہدہ داروں کا یہ فرض تھا کہ اپنے بادشاہ کے سامنے یہ سراپے پہن کر حاضر ہوا کریں۔ چنانچہ اس کتاب میں تیغ جنگ کی جو تصویر شامل ہے اُس میں تیغ جنگ کو یہ سراپا بھی پہنے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

۱۲۰۵ھ میں جب تیغ جنگ کا انتقال ہوا تو اُن کا دستی تحریر کردہ وصیت نامہ ملا۔ جس میں انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو تاکید کی تھی کہ یہ سراپا نواب نظام علی خاں کا عطا کردہ ہے اسے شاہی خزانہ میں بحفاظت داخل کرادیا جائے۔ اور انہوں نے لکھا تھا کہ میری ذاتی ملکیت یہ تیغ جو میرے اجداد کی نشانی ہے وہ میری اولاد کو دے دی جائے اس کے علاوہ دو اور چیزیں میری ملکیت ہیں جن میں سے ایک تو جانماز اور دوسرا مٹی کا پیالہ جس میں کھانا کھاتا ہوں یہی میں چھوڑ رہا ہوں۔ ان کی میت کو جب غسل دیا جانے لگا تو ان کے بازو پر ایک تعویذ بھی بندھا ہوا ملا جس کو کھول کر دیکھنے کے بعد اُس میں سے گلاب کی چند پتیاں اور تیغ جنگ کے ہاتھ کی تحریر نکلی جس میں لکھا تھا کہ ایک بار سرکار نے یعنی نواب نظام علی خاں نے ایک گلاب کا پھول اپنے دست مبارک سے عنایت فرمایا تھا جس کو میں نے تعویذ کی شکل میں محفوظ کرلیا ہے۔ میرے مرنے کے بعد یہ تعویذ بھی میرے ساتھ دفن کردیا جائے۔"

ان واقعات سے ان کی پختہ سیرت، نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی سے ان کی عقیدت، محبت اور ان کے ذوقِ وفاداری کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

**نواب محمد ابوالفخر فخرالدین خان** امام جنگ ثابت، خورشید الدولہ، خورشید الملک
شمس الدولہ ثانی، شمس الملک ثانی، شمس الامرا بہادر ثانی امیر کبیر اول

Marfat.com

# نواب محمد فخرالدین خاں شمس الامراثانی

نواب ابوالفتح خاں تیغ جنگ بہادر کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے نواب محمد فخرالدین خاں تھے۔ ان کی پیدائش ۱۵ رمضان ۱۱۹۵ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۷۸۱ء کو حیدرآباد میں ہوئی تھی۔ نواب نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی ابوالفتح خاں کی وفاداریوں اور ان کی خدمات سے اس درجہ خوش تھے کہ انھوں نے فخرالدین کو اعلیٰ تعلیم و تربیت کی غرض سے شاہی محل میں داخل کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کی تعلیم و تربیت شہزادوں کی طرح ہوئی، اور ان کے علم و فکر اور سیرت و اخلاق کی اعلیٰ صلاحیتیں بہت جلد اجاگر ہو کر جلا پا گئیں۔ نواب نظام علی خاں ان سے بہت محبت کرتے تھے، اور یہ اسی بات کا نتیجہ تھا کہ ابھی فخرالدین خاں کی عمر چار سال سے کچھ ہی زیادہ ہوئی تھی کہ ۱۱۹۹ھ میں جب کہ ان کے والد بھی حیات تھے، بہادری، جنگی، دولائی، ملکی اور بہاؤالدین خاں کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد وہ امام جنگ، خورشید الدولہ، خورشید الملک کے خطاب اور جاگیرات سے مفتخر ہوئے۔ ان کے تمام خطابات اور اعزازات کی تفصیل جو انہیں آصف جاہی دربار سے عطا ہوئے تھے، اس طرح ہے:

"شمس الدولہ، شمس الملک، شمس الامراء، ابوالخیر خاں بہادر، ۱۰ ہزاری منصب۔ ۱۰ ہزار سوار ماہی مراتب، علم و نقارہ۔ پالکی جھالر دار۔ عماری و ہری جھالر دار۔ مور چھل۔ جواہرات مع تمامی محالات جس کا کل محاصل چالیس لاکھ تھا۔"

Marfat.com

اور مؤلف یادگار سلور حویلی کے بقول "اکثر سواری عماری میں آصف جاہ ثانی کی خواصی میں اعظم الامرا کے برابر نشست فرماتے تھے۔

مؤلف بستان آصفیہ نے ان کے مزید اعزازات و مناصب اور جاگیرات کی یہ تفصیل بھی دی ہے۔

"۴ ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ کو نواب محمد فخرالدین خاں بہادر خدمت مدارالمہامی پر سرفراز کیے گئے۔ لیکن ۱۰ رمضان سنہ مذکور کو علیحدہ ہو گئے۔ ۲۷ صفر ۱۲۷۴ھ روز شنبہ کو نصرت جنگ تے تعلقہ الند۔ گنجوٹی۔ اور لوہارا۔ وغیرہ اُن کے حوالہ کیا اور ۱۱ ربیع الاول ۱۲۷۴ھ کو گزاشت نارا ین کھیڑہ اور حسن آباد کی عنایت ہوئی۔ ۱۱ ذیقعدہ ۱۲۷۶ھ کو تعلقہ کھڑکہ اور بارہ بلی کی گزاشت اور ایک روز کے بعد ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۱۱ھ کو چند قطعات گزاشت باغات حضوری مرحمت ہوئے۔ اور ان کے ایماء سے الند۔ اور گنجوٹی نواب اقتدار الملک بہادر کو اور لوہارا نواب تیغ جنگ بہادر کو دیئے گئے۔

اس سے ٹھیک دو سال کے بعد ۱۳ ذیقعدہ ۱۲۱۳ھ کو باغ قدسیہ محل واگزاشت ہوا۔"

اس تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ نظام علی خاں نے انھیں بے شمار انعامات و اکرامات سے نوازا۔ ان کے والد کے تمام خطابات و اعزازات عطا کر دیے۔ ان کے علاوہ "امیر کبیر" کے ایک مزید خطاب سے بھی سرفراز فرمایا۔ ان کی جاگیروں کے رقبہ میں بھی بیش از بیش اضافہ کیا، اور اپنی بیٹی کی شادی بھی ان کے ساتھ کر دی۔ امرائے پائیگاہ میں وہ پہلے شخص تھے جن کی شادی آصف جاہی شاہی خاندان میں ہوئی۔ آگے چل کر وہ ریاست حیدر آباد دکن کے وزیر اعظم بھی بنائے گئے۔ نواب حسن یار جنگ اپنے ایک نوشتہ میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

"نواب فخرالدین خاں کے دور میں پائیگاہی جاگیروں کے انتظام میں بعض تبدیلیاں کی گئیں۔ ابتدا میں فوج کے اخراجات کے لئے سالانہ آٹھ لاکھ روپے سے زیادہ کی جاگیر بھی ابوالفتح خاں کے زیر انتظام تھی لیکن ابوالفتح خاں کے انتقال کے بعد ۱۲۰۵ھ کے انتظام کے تحت فوج کے اخراجات کے لئے مخصوص علاقہ الگ کر لیا گیا۔ اگرچہ اس کے بعد فوج کے متعلق کوئی ذمہ داری امرائے پائیگاہ پر عاید نہیں ہوتی تھی لیکن اس خیال سے کہ فوج بھی ان کی قدر و منزلت (پائیگاہ) و لازمہ ہے، فوج رکھی تاکہ بوقت ضرورت وہ خود اس فوج کے ساتھ بادشاہ کی جاں نثاری میں کام آئیں۔"

جن اسناد کے تحت یہ جاگیرات مختلف اوقات میں امرائے پائیگاہ کو عطا کی گئیں تھیں۔ ان کے چند اقتباسات قارئین کے لئے ضرور دلچسپی کا باعث ہوں گے:

ان اسناد کے مطالعے سے ان تبدیلیوں کا علم بھی ہو جاتا ہے جو وقتاً فوقتاً کی گئیں۔

۱۔ پروانہ مورخہ ۲۹ صفر ۱۱۹۸ھ کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو علاقہ پہلے سے بعہدہ محمد فخرالدین خاں (ابوالخیر خاں اول) شمشیر بہادر امام جنگ مقرر تھا وہ ان کے فرزند شمس الملک بہادر (نواب محمد ابوالفتح خاں ابوالخیر خاں ثانی) کے نام درعوض اخراجات پائیگاہ اور درعوض تنخواہ مقرر کیا گیا۔ یعنی ۲۴ لاکھ ۵۵ ہزار ۷ سو ۶۱ روپے ۳ آنے ۳ پائی کا علاقہ ان کے کارخانہ امارت پائیگاہ کے اخراجات کے لئے اور ۹ لاکھ ۱۹ ہزار ایک سو ۴۶ روپے ایک آنہ تنخواہ رسالہ کے لئے جملہ ۳۳ لاکھ ۷۴ ہزار، نوسو ۷ روپے ۴ آنے ۳ پائی جمع کامل کا علاقہ مقرر و مفوض کیا گیا۔

۲۔ پروانہ مورخہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ ابوالخیر خاں

ثانی (نواب ابوالفتح خاں) کی رحلت کے بعد ۲۹ لاکھ، ۸۹ ہزار، ۵ سو، ۵۵ روپے، ۱۵ آنے، ۳ پائی جمع کامل کا علاقہ اور ۳ لاکھ، ۵۰ ہزار، ۶ سو ۱۷ روپے ۱۳ آنے ۹ پائی کسرات عام کی رقم جملہ ۳۳ لاکھ، ۴۰ ہزار ایک سو ۷۲ روپے ۱۳ آنے بدستور سابق خورشید الملک خورشید الدولہ غلام بہاؤالدین خاں بہادر امام جنگ (نواب محمد فخرالدین خاں) کے نام پر بحال اور برقرار رکھا گیا۔

۳۔ سند مورخہ ۴ شوال ۱۲۵۳ھ کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت غفران منزل نے براہ عنایت ۲۳ لاکھ، ۳۱ ہزار، ۶ سو ۸۴ روپے ۶ آنے جمع کامل کا علاقہ بہمہ ابواب بعنوان جاگیرات پائیگاہ بطریق علی الدوام وبحقوق اولاد واحفاد ونسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن بمعافی چوتھ ومواخذہ حساب و مطالبات وغیرہ امیر کبیر شمس الامراء و ان کے فرزندان عمدۃ الدولہ وغیرہ کو بنظر حقوق موروثی واعزاز خاندانی مرحمت فرمایا۔

اس سند پر اور شمس الامرا کی عرضی مورخہ ۱۱ رمضان ۱۲۵۲ھ پر جس کی بنیاد پر سند مذکور مرحمت ہوئی ہے۔ غور کرنے اور مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شمس الامرا نے ۳۱ لاکھ، ۳۱ ہزار ۶ سو ۴۶ روپے ۳ آنے ۶ پائی کا علاقہ بطریق علی الدوام مرحمت ہونے کے لیے عرضی دی تھی مگر سند کی ذیلی تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوس میں سے ۹ لاکھ، ۹۹ ہزار ایک سو ۶۲ روپے ۱۳ آنے ۶ پائی کا علاقہ بابتہ گزاشت پرگنہ ومیگلور وغیرہ جو بطریق امانی سرکار میں سپرد ہوا تھا منہا کر کے بقیہ ۲۱ لاکھ ۳۲ ہزار ۵ سو ۷۴ روپے ۶ آنے جمع کامل کا علاقہ بحال اور برقرار رکھا گیا ہے۔

پائیگاہ کی جاگیرات کے متعلق یہ آخری سند تھی۔ اس کے بعد کوئی ایسی سند یا حکم نامہ جاری

Marfat.com

نہیں کیا گیا جس سے ۴ شوال ۱۲۵۳ھ کی جاری کردہ آخری سند کی حیثیت متاثر ہوتی۔ ناصرالدولہ کے بعد آخر تک ان کے تمام جانشینوں نے اس کا احترام کیا گیا اور جاگیرات پائیگاہ کی حیثیت برقرار رکھی، امرائے پائیگاہ نے ان جاگیرات کی ترقی میں حصّہ لیا، اور اپنے حسن انتظام کی بدولت محاصل سلطنت اور ذرائع آمدنی میں خاطرخواہ اضافہ کیا۔

حیدرآباد دکن کے خلاف ہندوستان کے پولیس ایکشن کے وقت تک یہ پائیگاہی جاگیرات موجود تھیں جو شمس الامراء ثانی کے بیٹوں کے وقت سے تین حصوں میں تقسیم ہو چکی تھیں اور آسمان جاہی پائیگاہ، خورشید جاہی پائیگاہ اور وقارالامرائی پائیگاہ کے نام سے مشہور تھیں۔ ان تینوں جاگیروں کی آمدنی ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک کروڑ روپے سالانہ تھی۔

نواب محمد فخرالدین خان بہادر کو عمارات بنانے کا بھی شوق تھا۔ انھوں نے بہت سی عمارتیں بنوائیں۔ ان ہی میں سے " باغ جہاں نما " بھی ہے، جس کی تعمیر ۱۲۴۸ھ میں شروع ہوئی، اور محل سرا، دیوان خانہ، مبارک محل، کمان جو شمس الامرا کی کمان مشہور ہے۔ آئینہ خانہ۔ آبدار خانہ۔ نصف محیط وغیرہ وغیرہ عمارتیں تیار ہوئیں۔ انھوں نے سوائے باغ جہاں نما کے اور کل نواب محمد رشیدالدین خاں بہادر کے رہنے کے لئے مرحمت فرمایا ۱۲۳۰ھ میں مسجد بازار شمس الامرا، سروِ محل، کمان، بارہ دری خرد جس میں پھسل بنڈہ واقع ہے، تعمیر ہوئیں۔

نواب فخرالدین خاں شمس الامراء ثانی نہایت ہی قابل، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تہذیبی اور علمی شخصیت تھے۔ انھیں انجینرنگ، ریاضی، جغرافیہ، علم ہیئت اور دوسرے علوم و فنون سے بہت دلچسپی تھی، اور مذکورۃ الصدر علوم میں تو انھیں بڑا عبور حاصل تھا جس کا ثبوت خود ان کی اپنی تالیفات اور تراجم ہیں۔ وہ مطالعے کے بہت شوقین تھے اور بہت اعلےٰ درجے کی ان کی لائبریری تھی جس میں لاتعداد کتابیں عربی، انگریزی وغیرہ سے ترجمہ شدہ

Marfat.com

تھیں۔ مختلف موضوعات پر تقریباً ایک درجن کتابیں ان کے اپنے قلم سے تھیں۔ حیدر آباد میں سب سے پہلا ہائی اسکول "مدرسہ فخریہ" کے نام سے ان کی یادگار تھا جہاں شروع سے آخر تک تعلیم مفت دی جاتی تھی اور اس کے تمام اخراجات حضرت شمس الامرا خود اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔ حیدر آباد دکن میں سب سے پہلا مطبع (چھاپہ خانہ) ان ہی کے ایثار اور ذوق ترویج علم کا رہین منت تھا۔ دکن میں سب سے پہلی رصد گاہ بھی ان ہی نے تعمیر کرائی تھی۔ جس میں بڑی بڑی دوربینیں تھیں اور اس وقت کے جدید ترین سائنسی آلات یورپ سے منگوا کر نصب کروائے تھے۔ انہوں نے غرباء کے بچوں کی مفت تعلیم کے لئے اپنی ڈیوڑھی میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔ غرضیکہ انہوں نے اشاعت تعلیم اور ترویج علوم وفنون کی قابل قدر اور عظیم الشان خدمات انجام دیں۔ پروفیسر حمید الدین شاہد ان کے بارے میں اپنی کتاب "اردو میں سائنسی ادب" میں لکھتے ہیں:

> "فخر الدین خاں شمس الامراء ثانی پائیگاہ کے سربراہ تھے۔ ترقی تعلیم سے آپ کو بڑی دلچسپی تھی۔ مغربی علوم وفنون خصوصاً سائنس اور ریاضی کی کتابیں اردو میں ترجمہ کرا کے شائع کیں اور ان کی تدریس کا انتظام کیا۔ اردو زبان میں مغربی علوم کی کتابوں کا ترجمہ کرنے کی یہ سب سے پہلی منظم کوشش تھی۔ دہلی کالج اور سائنٹی فک سوسائٹی علی گڑھ کی تحریکیں اس کے بعد کی ہیں۔"

انہوں نے اہل علم کی ایک جماعت اپنے گرد جمع کر لی تھی جو ان کی ہدایت کے مطابق تالیف وترجمہ کے کاموں میں مصروف رہتی تھی۔ پروفیسر حمید الدین شاہد ان کے ذوق و خدمات کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

> "شمس الامراء نے حکمت، ہندسہ، ریاضی وغیرہ میں سب سے پہلے اردو میں کتابیں لکھوائیں اور خود بھی تصنیف کیں۔ چونکہ نواب موصوف کو علم ریاضی و ہیئت سے خاص شغف تھا اس لیے زیادہ تر ان ہی علوم سے متعلق کتابیں

Marfat.com

فرانسیسی اور انگریزی زبانوں سے ترجمہ کر کے اپنے سنگی چھاپے خانے میں چھپوائیں "۔

ان کے ذوق و خدمات علمی کے باب میں بستانِ آصفیہ کے مؤلف لکھتے ہیں :

"انہیں علمی معاملات سے بیحد دلچسپی تھی ۔ ریاضی کو خاص طور سے پسند فرماتے تھے ۔ تراجم اور تصنیف کے ذریعہ سے انہوں نے حیدر آباد کے علمی ذخیرہ میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے ۔ ان کتابوں میں شمس الہندسہ ۔ ستہ شمسیہ منتخب البصر وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ اول الذکر کتاب موسیو کلارک کی فرانسیسی کتاب کا ترجمہ ہے ۔ اس میں انگریزی کے بعض اعلیٰ تصانیف سے مدد لے کر نہایت مفید حواشی بھی اضافہ کیے گئے ہیں ۔ یہ کتاب مرتب ہونے کے بعد علماء اور طلباء کے طبقہ میں مفت تقسیم کی گئی ۔ ستہ شمسیہ میں ۔ علم جر ثقیل ۔ علم ہیئت ۔ علم آب ۔ علم ہوا ۔ علم مقناطیس ۔ علم برق اور علم انظائر شامل ہیں "۔

شمس الامراء کی ان کوششوں کی بدولت اردو ادب کی تاریخ میں سائنسی ادب کی تحریک شروع ہوئی ۔ عوام میں سائنسی شعور پیدا ہوا ۔ انہوں نے ریاست کے عوام کی تعلیمی پس ماندگی کو دور کرنے اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے بھی انتھک کوشش کی ۔

شمس الامراء ایک علمی اور تعلیمی و تہذیبی شخصیت کے علاوہ مدبر اور سیاس بھی تھے ۔ وہ نظام کے خصوصی سیاسی مشیر بھی تھے ، اور انھوں نے اپنی اس ذمہ داری کو بہت خوبی کے ساتھ نبھایا ۔

ان کی سیرت کا ایک اور پہلو بھی ہے جس کی طرف بستان آصفیہ کے مولف نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے :

"گورنمنٹ نظام اور گورنمنٹ انگریزی میں ان کی سیاست اور جہاں نثاری کا غلبہ

Marfat.com

کرلی گئی ہے۔ ہندوستان کے مشہور غدر میں انہوں نے گورنمنٹ انگریزی کا ساتھ دیا۔ جس کے صلے میں انھیں ۲۰ ہزار کے تحائف سرکار انگریزی سے مرحمت ہوئے۔"

نواب فخرالدین خاں ایک نہایت کامیاب علمی وعملی زندگی گزارتے کے بعد ۱۹ر شوال ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۰ر اپریل ۱۸۶۲ء کو جب کہ ان کی عمر ۸۵ سال کی ہو چکی تھی حیدرآباد میں انتقال فرما گئے۔ ان کی قبر برہنہ شاہ کی درگاہ میں ہے۔

ان کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ پہلی شادی ۱۲۰۷ھ میں ان کے اپنے خاندان میں امیرالنساء بیگم سے ہوئی تھی۔ ان کی دوسری شادی ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء میں نواب میر نظام علی خاں کی صاحبزادی شہزادی بشیرالنساء بیگم سے ہوئی تھی۔ خاندان آصفیہ کے ساتھ نواب ابوالخیر خاں کے خاندان کا یہ پہلا رشتہ تھا۔ نواب فخرالدین خاں کے پس ماندگان میں پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ شہزادی کے بطن سے بیٹوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نواب محمد فریدالدین خاں بہادر۔ ان کی ولادت ۱۲۱۷ھ میں ہوئی تھی۔ ۱۲۳۱ھ میں جب کہ ان کی عمر صرف چودہ سال کی تھی انتقال کیا۔

۲۔ نواب محمد رفیع الدین خاں بہادر۔ نامور جنگ۔ عمدۃ الدولہ۔ عمدۃ الملک شمس الامرا ثالث امیر کبیر ثانی۔ ان کی ولادت ۱۱ر شوال ۱۲۲۰ھ کو ہوئی تھی اور وفات کا سانحہ ۱۱ر ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو پیش آیا۔

۳۔ نواب محمد سلطان الدین خاں بہادر۔ سیف جنگ۔ محتشم الدولہ۔ بشیرالملک۔ آں موصوف ۲۱ر رمضان ۱۲۲۹ھ کو پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲۴۶ھ میں ان کی شادی نواب سکندر جاہ بہادر کی صاحبزادی شہزادی سلطان النساء بیگم سے ہوئی تھی۔ ان سے ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، لیکن دوسری بیوی کے بطن سے وزیرالدین خاں اور مظہرالدین خاں ان کے دو صاحبزادے تھے۔ نواب سلطان الدین خاں نے ۱۵ر ذیقعدہ ۱۲۶۱ھ

Marfat.com

مطابق ۱۵ر نومبر ۱۸۴۵ء کو انتقال کیا۔

۱۔ نواب وزیر الدین خان بہادر محتشم الدولہ جو ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے اور ۲۲ر جمادی الثانی ۱۲۸۲ھ کو قلعہ محمد نگر (بیدر) میں ایک مارواڑی کے قتل کے الزام میں نظر بند کیے گئے، اور نواب افضل الدولہ مغفرت مکان کے حکم سے ۴ر ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ کو نواب رفیع الدولہ انہیں بیدر سے بلدہ حیدرآباد لے آئے۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ۱۷ر ربیع الاول ۱۲۹۷ھ کو ان کا انتقال ہو گیا۔

۲۔ نواب محمد مظہر الدین خان بہادر۔ رفعت جنگ۔ بشیر الدولہ۔ سر آسمان جاہ بہادر۔ ان کے مفصل حالات مستقل طور پر آئندہ صفحات میں آئیں گے۔

۳۔ نواب محمد بدر الدین خان بہادر۔ رفعت جنگ۔ معظم الدولہ۔ معظم الملک۔ ان کی ولادت ۲۵ر صفر ۱۲۲۰ھ کو ہوئی۔ ۲۲ر ذی الحجہ ۱۲۴۹ھ کو نواب حیدر الدولہ کی صاحبزادی سے ان کا عقد ہوا۔ عین شباب میں ۳۰ر شعبان ۱۲۶۹ھ بروز چہار شنبہ انتقال ہوا۔

۴۔ نواب محمد رشید الدین خان بہادر۔ بہادر جنگ۔ اقتدار الدولہ۔ اقتدار الملک۔ امیر کبیر ثالث۔ شمس الامراء رابع وقار الامراء۔ ان کا تذکرہ مستقل حیثیت میں آئندہ صفحات میں آرہا ہے۔

Marfat.com

# شمس الامراء کی علمی خدمات

شمس الامراء کے علمی کارناموں پر روشنی ڈالنے سے پہلے اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ خاندان پائیگاہ آصف جاہی امراء میں ہر لحاظ سے ممتاز رہا ہے۔ جاگیرات و مناصب کے علاوہ شاہی خاندان کی لڑکیاں اس خاندان کے امراء سے بیاہی گئیں۔ اکثر افراد سپہ سالاری کے علاوہ وزارت کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ اور خطابات و دیگر مراحم شاہی سے سرفراز ہوئے۔ چنانچہ اس خاندان کے کئی امراء کو شمس الامراء کا خطاب ملا۔

امیر کبیر نواب محمد فخرالدین خاں شمس الامرائے ثانی ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۲۷۹ھ میں انتقال کیا۔ یہ سب سے پہلے امیر پائیگاہ ہیں جن کی علم دوستی، علم پروری اور اردو نوازی آج تک مشہور ہے۔ وہ اپنے ذوق علم وفضل میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے انھوں نے اپنے اطراف علماء کا ایک گروہ جمع کر لیا تھا جو تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے۔ اس عہد کے ایک مشہور مصنف خواجہ غلام حسین خاں المخاطب بہ خان زماں نے اپنی تاریخ "گلزار آصفیہ" میں ان کے علم وفضل اور علمی دلچسپیوں کے متعلق لکھا ہے۔

"آن سرخیل امرائے نامدار امیریست صاحب شان و شوکت و شکوہ ...... صاحب تصانیفِ علومِ حکمت علی الخصوص در علم ریاضی کہ عبارت از ہندسہ و ہیئت باشد و نیز در علم جرّ ثقیل رسائل ہائے عمدہ تصنیف فرمودہ "ستہ شمسیہ" کہ مشہور آفاق اند در نفس الامر علم ریاضی راآں قدر سہل و آساں تر نمود کہ خلقے دراندک توجہ و شوق بحصول مقاصد و

Marfat.com

مطالب بلند و مآب دل پسند ارجمندی رسد۔ اگر بو علی سینا زندہ می بود داد ایں تحریر دل فزا می داد و نیز در علم حساب رسالۂ خلاصہ بہ تحریر تصنیف آورد کہ آں علم لطیف خلاصہ تر شدہ بہ فہم و ادراک ہر ذی فہم می آید۔ اگر شیخ بہاؤ الدین عاملی می دید بصد دل و جان بہ ثنائے بے پایاں لب انصاف می کشاد۔[1]

یہی وہ شمس الامراء ہیں جنہوں نے حکمت، ہندسہ، ریاضی وغیرہ میں سب سے پہلی دفعہ اُردو میں کتابیں لکھوائیں اور خود تصنیف کیں۔ چونکہ نواب موصوف کو علوم ریاضی وہیئت سے خاص شغف تھا۔ اس لئے زیادہ تر ان ہی علوم سے متعلق کتابیں فرانسیسی اور انگریزی زبانوں سے ترجمے کرا کے اپنے سنگی چھاپے خانہ میں چھپوائیں۔

یہی نہیں، بلکہ ذاتی تحقیق اور تلاش کے لئے انہوں نے ایک رصدگاہ جہاں نما تعمیر کرائی تھی۔ اِس مقالہ کی تیاری کے سِلسلے میں ہمیں حسب ذیل کتابوں کا پتہ چلا جو ان کی زیر پرستی لکھائی گئیں۔

(۱) ترجمہ شرح چغمنی قلمی کتاب قریب ——— ۱۲۵۰ھ

(۲) اصول علم حساب مطبوعہ ——— ۱۲۵۲ھ

(۳) رسالۂ مختصر جر ثقیل

(۴) رسالۂ کسورات اعشاریہ مطبوعہ ——— ۱۲۵۴ھ

(۵) علم جر ثقیل (دستہ شمسیہ جلد اول) مطبوعہ ——— ۱۹۴۰ء

(۶) علم ہیئت ( " دوم) " ——— "

(۷) علم آب ( " سوم) " ——— "

(۸) علم ہوا ( " چہارم) " ——— "

(۹) علم مناظر ( " پنجم) " ——— "

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۰۶

Marfat.com

(۱۰) علم برقک (ستہ شمسیہ ششم) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ
(۱۱) رسالہ علم و اعمال کرنے کے بیان میں مطبوعہ ۱۲۵۷ھ
(۱۲) منتخب البصر (دور نما) " ۱۲۵۷ھ
(۱۳) کمسٹری کا مختصر رسالہ ۱۲۵۹ھ
(۱۴) رسالہ مفتاح الافلاک " ۱۲۶۰ھ
(۱۵) رسالہ کیمسٹری " ۱۲۶۱ھ
(۱۶) خلاصۃ الادویہ " ۱۲۶۲ھ
(۱۷) نافع الامراض " ۱۲۶۲ھ
(۱۸) ترکیب ادویہ " ۱۲۶۲ھ
(۱۹) رسالہ حیوانات مطلق " ۱۲۶۴ھ
(۲۰) مرقع تصویرات حیوانات " ۱۲۶۶ھ

نواب فخر الدین خاں نے خود بھی کئی کتابیں لکھیں مگر ان کی اردو کتابوں کے متعلق یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ان ہی کی ہیں۔ اس لئے کہ دیباچہ میں بجائے اپنے نام کے صرف یہ لکھ دیا "مصنف اس کتاب کا یہ کہتا ہے" البتہ فارسی کتابوں میں اپنے نام کی صراحت کر دی ہے۔ مثلاً کتاب "شمس الہندسہ" مطبوعہ ۱۲۴۱ھ کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

"می گوید مولف ایں رسالہ محمد فخر الدین خاں المخاطب بہ شمس الامراء...
.. کہ کتاب اقلیدس" اگرچہ حاوی جمیع اصول ہندسیہ است از
دقت براہین و تطویل و دلائلش بتدی را بہرہ وافی .... نمی داد...
نسخہ خوب از تالیفات موسی کلامک کہ در زبان فرانسیسی .... بود
... دیدم کہ در آں کتاب اعمال و اصول و اشکال .... قریب الفہم کہ

Marfat.com

از آں کارہائے اعمال بہ آسانی می بر آیند مرقوم اند۔۔لہذا آں کتاب را از زبان فرانسیسی بر زبان فارسی مرقوم نمودہ شد تا در روزگار موجب یادگار باشد؟

مذکورۂ بالا عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ نواب صاحب خود بھی مصنف تھے اور فرانسیسی زبان پر کافی عبور تھا ۔ فارسی میں ایک سے زیادہ کتابیں لکھیں اور ضرور ہے کہ یہ اُردو کتابیں بھی ان ہی کے تصنیفات ہوں ۔

اِن کے فرزند محمد رفیع الدین خاں عمدۃ الملک شمس الامراء ثالث سنہ ١٢٢٠ھ میں پیدا ہوئے ۔ اور ١٢٩٤ھ میں انتقال کیا ۔ ذوق علم وفضل اور شوق تصنیف و تالیف اپنے والد سے ورثہ میں ملا تھا ۔ چنانچہ مطبع شمس الامراء میں جو کتابیں چھپیں وہ زیادہ تر ان ہی کی فرمائش اور دلچسپی کی وجہ سے لکھی گئی تھیں ، بعض کتابوں میں صراحت کر دی گئی ہے کہ صاحبزادہ نواب محمد رفیع الدین خاں عمدۃ الملک بہادر کی فرمائش پر لکھی گئیں

شمس الامراء ثانی نے اپنی فارسی کتاب ” شمس الہندسہ “ میں اپنے فرزند کی نکالی ہوئی شکلوں کو بھی جگہ دی اور اس کے دیباچہ میں اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :

” چند اشکال مستخرجہ برخوردار محمد رفیع الدین خاں در آخر مقالہائے متعلقہ آنہا بہ تفصیل مرقوم ساختہ “

انہوں نے زیادہ تر علم ہندسہ اور علم حساب پر اُردو میں کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے تمام ہندوستان میں مشہور ہوگئے ، اردو زبان میں اول اول سائنسی موضوعوں پر تصنیف و تالیف کرنے اور دوسروں سے لکھوانے کی وجہ سے عہد حاضر میں نواب رفیع الدین خاں کی شخصیت کو بڑی اہمیت حاصل ہوگئی ہے ۔ انہوں نے علوم وفنون کو اردو میں منتقل کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ۔ اُن کی چند کتابوں کے نام جو ہمیں معلوم ہوسکے ہو یہاں درج کئے جاتے ہیں ۔

Marfat.com

(۱) رسالہ علم ہندسہ مطبوعہ ———— ۱۲۵۱ھ

(۲) رفیع الحساب مطبوعہ ———— ۱۲۵۲ھ

(۳) تکملہ رفیع الحساب مطبوعہ ———— ۱۲۵۴ھ

(۴) رفیع البصر مطبوعہ ———— ۱۲۵۷ھ

(۵) رفیع الصنعت مطبوعہ ———— ۱۲۶۹ھ

(۶) رفیع التراکیب مطبوعہ ———— ۱۲۸۴ھ

(۷) تختۂ گردان مطبوعہ ———— ۱۲۹۲ھ

ان مطبوعہ کتابوں کے علاوہ ان کی کئی قلمی کتابیں بھی ان کے خاندانی کتب خانہ میں موجود ہیں جو اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئیں۔

شمس الامراء کے تیسرے فرزند نواب محمد بدرالدین خاں بہادر معظم الملک تمیز تھے جو عنفوان شباب ہی میں انتقال کر گئے۔ ان کے متعلق گلزار آصفیہ کا مصنف لکھتا ہے۔

"اگر فضائل علمی از حکمت و ریاضی وغیرہ بہ ارقام آرد دفتر بے پایاں باید"[۱]

انہیں شعر و شاعری کا بھی بہت اچھا ذوق تھا۔ اپنی یادگار میں ایک دیوان چھوڑا ہے۔ باوجود تلاش کے آپ کی کسی حکیماتی کتاب کا پتہ نہ چل سکا۔ البتہ ایک قلمی اردو نسخہ انوار بدریہ[۲] دستیاب ہوا جو نواب بدرالدین خاں کی فرمائش پر کسی کتاب سے ترجمہ کیا گیا تھا۔ شاید ان کی جواں مرگی کی وجہ سے یہ رسالہ چھپ نہ سکا۔ اس میں اقلیدس کی نسبتوں کے متعلق کافی معلومات درج ہیں۔

یہ رسالہ شاہ علی ساکن قلعہ ادھونی کا تصنیف کردہ ہے۔ جو ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے کتاب کے ختم پر سنہ کتابت درج ہے۔

"اختتام تحریر فی التاریخ بست و چہارم رمضان المبارک ۱۲۵۸ھ"

---

۱ گلزار آصفیہ صفحہ (۲۹۱) ۲ یہ نسخہ نواب ظہیر یار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

Marfat.com

کتاب کا آغاز مصنف کے حسب ذیل دیباچہ سے ہوتا ہے۔

"حسب فرمائش بدرالدین خان بہادر"

جاننا چاہیئے کہ وے نسبتیں جو اقلیدس میں مذکور ہیں اگرچہ اکثرت فوائد میں بہتر از شکل عروس ہیں لیکن معانی ہیں باوجود نزاکت ایسے قلیل الالفاظ کہ جن کا سمجھنا مبتدیوں کو بغایت دشوار بلکہ منتہیوں کو بھی، اس لئے ان کو اِس ذرۂ بے مقدار شاہ علی ساکن قلعۂ دھونی نے زبان ہندی میں بہ عبارت سلیس معہ امثلہ عددی ترجمہ کیا تو فوائد سے ان کے خاص و عام متمتع ہوں اور موسوم بانوار بدریہ کر کے بطریق تحفہ خدمت بابرکت میں نواب معلی القاب ثریا رفعت وگردوں قباب معظم الملک معظم الدولہ محمد بدرالدین خاں بہادر ابن مستطاب امیر کبیر شمس الامراء محمد فخرالدین خاں بہادر کی گزرانا۔" باللہ التوفیق وبہ نستعین"

چالیس سرخیوں کے تحت نسبتوں کی تعریفات معہ امثلہ درج ہیں چند سرخیاں یہ ہیں :

"تعریف مقادیر متجانسہ، تعریف نسبت عظمی، تعریف اعداد متناسبہ. وغیرہ وغیرہ۔

بعنوان، تعریف مقادیر متناسبہ" جو بحث بر صفحہ (۴ تا ۶) کی گئی ہے اس کا اختتام حسب ذیل عبارت پر ہوتا ہے۔

"اگر اول وثالث کو چار مرتبہ مضاعف کریں اور ثانی و رابع کو دو تو حاصل آٹھ اور بارہ اور آٹھ اور بارہ ہوں گے۔ پس جیسا اول ثانی سے ایک ربع کم ہوگا۔ ویسا ہی ثالث رابع سے وقس علی جمیع المراتب

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۶ | ۳ | ۴ | ۲ |
| ۱۲ | ۱۵ | ۸ | ۱ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۶ | ۳ | ۴ | ۲ |
| ۱۲ | ۱۲ | ۸ | ۸ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۶ | ۳ | ۴ | ۲ |
| ۱۲ | ۹ | ۸ | ۶ |

Marfat.com

اس کتاب میں جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ قدیم اردو ہے۔ عربی الفاظ اور ترکیبیں جگہ جگہ ملتی ہیں۔

غرض شمس الامراء کے دور میں علم وفن کی جو بلند پایہ خدمات انجام پائیں وہ اپنی آپ نظیر ہیں۔ اُردو زبان کی تاریخ میں یہ دور بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ اس سے پہلے سائنس، ریاضی، ہیئت اور دیگر جدید علوم وفنون سے متعلق ایسی منظم کوشش کہیں نہیں کی گئی۔ باوجود تحقیق اور تلاش کے اس سے قبل کی کسی تصنیف یا ترجمہ کا حال معلوم نہ ہوسکا۔ شمس الامراء کے تراجم اردو میں سائنسی ادب کے اولین کارنامے ہیں۔ ان کی اہمیت اس وجہ سے بھی بہت زیادہ ہے کہ سب کے سب مستند اور اعلیٰ پایہ کے ہیں۔ تعجب ہے کہ یہ ترجمے حال حال تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کی شہرت حیدرآباد سے باہر بہت کم ہوئی۔ اور خود حیدرآباد میں موجودہ زمانہ کے علماء اور بالخصوص ریاضی دانوں اور سائنس دانوں میں بہت کم ایسے ہوں گے جو ان کتابوں سے پوری واقفیت رکھتے ہوں۔

نواب فخرالدین خاں شمس الامراء کا علمی شغف اس درجہ تھا کہ وہ حیدرآباد سے باہر کی علمی وادبی سرگرمیوں سے بھی واقف تھے۔ اور اس زمانہ میں جتنے اردو، فارسی، انگریزی اخبار چھپتے تھے وہ اِن سب کو منگواتے، اور اِن کے سالانہ فائل مجلد کراکر رکھتے تھے چنانچہ نواب ظہیر یار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں اِن میں سے اکثر کی جلدیں محفوظ ہیں۔

اِن کے مذاق کی اگر کوئی کتاب ہندوستان کے کسی گوشے میں بھی چھپتی تو وہ اس کے متعلق معلومات حاصل کرتے اور اپنی کتابوں کی ترتیب کے وقت ایسی جملہ کتابیں ان کے پیشِ نظر رہتیں۔ ان کو جدید ترین علوم وفنون سے گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ انہوں نے "ستہ شمسیہ" کے رسالوں کو انگریزی رسالوں سے جو لندن میں چھپے تھے منگواکر اُردو میں ترجمہ کردیا۔ اِس زمانہ میں شمالی ہند میں بھی اس قسم کی کوششیں کی گئیں لیکن تعجب ہے کہ وہاں کے علماء دکن کے

Marfat.com

ترجموں سے لاعلم رہے۔

شمس الامراء نے انگریزی اصطلاحات کے ترجمے کرا لیے تھے لیکن شمالی ہند کے ترجموں میں زیادہ تر انگریزی اصطلاحات ہی مستعمل تھیں مثلاً ابسٹڈ کا ترجمہ یہاں "گھٹا" کیا گیا، اور وہاں انگریزی اصطلاح ہی مستعمل رہی۔ اسی طرح کئی اصطلاحیں ہیں۔ جن کا یہاں ترجمہ ہوا، اور وہاں اصل اصطلاح ہی استعمال کی جاتی تھی۔

نواب شمس الامراء نے جو کتابیں شائع کیں ان کی زبان سادہ، سلیس اور عام فہم ہے برخلاف اس کے شمالی ہند کے ترجموں کی زبان اور انداز بیان اس قدر آسان اور عام فہم نہیں۔ شمال کی زبان پر عربی کا اثر زیادہ تھا۔ اس لئے وہاں کے مترجمین نے ہیڈروائٹکس اور اوپٹکس کا ترجمہ علی الترتیب علم الماء اور علم الانظار کیا اور دکن میں علم آب اور علم انظار کیا گیا تھا۔

اب ہم اس دور کی ان کتابوں پر جو ہمیں مختلف کتب خانوں سے دستیاب ہوئیں۔ تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اردو زبان میں علمی اور حکمیاتی کتابوں کی تصنیف و تالیف کا کام آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے شروع ہو چکا تھا۔

**ترجمہ شرح چغمنی** اوراق ۱۸۹۔ سطور ۱۰۔ تقطیع ۶×۸½۔ خط نستعلیق۔ عنوانات سرخی میں۔ متعدد رنگین نقشے بھی شامل ہیں۔ مؤلف شاہ علی۔ متوطن ادھونی۔ سنہ تصنیف قریب ۱۲۵۰ھ۔

علم ہیئت کی مشہور فارسی کتاب شرح چغمنی کا یہ ایک آزاد اردو ترجمہ ہے جس کو شاہ علی متوطن ادھونی نے نواب شمس الامراء کی سرپرستی میں ۱۲۵۰ھ کے قریبی زمانہ میں مرتب کیا۔ مترجم نے مشہور شرح چغمنی کو کہ جس کی عبارت کی دقت اور معانی کی نزاکت باریک بینان نازک خیال پر ظاہر و باہر ہے۔ زبان ہندی میں بہ عبارت سلیس وصاف ترجمہ کر کے اس اس مہرنیہ (شمس الامراء) کی رائے روشن سے مسائل اصل میں تقدیم و تاخیر کی اور سا۔

Marfat.com

ضعیف کی قوی سے تبدیل۔"

اس سے قبل مصنف نے مادری زبان میں تعلیم و تدریس کے فوائد بیان کئے ہیں۔وہ اس سلسلے میں لکھتا ہے :۔

"دانایان روزگار اور عاقلان تجربہ کار پر پوشیدہ نہیں کہ جس قوم میں زبان مروج سے جو فن تحریر و ترقیم پاتا ہے۔صاحب زبان نہایت آسانی کے ساتھ اس فن کا فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ بہ نسبت دوسری زبان کے مدت قلیل میں حاصل اور کامل ہوتا ہے۔کیوں کہ جو مدت وہاں معرفت الفاظ میں جاتی ہے یہاں وہ تحصیل معانی میں کام آتی ہے۔"

اس کے بعد نواب شمس الامراء کے مساعی کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے کس طرح ذاتی توجہ سے فنون ریاضی اور علوم طبیعی کو یوروپین زبانوں سے اُردو و فارسی میں منتقل کیا۔اور اس سلسلہ میں رغبت دلائی ہے کہ ہمیں بھی ان کے اس فیض کو عام کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

یہ نسخہ غالباً خود مصنف کا مکتوبہ ہے کیوں کہ اس میں جگہ جگہ حاشیہ پر اصلاحیں تشریحیں اور اضافے درج ہیں۔تعجب ہے کہ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ قلمی نسخہ زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا یا نہیں۔

یہ کتاب بالکل اسی تدریسی طرز پہ لکھی گئی ہے جو شمس الامراء کی دوسری مطبوعات کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔یعنی شاگرد کے سوالات اور اُستاد کے جوابات، درمیان میں نہایت اچھے رنگین نقشے بھی مضامین کی وضاحت کے لئے اتارے گئے ہیں۔عبارت کے نمونے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :۔

**آغاز :۔**

"سبحان اللہ کہ جس کی قدرت کا ذرا سا نمونہ یہ ہے کہ اجرام علویہ اور اجسام سفلیہ

Marfat.com

کو عدم سے وجود میں لایا اور ان کے فصل و انفصال سے انواع و اقسام کے مصنوع ایک سے ایک بہتر سطح زمین پر بنایا۔"

**اختتام :-**

"اِن کے نزدیک سال قمریہ اصطلاحیہ اور شمسیہ حقیقیہ میں تفاوت دس یوم گیارہ ساعت بارہ دقیقے ہے۔ اور موافق ثباتی دس یوم گیارہ ساعت کسرے کم یعنی ایک دقیقہ تین خمس دقائق ساعت سے اور موافق بطلیموس دس یوم گیارہ ساعت تین خمس خمس ساعت سے۔"

اس کے بعد حسب ذیل سرخیاں قائم کرکے فارسی عبارتیں لکھی گئی ہیں۔

(۱) "ترکیب بہ آوردن روز ماہ نو" (۲) حساب دانستن قمر کہ در کدام برج است" (۳) حساب قمر در عقرب۔"

یہ نسخہ ادارۂ ادبیات اردو کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

**اصول علم حساب** علم حساب کا ایک ابتدائی رسالہ ہے جو ۶ × ۸ ½ کی تقطیع پر ۸۱ صفحات میں شائع کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کے آخر میں اعداد لوگارتم کا ایک جدول ہے جو (۱۰۱) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کے سرورق پر حسب ذیل عبارت مندرج ہے۔

"اصول علم حساب ہندی زبان میں"

اہل فرنگ کے دستور پہ نوسکھوں کے لئے بیچ عہد نواب فلک جناب بندگان حضرت آصف جاہ نظام الملک نظام الدولہ فتح جنگ میر فرخندہ علی خان بہادر مدظلہ العالی کے بیچ سنگی چھاپہ خانی سرکار نواب امیر کبیر شمس الامراء بہادر کے شہر فرخندہ بنیاد حیدرآباد میں بیچ ۱۲۶۸ھ کے چھپا۔

ابتداء میں ایک فہرست درج کی گئی ہے جس کا عنوان "حساب کے اعمال کی فہرست ہندی زبان میں" رکھا گیا ہے۔ اس کے تحت (۳۷) سرخیاں درج ہیں جن سے اس رسالہ

Marfat.com

میں بحث کی گئی ہے۔

اس رسالہ کا ایک دوسرا ایڈیشن کتب خانہ جامعہ عثمانیہ سے دستیاب ہوا۔ جس کا نمبر (۵۱۱/الف) ہے۔ یہ رسالہ ۷×۴ کی تقطیع پر (۲) سال بعد یعنی ۱۸۵۷ء میں "کلکتہ اسکول بک سوسائٹی پریس" میں چھپا صفحات کی تعداد (۸۷) ہے۔ اس کے سرورق پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"اصول علم حساب اردو زبان میں اہل فرنگ کے دستور پر نوسکھوں کے لئے"

اس کے نیچے عبارت بالا کا انگریزی ترجمہ ہے۔ پہلے ایڈیشن کے سرورق پر "ہندی زبان میں" اور اس ایڈیشن کے سرورق پر "اردو زبان میں" درج ہے۔ نیز پہلے ایڈیشن میں فہرست سے پہلے "تنبیہہ" کی سرخی کے تحت حسب ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے :۔

تنبیہ

اس کتاب میں اختصار کے لئے کئی علامتیں مقرر کی گئیں تاکہ سیکھنے والوں کو مفید ہو + جمع کی علامت — تفریق کی علامت × ضرب کی علامت ÷ تقسیم کی علامت :: تناسب کی علامت = مساوات کی علامت۔

اس دوسرے ایڈیشن میں یہی عبارت فہرست سے پہلے کے صفحہ پر درج کی گئی ہے۔ اور "حساب کے اعمال کی فہرست" کے نیچے بھی "ہندی زبان میں" کی بجائے "اردو زبان میں" لکھا ہوا ہے۔ ہر صفحہ کی پیشانی پر کتاب کی سرخیوں کے نام اُردو اور انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً جمع مرکب COMPOUND ADDITION قانون مثلثی RULE OF THREE وغیرہ۔

یہ رسالہ فورٹ ولیم کالج کے اردو ٹائپ میں چھپا ہے۔ کتاب کے آغاز میں علم حساب کی ان الفاظ میں تعریف کی گئی ہے۔

"حساب وہ علم ہے کہ جس سے مجہول عددوں کے نکالنے اور حاصل کرنے کا

Marfat.com

حال عدد معلوم خاص سے بآسانی جانا جائے۔"

ابتدائی دو صفحات میں اعداد کی اشکال ان کے لکھنے کا طریقہ اور مراتب کے تعین کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور ۱ تا ۱۰ ہندسے لکھ کر یہ بتایا ہے کہ ان کو ارقام کہتے ہیں۔ فہرست کے مطابق ایک ایک موضوع کو لے کر اس کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے مثلاً ایک عنوان ہے "جمع کا عمل" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جمع کی تعریف اور جمع کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ بعض عمل کے دو دو تین تین طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ پھر یہ معلوم کرنے کے لئے کہ جمع کا عمل صحیح ہے یا غلط جمع کے امتحان کا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔ اور بطریق سوال جواب ہر عمل کی تین تین چار چار مثالیں دی گئی ہیں۔ یہی طریقہ تمام عنوانات مثلاً تفریق، ضرب اور قسمت (تقسیم کے معنی میں استعمال ہوا ہے) وغیرہ میں اختیار کیا گیا ہے۔

عمل کے طریقوں کو مختلف ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ مثلاً جمع کا طریق۔ تفریق کا قانون ضرب کا قاعدہ اور قسمت مرکب کا قانون وغیرہ۔ اگر کسی جگہ مزید وضاحت کرنی ہو تو "تنبیہ" اور "فائدہ" کے تحت اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ مثالیں۔ تنبیہ:۔ جس عدد کو کہ دوسرے عدد میں ضرب کرتے ہیں۔ مضروب کہتے ہیں۔ اور دوسرے عدد کو کہ جس میں ضرب کرتے ہیں۔ مضروب فیہ کہتے ہیں۔ اور اس عدد کو کہ جو ضرب سے حاصل ہوتا ہے حاصل ضرب کہتے ہیں، اور سیکھنے والے کو چاہیئے کہ ضرب کے عمل کے حاصل کرنے کے لئے پہلے اس نقشے کو یاد رکھے۔"

## پہلا نقشہ

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ —— ۲ | ۱ —— ۳ | ۱ —— ۴ | ۱ —— ۵ | ۱ —— ۶ | اسی طرح (۱۲) |
| ۲ —— ۴ | ۲ —— ۶ | ۲ —— ۸ | ۲ —— ۱۰ | ۲ —— ۱۲ | تک جدول دی |
| ۳ —— ۶ | ۳ —— ۹ | ۳ —— ۱۲ | ۳ —— ۱۵ | ۳ —— ۱۸ | گئی ہے۔ |

Marfat.com

اسی طرح اوپر سے نیچے کی طرف ۱۲ تک جدول ہے۔

## دوسرا نقشہ

اس نقشہ میں کھڑے خانہ کے پہلے ہندسہ کو آڑے خانوں کے ہندسہ سے ضرب دے کر اسی ہندسے کے نیچے خانہ میں درج کیا گیا ہے۔

| | | | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ | ۸ | ۹ | ۱۰ | ۱۱ | ۱۲ |
| ۲ | ۴ | ۶ | ۸ | ۱۰ | ۱۲ | ۱۴ | ۱۶ | ۱۸ | ۲۰ | ۲۲ | ۲۴ |
| ۳ | ۶ | | | | | | | | | | |
| ۴ | ۸ | | | | | | | | | | |
| ۵ | ۱۰ | | | | | | | | | | |
| ۶ | ۱۲ | | | | | | | | | | |
| ۷ | ۱۴ | | | | | | | | | | |
| ۸ | ۱۶ | | | | | | | | | | |
| ۹ | ۱۸ | | | | | | | | | | |
| ۱۰ | ۲۰ | | | | | | | | | | |
| ۱۱ | ۲۲ | | | | | | | | | | |
| ۱۲ | ۲۴ | | | | | | | | | | |

**فائدہ** :- جس جگہ کہ مضروب فیہ میں صفر ہو حاجت اس کے ضرب کی نہیں ہے بلکہ اس کے تلے ایک صفر حفظ مرتبے کے لئے لکھنا کافی ہے جیسا کہ اگر چاہیں کہ اس کو ۶۵۴۸۲ اس میں ۱۰۳۰ ضرب کریں اس صورت پر

```
   ۶۵۴۸۲
    ۱۰۳۰
--------
 ۱۹۶۴۴۶۰
۶۵۴۸۲۰
--------
۶۷۴۴۶۴۶۰
```

پس حاصل ضرب یہ ہوگا۔

اسی طرح اس رسالہ میں "حساب تحویل" کے عنوان کے تحت نقدی کا نقشہ۔ نقشۂ اوزان

Marfat.com

پیمائش طولانی کا نقشہ - نقشہ پیمائش مربع - نقشہ مکعب اور نقشہ اوقات دیے گئے ہیں -

نقشہ نقدی میں بتایا ہے کہ :-

۳ پائی = ایک پیسے کے

۴ پیسے = ایک آنے کے

۱۶ آنے = ایک روپے کے

۱۹ روپے = ایک اشرفی کے

اور نقشہ اوزان میں ۶ روپے = ایک چھٹانک کے

اگرچہ رسالہ حیدرآباد میں چھپا ہے - لیکن سکوں اور اوزان کی شرح برطانوی سکہ اور اوزان کے لحاظ سے دی گئی ہے - اس سے یہ پتہ چلتا جب کہ اس رسالہ کی ترتیب کے وقت مرتب کے پیش نظر کوئی انگریزی کتاب کا نسخہ ہوگا ورنہ وہ حالی سکہ اور حیدرآباد کے اوزان استعمال کرتا -

اس رسالہ کے ایک عنوان "جزروں کا حساب" میں حسب ذیل عبارت درج ہے :

"عددوں کے جزر کرنے کے جزر کہتے ہیں اور جزر عدد وہ رقم ہے کہ اگر اس عدد کو اس کی ذات میں ایک بار یا کتنے بار ضرب کریں عدد مذکور حاصل ہوتا ہے - چنانچہ تین نو کا جزر المال ہے اس واسطے کہ اگر تین کو تین میں ضرب کریں نو ۹ حاصل ہوتا ہے ، اور اسی قیاس پر جزر الکعب چونسٹھ کا چار ہے "

"تنبیہ جزر کو اس صورت پر √ لکھتے ہیں اور مرتبے کا نشان اس کے اوپر لکھتے ہیں "

جزر الکعب ۵ ۱۲ یعنی $\sqrt[3]{۱۲۵}$ = ۵ کے

جزر المال ۸۱ یعنی $\sqrt[2]{۸۱}$ = ۹ کے

Marfat.com

جزر مال الکعب ۲۴۳ یعنی $\sqrt[5]{243} = ۳$ کے

"تمام کسروں کی تعریف" کے عنوان کی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے تاکہ اس زمانہ کی زبان اور طرزِ ادا کا اندازہ ہو سکے۔

"کسر ایک حصّہ یا کئی حصّے عددِ صحیح کے ہیں، اور طریق اس کے لکھنے کا اس طرح پر ہے کہ دو رقم لکھیں ایک کو اوپر اور دوسرے کو تلے اور دونوں کے بیچ ایک لکیر عرضی کھینچیں مثال $\frac{1}{2}$ آدھا اور $\frac{1}{3}$ تہائی اور $\frac{3}{4}$ تین چوتھائی اور $\frac{5}{8}$ پانچ آٹھویں حصّے۔ جانا چاہیئے کہ اوپر والے عدد کو شمار کنندہ اور تلے والے کو نسب نما کہتے ہیں۔"

اس رسالہ میں قدیم طرز کی اُردو کثرت سے استعمال کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر چند الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ مثلاً

| | |
|---|---|
| جان تو | جاننا چاہیئے کی بجائے |
| خطا | غلط کی 〃 |
| تلے | نیچے 〃 〃 |
| بدوں | بغیر 〃 〃 |
| باوصف | باوجود 〃 〃 |
| تس پیچھے | اس کے بعد 〃 |
| حاجت | ضرورت 〃 〃 |
| ڈول | طریقہ 〃 〃 |

بعض جملوں کی ساخت بھی قدیم اُردو کا نمونہ ہے۔ مثلاً

"مرقوم ہے وہ مثال کہ گزری اس میں معنی بخشتی ہے وغیرہ" جاننا چاہیئے کہ اکثر جگہ لکھا ہے" یعنی "ن" مشدد ہے اور "ہ" کا اِملا یے ملایا ہے۔ مثلاً سوچ وبچار وغیرہ۔

اس کتاب میں حساب کی جو اصطلاحیں درج ہیں ان میں سے بعض موجودہ اُردو میں رائج

Marfat.com

نہیں ہیں اس لئے ذیل میں ایسی بعض اصطلاحیں اور ان کے محاذی جدید اُردو اصطلاحیں درج کی جاتی ہیں۔

| | |
|---|---|
| قسمت | تقسیم |
| ارقام | اعداد |
| جزر المال | جزا |
| جزر مال الکعب | پانچواں جزا |
| قانون مثلثی | اربع کے سوالات |
| قسمت مرکب | تقسیم مرکب |
| مال مال الکعب | دو کی قوت سات (۲^۷) |
| مال کعب الکعب | دو کی قوت آٹھ (۲^۸) |
| لوگارتم | لوکارتم |
| عرضی | بٹا جیسے ۱/۲ |

کتاب کے آخر میں ۱۰ صفحات پر "اعداد لوکارتم" کی جدول دی گئی ہے۔ کتاب کے بعض صفحات میں الٹ پھیر ہوگئی ہے، اور صفحہ (۴۱) پر (۳۱) چھپ گیا ہے۔ صفحہ ۳۲ کے بعد صفحہ (۳۴) پر جو عبارت ہے وہ دراصل صفحہ (۳۴) کی ہے اور صفحہ (۳۳) پر جو عبارت ہے وہ صفحہ (۳۳) کی ہے.... صفحہ (۴۱) کی جگہ (۳۱) صفحہ آگیا ہے، اور صفحہ (۳۰) کے بعد صفحہ (۳۱) آگیا ہے۔ حالانکہ اس صفحہ کو (۴۱) صفحہ کی جگہ ہونا چاہیئے۔ یہ کتاب ادارۂ ادبیات اُردو کے کتب خانہ میں محفوظ ہے جس کا نمبر (۶۰) ہے۔

**رفیع الحساب** | یہ رسالہ ۹×۵ کی تقطیع پر ۱۲۵۲ھ میں حیدرآباد دکن میں طبع ہوا۔ تین کے صفحات (۱۷۷) ہیں (۱۱۲) صفحات پر لاگرتم کی جدول ہے۔ (۹۰) صفحات میں جیب مماس وغیرہ لاگرتمی کی جدول دی گئی ہے۔ اور کتاب کے آخری (۶) صفحات میں "فہرست کتاب

Marfat.com

رفیع الحساب" درج ہے۔ کتاب کے آغاز و اختتام پر کہیں بھی مطبع کا نام درج نہیں۔ اِس کتاب کا رسم خط وہی ہے جو شمس الامراء کے سنگی چھاپہ خانہ میں طبع ہوا ہوگا۔ کتاب کے آغاز میں موضوع کی توضیح اور افادیت کے بارے میں نواب محمد رفیع الدین خان نے لکھا ہے

"بعد حمد و نعت کے کہتا ہے محمد رفیع الدین خان المخاطب بہ عمدۃ الدولہ ابن امیر کبیر شمس الامراء بہادر اطال اللہ اقبالہٗ و افضالہٗ و کمالہٗ کہ یہ رسالہ ہے لاگرتم کے علم میں اور یہ علم علم حساب سے وضع ہوا ہے، اور یہ علم انگریزی زبان میں لکھا اور اس کے سوائے بھی جو اس علم کو ضرور تھا داخل کرنے میں آیا اور اس کی جدول بھی دس ہزار تک لکھنے میں آئی اور یہ علم بہت نادر ہے اور مہندسوں کو ضرور اور لازم ہے کہ پہلے اس علم کا فائدہ حاصل کریں تاکہ اس سے بہت سے مسائل ہندسی اور حسابی مستخرج ہوتے ہیں۔ اور یہ علم اکثر علم ہیئت اور جر ثقیل وغیرہ میں کام پر آتا ہے۔ اور اس رسالے کا نام رفیع الحساب رکھا گیا، اور یہ رسالہ مرتب ہوا سن بارہ سو باون ہجری ۱۲۵۲ھ نبوی میں ایک مقدمہ اور سات باب کے اوپر مقدمہ تعریفات عدد میں۔"

آخر میں لکھا ہے:

"ناظرین سے امید ہے کہ اگر اس رسالے میں سہو عمل یا عبارت دیکھیں تو اِس کی صلاح دینے میں دریغ نہ کریں، واللہ ولی التوفیق۔"

اس رسالہ میں علم ریاضی کی ایک شاخ لوکارتم پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اس علم کا موجد ایک مسلمان ریاضی دان الخوارزمی تھا۔ اس کے نام کی مناسبت سے اس علم کا نام خوارزم پڑ گیا۔ یورپ والوں نے اس کو بگاڑ کر LOGARITHM بنالیا۔ بعد کے ریاضی دانوں نے اس کو مختلف شکلوں میں لکھنا شروع کیا۔ لاگرتم۔ لوکارتم اور لوکارثم اِس کی مختلف شکلیں ہیں جامعہ عثمانیہ کی طرف سے جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں لوکارتم استعمال ہوا ہے۔ اختصار کے

Marfat.com

لئے انگریزی میں LOG اور اُردو میں (لوک) کر لیا گیا ہے۔

مقدمہ کے علاوہ (جس میں عدد کی تعریف اور اعداد کے نام بتلائے گئے ہیں) یہ رسالہ سات ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں حساب کے ابتدائی مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس کی تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں جمع۔ تفریق۔ ضرب۔ تقسیم۔ جذر اور مکعب کی تعریفات اور ان کے عمل کے عام قاعدے مثالوں کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مثلاً ۱ تا ۹ کو احاد، ۱۰ کو عشرات، ۱۰۰ کو مآت ۱۰۰۰ کو الوف ۱۰۰۰۰۰ کو الوف الوف کہتے ہیں۔ تفریق کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

"عدد اکثر سے عدد اقل کو وضع کرنا، اور عدد اکثر کو منقوص منہ اور عدد اقل کو منقوص کہتے ہیں"

مثال :-

| | |
|---|---|
| ۲۰۰۹۷ | منقوص منہ |
| ۱۲۴۳ | منقوص |
| ۱۸۸۵۴ | باقی |

جذر کے بیان میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس جذر میں کسر باقی رہے اُسے مجذور اصم کہتے ہیں، اور جس جذر میں کسر باقی نہیں رہتی اسے مجذور منطق کہتے ہیں یہ دونوں اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔

دوسری فصل میں کسر عام کی تعریف بیان کرنے کے بعد ان کے ناموں اور شکلوں کے متعلق معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

تیسری فصل میں نسبتوں کے اقسام اور اِن کے معلوم کرنے کا قاعدہ تفصیل سے لکھا ہے۔

دوسرے باب میں کسور عشرات (کسور اعشاریہ) کے حسب ذیل قاعدوں کو بتایا گیا ہے

پہلا قاعدہ کسور عشرات کے جمع کرنے کا

دوسرا قاعدہ تفریق کسور کے بیان میں

Marfat.com

تیسرا قاعدہ ضرب کسور کے بیان میں

چوتھا قاعدہ تقسیم کسور کے بیان میں

پانچواں قاعدہ جذر کا (اِس کے تین قسم ہیں۔ ایک صحیح اور دوسری صحیح باکسراور تیسری فقط کسر۔

چھٹا قاعدہ کعب نکالنے کا (جذر کی طرح اس کی بھی تین اقسام ہیں)

ساتواں قاعدہ تحویل کسور کا۔

تیسرا باب لاگرتم کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں لاگرتم کے مفہوم کو مثالوں کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے۔ یہاں اس فصل کی ایک عبارت بطور نمونہ نقل کی جاتی ہے۔

"جب یہ صفت اِن عددوں میں پائی گئی تب قدیم اُستادوں نے جو عالی فہم تھے ایک قاعدہ ایسا نکالا تاکہ اس سے تمام اعداد کی ضرب اور تقسیم اور جذر وکعب وغیرہ حاصل ہو اور وقت عمل کے ضرب دینا اور تقسیم کرنا اور جذر وکعب نکالنے کی احتیاج نہ ہو۔ . . . . اور ایک ایک عدد کا "لاگرتم" نکال کر بڑی بڑی کتب جدولوں کی لکھی ہیں کہ اس سے آسانی عاملوں کو بہت ہوتی ہے۔ اور یہ بہت کار پر آتی ہیں"

دوسری فصل میں "لاگرتم" تیار کرنے کے دو قاعدے بتائے گئے ہیں۔ پہلا قاعدہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے۔

"یہ قاعدہ قدیم استادوں کا نکالا ہوا ہے اور بہت دقت رکھتا ہے۔ اس واسطے ایک اُستاد نے حال میں علم الجبر کے مشق سے چند اعداد ایسے حاصل کئے ہیں کہ اس سے لاگرتم تمام عدد کے کم دقت سے نکلتے ہیں۔ اور وہ بہت سہل ہے۔"

دوسرا قاعدہ بیان کرنے کے بعد اپنی رائے کا اس طرح اظہار کرتا ہے۔

Marfat.com

"یہ قاعدہ بہت آسان اور عجیب ہے۔"

چوتھے باب میں "لوکارتم" کی جدول تیار کرنے کے قاعدوں کو چار فصلوں میں درج کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں ضرب۔ تقسیم۔ جذر اور کعب کے (۶) قاعدوں کی تفصیل دی گئی ہے۔ اس فصل کی آخری عبارت کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے زبان اور اسلوب کا حال معلوم ہوتا ہے۔

"اور پوشیدہ نہ رہے کہ انڈکس کے عدد میں کبھو غلطی نس آوے کس واسطے کہ اس سے حفظ مراتب ہوتا ہے۔ اور اگر لاگرتم کے عدد میں احاد یا عشرات یا مآت وغیرہ میں ایک یا دو عدد کی غلطی آوے کچھ اس کی غلطی عمل میں اتنا فساد نہیں کرنے کی کس واسطے کہ اصل قاعدے میں عدد کسری چھوڑ چھوڑ کر نکالے ہیں۔"

دوسری فصل میں کسر عام۔ کسور اعشاریہ۔ ضرب کسور۔ تقسیم کسور وغیرہ کے "لاگرتم" تیار کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ تیسری فصل میں جدول سے "لاگرتم" اور عدد حاصل کرنے کے ضروری قاعدے لکھے گئے ہیں۔ چوتھی فصل میں "بقیہ عشرات لاگرتمی" کی تفصیلات درج ہیں۔

پانچواں باب جیب و مماس کی تعریف اور اس کے قاعدوں کے بیان پر مشتمل ہے جس علم ہندسہ کی (۴) اشکال بھی دی گئی ہیں تاکہ مسائل کے سمجھنے میں آسانی پیدا ہو۔

چھٹے باب میں جیب و مماس کی جدولیں تیار کرنے کے اصولوں سے بحث کی گئی ہے جو علم مثلث میں بہت کام آتی ہیں۔

ساتواں باب علم مثلث کا ہے جس میں لاگرتم کی مدد سے مثلث تیار کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اور اسی بات پر زور دیا گیا ہے کہ "یہ علم مثلث بہت سے علموں میں کام پر آتا ہے اور مجہولات کے معلوم کرنے کے لئے اول معلوم ہونا تین چیز کا ضرور ہے۔ دو

Marfat.com

ضلع اور ایک زاویہ یا دو زاویہ ایک ضلع یا تینوں ضلعوں کا مقدار۔ ضرور ہے کہ اس سے تینوں زاویہ مجہول نہ نکلیں گے۔ اس کو مختلف مثالوں اور اشکال سے سمجھایا گیا ہے۔

اِس رسالہ کی زبان میں بعض ایسی خصوصیات اور ایسے الفاظ نظر آتے ہیں جو بعد میں متروک ہو گئے۔ مثال کے طور پر ان الفاظ کی مختصر فہرست یہاں لکھی جاتی ہے۔

| متروک | رائج |
| --- | --- |
| کر کر | کر کے |
| کہ تا | تاکہ |
| اوپر | اور |
| کسور عشرات | کسور اعشاریہ |
| اِس وضع سے لکھنا | اس طریقہ سے لکھنا |
| بعضے جا | بعض جگہ |
| کبھو | کبھی |
| میسر ہوں گے | حاصل ہوں گے |
| غلطی نہیں آوے | غلطی نہیں ہوتی ہے |
| منہا دینا | منہا کرنا |
| ضرور | ضروری |
| لیویں | لیں |
| کس واسطے کہ | کیوں کہ |

بعض الفاظ کا اِملا بھی قدیم ہے مثلاً "وہ" کی بجائے "وو"، "ساتھ" کی بجائے "سات" مختلف الفاظ کی جمع جس طرح بنائی گئی ہے۔ اس سے بھی زبان کی "قدامت" کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہ الفاظ اب ہماری زبان میں مروج نہیں ہیں مثلاً "مثالات خطبیں، مثلثات

Marfat.com

علموں، ضلعیں، اصفار وغیرہ۔ مذکر و مونث کا بھی خیال نہیں رکھا گیا۔ چنانچہ کسر۔ جدول۔ مثلث اور مثال کو کہیں مذکور اور کہیں مونث لکھا ہے۔ حرف عطف، اور "کا" جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔ قدیم دکنی مصنفوں اور دہلی اور لکھنؤ کے ابتدائی زمانہ کے شاعروں نے جس طرح اپنے آپ کو "نے" کے استعمال کا پابند نہیں کیا اس کی کئی مثالیں اس رسالے میں بھی ملتی ہیں۔

"قدیم استادوں نے جدولیں تیار کئے ہیں"

"محاسبوں نے رسالوں میں لاگرتم کی جدول دس ہزار تک یا لاکھ تک بعضے کروڑ تک لکھیں ہیں"

بعض جگہ نقصان کرنا۔ وضع دینا یا کرنا۔ خبر دینا۔ علیحدہ نگاہ رکھنا۔ کار پر آنا جیسے مصادر کو ان معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ جن میں وہ اب مستعمل نہیں ہیں۔

(۱) کسر سے کسر کو نقصان کرنا (منہا کرنا)

(۲) عدد اکثر سے عدد اقل کو وضع کرنا (تفریق کرنا) یا دینا۔

(۳) یہ ایک عدد خبر دیتا ہے۔ (ظاہر کرتا ہے)

(۴) ایک صفر کو علحدہ نگاہ رکھنا (الگ کر دینا)

(۵) یہ بہت کار پر آتی ہے (کام آتی ہے)

پورے رسالہ میں دو ایک جگہ انگریزی لفظ انڈکس (INDEX) اور عربی لفظ غیر النہایات استعمال ہوئے ہیں۔ زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ ریاضی کے پیچیدہ مسائل کو سہل اور آسان بنا دیا گیا ہے۔ اس رسالہ کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں ہے جس کا نمبر $\frac{۵۱۰}{ع-ر}$ ہے۔

**رسالہ کسورات اعشاریہ** تقطیع $\frac{۱}{۲}$ ۷ × $\frac{۱}{۲}$ ۵ صفحات ۵۹ طباعت ۱۲۵۳ھ مصنف کا نام کہیں بھی درج نہیں البتہ اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی شمس الامراء کی سرپرستی میں چھاپا گیا

Marfat.com

چنانچہ دیباچہ سے پہلے کے صفحہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"یہ رسالہ کسورات عاشریہ کا اُردو زبان میں تعلیم طلبہ کے واسطے سنگی چھاپے خانے میں سرکار شمس الامراء بہادر امیر کبیر کے بلدہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد میں ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۷ء میں مطبوع ہوا۔"

یہ رسالہ شاگرد اور اُستاد کے سوال جواب کے طریقہ پر لکھا گیا ہے جو چار گفتگوؤں پر مشتمل ہے۔ پہلی گفتگو میں کسور اعشاریہ کی تعریف اور کسور کی جمع تفریق کے قاعدے بتلائے گئے ہیں۔ دوسری گفتگو میں ضرب کسور۔ تیسری میں تقسیم کسور اور چوتھی گفتگو میں جذر و کعب نکالنے کے طریقے مثالوں کے ساتھ سمجھاتے گئے ہیں۔

اس رسالہ کی زبان اور جملوں کی ترکیب میں قدیم اردو کی جھلکیاں پائی جاتی ہیں۔ بعض جگہ "غیر النہایت معرفت اور لاکن" جیسے عربی الفاظ کا استعمال ہوا ہے۔ کسر کی جمع الجمع، "کسوروں اور کسورات" بنائی گئی ہے۔ "کسور اعشاریہ" کو کہیں "کسورات عاشریہ" اور کہیں "کسورات عشر" لکھا ہے جو اب مستعمل نہیں۔ اسی طرح مثال کی جمع مثالات لی گئی ہے۔ جمع الفاظ کے ساتھ اشارۂ قریب "اِن" کی بجائے "اِس" لکھا گیا ہے مثلاً "اِس کسورات عشر کے اعمال مانند کسور مشہور کے ہوتے ہیں۔"

بعض الفاظ کے املا میں ان کے تلفظ کا لحاظ رکھا گیا ہے مثلاً ہیات (ہیئت) ہوگی (ہوگئی) علاحدہ (علٰحدہ) وغیرہ لفظ "امتحان" کے ساتھ ضمیر مونث واحد غائب استعمال کی گئی ہے۔ جیسے "اِس کی امتحان کر کے دیکھے گا۔"

دیباچہ میں سہو کتابت سے "تیسری گفتگو تفریق کسور کے بیان میں" لکھا ہے، حالانکہ "تقسیم کسور" ہونا چاہیے۔ اس رسالے میں جو اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ نقصان کرنا (تفریق کرنا) نسب نما اعشاریہ "جس کو انگریزی زبان میں انڈکس کہتے ہیں" اہمیت، مضلعات اصم، مجذور، منطق، جذر صحاح، عبارت کا نمونہ یہ ہے :-

Marfat.com

"تلمیذ حضرت مضلعات اصم کا کہاں کام پڑتا ہے۔ جو اسی کے واسطے اتنی دقت سے یہ علم وضع ہوا"

"اُستاد علم مثلثات اور علم جر ثقیل اور علم ہیئات میں اکثر جذر وکعب وغیرہ اصم کا کام پڑتا ہے۔ اور علم ہیئات میں درجات فلکی سے تکرار ہے اور ہر درجہ فلک کا کتنے ہزار کوس کا ہے اگر وہاں درجات کے جذر لینے میں ثلث یا خمس وغیرہ کی کسر چھوڑ دیں تو کئی کوسوں کا فرق ہو گا۔ اس واسطے اس کسورات عشر سے اتنی تخفیف کرتے ہیں کہ حقیقتاً وہاں کچھ گز آدھ گز کا فرق رہے گا"

**ستہ شمسیہ** شمس الامراء ثانی نے "ستہ شمسیہ" کے نام سے (۶) رسالے انگریزی زبان سے اُردو میں ترجمہ کرا کے ۸"×۵" کی تقطیع پر ۱۲۵۶ھ میں اپنے سنگی چھاپہ خانہ میں طبع کرائے تھے۔ ہر رسالہ کے آغاز میں ایک دیباچۂ عمومی ہے جس کا ضروری اقتباس درج ذیل ہے۔ تاکہ ان رسائل کے موضوعوں اور ان کی افادیت کا خود مرتب کے الفاظ میں اندازہ ہو سکتا ہے۔

"بندہ نیازمند درگاہ ایزدی کا محمد فخر الدین خاں المخاطب بہ شمس الامراء اس طور پر گزارش رکھتا ہے کہ اکثر اوقات کتابیں چھوٹی بڑی علوم فلاسفہ کی جو زبان فرنگ میں مرقوم ہیں۔ بسبب میلان طبیعت کے کہ بہت اس طرف شوق رکھتا تھا میری سماعت میں آئیں۔ اس جہت سے چند مسائل ان کے ازبر تھے اور اگرچہ بعضے علوم فلاسفہ زبان عرب وعجم میں بھی مشہور ہیں چنانچہ علم جر ثقیل اور علم انظار وغیرہ مگر اس قدر نہیں ہیں کہ جیسا اب اہل فرنگ نے ان کو دلائل و براہین سے بدرجۂ کمال اثبات کیا ہے۔ بلکہ بعضے علوم اہل فرنگ میں ایسے رواج پائے ہیں کہ ان کا نام بھی یہاں کے لوگوں نے نہیں سنا۔ چنانچہ علم آب

Marfat.com

اور ہوا اور برقک اور مقناطیس اور کیمسٹری وغیرہ اس واسطے مدت سے
ارادہ تھا کہ بتدیوں کے فائدے کے لئے کوئی کتاب مختصر جامع چند علوم
کی زبان فرنگ سے ایسی ترجمہ کی جاوے کہ فرصت قلیل ہیں اس کی معلومات
سے طالبوں کو کچھ کچھ فائدہ میسر ہوئے .... چنانچہ ان دنوں میں حسب
مدعا چند رسالے مختصر علوم فلاسفہ کے بطریق سوال وجواب کے لکھے ہوئے
ریوری رنٹ چانس صاحب کے انگریزی زبان ہیں جو ۱۸۱۸ء میں بیچ شہر
لنڈن کے چھاپے گئے تھے، ہم پہنچے۔ ان ہیں سے رسالہ علم جر ثقیل علم
ہیئت اور علم آب اور علم ہوا اور علم انظار کہ اس کے آخر میں مقناطیس کا
رسالہ بھی شریک تھا اور علم برقک کا کہ ہر ایک ان ہیں سے بدرجۂ اوسط نہ
بہت کم نہ بہت زیادہ لکھا ہوا تھا اور ہر چند ترجمہ ان علوم کا ہر ایک زبان
ہیں قلم رو اہل فرنگ ہیں رواج پایا ہے۔ مگر نظر کرتے فائدے ساکنان
بلدہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد کے ..... میر امان علی دہلوی اور غلام محی الدین
حیدر آبادی اور مسٹر جونس اور موسیٰ نند روسی کو جو ملازمان سرکار ہیں۔ حکم
کرنے ہیں آیا کہ ان علوم مذکور کو زبان انگریزی سے اردو زبان ہیں ہمارے
روبرو ترجمہ کریں چنانچہ بفضل حق سبحانہٗ تعالیٰ کے یہ چھ رسالے ترجمہ ہوئے
مگر بعضے اسمار انگریزی اصطلاح کے جو زبان عربی اور فارسی ہیں نہ میسر ہوئے
ان کو اس زبان اصلی پر بحال رکھنے ہیں آیا اور یہ چھ رسالے جو ترجمہ کئے گئے
چھ علم پر مشتمل ہیں۔ اس واسطے نام ان کا ستہ شمسیہ رکھا گیا۔ مناسب جان
کے علم مقناطیس کو علم انظار کی جلد سے علیحدہ کر کے آخر ہیں جلد برقک کے شریک
کیا گیا اور مادۂ تاریخ اس رسالے کا گزرانا ہوا حافظ مولوی شمس الدین فیض کا یہ ہے۔"

"تالیف نواب شمس الامراء" ۱۲۵۳ھ۔

---

Marfat.com

اب ہم ان چھ رسائل میں سے ہر ایک کی خصوصیات موضوع اور زبان وغیرہ کے متعلق تفصیلی تبصرہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

**۱۔ علم جر ثقیل** یہ رسالہ جملہ (۳۰۷) صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے اور دوسرے صفحہ پر اس کے موضوع اور غرض وغایت کی اس طرح صراحت کر دی گئی ہے۔

"اس میں ہیولا اور اس کے انقسامات بے نہایت اور کشش انجماد اور کشش ثقل اور مرکز ثقل اور کلیات حرکت اور جر ثقیل کی تمام قوتوں اور شاقول کا بیان ہے۔

"طلباء کے واسطے سرکار شمس الامراء بہادر امیر کبیر کے سنگی چھاپہ خانہ میں شہر فرخندہ بنیاد حیدر آباد کے درمیان ۱۲۵۶ھ میں مطبوع ہوئی۔

اس کے بعد (۳) صفحات کی فہرست ہے جو دیباچہ اور اکیس گفتگوؤں پر مشتمل ہے اشکال جر ثقیل کی فہرست متعلقہ صفحات کے حوالوں کے ساتھ (۳) صفحات میں دی گئی ہے۔ دیباچہ کے ساتھ ہی علم جر ثقیل کی اصطلاحوں کی تعریفات بیان کی گئی ہیں اور "پوشیدہ نہ رہے" کی سرخی کے تحت کسور اعشاریہ نکالنے کا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔ "پہلی گفتگو" علم جر ثقیل کے مقدمہ پر مشتمل ہے۔ جس میں ابتدائی امور کا ذکر ہے۔ مثلاً اس میں مختلف قسم کے زاویوں وغیرہ کو سمجھایا گیا ہے۔ "دوسری گفتگو" میں ہیولا اور اس کی تقسیم پر بحث کی گئی ہے۔ "تیسری گفتگو" کشش انجماد اور کشش ثقل پر مبنی ہے۔ بقیہ پانچ سے آٹھ گفتگوؤں میں کشش انجماد اور کشش ثقل کے موضوعات کو مختلف مثالوں کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے، اور اسی سلسلہ میں قوت، حرکت کے متعلق معلومات درج کر دی گئی ہیں نویں اور دسویں گفتگو میں ذکر ثقل کا بیان ہے۔ گیارہویں تا تیرہویں گفتگو میں کلیات حرکت اور ان کی تین اقسام کو مثالوں کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے۔ لچکدار اور غیر لچکدار اجسام کی تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔ چودہویں گفتگو میں جر ثقیل کی قوتوں کو سمجھایا گیا ہے۔ اور

Marfat.com

مندرجہ ذیل (۶) آلات کے نام دیئے گئے ہیں جن سے جرثقیل کی قوتیں ظاہر ہوتی ہیں۔
(۱) بیرم جس کو محل بھی کہتے ہیں (۲) چرخ ومحور یعنی وہ چرخ جو اپنے محور کے ساتھ گردش کرے۔ (۳) بکرہ یعنی وہ چرخ جو اپنے محور پر گردش کرے (۴) سطح نابلہ۔ (۵) اسفین جس کو پچر بھی کہتے ہیں۔ (۶) لولب اس کا دوسرا نام ملسوط ہے۔

اِن آلات کی مدد سے بھاری وزن کی چیزوں کو بآسانی ایک جگہ لے جا سکتے ہیں اِن کی مدد کے بغیر انسانی قوت کام نہیں آتی۔ پندرہویں اور سولھویں گفتگو میں بیرم کی تعریف اور اس کے استعمال کے طریقے بتلائے گئے ہیں۔ پھر اس کی تین اقسام کو شالوں سے واضح کیا گیا ہے۔

سترہویں گفتگو میں جرثقیل کے دوسرے آلے چرخ ومحور کا بیان ہے جس کو "عمل قوت دوم جرثقیل" کہتے ہیں۔ اس قوت کے عمل کو چرخ۔ ڈول اور رسی کی مثالوں سے سمجھایا گیا ہے۔ "اٹھارہویں گفتگو" میں بکری کے آلے کا بیان ہے جو جرثقیل کی تیسری قوت ہے۔ "بیسویں گفتگو" میں پانچویں قوت کا بیان ہے جو اسفن آلہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بتلایا گیا ہے کہ الیاں نبر میخیں اور حیوانوں کے دانت اسفین کا عمل کرتے ہیں۔ اس قوت سے لکڑی اور پتھر وغیرہ پھوڑنے کا کام لیا جاتا ہے۔ اور جہاز کے نیچے دے کر اسے تھوڑی بلندی پر اٹھا سکتے ہیں۔

"اکیسویں گفتگو" میں جرثقیل کی چھٹی قوت کو بیان کیا گیا ہے جو لب یا ملسوط کے آلہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس قوت سے بھاری چیزوں کے اٹھانے اور دبانے کا کام لیا جاتا ہے صحاف اِس آلہ کی مدد سے ضخیم کتابوں کو شکنجہ میں دباتے ہیں تاکہ کتاب کی ضخامت دب جائے۔

"فائدہ" کی سرخی کے تحت شاقول کی قوت کا بیان ہے جس کا جرثقیل سے قریبی تعلق ہے۔ اس قوت سے وقت کے شمار کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے اسی کلیہ کی مدد سے

Marfat.com

گھڑیاں کے لاٹ تیار کئے جاتے ہیں۔

اصل کتاب کے ختم پر ہر گفتگو سے متعلقہ سوالات کی فہرست دی گئی ہے تاکہ اُستاد شاگردوں سے سوالات کر کے جوابات پوچھے۔ انگریزی کتابوں میں جن سے ترجمہ کیا گیا ہے ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ جملہ کتابوں کے سوالات اور تعریفات کو ایک علٰحدہ کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا ہے چنانچہ اس بارے میں کتاب کے ختم پر "پوشیدہ نہ رہے" کی سرخی کے تحت حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"حکیم ریوری رنٹ چالس صاحب نے ۱۸۱۸ء میں سات کتابیں علوم ریاضی کی تیار کر کے جو چھپوائی تھیں ان میں سے چھ کتابیں . . . . . ترجمہ کر کے ستہ شمسیہ نام رکھا گیا، اور باقی ساتویں کتاب تعریفات اور سوالات علوم مذکور میں اس واسطے لکھی تھی کہ علوم مذکور کی تحصیل کے بعد شاگردوں سے ہر ہر علم کے امتحان کے لئے سوال کر کے جواب اس کا ان سے سنے کہ یاد ہے یا نہیں اور ہم نے اس حکیم کے آئین کو بہتر جان کے ساتویں کتاب کا بھی ترجمہ کیا مگر اس میں سے ہر ہر علم کی تعریفات وکیفیات اور سوالات علٰحدہ کر کے ہر علم کے رسالے میں اس طور شریک کئے کہ آغاز رسالے میں دیباچہ کے بعد تعریفات اور کیفیات اور آخر رسالے میں سوالات اس کے داخل کرنے میں آئے، تا اُستاد ہر علم کی تعلیم کے بعد اِسی کتاب سے شاگردوں سے سوالات کر کے جوابات پوچھے تا دوسری کتاب سے سوالات کی احتیاج نہ ہو۔ تمت بالخیر"

کتاب کے آخر میں تین صفحات کا غلط نام اور (۴) صفحات میں علم جر ثقیل کے آلوں کی (۳۰) اشکال شریک ہیں جو لیتھو میں چھپائی گئی ہیں۔ ان اشکال پر نمبر درج ہیں اور کتاب میں جہاں جس شکل کا ذکر ہے حاشیہ پر وہی نمبر لکھا ہوا ہے تاکہ پڑھنے والے کو شکل تلاش کرنے میں دشواری نہ ہو۔

Marfat.com

اس رسالے میں جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ قدیم اردو ہے۔ حسب ذیل جملوں سے اس کی قدامت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً

" متوجہ طرف تمہاری تعلیم کے ہوتا ہوں "

" ساتھ ایسے ہی اعلےٰ مراتب کے متصف ہے "

" ملسوط کو موسوم ہے "

" عرض خدمت رکھتا ہوں "

" آپ نے یہ بات پرسوں کے دن فرمائے تھے "

اکثر جگہ ایسے الفاظ اور املا کا استعمال کیا گیا ہے۔ جو اب معیاری اُردو میں متروک ہو چکے ہیں۔ مثلاً

وہ کی بجائے وے

کو کی بجائے تیئں

مٹی " " ماٹی

کنویں " " کوے

بحث " " تکرار

کسی کو " " کسو کو

بند ہونا " " موندھنا

ان سے " " ون سے

بعض حروف اور الفاظ کا رسم الخط بھی مختلف ہے مثلاً

ٹ ———— تؔ

ڑ ———— رؔ

سننے ———— سنے

فٹ ———— فوٹ

Marfat.com

## نوٹ ——— نوٹ

بعض انگریزی اصطلاحوں کا ترجمہ کیا گیا اور بعض کا نہیں کیا گیا بلکہ ان کی اصلی شکلیں اردو میں برقرار رہیں - مثلاً

| | |
|---|---|
| پڈین | PUDDING |
| چوب شولہ | CORK |
| اسفنج | SPUNGE |
| خط راہ | LINE OF DIRECTION |
| ایر پمپ | AIR PUMP |

**علم ہیئت** | یہ رسالہ ستہ شمسیہ کی دوسری جلد ہے - جو (۴۴۳) صفحات پر مشتمل ہے ابتدا میں دیباچہ فہرست وغیرہ کے (۳۱) صفحات اور آخر میں دو صفحات کا غلط نامہ اور (۴) صفحات پر تتن سے متعلقہ (۲۰) اشکال ہیں جن میں اجرام فلکی مثلاً ثوابت سیارگان - بارہ برج اور زمین کی گردش وغیرہ کو بتلایا گیا ہے - صفحہ (۲) پر علم ہیئت کے آلات کو تصاویر سے واضح کیا گیا ہے - اس کتاب کی غرض و غایت اور سنہ طباعت سے متعلق اسی صفحہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے -

" دوسری جلد ستہ شمسیہ کی جو علم ہیئت میں ہے . . . طلبہ کی تعلیم کے واسطے سرکار شمس الامراء بہادر امیر کبیر کے سنگی چھاپے خانہ میں شہر فرخندہ بنیاد حیدرآباد کے درمیان ۱۲۵۶ھ میں مطبوع ہوئی "

یہ بھی ریوری رنٹ چالس صاحب کے انگریزی رسالہ کا اردو ترجمہ ہے جن انگریزی اصطلاحوں کا عربی اور فارسی میں ترجمہ نہ ہوسکا، ان کو اس طرح اُردو میں لکھ دیا گیا ہے -

رسالہ کی ابتدا میں (۳) صفحات کی فہرست ہے جو دیباچہ اور (۲۶) گفتگوؤں پر مشتمل ہے - صفحہ (۶) اور (۷) پر علم ہیئت کی (۲۰) اشکال کی تفصیلی فہرست دی گئی ہے - دیباچہ کے

Marfat.com

بعد (۶) صفحات میں علم ہیئت کی تعریفات اور بیانات کو درج کیا گیا ہے۔ تاکہ طالب علم اصل کتاب پڑھنے سے قبل انھیں یاد کرلیں۔ اور کتاب کے سمجھنے میں آسانی ہو مثلاً ثوابت، سیارے۔ نظام شمسی۔ خط استوا۔ حرکت سالانہ۔ زمین اماوس۔ گہن۔ عطارد۔ زہرہ۔ مریخ مشتری۔ زحل۔ ہرشل۔ دمدار تارے وغیرہ اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے" پہلی گفتگو" میں اجرام علوی کے متعلق اُستاد شاگرد کے سوالات وجوابات درج ہیں۔ اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"تلمیذ کلاں۔ قبلہ وکعبہ آج کی شب آسمان اس قدر صاف اور غبار سے پاک ہے کہ کبھی ایسا دیکھنے میں نہیں آیا۔"

"تلمیذ خرد۔ جناب واقعی بھائی نے سچ عرض کیا بسبب کثرت صفائی کے بندہ بھی جس قدر چہار سو نظر کرتا ہے۔ تارے بے حد نظر آتے ہیں ان کو کس طور شمار کرنا کیونکہ سُنا ہوں اُستادوں نے اِن کو شمار کیا ہے . . . . اِس مقدمہ مشکل کی راہ دریافت مجھ پہ روشن فرمائیے۔"

" اُستاد ابھی نہیں چند روز توقف کرو . . . . . .

بالفعل اور ایک امر کی تعلیم تم کو میری مدنظر ہے۔ سنو جب ہم شب کو اوپر کی طرف یعنی منتہائے محمد نظری سر پر کا جس کو آسمان کر تعبیر کرتے ہیں۔ فقط آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ وے نجوم بے حد جو ہم کو نظر آتے ہیں صرف باصرے کا دھوکا ہے۔ . . . . .

بدون استعانت دوربین کے ہزار سے زیادہ تارے نہیں نظر آتے۔ پس یہاں سے ثابت ہوا ظاہراً ہم کو جتنے تارے نظر آتے ہیں دراصل وے سب تارے نہیں ہیں بلکہ تخیلہ باصرے کا ہے۔"

" دوسری گفتگو" میں ثوابت کی وجہ تسمیہ۔ شکل۔ اقسام اِن کے نام اور محل وقوع

Marfat.com

کو سمجھایا گیا ہے۔

" تیسری گفتگو میں ثوابت اور منطقۃ البروج کی تعریف اور اس کے متعلقات کا ذکر ہے۔ مختلف تاروں کے نام اور ان کی خصوصیات بھی بتلائی گئی ہیں۔ چوتھی گفتگو میں تقویم کے علم سے بحث کی گئی ہے۔ پانچویں گفتگو نظام شمسی کے مسائل پر مبنی ہے۔ جس میں بتلایا گیا جب کہ آفتاب اپنے مرکز پر قائم ہے اور اس کے اطراف (۷) سیارے اور (۱۸) چاند گردش کرتے ہیں۔ ۵۰۰ء ق م میں یونان کے ایک ہیئت داں فیثاغورث نے اِس نظام کو دریافت کیا۔ چھٹی گفتگو میں زمین کی شکل گول ثابت کرنے کے لئے مختلف مثالیں دی گئی ہیں۔ ساتویں گفتگو میں زمین کی روزانہ گردش کا حال لکھا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ

زمین اپنے محور پر (۱۰۰۰) میل فی ساعت گھومتی ہے۔ اسی طرح آٹھویں اور نویں گفتگو میں روز و شب اور زمین کی سالانہ گردش کا بیان ہے۔ بارہویں گفتگو تک موسموں کی کیفیت اختلاف اور اعتدال پر معلومات درج ہیں۔ تیرہویں گفتگو میں سال کبیسہ اور اس کے پہچاننے کا قاعدہ بتلایا گیا ہے۔ چودہویں گفتگو میں چاند کی گردش کا ذکر کر کے سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پندرہویں میں خسوف وکسوف۔ سولھویں۔ اور سترھویں میں بدر کا حال لکھا گیا ہے۔ اٹھارہویں گفتگو سے لے کر پچیسویں گفتگو تک مختلف سیارے مثلاً عطارہ۔ زہرہ۔ مریخ۔ مشتری۔ زحل۔ آفتاب اور مدار تاروں کے متعلق تفصیلی معلومات درج ہیں۔ چھبیسویں گفتگو میں پھر ثوابت کی بحث چھیڑ دی گئی ہے۔ کتاب کے ختم پر سیاروں کی جدولیں دی گئی ہیں جو اسمتھ صاحب کی کتاب "بیانا راما" سے اُردو میں ترجمہ کی گئی ہیں۔

Marfat.com

اس رسالے کا اسلوب بیان اور خصوصیات زبان تقریباً وہی ہیں جو پہلے رسالے کے سلسلہ میں بیان ہو چکی ہیں۔ فارسی اور عربی الفاظ کی بہتات ہے۔ مثال کے طور پر ان میں سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

**عربی الفاظ** :۔ مرئی۔ تفحص۔ موہومہ۔ کما ہی۔ کما ینبغی۔ سریع۔ بطی۔ محتجب وغیرہ۔

**فارسی الفاظ** :۔ اندک۔ بنابر۔ درنیولا۔ بہ آئین۔ بہمین۔ ہمہ جا وغیرہ۔

**متروکات** :۔ ونکے۔ لنکے۔ غلاظت کسو۔ سرکتے۔ تنئیں وغیرہ۔

کواکب کے اقدار کی علامتیں یونانی حروف میں لکھی گئی ہیں۔ یونانی زبان میں الف کو الفا اور ب کو بتیا اور ج کو گیاما اور د کو ڈلٹا کہتے ہیں۔ علامتیں یہ ہیں :۔

علامت قدر اول کے کوکب کو الفا = α

〃 〃 دوم کے 〃 〃 بتیا = β

〃 〃 سوم کے 〃 〃 گیاما = γ

〃 〃 چہارم کے 〃 〃 ڈلٹا = δ

عبارت کا نمونہ :۔ "پیش از طلوع آفتاب جب مشرق طرف نظر آتا ہے ستارۂ صبح کا ہی اور جب بعد از غروب آفتاب مغرب طرف دکھلائی دیتا ہے۔ ستارۂ شام کا ہی کہلاتا ہے۔ پس جب زہرہ اُسکے مقام میں ہوتا ہے بشرطیکہ نقطہ تقاطع پر نہ ہووے، ناظر زمین کی نظر سے بالکل محجوب۔"

**رسالہ کیمسٹری** تقطیع ۸" × ۶" حجم (۲۱) صفحات سنہ طباعت ۱۲۶۱ھ یہ کتاب بھی سوال وجواب کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔ پہلی گفتگو سے لے کر بارھویں گفتگو تک علم کیمسٹری کے مسائل کو سمجھایا گیا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ کیمسٹری کا ترجمہ کیمیا نہیں کیا گیا۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کیمیا کا لفظ اُردو میں ایک خاص مفہوم کو ادا کرتا تھا۔ [illegible] حمد کے بعد لکھا ہے۔

Marfat.com

"دانشوران ذی فہم پر پوشیدہ نہ رہے کہ یہ رسالہ ہے مختصر چند اصول کیمسٹری کے بیان میں کہ اِس علم میں ترکیب عناصر کی حقیقت جو زبان فرنگ میں اس کو گیا نہ کہتے ہیں پائی جاتی ہے۔ اور یہ علم بہت عجیب و غریب ہے کہ اس کی تحصیل اہل حکمت کو ضرور اور لازم ہے، اور یہ علم اہل فرنگ کی زبان میں مندرج تھا۔ لیکن حال میں ایک رسالہ اس علم کا ہندوستان سے شہر آگرہ کا چھپا ہوا ایسا آیا تھا کہ اس میں ایک صفحہ انگریزی زبان کا اور دوسرا صفحہ اس کے ترجمے کا اُردو زبان میں لکھا ہوا تھا۔ اگرچہ وہ دوبارہ محتاج چھاپے کا نہ تھا مگر یہاں طالبوں کے فائدہ کے لئے اس کے اُردو ترجمے کو علٰحدہ لکھوا کر چھپایا گیا۔"

پہلی گفتگو میں علم کیمیا کی تعریف اور اربعہ عناصر کا بیان ہے۔ دوسری گفتگو میں نور حرارت اور تھرمامیٹر کی خاصیت بیان کی گئی ہے۔ تیسری گفتگو میں گرمی کا اثر پانی پر۔ بھاپ اور برف کے متعلق معلومات درج ہیں۔ چوتھی گفتگو میں ہوا کا بیان ہے جس میں آکسیجن اور نیٹروجن کے خواص کو سمجھایا گیا ہے۔ پانچویں گفتگو میں جمادات کا ذکر کرتے ہوئے گندھک اور فاسفورس کے خواص بتلائے گئے ہیں۔ چھٹی گفتگو میں کوئلے اور کاربن کا بیان ہے۔ ساتویں اور آٹھویں گفتگو میں فلزات اور دھاتوں کے پگھلانے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں۔ نویں گفتگو میں سوڈیم اور پٹاشیم کے خواص کی تشریح کی گئی ہے۔ دسویں گفتگو میں امونیا۔ پٹاس اور سوڈا کی خاصیتیں بیان کی گئی ہیں۔ گیارھویں گفتگو میں خاک اور اس کے متعلقات مثلاً چقماق۔ چکنی مٹی۔ چونا اور میگنیشیا کے خواص کو گنایا گیا ہے۔ بارھویں گفتگو میں مختلف ایسڈ اور سالٹ کے خواص اور ان کے بنانے کے طریقے بتلائے گئے ہیں۔

اس کتاب کی زبان اور اسلوب بیان میں وہ سادگی اور روانی نہیں پائی جاتی جو شمس الامراء ہی کی لکھوائی ہوئی ایک کتاب "کیمسٹریکا مختصر رسالہ" میں پائی جاتی ہے۔ بعض الفاظ کا املا

Marfat.com

اس طرح لکھا گیا ہے۔ مثلاً :

تھنڈھا (ٹھنڈا) بھاپھ (بھاپ) چونٹی (چھوٹی) گڑا (گڑھا) وغیرہ۔

دکنی اردو کے بعض الفاظ یہ ہیں :

آدھوں۔ آدھا۔ بھاہر وار۔ دھڑک۔ وغیرہ

اکثر انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔ انہیں اسی طرح رکھ کر مفہوم سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً ڈیکا میزیشن۔ ایلیک ٹرسٹی۔ نیٹرک آسڈ۔ تھرما میٹر۔ کنڈکٹر نان کنڈکٹر (بعض جگہ نن کنڈکٹر بھی لکھا ہے) پسٹن سلنڈر۔ میگنیشیا۔ کاشک۔ ایر پمپ وغیرہ۔

جن اصلاحات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہے :

| | |
|---|---|
| قوت جاذبہ۔ رغبت | ATTRATION |
| جامد | SOLID |
| سیال | LIQIID OF FLUID |
| ہوائی | GAS |
| سنگ چقماق | FLINT |
| شعلہ گیر | INFLAMABLE |
| نشاستہ | STRACH |
| حرارت | HEAT |
| خاک | EARTH |
| کشتہ | ALIDE |
| چونا | LIME |

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو :

Marfat.com

"س ۔ آپ نے آگے کہا کہ پانی کا بخار ہوا سے مل جاتا ہے ۔ ہوا کیا شئے ہے ۔

ج ۔ ہوا میں دو چیزیں ہیں آکسیجن اور نیٹروجن ۔ آکسیجن پانچواں حصہ ہے اور باقی نائٹروجن ہے ۔

س ۔ ان دونوں شئے کی تعریف کیجئے ۔

ج ۔ جب نیٹروجن آکسیجن سے جدا کیا جاوے تو اس میں نہ کوئی جاندار سانس لے سکتا ہے نہ شعلہ جل سکتا ہے نہ پھول کھل سکتا ہے ۔ نہ نباتات اگ سکتی ہے ۔ غرض کسی شئے کی زندگی نہیں ہو سکتی ۔ اور آکسیجن وہ شئے ہے کہ ضرور ہے واسطے جلنے کے اور دم لینے کے"

اصل انگریزی کتاب اور مصنف کا نام نہیں دیا گیا ہے اور اس کی بھی صراحت نہیں کہ ترجمہ کسی ایک شخص نے کیا یا جماعت نے (نمبر ۴۵ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ)

**علم آب** | یہ کتاب ستہ شمسیہ کی تیسری کڑی ہے ۔ جو دیباچہ کے سوا کتاب کا حجم (۳۱۲) صفحات ہے ۔ آخر میں چار صفحات کا غلط نامہ اور تین صفحات پر علم آب سے متعلق (۳۶) اشکال درج ہیں ۔ دیباچہ میں اس رسالے کی تالیف کا مادہ تاریخ مذکور ہے جو یہ ہے :

شمس الامراء کی ہے یہ تالیف ۱۲۵۴ھ

ایک سرخی "تعریفات اور کیفیات علم آب کے" تحت بارہ صفحات میں مختلف اصطلاحوں اور آلوں کی تعریف بیان کی گئی ہے ۔ پہلی گفتگو سے لے کر پندرھویں گفتگو تک علم آب کی حقیقت سیال اجسام کے اوزان ، دباؤ اور اُن کی حرکت سے متعلقہ جملہ امور کو سمجھایا گیا ہے ۔ سولھویں اور سترہویں گفتگو میں ہیڈرا میٹر اور تیرنے کی کیفیت کا حال درج ہے ۔ اٹھارویں گفتگو میں سفن کے آلے کے اعمال کی تشریح کی گئی ہے ۔ انیسویں اور بیسویں گفتگوؤں میں آلہ غوطہ زنی اور اس کے استعمال کے طریقوں اور فوائد کو تفصیل سے لکھا گیا ہے ۔ اکیسویں گفتگو میں پمپ سے پانی کھینچنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں ۔ بائیسویں گفتگو میں

Marfat.com

زبردستی کے پمپ کا ذکر ہے۔جس سے فوارے کا کام لیا جاتا ہے۔آگ بجھانے کے آلے کا ذکر بھی اسی ضمن میں کیا گیا ہے۔کنوؤں سے پانی کھینچنے کے لئے رسی کے ڈولوں کی ساخت کا طریقہ بھی واضح کیا گیا ہے۔پھر زنجیری پمپ کا ذکر ہے جو جہازوں کی تہہ سے پانی باہر نکالنے کے کام آتا ہے۔آخر میں شکنجہ آب کا ذکر ہے جس کی مدد سے روئی کے گٹھوں کو دباتے ہیں۔جہازوں میں جب روئی بھری جاتی ہے تو پہلے اس شکنجہ میں اس کو دباتے ہیں جس کی وجہ سے بیس گنا زیادہ روئی بھری جا سکتی ہے۔

اس رسالے میں بھی کم و بیش وہی زبان استعمال کی گئی ہیں جو اس سے پہلے کے رسالوں کی ہے۔جملوں کی ترکیب اور ساخت کی قدامت کی چند مثالیں یہ ہیں:

"میں تم سے کہا چاہتا تھا"

"چار شکلیں مدور کیسی رکھتیں ہیں"

"جو جسم کہ اِس کا ثقل پانی سے کم ہے"

"کس طرح پانی انھوں کی حیات کا سبب پڑتا"

"نے" کا استعمال ملاحظہ ہو"

"ہم نے اپنے استعداد حوصلے کے موافق سمجھے"

"بعض جگہ "نے" کا استعمال ہی نہیں کیا گیا۔مثلاً

"اد پہ آپ فرمائے تھے"

لفظ "کر" مختلف طریقوں سے جملوں میں لایا گیا ہے۔جیسے مجھ سے کر دیکھو گے (مجھے کرتے ہوئے دیکھو گے) امتحان کر دکھلائے (امتحان کر کے دکھلائیے) بعض قدیم الفاظ بھی ملتے ہیں جو اب متروک ہیں۔مثلاً ماٹی (مٹی) قیمت دار (قیمتی)۔جاگہ (جگہ) دوڑنے لاگا (دوڑنے لگا) وسکا (اُس کا) وغیرہ کہیں کہیں دکنی الفاظ اور زبان کی جھلک ہے۔سرکاؤ (ہٹاؤ) ڈھیپا (تودہ) مصمت پنا (مصمت پن) دھڑ (جسم) مانپ (ناپ) کھلتیاں

Marfat.com

بند ہوتیاں ہیں (کھلتی اور بند ہوتی ہیں) انگریزی الفاظ کے املا کا تعین نہیں کیا گیا تھا چنانچہ ہیڈرواسٹاکس کو کہیں ہائے ہوز اور کہیں ہائے حطی سے لکھا ہے۔ بعض انگریزی اصطلاحوں کے ترجمے کئے گئے، اور بعض انگریزی تلفظ کے مطلق اردو میں لکھے گئے چند بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

| | |
|---|---|
| علم آب | HYDROSTATICS |
| علم آب کی ترازو | HYDRO STATIC BALANCE |
| چوسنے کا پمپ | SUCKING PUMP |
| زبردستی کا پمپ | FORCE PUMP |
| ہیڈرامیٹر | HYDRAMETER |

کتاب کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:-

"علم آب جس کو یونانی زبان میں ہیدرس ٹاٹکس کہتے ہیں۔ علم فلسفی طبیعی کی ایک نوع ہے، جو طبعیت اور ثقل اور دباؤ اور حرکت اکثر سیال کی ظاہر کرتا ہے۔"

"کسب کیسا ہی آسان ہو نہیں سمجھنا کہ اس کے عمل میں کچھ خطر نہیں چنانچہ لکھا ہوا دیکھنے میں آیا ہے۔ حکیم اسپالڈن اور اس کا مددگار دونوں اپنے بنائے ہوئے آلے میں بیٹھ کر جہاز شکستہ اور ڈوبے ہوئے مال کے نکالنے کے واسطے دوبار دریا کے اندر جا کر نکلے اور دفعہ سوم جو ڈوبے ایک ساعت تک رہے جب وقت بہت گزرا اور اوپر کے مددگاروں نے کچھ اشارہ مراجعت کا نہیں پایا آلہ غوطہ زنی کو اوپر کھینچا دیکھے کہ دونوں کی روح پرواز ہو گئی تھی۔"

بعض صفحات کے حاشیہ پر اس سلسلے کی دوسری کتابوں مثلاً جرثقیل۔ علم مناظر اور شمس الہندسہ وغیرہ کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔

Marfat.com

**علم ہوا** | یہ سلسلہ شمسیہ کی چوتھی کڑی ہے جو دیباچہ کے علاوہ چوبیس گفتگوؤں پر مشتمل ہے۔
اصل کتاب کا حجم (۳۳۵) صفحات ہے آخر میں (۴) صفحات کا غلط نامہ اور پانچ صفحات پر علم آب سے متعلق (۳۴) آلوں کے نقشے دیئے گئے ہیں اور مترجم نے پانچ مختلف قسم کے فواروں کے نقشے بھی ان میں شامل کر دیئے ہیں جو کسی دوسری کتاب سے لئے گئے ہیں چنانچہ صفحہ (۹۵) کے نیچے حسب ذیل عبارت درج ہے:

"مترجم نے فواروں کے نقشے اور ایک کتاب سے واسطے تفہیم کے داخل کیا۔"

کتاب کی ترتیب کا ڈھنگ وہی ہے جو اس سے پہلے کی کتابوں کا ہے۔ ہوا سے متعلق جملہ امور کو اتنی وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ کوئی بات تشنہ باقی نہیں رہتی جن مسائل سے اس کتاب میں بحث کی گئی ہے۔ ان کی چند سرخیاں یہ ہیں۔

کیفیت ہوا۔ ایرپمپ۔ ہوا کا دباؤ۔ ہوا کا وزن۔ ہوا کی لچک۔ ہوا کی بندوق اور آواز۔ پون، اسٹیم انجن، برامیٹر، تھرمامیٹر، بیرامیٹر، ہیگرامیٹر اور آلہ بارش پیما وغیرہ جن انگریزی اصطلاحوں کا ترجمہ کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

| | |
|---|---|
| ہوائی بندوق | AIRGUN |
| آلہ ہواکش | AIR PUMP |
| بخار کا آلہ | ESTEAM ENGINE |
| ٹھوس پن | SOIIDITY |
| آتش پیما | PAERAMETER |
| موسمی پون | MONSOON |

بعض الفاظ کا اِملا اور تلفظ بھی اب سے مختلف ہے۔ مثلاً

جتیا ———— جتنا

جانوں ———— جانو

Marfat.com

بانسیلی ——— بانسری

ستنا ——— سننا

بعض الفاظ کی جمع دکنی قاعدہ کے مطابق بنائی گئی ہے مثلاً شاخ سے شاخاں

سیخ سے سیخاں وغیرہ۔

وے۔ دو اور ون جگہ جگہ استعمال ہوئے ہیں۔

"نے" کے استعمال کی دو مثالیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

"ہوا کو آپ نے تولی تھی۔"

"حضرت میں اس بات کو خوب سمجھا"

بعض مقامات پر اسم کیفیت یا حاصل مصدر کی بجائے مصدر کا استعمال کیا گیا

ہے۔مثلاً

"حضرت کیا گرجنا (گرج) ہوا سے ہوتا ہے۔"

"تعجب ہے کہ گونجنا اکثر سننے میں کیوں نہیں آتا۔"

انگریزی الفاظ کے املا کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔چنانچہ حسب ذیل الفاظ کو دو طرح سے

لکھا گیا ہے۔

اسٹیم انجن ——— اشٹیم انجن

ترمامیٹر ——— تھرمامیٹر

اس کتاب کی "تیئسویں گفتگو" سے تلمیذ اور استاد کے سوال و جواب کا اقتباس پیش

کیا جاتا ہے۔

"اُستاد۔ اب اپنے بیان کو علم طبعیات کے آلات کی گفتگو میں تمام کرنے کے

واسطے آج تم کو پیرامیٹر اور ہیگرامیٹر کی ترکیب اور عمل دکھاتا ہوں اور کل

اس کتاب کو آلہ بارش پیما کے بیان پر تمام کرتا ہوں۔

Marfat.com

تلمیذ خرد - حضرت پیرامیٹر کی معنی بیان کیجئے۔

اُستاد۔" یہ لفظ یونانی ہے اور اس کے معنی آتش پیما ہے اور یہ ایک آلہ ہے منجمد چیزوں علی الخصوص معدنیات کے بڑھاؤ کی پیمائش کے واسطے جو بر سبب گرمی کے اِن کو حاصل ہوتا ہے، اور چیزیں کتنی بھی تھوڑی پھیلیں اِس آلے کی استعانت سے تیسویں شکل کی مانند فقط آنکھ سے نظر آویں گے۔"

**علم مناظر** یہ کتاب ستہ شمسیہ کی پانچویں جلد ہے۔ اور اس میں علم مناظر سے بحث کی گئی ہے۔ دیباچہ اور تعریفات علم مناظر کے صفحات کے علاوہ کتاب کا حجم (۲۷۷) صفحات ہے آخر میں (۸) صفحات کا غلط نامہ اور متن سے متعلقہ (۴۲) اشکال شریک ہیں۔ اصل کتاب میں علم مقناطیس کا رسالہ بھی اس کے ساتھ شامل تھا مگر ترجمے میں اس کو علم مناظر سے علٰحدہ کر کے علم برق کی جلد کے آخر میں شریک کیا گیا۔ اس کتاب کے سنہ تالیف کے متعلق دیباچہ میں غلام محی الدین کا نکالا ہوا مادۂ تاریخ یہ ہے۔

"این تالیف شمس الامراء" ۱۲۵۵ھ

دیباچہ کے بعد علم مناظر کی مبادیات اور اصطلاحات کی تشریحیں کی گئی ہیں جس سے کتاب کے سمجھنے میں آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ پوری کتاب کو بائیس گفتگوؤں پر تقسیم کیا گیا ہے جن میں علم مناظر کی مختلف شاخوں مثلاً

شعاع۔ روشنی۔ آئینہ۔ عینک۔ قوس قزح۔ کلاں بین اور دوربین پر تفصیلی معلومات درج ہیں۔ ترجمے کی خصوصیات وہی ہیں جو اسی سے پہلے کی کتابوں کے متعلق بیان کی جا چکی ہیں۔ پیچیدہ سے پیچیدہ علمی مباحث کو سادہ اور سلیس پیرایہ میں ادا کیا گیا ہے۔ ترجمہ اس خوبی سے ادا کیا گیا ہے کہ عبارت میں ترجمہ پن نہیں پایا جاتا۔ جن انگریزی اصطلاحوں کا ترجمہ ہوا وہ حسب ذیل ہیں :-

Marfat.com

لنتر یا لانتر LANTERN قندیل سحری MAGIC LANTERN

مُنہ دیکھنے کا آئینہ LOOKING GLASS

کلاں بین MICROSCOPE

منعکس دوربین REFLECTING TELESCOPE

موازی شعاعیں CONVERGENT RAYS

انقباضی شعاعیں

انبساسی شعاعیں DIVERGENT RAYS

منعکس روشنی REFLECTING LIGHT

بعض الفاظ کو کہیں مذکر اور کہیں مونث استعمال کیا گیا ہے۔

مثلاً :- شعاع آتی ہے —— شعاعیں گرتے ہیں۔

بوڑھے کی آنکھیں —— آدمی کے آنکھیں

بعض الفاظ کا اِملا موجودہ اِملا سے مختلف ہے۔جیسے سابون (صابن) لنبی (لانبی) بڑتا ہے۔ (بڑھتا ہے) ہاتی (ہاتھی) عبارت میں جگہ جگہ ایسے الفاظ ملتے ہیں۔جو اب ہماری زبان میں متروک ہو گئے ہیں۔ مثلاً

کبھو۔ کسو۔ جدی جدی۔ دو۔ وے۔ دکھنے لگی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اگر کسی جملہ میں فاعل جمع ہو تو اس کا فعل بھی جمع لایا گیا ہے اور یہ دکنی زبان کی ایک خصوصیت ہے۔ مثال کے طور پر چند جملے یہاں لکھے جاتے ہیں :-

" یاد رکھو ـ ـ ـ ـ ۔کہ تفاوتیں ہوا میں معلوم کر سکتے ہیں۔ برخلاف پانی کے کہ وہاں خوب دریافت نہیں ہو سکتیں ہیں "

" یہ تعریفات تمہارے ہر کام پر آئیں گیں "

بعض جگہ " نے " کے استعمال کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔ مثلاً " کیا حضرت آپ سمجھے

Marfat.com

ہیں کہ روشنی چار مرتبہ کم ہوئی ہے۔

یہ کتاب بھی بطور سوال و جواب کے لکھی گئی ہے۔ پندرھویں گفتگو سے ایک مکالمہ کا اقتباس بطور نمونہ یہاں درج کیا جاتا ہے :۔

"تلمیذ خرد۔ حضرت بہتر بندہ ایسا ہی عمل کرے گا لیکن کچھ آپ نے ابرو اور مژگان کا ذکر نہ کیا یہ کس کام پر آتی ہیں"

"اُستاد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابرو بہت آنکھ کو پناہ دیتی ہے جس وقت کہ بہت روشنی آنکھ پر آتی ہے اور کوئی جسم اگر پیشانی پر سے پھسل کر آنکھ پر گرے آنکھ کو مضرت نہیں پہنچنے دیتی ہے اور مژگان کام کرتی ہیں آنکھ کے پردے کی مانند کس واسطے کہ جب کوئی شخص سوتا ہے وہ سنبھالتے ہیں حادثہ روشنی کو یعنی زیادہ روشنی آنکھ میں جانے نہیں دیتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ مژگان ہزاروں صدمات سے آنکھوں کو بچاتے ہیں۔ اور جو گرد کہ ہوا میں بھری ہوئی ہے ان کو آنکھوں میں آنے نہیں دیتے ہیں"

**علم برقک** یہ سلسلہ ستہ شمسیہ کی آخری کڑی ہے۔ جس میں علم برقک۔ گیاں وی نیزم اور مقناطیس کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی ۱۲۵۵ھ میں تالیف ہوئی جس کا دیباچہ میں حوالہ دیا گیا ہے۔ (۱ تا ۲۰۶) صفحات میں علم برقک پر بحث کی گئی ہے اور آخر میں تین صفحات پر (۳۱) اشکال ہیں۔ (۲۰۷ تا ۲۶۲) صفحات میں گیاں وی نیزم کے مسائل سمجھائے گئے ہیں اور ختم پر متعلقہ آلوں کے (۶) نقشے دیئے گئے ہیں۔ (۲۶۳ تا ۳۰۲) صفحات علم مقناطیس کے لئے وقف ہیں اور آخر میں مقناطیس کی قوتوں کو پانچ مختلف اشکال سے واضح کیا گیا ہے۔ (۳۰۳ تا ۳۴۴) صفحات میں سوالات کی فہرستیں درج ہیں۔ کتاب کے ختم پر تینوں رسالوں کے غلط نامے علحدہ علحدہ سرخیوں کے تحت ترتیب دیئے گئے ہیں۔ علم برقک سولہ گفتگوؤں پر، گیاں وی نیزم اور علم مقناطیس چار چار گفتگوؤں پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

علم برق میں قوت جاذبہ اور قوت واقعہ جھٹکے کی کوشش اور دفع کی تاثیر۔ جھٹکے کے مورچے۔ کرۂ ہوا کے جھٹکے۔ زلزلہ اور حیوانات کے جھٹکے وغیرہ کی سرخیوں کے تحت متعلقہ مسائل کی تفہیم کی گئی ہے۔ گیال وی نیزم کی ابتدا، گیال وانک روشنی اور اُس کے مختلف تجربوں کو مقالوں کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے۔ مقناطیس کی خاصیت۔ کشش مقناطیسی اور قطب نما وغیرہ پر تفصیلی معلومات درج ہیں۔ اس کتاب کی عبارت کے نمونے درج کیے جاتے ہیں:-

"اُستاد۔ ایک ٹرافرس یونانی زبان میں اس جھٹکے کے آلے کو کہتے ہیں کہ جو بہت سہل بنے اور بہت چیزوں سے مرکب نہ ہو۔ استعمال میں لانے کی یہ صورت ہے کہ نیچے کے ب کے تختے کو نئی فلالین یا خرگوش یا بلی کا چمڑا لے کر بالوں کی طرف سے گھسو اور جب وہ تختہ خوب قوت پاوے تو اوپر کے الف کے تختے کو اس پر رکھو اور اپنے انگشت کو اوپر کے تختے پر دھر وبعدہٗ دوسرے ہاتھ سے ک کے کانچ کے دستے سے اس تختے پر علحدہ کر دو پس جو کوئی اپنے مفصل انگشت کو بالیڈن کے شیشے کی گولی کو اس کے قریب لائے گا تو اُسے ایک چنگاری ملے گی....."

اُستاد..... گیال وی نیزم ڈانکٹر گیاوینی کے نام سے مشہور ہوا ہے اس واسطے کہ وہ اول شخص تھا جس نے ان امتحانات کو کہ جس پر اس علم کا قاعدہ ہے ظاہر کیا۔

تلمیذ کلاں۔ حضرت اس صاحب نے ان امتحانات کو کیوں کر ایجاد کیا۔

اُستاد۔ صورت اس کی یہ ہے کہ گیال وینی صاحب جو تشریح کے علم کا ایک مدرس تھا شہر بلونا میں ایک شب جھٹکے کے چند امتحان کر رہا تھا اور اس میز پر کہ جہاں آکر دھرا تھا چند مینڈک پوست کشیدہ واسطے امتحان تشریح کے

Marfat.com

دھرے تھے، اتفاقاً ایک شخص نے مجلس سے ایک مینڈک کو لے کر اس کے اعصاب کو موصل سے لگایا۔ معاً اسے ایک چنگاری ملی اور اس میں بطور تشنج کے حرکت پیدا ہوئی اور گیال وینی صاحب کی زوجہ نے یہ دیکھ کر اسے اس بات پر آگاہ کی . . . . .

"تلمیذ کلاں ۔ حضرت آپ نے ابھی ذکر کیا تھا کہ سوئی کو مقناطیس دینے کے بعد وہ جھکتی ہے کیا جھکاؤ اس کا یکساں رہتا ہے یا کچھ کچھ فرق کرتا ہے"

اُستاد ۔ یہ قریب الفہم ہے کہ اس حالت میں ہوگی، اسی جائے میں اور راپٹ صاحب نے کہ قطب نما بنانے والا تھا ناروے کے ملک میں ۱۵۷۶ء میں دریافت کیا کہ جھکاؤ سوئی کا قریب ۷۲ درجہ کے تھا اور اس کے تحقیق بادشاہی مدرسے میں بھی ہوئی اور یہ بات نکلی"

جن انگریزی اصطلاحوں کا ترجمہ کر لیا گیا تھا وہ حسب ذیل ہیں :۔

| | |
|---|---|
| ELECTRICITY | علم برق یعنی جھٹکے کا علم |
| CONDUCTOR | موصل |
| ELECTRON | کہربا |
| OXIDETED | زنگ آلود |

اکثر انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا، اس لئے جگہ جگہ انگریزی الفاظ عبارت میں نظر آتے ہیں ۔ ان میں سے بعض یہ ہیں :۔

ڈسچارجر ۔ آگزیڈ ۔ آگزیڈیشن ۔ کی میکل آکشن ۔ الک ٹرامیٹر ۔ واٹر اسپوٹ وغیرہ وغیرہ ۔

"نے" کے استعمال میں مترجمین نے اپنے آپ کو پابند نہیں کیا ۔ مثالیں ملاحظہ

Marfat.com

ہوں :-

"حضرت میں اس بات کا خیال نہیں کیا تھا"

"میں اکثر اس سے کھیلا ہوں"

"حضرت آپ نے فرمائے تھے"

لفظ "انتہا" کو مذکر استعمال کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر کو ڈانکٹر اور تلوار کو ترداد لکھا ہے۔ ترجمے کی زبان میں وہ تمام خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو اس سلسلے کی پہلی کتابوں کے بیان میں لکھی جا چکی ہیں (یہ سب رسالے کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردو میں موجود ہیں)۔

**رسالہ علم و اعمال کرے کا** | تقطیع $\frac{1}{2}$ ۸ × $\frac{1}{2}$ ۵ صفحات (۲۰۸) سنہ تالیف ۱۲۵۵ھ سنہ طباعت ۱۲۵۷ھ۔

یہ ضخیم کتاب بھی نواب شمس الامراء بہادر کی سرپرستی میں ان کے سنگی چھاپہ خانے میں طبع ہوئی۔ دیباچہ لکھا ہے کہ :-

"پوشیدہ نہ رہے کہ جس کو علم اصطرلاب کرہ بھی کہتے ہیں۔ سنہ ۱۲۵۵ھ نبوی حضرت شمس الامراء بہادر . . . . . کے حسب الحکم مستر جوزہ اور بنڈرتن لعل نے کہ دونوں ملازم سرکار فیض آثار نواب ممدوح کے ہیں۔ انگریزی زبان سے اُردو زبان میں ترجمہ کیا اور یہ چند مسائل انتخاب کیے گئے ہیں اس کتاب سے کہ جس کو حکیم کیت صاحب نے تالیف کیا ہے اور اگرچہ وہ کتاب حاوی اکثر مسائل علم کرے کو ہے مگر اس میں سے چند مسائل ضروریہ انتخاب کر کے لکھے گئے اور سوائے اس کتاب کے چند نقشے کرے وغیرہ کے بھی طالبوں کے سمجھانے کے واسطے شریک کیے گئے کس لئے کہ اگر کرہ بالفعل موجود نہ ہو تو ان نقشوں سے اس کی صورت ذہن طالبین میں متصور ہو . . . . . .

اس رسالے کی فہرست (۲۹) صفحات میں دی گئی ہے۔ جس میں کتاب کے

Marfat.com

چاروں مقالوں کی ذیلی سرخیاں درج ہیں۔ پہلے مقالے کے تحت (۹۳) دوسرے کے تحت (۵۲)۔ تیسرے کے تحت (۲۱) اور چوتھے کے تحت (۱۵) ذیلی سرخیاں قائم کی گئی ہیں۔ دوسرے مقالے میں "کرہ مصنوعہ اور دوائر" کی تعریفات درج ہیں۔ دوسرے مقالے میں کرۂ ارض کے اعمال سے متعلق سوالات اور ان کے جوابات اور قاعدے بیان کیے گئے ہیں۔ تیسرے مقالے میں کرۂ سماوی کے اعمال سے متعلق سوالات جوابات اور قاعدے لکھے گئے ہیں۔ چوتھے مقالے میں سیاروں اور اجرام فلکی کا بیان ہے۔ کتاب کے ختم پر "فائدہ" کی سرخی کے تحت ایک صفحہ کا نوٹ دیا گیا ہے۔ اور (۳) صفحات میں "منازل قمر" کی جدول" ہے۔ اس کی غرض وغایت کو اس طرح واضح کیا گیا ہے۔

"یہ جدول منازل قمر کے طالبوں کے فائدے کے واسطے ہے کیونکہ یہ رسالہ اعمال کرے کا ہے۔ اور اس میں یہ عمائدہ نہ تھا اور کتابوں سے اخذ کر کے لکھنے میں آیا اور جملہ منازل قمر اٹھائیس ہیں، اور اس جدول میں اسمائے منازل بزبان عربی اور ہندی اور تعداد ثوابت ہر منزل اور اس کا برج اور مقامات ... .. کتابوں سے دریافت کر کے لکھنے میں آیا ہے ....."

اس جدول کے بعد چار صفحات کا غلط نامہ ہے۔ آخر میں (۶) صفحات پر کرۂ ارضی کرۂ سماوی۔ قطب نما۔ محور۔ نصف النہار اور افق کرسی کے آٹھ کے آٹھ نقشے دیئے گئے ہیں۔ اب یہاں ہر مقالے سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں تاکہ کتاب کے موضوع اور طرز عبارت کا اندازہ ہو سکے۔

پہلا مقالہ :۔ "نوویں تعریف خسوف قمر کی" "جب زمین چاند اور سورج کے درمیان میں حائل ہوتی ہے۔ تو زمین کا سایہ چاند پہ گر کے اس کا مانع نور ہوتا ہے۔ اسی کو خسوف قمر کہتے ہیں۔ اور اس سبب سے خسوف قمر حالت بدر میں ہونا ضروری ہے۔"

Marfat.com

دوسرا مقالہ :- آٹھواں سوال کسی دو مقام مفروض کے طول بلد معلوم کا تفاوت کیوں کر معلوم کرنا قاعدہ دونوں کا طول بلد تیسرے سوال کے موافق معلوم کرکے دیکھنا کہ اُن دونوں کا طول مشرقی ہے یا مغربی - غرض بہر تقدیر اس وقت عدد ناقص کو عدد زائد سے وضع کرنا - پس وضع کے بعد جو تفاضل کہ حاصل ہوگا وہی ان دونوں کے طول کا تفاوت ہوگا - اگر ایک مشرقی ہو اور ایک مغربی تو ان دونوں کے طول کو جمع کرنا پس جمع کے بعد جو مجموعے کہ حاصل ہوگا وہی تفاوت ہوگا"

تیسرا مقالہ :" گیارہواں سوال تاریخ ماہ اور عرض بلد معلوم کئے کے بعد آفتاب کے غروب کے بعد کون کون سیارے بالائے افق رہتے ہیں کیوں کر معلوم کرنا -

قاعدہ قطب کو اپنے عرض بلد کے موافق بلند کرنا اور بعدہ آفتاب کا مقام طریقۃ الشمس پر معلوم کرکے اس کو دس بارہ درجے افق کے نیچے لے جانا اور پھر تقویم میں دیکھنا کہ کون کون سیارے اوپر کے برجوں میں ہیں - پس وے سب نظر آویں گے "

چوتھا مقالہ :" مشتری کا بیان "

" یہ سیارہ تمام سیاروں سے بڑا ہے اور زمین و آفتاب کے درمیان میں جس قدر بعد ہے اس کی بہ نسبت یہ سیارہ بہت دور ہے - اور جب اس کو بے استعانت آلہ دوربین کے دیکھتے ہیں - تو زہرہ کی مانند نظر آتا ہے - لیکن زہرہ کی طرح روشن نہیں معلوم ہوتا . . . . . جب اس کا طول آفتاب کے طول سے کم ہوتا ہے - تو طلوع آفتاب کے قبل نظر آتا ہے - اس وقت اس کو کوکب صباحی یعنی صبح کا تارا کہتے ہیں - اور جب زیادہ ہوتا ہے تو غروب

Marfat.com

آفتاب کے بعد دکھلائی دیتا ہے۔ اِس وقت اِس کو کوکب مسائی یعنی شام کا تارا بولتے ہیں اور یہ اپنا دورۂ محوری ۹ ساعت ۵۶ دقیقے میں تمام کرتا ہے ..... اس کا حجم زمین کے حجم سے ۱۴۰۰ مرتبہ زیادہ ہے .....
حکیم پون صاحب نے اِس کے قطبین کی طرف کے محور کو اس کے خطِ اِستوا کی طرف کے قطر سے ایسی نسبت دی ہے کہ جیسی نسبت نیوطن صاحب کے نزدیک ایسی ہے کہ جیسی نسبت ۹/۲ کو ۱/۲ سے ساتھ ہے۔"

چوتھے مقالے میں جہاں ہر سیارے کے متعلق معلومات درج کی گئی ہیں۔ وہاں اس سیارے کے اقمار کی حرکت بعد زمانہ اور اُن کے معلوم کرنے کی تاریخیں جدول سے ظاہر کی گئی ہیں۔ کتاب کی عبارت عربی اور فارسی آمیز ہے "علی التوالی اور فی مابین" جیسی عربی ترکیبیں استعمال کی گئی ہیں بعض ممالک کے ناموں کا اِملا موجودہ اِملا سے مختلف ہے۔ مثلاً

آزیہ (ایشیا) افریکہ (آفریقہ)۔ پرتکیس (پرتگیز) پاریز (پیرس) وغیرہ۔ بعض اردو الفاظ کا اِملا اس طرح لکھا گیا ہے جیسے چھٹھی (چھٹی) ناپ (ناپ) متروکات بھی عبارت میں نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند یہ ہیں۔ تسپر۔ وُنہوں نے وغیرہ۔

اِس کتاب کے دو نسخے ایک کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں (نمبر ۹۲۰/ب-ع) اور دوسرا ادارۂ ادبیات اُردو میں (نمبر ۵۱۹) موجود ہے۔

**رسالہ منتخب البصر** | تقطیع ۸"×۵" صفحات (۲۱۳) سنہ تالیف ۱۲۵۲ھ سنہ طباعت ۱۲۵۶ھ نام مولف رتن لال۔

یہ رسالہ نواب شمس الامراء بہادر کے حکم سے مرتب کیا گیا اور ان کے سنگی چھاپہ خانے میں چھپا۔ اِس رسالے کے مولف نے دیباچہ میں موضوع۔ سبب تالیف اور اس کے مانند

Marfat.com

کا جن الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اس کا اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے :

"یہ رسالہ ہے موسوم بہ منتخب البصر بیچ علم دور نما کے کہ اسے علم انظار بھی کہتے ہیں اور اِس علم کی معلومات سے نقشے اجسام وسطوح کے کھینچے جاتے ہیں ...... اِس علم میں اگرچہ ایک کتاب بلسوط فارسی زبان میں موسوم بہ رفیع البصر لکھی ہوئی صاحبزادہ بلند اقبال عالی قدر محمد رفیع الدین خاں المخاطب بہ عمدۃ الدولہ بہادر ..... کی ہے اور اُردو کتاب جامع ہے تمام قواعد کلیہ دور نما کو اور حاوی ہے اشکال دقائق مجسمہ کو اور یہ بندہ عاصی پر معاصی رتن لعل ولد چنیا لعل کہ نمک خوار اس دولت ابد مدت کا ہے وقت تیاری اس کتاب کے زبان ہدایت بنیان صاحبزادہ موصوف سے بیان نثر شکل سے سرفراز ہوا کرتا تھا۔ معلومات اِس علم کی حاصل کیا اس لئے مصدر حکم نواب صاحب قبلہ ممدوح کا ہوا کہ وہ کتاب بہت بڑی قابل منتہیوں کے ہے تو کوئی رسالہ مختصر ایسا لکھ کر گزارنے کہ اس میں اس علم کی اصطلاحات اور اسماء اور قواعد کلیہ لکھے ہوئے ہوں تاکہ بتدیوں کو پہلے معلومات اس کے اصطلاحات وغیرہ کی جلد ہو جائے بعدہٗ اس کتاب کا پڑھنا بتدیوں کو آسان ہو گا اس واسطے اِس عاصی نے حسب الحکم والا کے اس کتاب رفیع البصر سے قواعد آسان منتخب کر کے یہ رسالہ مختصر اُردو زبان میں بطریق سوال وجواب شاگرد اور اُستاد کے مشتمل اور پرچھے مقالوں کے اپنے استعداد اور حوصلے موافق ہو کر ملاحظہ مبارک میں گزارنا اور سرمایہ سعادت حاصل کیا .... شاگرد کے سوال کی جانے علامت س کی اور اُستاد کے جواب پر نشانی ج کی لکھا گیا :"

اس رسالے کے سنہ تالیف کے متعلق رسالے کے ختم پر حسب ذیل عبارت اور قطعہ تاریخ درج ہے :-

Marfat.com

"یہ رسالہ تمام ہوا بعون اللہ تعالیٰ اور حسن توفیق اس کے اور اس کی تاریخ کا مادہ اِس قطعے میں موزوں ہے۔ قطعہ

مرتب جب ہوا یہ سب رسالہ
بحقِ سیّدِ ابرار نامی
تجسّس کی جو میں نے اِس کی تاریخ
کہی کل عقل نے انظار نامی
۱۲۵۳

تمّت بِالخیر
وبہ نستعین"

Marfat.com

اِس رسالے میں (۶) مقالے ہیں جو سترہ گفتگوؤں پر مشتمل ہیں۔ پہلے مقالے میں علم ہندسہ کی مبادیات مثلاً نقطہ۔ خطوط۔ زاویے۔ دائرے اور مربع وغیرہ کی تعریفات اور اِن کے ماننے کے قاعدے بیان کئے گئے ہیں، اور تین صفحات میں پہلے مقالے سے متعلق (۳۶) مختلف ہندسی اشکال دی گئی ہیں۔ اس اقتباس یہ ہے :-

س :۔ حضرت قطعہ دائرے کی کیا تعریف ہے؟

ج :۔ "قطعہ دائرہ اس کو کہتے ہیں ایک خط مستقیم دائرے کو ایسا قطع کرے کہ دائرے کے مرکز پر سے نہ گزرے جیساکہ اس پندرھویں شکل میں اِس دائرے کے دو قطع ہوئے۔ چھوٹے قطع کو قطعہ اصغر اور بڑے کو قطعہ اکبر کہتے ہیں اور جو خط کہ مرکز سے گزر کر دائرے کو قطع کرتا ہے اِس کے ہر قطع کو نصف دائرہ کہتے ہیں اور اس کے نصف کو ربع دائرہ کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔"

دوسرے مقالے میں "علم دور نما کے اُصول" کی سرخی کے تحت کیفیت نظر۔ اصول نقشہ ہندسی و دور نمائی پر بحث کی گئی ہے۔ اقتباس یہ ہے :-

س :۔ "حضرت اگر ہم کو شکل اُلٹی نظر آتی ہے تو ہم کو سیدھی کیوں نظر آتی ہے؟"

ج :۔ "ہم لوگوں کو ایک مدت سے عادت ہوگئی ہے بہ سبب کثرت امتحان کے ذہن تمیز کرتا ہے کہ یہ سیدھی ہے بلکہ اس کے اوپر ایک برہان ساطع یہ ہے جو بچے شیر خوار ہیں ان کے سامنے جو شئے آتی ہے اس کو بالشتہ پکڑ لیتے ہیں اور حس لامسہ کے سبب سے اور لوگوں کے کہنے سے ان کو چند مدت میں تمیز سیدھے اُلٹے کی ہوتی ہے اور اس کی مفصل تکرار اور براہین علم مناظر میں لکھی ہوئی ہے، اور یہ علم اس ہی سے وضع ہوا ہے اس کو علم انظار کہتے ہیں۔ ۔"

مقالے کے ختم پر متعلقہ (۹) اشکال (۲) صفحات پر دی گئی ہیں۔ تیسرے مقالے میں

Marfat.com

ہیں مستقیم الاضلاع اور دوایر کے بنانے کے طریقوں کو "سطوحات دور نمائی"، کی سرخی کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے لئے پانچ اشکال ہیں ان کا عمل کرکے دکھلایا گیا ہے چوتھے مقالے میں اجسام کی دور نمائی کے مسئلے کو سمجھایا گیا ہے۔ اور حسب ذیل مسائل زیر بحث کی گئی ہے۔

"موثور۔ کعب۔ پرم۔ کرسی۔ ستون۔ مکان۔ زینہ۔ کمان اور پرندوں اور ارتفاعی اجسام کی دور نمائی" وضاحت کے لئے (۸) اشکال ہیں عمل کرکے دکھلایا گیا ہے۔

پانچویں مقالے ہیں شعاع آفتاب۔ آفتابی سایہ اور چراغی سایہ کے متعلق معلومات درج ہیں۔ اور وضاحت کے لئے (۱۴) اشکال دی گئی ہیں۔

چھٹے مقالے ہیں پانی کے عکس اور آئینوں کے عکس اور ان کی مختلف حالتوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں دو اشکال دی گئی ہیں جن ہیں عکس کی مختلف حالتوں کو سمجھایا گیا ہے۔

کتاب کے آخر ہیں (۳) صفحات کا غلط نامہ متن سے متعلق اور ایک صفحہ کا غلط نامہ اشکال سے متعلق ہے۔

زبان اور اسلوب بیان تقریباً وہی ہے جو اس سے پہلے کی کتابوں کا ہے۔ اکثر جگہ، معلومات کو واحد اور "قسم" کو مذکر استعمال کیا گیا ہے "اونچان" کے لفظ کو بلندی کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ جو خاص دکن کی اصطلاح ہے۔ جن الفاظ کی جمع خلاف قاعدہ بنائی گئی ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

عمودات۔ وتریں۔ سطوحات۔ قطریں۔ وغیرہ "نے" کا استعمال پنجابی طریقے پر کیا گیا ہے۔ مثلاً اِن سب باتوں کا لحاظ تم نے تمام اشکال دور نمائی ہیں رکھنا"

عبارت کا نمونہ یہ ہے :-

س۔ حضرت عکس اجسام جو پانی ہیں گرتا ہے اِس کے نقشے لکھنے کا کیا بیان ہے۔

Marfat.com

ج۔ پانی اگر صاف اور شفاف ہے تو اس میں عکس اجسام کا صاف باآبرنگ نظر آئے گا اور اگر کچھ غلظت ہے تو صاف نہیں نظر آئے گا اور عکس کا ظاہر ہونا چار قسم پر ہے جس کا کہ عکس گرتا ہے وہ قائم رہے اور پانی متحرک یا جسم متحرک پانی قائم یا دونوں متحرک یا دونوں قائم پس جس وقت کہ دونوں غیر متحرک رہیں اس وقت عکس اجسام کا نقشہ اچھا لکھا جائے گا۔"

یہ کتاب ادارۂ ادبیات اُردو کے کتب خانہ میں (۲۷۶۳) نمبر پر ہے۔

**رسالہ خلاصۃ الادویہ** | تقطیع ۸ × ۵ صفحات ۲۲۴ سنہ تصنیف ۱۸۴۵ء سنہ طباعت ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء۔ نام مصنف ڈاکٹر ولیم میکنزی۔

یہ رسالہ بھی نواب شمس الامراء بہادر کی سرپرستی میں لکھا گیا اور ان کے سنگی چھاپہ خانہ میں طبع ہوا ہے۔ رسالہ آغاز میں دواؤں کے ناموں کی فہرست لاطینی تلفظ کے لحاظ سے بصراحت صفحہ دی گئی ہے۔ اس فہرست کی تقسیم حروف تہجی کے اعتبار سے کی گئی ہے جو (۲۸) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد دیباچہ ہے جس میں اس رسالے کی غرض و غایت اس طرح بیان کی گئی ہے۔

"واقفان علم حکمت اور شائقان فن طباعت پر ظاہر ہوتا کہ یہ کتاب کان اسپکڈس کا ترجمہ جاننے والے حقیقتوں معالم طبیعی اور ہندسی کے ڈاکٹر ولیم میکنزی صاحب مڈیکل اسٹور کیپر علاقہ نظام واسطے تعلیم اور زود فہمی اور برابر سمجھ میں آنے نیٹو ڈریسروں علاقہ فوج سرکار دولت مدار نظام اور انی دہ خاص و عام کافہ انام کے بھاؤنی الوال برس اٹھارہ سو پنتالیس عیسوی میں صاف اور سلیس زبان ہندی میں تصنیف کئے ...... اور اس کتاب کا نام خلاصۃ الادویہ رکھا گیا۔ صاحبان فضل و ہنر سے امید یہ ہے کہ اگر سہو یا خطا اس میں نظر آوے تو عیب گیری نہ کریں اور قلم اصلاح کا اس

Marfat.com

پر جاری رکھیں"

دیباچہ کے بعد خشک دواؤں کے تولنے کے اوزان کے لکھے گئے ہیں جن کو انگریزی میں "ٹرائی ویٹ" کہتے ہیں۔ پھر عرق اور تیل کے ناپنے کے اوزان دیئے گئے ہیں جن کو انگریزی میں "امپیریل میٹرز" کہتے ہیں۔ اس کے بعد خشک دواؤں کے تولنے کے انگریزی اوزان کے محاذی ہندوستانی اوزان درج ہیں۔

"تشخیص اور دوا دینے کی حکمت" کی سرخی کے تحت تشخیص سے متعلقہ امور کی وضاحت کی گئی ہے۔ مثلاً صنف۔ عمر۔ مزاج۔ موسم اور ملک کی آب و ہوا۔

اصل کتاب صفحہ (۱۴) سے شروع ہوتی ہے۔ دواؤں کے نام لاطینی اور انگریزی زبان کے تلفظ کے لحاظ سے اُردو میں درج ہیں۔ اکثر دواؤں کے ناموں کا اُردو ترجمہ بھی ساتھ ساتھ لکھ دیا گیا ہے۔ بعض دواؤں کے عربی اور فارسی نام بھی درج ہیں۔ ہر دوا کے نام کے بعد اس کی تاثیر فائدہ اور خوراک کے متعلق تشریح کر دی گئی ہے۔ بعض مرکب دواؤں کے بنانے کی ترکیب بھی شامل ہے۔ مثال :-

| لاٹن | انگریزی |
|---|---|
| پوٹاسی نیٹراس | نیٹرٹ آف پوٹاس |
| ہندی | شورہ |

تاثیر۔ پیشاب آور۔ اور سرد ہے۔ زیادہ مقدار دینے سے جلاب لاتا ہے۔ ورم لگانے سے سرد۔ اور گھاؤ صاف کرنے والا ہے۔

فائدہ۔ پتوں میں اور استسقی۔ اور جلندھر اور سوکھی گیلی کھجلی میں۔ اور اخراج خون میں اور ورم لگائے جاتا ہے۔ سوجن۔ اور جوش دماغ میں پانی میں گھول کر سر پر لگاتے ہیں۔ اور حلق کے جلن میں غرغرے کے لئے دیتے ہیں۔

خوراک۔ دس گرین سے آدھے ڈرام تک دن میں تین یا چار بار دینا۔ اور اگر ایک ونس کے

Marfat.com

مقدار ہوا تو بیہوش ہو کر مرنے کی نوبت ہوتی ہے ۔

اس کی زبان میں بھی قدامت نمایاں ہے ۔ لیکن پہلی کتابوں کی بہ نسبت زیادہ سلیس اور عام فہم ہے یہاں ایسے جملے بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں جن کو ہم اب اس طرح نہیں بولتے مثلاً ۔

"روئی کے پھائے میں کر کے (رکھ کر) چمڑے پر اس کو چڑھا کر پلاسٹر سا بنا (پلاسٹر کی طرح) یہ خاصیت زہر کی رکھتا ہے ۔ (اس کی خاصیت زہر ہے) کھلاہٹ موقوف کرے گا (کھجلی دور ہو جائے گی) آتش کے جلنے پر یا انگار کے جلنے پر (آتش یا انگار سے جلے ہونے پر) تبضبت میں (قبض کی حالت میں) آنکھ کے آئے ہوئے کو (آشوب چشم کے مریض کو) گھاؤ کو سکھاتی ہے (زخم مندمل کرتی ہے) معدے کو صاف کرنے کے بعد (کرنے کے بعد) دریافت ہوا (معلوم ہوا) وغیرہ وغیرہ ۔"

جن انگریزی الفاظ کا اردو میں ترجمہ کیا گیا تھا ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں :-

| | | |
|---|---|---|
| کھٹائی | ــــــــ | ایسڈ |
| ریوند چینی کا ست | ــــــــ | ایکسٹریکٹ آف روبرب |
| چولایا ہوا سرکہ | ــــــــ | ڈسٹلڈ وینیگر |
| لوبان کا پھول | ــــــــ | بنزوئک ایسڈ |
| لیموں میں جمایا ہوا | ــــــــ | سٹرک ایسڈ |
| پانی ملا ہوا نمک کا تیزاب | ــــــــ | ڈیلیوٹ ہائیڈرو کلورک ایسڈ |
| بھونی ہوئی پھٹکری | ــــــــ | ڈرائیڈ الم |

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| گلاب کا پانی | ——— | روز واٹر |
| ولایتی پانی | ——— | سوڈا واٹر |
| رب السوس | ——— | ایکسٹراکٹ آف لکسرس |
| ولایتی تیل | ——— | آلیو آئل |
| گندھک کا مرہم | ——— | سلفر آئنٹ منٹ |
| سگ انگور کا پتا | ——— | لیوز آف بلاڈونا |
| مرکب پارے کی گولی | ——— | مرکیوری آل پلز |
| مرکب عرق سناء | ——— | کمپونڈ ٹنکچر آف سنا |
| گیہوں کے نشاستے کا جوشاندہ | ——— | ڈکاکشن آف اسٹارچ |
| آٹے کی لگدی | ——— | سمپل پولٹس |
| گلقند | ——— | کان فکشن آف روزس |
| روغن کافور | ——— | کیامفر نیمنٹ |
| نیلا تھوتھہ (نیلا طوطہ) | ——— | سلفیٹ آف کاپر |

عبارت میں کہیں کہیں متروک قدیم الفاظ بھی پائے جاتے ہیں " جیسے" مڑوڑا (مروڑ) مثلا ہبلٹ (متلی) کڑواہٹ (کڑواپن) باسن (برتن)۔

بعض لفظوں کا املا اس طرح لکھا گیا ہے مثلاً :۔

افیم (افیون) سوکی (سوکھی) تھنڈا (ٹھنڈا)

لفظ " نشہ " مونث اور " جلن" مذکر استعمال ہوا ہے۔" سوزش دار، زہر دار اور ہچکی دار" اسم فاعل کے قاعدہ پر بنائے گئے ہیں۔ مرض کی جمع " مرضوں" اور چیز کی جمع " چیزاں" بنائی گئی ہے۔

کتاب کے آخر میں " علاج کلبہ زہر کا" کی سرخی کے تحت زہر کے علاج کے چار طریقے

Marfat.com

بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب اپنی اہمیت اور افادیت کے لحاظ سے اُردو زبان میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اور غالباً علم الادویہ کی ابتدائی اُردو کتب میں سے ہے۔

**کیمسٹری کا مختصر رسالہ (قلمی)** اوراق (۵۰) سنہ کتابت ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء)

یہ ایک قلمی نسخہ ہے اور معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کتاب کبھی چھپی بھی ہے یا نہیں —— نواب شمس الامراء بہادر کے حکم سے ترجمہ کیا گیا تھا۔ اس کے دیباچہ میں لکھا ہے :۔

"یہ رسالہ مختصر علم کیمسٹری کا حسب الحکم حضرت نواب صاحب قبلہ نواب شمس الامراء بہادر امیر کبیر دام اقبالہ کے ترجمہ کیا گیا کہ جس میں تبدیل اور ترکیب عناصر اور چند اصول علم کیمسٹری کا بیان ہے اگرچہ اس علم میں بڑی بڑی کتابیں مع دلائل انگریزی زبان میں ہیں لیکن ساکنان فرخندہ بنیاد حیدرآباد کو بالکل آگاہی نہ تھی اس واسطے ایورنڈ جان ٹائم صاحب کا مختصر رسالہ انگریزی زبان سے اُردو عبارت میں لکھا گیا کہ واقف لوگوں کو کچھ کچھ اس علم کے اصطلاحات سے آگاہی ہووے اور یہ رسالہ مرتب ہوا۔ نو باب اور سو امتحانات پر (۱۲۵۹ھ م ۱۸۴۳ء)"

کتاب کے شروع میں اصطلاحات کے ترجموں کی فہرست دی گئی ہے :۔

"نام دوایوں کے انگریزی معہ ترجمہ"

| | |
|---|---|
| سلفرک ایسڈ | گندھک کا کھٹا |
| مرکری | پارا |
| سوب برٹ آف سوڈا | سہاگہ |
| نیٹرٹ آف سلور | سفوف نقرہ |
| ٹرمرک پیپر | ہلدی کے پتے کے رس میں بھگایا ہوا کاغذ |

بعض انگریزی اصطلاحات مثلاً سنتھی سس۔ اینلیس۔ سوڈیم اور پٹاسیم وغیرہ کا

Marfat.com

ترجمہ نہیں کیا گیا۔

علم کیمسٹری کی تعریف حسب ذیل الفاظ میں بیان کی گئی ہے :۔

"کیمسٹری وہ علم ہے کہ جس سے اجسام کا باہم عمل دریافت کیا جاتا ہے اور اس سے اجسام قدرتی کے اجزا نمود ہوتے ہیں۔ خواہ حالت بساطت میں ہوں یا حالت ترکیب میں اِس علم کے مرکبات کی ذات کو پہچاننے کے واسطے دو ترکیبیں ہیں۔ چنانچہ سنتیس اور انلیسیس۔ سنتیس ایک لفظ ہے کہ اس کا معنی دو جسم یا زیادہ اجسام سے اتصال کیمسٹری حاصل کرنا ہے اور انلیسیس وہ لفظ ہے کہ اِس کا معنی ہر ایک جسم کو جدا کرنا اور جدی جدی حالت میں دکھلانا ہے۔"

یہ رسالہ کل سو" امتحانات" یعنی تجربوں پر مشتمل ہے اِن میں سے ایک تجربہ مثال کے طور پر درج ذیل کیا جاتا ہے :۔

"ایک گرین (سوڈیم) اور ایک گرین (پٹاسیم) لے کر ایک چھری کی نوک سے دونوں کو خوب ملاؤ۔ بعدہٗ ایک قطرہ پارے کا ان کے نزدیک لے جاؤ یہ دونوں جل جائیں گے۔ اور ایک آنچ پیدا ہوگی۔"

اِس کتاب کی خصوصیات وہی ہیں جو اِس دَور کی دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ جملوں کی ساخت اور ترکیب قدیم اردو طرز کی ہے۔ اندازِ بیان اتنا سادہ اور عام فہم ہے کہ جملہ مسائل بآسانی سمجھ میں آتے ہیں۔ نسخہ کتاب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔

**نافع الامراض** | تقطیع ۸" × ۵½" صفحات ۱۹۲ سنہ طباعت ۱۲۶۲ھ مطبوعہ سنگی چھاپہ خانہ شمس الامراء مولفہ ولیم میکنزی صاحب۔ یہ رسالہ بھی علم الادویہ سے متعلق ہے جس میں نباتات۔ نمک۔ تیزاب۔ دھات اور مشک اور شہد وغیرہ کی خاصیتیں تاثیر اور فائدے سمجھائے گئے ہیں۔ دیباچہ ایک صفحہ کا ہے جس میں کتاب کے موضوع پر روشنی ڈالی گئی

Marfat.com

ہے۔

اِس کے بعد (۶) صفحات کی فہرست ہے جو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دی گئی ہے۔ کتاب کو چار ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب کی سرخی "نباتات کے بیان میں یعنی جتنے بوٹے ہیں اُن کی خاصیت کے ذکر میں" کے تحت (۶۴) بوٹیوں کے نام اُن کی جائے پیدائش۔ ماہیت اور تاثیر بیان کی گئی ہے۔ جن بیماریوں میں یہ کام آتی ہیں ان کے نام اور مقدار خوراک بھی درج ہے۔ نمونہ کے طور پر نمبر (۵۴) کی بوٹی کی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے۔

۵۴ سنا ہندوستان اور عرب میں پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں جو پیدا ہوتی ہے۔ سو کمزور ہے۔ عربی سنا تیز ہے اور اس کی دوا بنتی ہے۔ سنا کا جلاب اچھا نرم ہے۔ یہ دست اچھی طرح لاتی ہے۔ کبھی اس سے پیٹ میں مروڑ ہوتا ہے۔ لیکن دھنیا یا سونٹ اس کے ساتھ ملانے سے مروڑا نہیں ہوتا ہے۔ اس کے بنانے کا طور یہ ہے۔ سنا کی پتی تین ڈرام سونٹ آدھا ڈرام۔ گرم پانی چار اونس میں دو گھڑی بھلو کر چھان لیوے۔ کھانے کا مقدار دو اونس سے تین اونس تک ہے نام اس کا انفیوزن آف سنا ہے . . . . . .

دوسرا باب نمک اور تیزابوں کے لئے وقف ہے اس میں ۱۰ قسم کے نمک اور تیزابوں کا حال لکھا گیا ہے نمونہ یہ ہے:۔

## "شورے کا تیزاب"

"شورے کا تیزاب بنانے کی ترکیب یہ ہے پہلے تیس اونس شورہ ایک آتشی شیشے کے درمیان بھرے تس پر پندرہ اونس گندھک کا تیزاب ڈالے تس پیچھے شیشے کے منہ میں نلی لگا کر کے آنچ کرے جو جو کر تپیلے میں کرے کا اس

Marfat.com

کا رنگ نارنجی ہوگا۔ جب تک شورا نہ سوکھے تب تک پکا دے بعد اس کے تیزاب کو تھوڑا گرم کرے تب رنگ صفا ہوگا۔ اِس کو شورے کا تیزاب کہتے ہیں۔ ...... شورے کا تیزاب یعنی نیٹرک ایسڈ بہت مرضوں میں فائدہ کرتا ہے۔ جب کلیجہ سوج کر درد کرے تب پلا دے۔"

تیسرے باب میں (۱۱) دھاتوں کا بیان ہے۔ ہر ایک کی خاصیت تاثیر اور اُن سے جو جو دوائیں بنائی جاتی ہیں ان کی ترکیب اور مقدار خوراک درج کی گئی ہے۔ چوتھے باب میں مشک شہد وغیرہ کی خاصیتیں اور فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد "مقدار خوراک" کی سرخی کے تحت لڑکوں، عورتوں اور بوڑھوں کے لئے دواؤں کے خوراک کی مقدار درج کی گئی ہے۔ کیونکہ کتاب میں ہر دوا کی جو مقدار خوراک بتلائی گئی ہے وہ سیانے آدمیوں کی ہے کتاب کے آخر میں "تفصیل ادویہ" کی سرخی کے تحت کئی ذیلی سرخیاں قائم کی گئی ہیں مثلاً قے کروانے کی۔ جلاب کروانے کی۔ پیشاب کروانے کی وغیرہ وغیرہ۔ ہر ذیلی سرخی کے نیچے دواؤں کے نام اور ان کے محاذی صفحات کے نمبر جن میں اُن کا ذکر ہے درج کئے گئے ہیں تاکہ طلبہ کو اُن کے یاد کرنے میں سہولت ہو۔

اِس رسالے میں ہندی کے اکثر الفاظ ملتے ہیں۔ بعض الفاظ کا املا بھی قدیم طرز کا ہے اور بعض الفاظ ایسے معنوں میں استعمال ہوئے۔ جن میں وہ اب مستعمل نہیں ہیں، مثلاً۔ مرض بوجھ کر (مرض کی تشخیص کر کے) گلانا (حل کرنا) صفادار ورنگ ہوتا ہے (صاف ...) "مقدار اور انتہا" کو مذکر استعمال کیا گیا ہے۔ بعض دواؤں اور طبی اصطلاحوں کا اُردو ترجمہ کر لیا گیا تھا۔ جیسے بارک۔ منکونہ۔ گندہ فیروزہ۔ ترپن ٹین۔ بگنی۔ پوڈر۔ دھوئی ہوئی گندھک ــــ واشڈ سلفر۔ خیساندہ ــــ انفیوزن۔

خواجہ حمیدالدین

Marfat.com

صدر دروازہ جس کو بہشتی دروازہ کہا جاتا ہے

Marfat.com

نواب محمد رفیع الدین خان نامور جنگ
عمدۃ الدولہ، عمدۃ الملک، شمس الامرا بہادر ثالث، امیر کبیر ثانی

Marfat.com

# نواب رفیع الدین خاں شمس الامراء ثالث

نواب فخر الدین شمس الامراء ثانی کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے نواب محمد رفیع الدین خاں بہادر ان کے جانشین ہوئے۔ وہ ۱۱ شوال ۱۲۲۰ھ مطابق ۳ جنوری ۱۸۰۶ء کو پیدا ہوئے تھے اور خاندانی روایت کے مطابق اپنے والد ماجد کی نگرانی میں اعلیٰ تعلیم و تربیت سے آراستہ تھے۔

۱۲۴۵ھ میں نواب ناصر الدولہ بہادر نے انہیں نامور جنگ، عمدۃ الدولہ کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ۱۲۴۷ھ میں بوجہ ناسازیٔ طبع مجلس بند ہوتے ہوئے کلکتہ تشریف لے گئے۔ ۱۲۵۶ھ میں "عمدۃ الملک" کا خطاب پایا۔ جب امیر کبیر اول کا انتقال ہوا تو ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۶۹ھ کو امیر کبیر ثانی اور شمس الامراء ثالث کے خطابات سے مع لوازم اور مناصب کے سرفراز ہوئے۔ نواب افضل الدولہ بہادر کے انتقال کے بعد نواب میر محبوب علی خاں کی کمسنی کے زمانے میں انہیں نواب سر سالار جنگ اول کے ساتھ معاون ریجنٹ مقرر کیا گیا تھا۔

ایک مرتبہ سالار جنگ اول سے اختلاف کے بعد انہیں وزیر اعظم بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا لیکن رفیع الدین خاں نے اس منصب کو قبول کرنے سے معذرت کر دی اور سالار جنگ سے اختلاف کے باوجود ان کی قابلیت اور صلاحیت کا اعتراف فرمایا۔ اور انہی کو وزیر اعظم بنائے جانے پر اصرار کیا۔ اس واقعے سے ان کی سیرت کی بلندی، نیک نفسی، اخلاص قلبی اور ریاست حیدرآباد کے بہترین مفاد سے ان کی گہری دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے اصرار پر سالار جنگ اول کو اس منصب پر فائز کیا گیا اور

Marfat.com

یہ سیاست سے بالکل الگ رہے۔

نواب رفیع الدین خاں نے اپنے عظیم والد سے علمی ذوق ورثے میں پایا تھا۔ تصنیف و تالیف کا انہیں بہت شوق تھا۔ "بستانِ آصفیہ" کے مؤلف نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

"آپ کو بھی ریاضی اور دوسرے علوم میں بھی خاص دلچسپی تھی اور ان کی طبیعت فیاض واقع ہوئی تھی۔ فنِ تعمیر کا بھی شوق تھا۔ ان کے تمام بچوں نے صغیر سنی میں انتقال کیا تھا اس لئے اپنے بھائی نواب محتشم الدولہ (سلطان الدین خاں) کے بیٹوں کو اپنا جانشین بنایا۔ جو ان کے بعد جاگیرات اور مناصب کے مالک ہوئے۔ نواب صاحب کی بنائی ہوئی قاضی پورہ میں ایک مسجد اور اکثر عمارتیں موجود ہیں"

پروفیسر حمید الدین شاہد "اردو میں سائنسی ادب" میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ذوقِ علم و فضل اور شوقِ تصنیف و تالیف اپنے والد سے ورثے میں ملا تھا۔ شمس الامراء کے سنگی چھاپے خانے میں جو کتابیں طبع ہوئی تھیں، وہ زیادہ تر ان ہی کی فرمائش اور دلچسپی کی وجہ سے مرتب کی گئی تھیں۔ بعض کتابوں میں صراحت کردی گئی ہے کہ صاحبزادہ رفیع الدین خاں... عمدۃ الملک بہادر کی فرمائش پر لکھی گئی تھیں۔ شمس الامراء ثانی نے اپنی فارسی کتاب "شمس الہندسہ" کے دیباچے میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"چند اشکال مستخرجہ برخوردار محمد رفیع الدین خاں در آخر مقالہ ہائے متعلقہ آنہا بہ تفصیل مرقوم ساختہ"

انہوں نے زیادہ تر علم ہندسہ اور علم حساب پر اردو میں کتابیں لکھیں اور لکھوائیں۔ جن کی وجہ سے ان کا نام تمام ہندوستان میں مشہور ہوگیا۔ اردو زبان میں سائنسی موضوعات

Marfat.com

پر پہلے پہل تصنیف و تالیف کرنے اور دوسروں سے لکھوانے کی وجہ سے نواب رفیع الدین خاں کی شخصیت کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔ انہوں نے مغربی علوم و فنون کو اردو میں منتقل کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

پروفیسر حمید الدین شاہد نے ان کی چند کتابوں کے نام بھی تحریر کئے ہیں:

۱۔ رسالہ علم ہندسہ۔ مطبوعہ ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء
۲۔ رفیع الحساب مطبوعہ ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء
۳۔ تکملہ رفیع الحساب مطبوعہ ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء
۴۔ رفیع البصر مطبوعہ ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء
۵۔ رفیع الصنعت مطبوعہ ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۲ء
۶۔ رفیع الترکیب مطبوعہ ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ء
۷۔ تختہ گردان مطبوعہ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء

ان مطبوعات کے علاوہ ان کی چند اور کتابیں بھی ہیں جو ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکیں۔ شاہد صاحب نے لکھا ہے کہ یہ کتابیں حضرت شمس الامراء کے خاندانی کتب خانے میں موجود ہیں۔

شمس الامراء ثالث کو اللہ تعالیٰ نے علمی ذوق اور تصنیف و تالیف کے شوق کے ساتھ بصیرت و تدبر کی اعلیٰ خوبیوں سے بھی نوازا تھا۔ ان کے اس کمال کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب پانچویں نظام افضل الدولہ کی وفات کا حادثہ پیش آیا تو ان کے جانشین نواب محبوب علی خاں بہت کمسن تھے۔ اس موقع پر ریاست کے تمام کاموں کی نگرانی کیلئے جن دو شخصیتوں کو ریاست کا ریجنٹ مقرر کیا گیا، ان میں نواب سر سالار جنگ بہادر کے ساتھ دوسری شخصیت نواب محمد رفیع الدین خاں بہادر عمدۃ الملک شمس الامراء ثالث کی تھی حضرت شمس الامراء نے نہایت ہوشیاری اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض کو

Marfat.com

انجام دیا۔

نواب رفیع الدین خاں ۱۲۹۱ھ میں بوجوہ حیدرآباد سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور اگرچہ چند سال کے بعد انہیں اپنے بعض عزیزوں کے اصرار سے وطن لوٹنا پڑا لیکن اس کے بعد ان کی زندگی نے زیادہ دنوں تک وفا نہ کی اور ان کا انتقال ہوگیا۔

نواب حسن یار جنگ نے ان مرحوم کی ہجرت کی زندگی پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

"نواب رفیع الدین خاں اعلیٰ اسلامی اور مذہبی خیالات کے حامل تھے۔ وہ چونکہ لاولد بھی تھے لہٰذا ۱۲۹۱ھ میں انہوں نے حیدرآباد دکن سے ہجرت کی اور اپنے تقریباً ایک سو مصاحبوں، دوستوں اور ملازمین کے ساتھ مدینہ منورہ چلے گئے۔ نواب رفیع الدین خاں کے ساتھ جو امراء ہجرت کر کے مدینہ منورہ گئے ان میں نواب نصیر جنگ بھی تھے۔ انہوں نے بھی مدینہ منورہ میں ایک رباط بنوائی۔ چنانچہ اس وقت بھی یہ رباط ان کے خاندان کے قبضہ میں ہے۔ اس وقت ان کے پڑپوتے نواب وحید الدین خاں عرف ظہور نواب اسی رباط میں توسیع کرانے کے بعد اس میں قیام پذیر ہیں۔

مکہ معظمہ میں حج کے بعد انہوں نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی سے متصل ایک بڑی زمین خریدلی۔ جس میں اپنے قیام کے لئے ایک محل تعمیر کرایا اور اس کے اطراف کھجور اور میوہ کا ایک باغ لگوایا جو باغ نواطبہ اور باغ شمسیہ کے نام سے مشہور رہا۔ محل اور باغ کے علاوہ نواب رفیع الدین خاں نے حاجیوں کے قیام کے لیے ایک رباط بھی بنوائی جو ۱۹۷۷ء تک بھی موجود تھی۔

۱۹۵۰ء میں جب میں حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے گیا تو یہ باغ موجود تھا۔ میں نے اسے دیکھا۔ محل کا طرز حیدرآباد کے محلات کے طریق کا تھا۔ اس کا انتظام ہماری جاگیر پائیگاہ کو تفویض تھا۔ اور اس باغ کا

Marfat.com

نگران کار پائیگاہ سے تنخواہ پاتا تھا۔ چند سال قبل ۱۹۷۷ء میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں حکومت سعودی عربیہ نے باغ شمسیہ کو حاصل کر کے اس کو منہدم کروا دیا اور اس کی قیمت نواب رفیع الدین خاں مرحوم کے جائز رشتہ داروں کو ان کے شرعی حقوق کے مطابق ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ نواب رفیع الدین خاں مرحوم کے کئی رشتہ داروں نے، جن میں میں بھی شامل ہوں، اپنے حصوں کی رقوم کی ادائی کے لئے مدینہ منورہ کے قاضی کو درخواستیں دی ہیں۔ کیونکہ سعودی عرب میں تمام شرعی حقوق کا تصفیہ صرف قاضی ہی کرتا ہے۔

نواب محمد رفیع الدین خاں صرف چند سال باغ شمسیہ میں قیام کرنے کے بعد اپنے رشتہ داروں کے اصرار پر حیدر آباد دکن واپس آگئے اور حیدر آباد دکن ہی میں انتقال کیا۔"

نواب محمد رفیع الدین خاں شمس الامراء ثالث نے ۱۱ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۸۷۷ء میں جبکہ ان کی عمر بہتر (۷۲) سال ہو چکی تھی، انتقال فرمایا۔ "بستان آصفیہ" کے مؤلف نے ان کی تاریخ انتقال ۱۲ ربیع الاول تحریر کی ہے۔ ان کی تمام اولاد صغر سنی ہی میں انتقال کر چکی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے بھائی نواب محمد سلطان الدین کے بیٹوں کو اپنی اولاد کی طرح پالا اور تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا تھا۔ یہی دونوں بھتیجے نواب محمد وزیر الدین خاں، اور نواب محمد مظہر الدین خاں ان کی جاگیرات کے مالک ہوئے۔ وزیر الدین خاں چونکہ لاولد وفات پا گئے تھے اس لئے ان کے حصے کی جاگیر کے مالک بھی نواب محمد ظہر الدین خاں سر آسمان جاہ ہو گئے تھے۔ ان کی جاگیرات آسمان جاہی پائیگاہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ نواب سر آسمان جاہ کا تذکرہ آئندہ صفحات میں مستقل طور پر آئے گا۔

---

Marfat.com

نواب محمد رشید الدین خان ۔ بہادر جنگ

اقتدار الدولہ، اقتدار الملک، وقار الامرا، شمس الامرا بہادر رابع امیر کبیر ثالث

Marfat.com

# نواب رشید الدین خاں شمس الامراء رابع

نواب محمد رشید الدین خاں، نواب فخر الدین خاں شمس الامرا ثانی کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ وہ ۲۲ رمضان ۱۲۳۳ھ مطابق ۲۸ اگست 1915ء کو حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ اور خاندانی روایات کے مطابق اعلیٰ تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوئے۔ عربی، فارسی کی تحصیل کے علاوہ تلوار بازی اور شہ سواری میں کمال حاصل کیا۔ اور وہ بندوق کے بہترین نشانہ باز بھی تھے۔ ان کے بڑے بھائی نواب محمد رفیع الدین خاں کے چونکہ کوئی اولاد نہ تھی اس لئے ان کے انتقال کے بعد ان کی جگہ امیر پائیگاہ بنے۔

نواب رشید الدین خاں کا پہلا عقد نواب جرأت جنگ کی دختر نیک اختر سے ۱۲۴۳ھ میں ہوا تھا۔ اس کے بعد ۱۲۴۵ھ میں بہادر جنگ اقتدار الدولہ کے خطاب سے مخاطب ہوئے تھے۔ ۷ ذی قعدہ ۱۲۵۵ھ کو ان کی دوسری شادی نواب میر اکبر علی خاں سکندر جاہ آصف جاہ ثالث کی صاحبزادی حشمت النساء کے ساتھ ہوئی۔ اسی کے اگلے سال انہوں نے اقتدار الملک کا خطاب پایا۔ ۲۶ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ کو وقار الامراء کے خطاب سے سرفراز کیے گئے۔ اس کے بعد نواب محمد رفیع الدین خاں بہادر کی وفات کے بعد ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۹۴ھ کو انہیں شمس الدولہ، شمس الملک، شمس الامراء رابع، امیر کبیر ثالث کے خطابات اور دیگر مناصب و لوازم سے نوازا گیا۔ ان کے کل خطابات یہ ہیں:

ابو الخیر خاں، اقتدار الدولہ، اقتدار الملک، وقار الامراء، بہادر جنگ، شمس الدولہ، شمس الملک، شمس الامراء رابع، امیر کبیر ثالث۔

نواب محمد رفیع الدین خاں کے انتقال کے وقت چونکہ نواب میر محبوب علی خاں سن بلوغ

Marfat.com

کو نہیں پہنچے تھے اور ریاست کا نظام ریجنسی کے سپرد تھا جس کے ایک رکن نواب رفیع الدین خاں بھی تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی جگہ نواب محمد رشید الدین خاں کو ریاست کا ریجنٹ مقرر کیا گیا، چنانچہ وہ نواب میر محبوب علی خاں کے سنِ بلوغ تک پہنچ کر تخت نشین ہونے اور مملکت کی باگ ڈور ہاتھ میں لینے تک ریاست حیدرآباد کے ریجنٹ رہے اور ریاست کے انتظام کو چلاتے رہے۔ اس حیثیت سے انہوں نے ۱۲۹۴ء سے ۱۲۹۹ھ تک خدمات انجام دیں۔ جب نواب میر محبوب علی خاں سریر آرائے حکومت ہوئے تو نواب رشید الدین خاں ان کے مشیر خاص مقرر ہوئے۔ انہوں نے ریاست کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی بیخ کنی اور ریاست کی ترقی اور اس کے استحکام کے لئے اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔

"بستانِ آصفیہ" کے مؤلف آپ کی سیرت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"آپ نہایت نیک مزاج اور بہت بلند حوصلہ تھے۔ آپ کی سخاوت مشہور ہے۔ علمی دلچسپی میں بھی آپ اپنے پیشروؤں سے پیچھے نہ تھے۔ چنانچہ انہیں کے حکم سے تاریخ رشید الدین خانی مرتب ہوئی اور اس کی سینکڑوں جلدیں مفت تقسیم کی گئیں۔"

نواب محمد رشید الدین خاں نے اپنے خاندان کی وراثت سیاست و تدبر کے علاوہ علم و حکمت میں بھی اپنے خاندان کے بزرگوں کی جانشینی پائی تھی۔ وہ جس طرح سیاست و تدبر کے مردِ میدان تھے، اسی طرح بحرِ علم و حکمت کی غواصی بھی ان کے حصہ میں آئی تھی۔ وہ عربی اور فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے اپنے اسلاف کی علمی روایت کو آگے بڑھایا اور تصنیف و تالیف اور تدریس و اشاعتِ علوم و فنون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انہوں نے مدرسہ شمسیہ کے نام سے حیدرآباد دکن کا دوسرا پبلک اسکول قائم کیا، جہاں عربی، فارسی اور دیگر علوم و فنون کے علاوہ ابتدائی انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ یہ اسکول اب تک قائم ہے۔ انہوں نے اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عربی، انگریزی

Marfat.com

اور فرانسیسی ادب اور علوم و فنون کی کتابوں کے اردو ترجمے کی تحریک کو مزید آگے بڑھایا اور ان کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔

آپ کی شخصیت، سیرت اور خدمات کے بارے پکٹوریل حیدرآباد کے مؤلف کے بیان کا خلاصہ و مفہوم یہ ہے:

"نواب محمد رشید الدین خاں اپنے وقت کے ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی حیثیت اور عظمت کا اعتراف پورے ہندوستان میں کیا جاتا تھا۔ اگرچہ ان کی صحت کبھی اچھی نہیں رہی۔ اس کے باوجود انہوں نے ریجنسی کی رکنیت (CO-REGENCY) کے زمانے میں ریاست اور اس کے عوام کی بہترین خدمات انجام دیں۔ اور عوام کی انہیں خدمات کا نتیجہ تھا کہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ ان کی عزت اور ان سے محبت کرتے تھے وہ غریبوں کے غم گسار تھے۔ اہلِ علم کے قدردان اور علوم و فنون کے سرپرست تھے۔ وہ فنونِ لطیفہ کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے شہر کے محل کو ایسی خوبی اور حسن کے ساتھ آراستہ کیا تھا کہ ان کے یورپین مہمان اسے دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے اور اسے الف لیلائی محل سے تعبیر کرتے تھے۔

نواب صاحب موصوف نے شمالی ہند کے متعدد شہروں کی سیاحت فرمائی تھی۔ وہ جہاں کہیں بھی گئے وہاں کے غرباء و مساکین میں لاکھوں روپے تقسیم کئے۔ ان کی اس داد و دہش کی بدولت پورے ہندوستان میں ان کی نیک نامی اور شہرت کی دھوم مچ گئی تھی۔"

نواب محمد رشید الدین خاں نے ۶۹ سال کی عمر میں ۱۹ محرم ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۸۸۱ء کو اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔

نواب رشید الدین خاں کی اولاد میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں سے

Marfat.com

نام یہ ہیں :

۱۔ نواب محمد محی الدین خاں جو نواب سر خورشید جاہ بہادر کے خطاب سے مشہور ہوئے ۔

۲۔ نواب محمد فضل الدین خاں جو اپنے خطاب نواب وقار الامرا سے مشہور ہوئے ۔

نواب رشید الدین خاں کے انتقال کے بعد ان کے حصے کی جاگیرات پائیگاہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئیں ۔ یہ دونوں جاگیریں خورشید جاہی پائیگاہ اور پائیگاہ وقار الامرا کے نام سے موسوم اور مشہور ہوئیں ۔

خورشید جاہی پائیگاہ کے امیر نواب محمد محی الدین خان بہادر خورشید جاہ ہوئے ۔ جبکہ پائیگاہ وقار الامرا کے امیر نواب محمد فضل الدین خاں وقار الامرا ہوئے ۔

Marfat.com

# نواب محمد بدرالدین خاں

شمس الامراء ثانی کے تیسرے بیٹے نواب محمد بدرالدین خاں تھے۔ وہ ۲۵ صفر المظفر ۱۲۲۰ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۰۵ء کو پیدا ہوئے تھے۔ تعلیم و تربیت سے فراغت پا کر مسند آرائے علم و فضل ہوئے۔ ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۴۹ھ کو نواب حیدرالدولہ کی صاحبزادی سے ان کی شادی ہوئی تھی۔ رفعت جنگ، معظم الدولہ اور معظم الملک کے خطابات سے سرفراز تھے۔

علمی ذوق سے بہرہ مند تھے۔ اگر زندگی پاتے تو اپنے والد بزرگوار کے سچے علمی جانشین ہوتے۔ ان کی فرمائش پر اقلیدس میں شاہ علی کے ایک مختصر رسالے "انوار بدریہ" کا ترجمہ بھی کیا گیا تھا۔ لیکن ان کا خاص ذوق شعر و ادب کا تھا۔ چنانچہ ایک اردو دیوان ان کی یادگار ہے۔ تمیز تخلص کرتے تھے۔ گلزار آصفیہ میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

"اگر فضائل علمی از حکمت و ریاضی وغیرہ بہ ارقام آرد دفتر بے پایاں باید۔"

۳۰ شعبان ۱۲۵۹ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۸۴۳ء کو تقریباً ۳۹ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے حین حیات انتقال کیا۔

Marfat.com

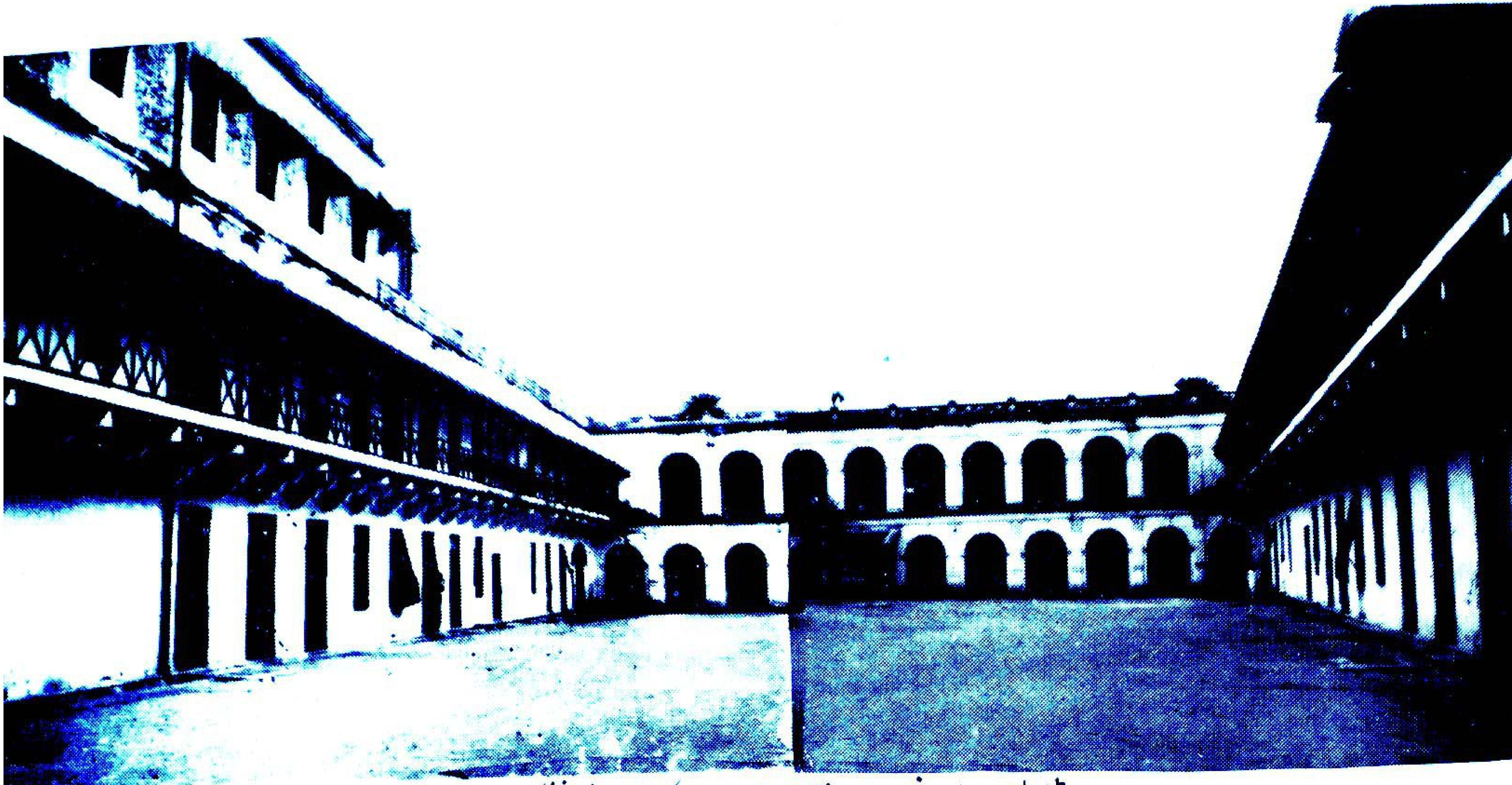

ڈیوڑھی بلدہ نواب سر وقار الامراء بہادر کا اندرونی منظر

Marfat.com

# نواب محمد وزیر الدین خاں

نواب محمد وزیر الدین خاں، نواب محمد سلطان الدین خاں کے بڑے بیٹے تھے جنہیں ان کے چچا نواب محمد رفیع الدین خاں نے پرورش کیا تھا اور بہترین تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا تھا۔ انہیں سیف جنگ محتشم الدولہ کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ ان کی پیدائش ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں ہوئی تھی۔ جوانی کے دور میں ایک مارواڑی کے قتل کے الزام میں انہیں ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۸۶۵ء کو بیدر کے قلعے میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ تقریباً سوا سال کے بعد نواب رفیع الدولہ کے حکم سے انہیں حیدر آباد لے آیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اپنی اسٹیٹ (پائیگاہ) کے انتظام اور اس کے کاموں کی دیکھ بھال کے لئے وقف کر دیا تھا۔ یہی بات یادگار سلور جوبلی کے مؤلف نے بیان کی ہے کہ نہایت دلچسپی سے اپنے علاقہ کے انتظام میں مشغول رہتے تھے۔ بستانِ آصفیہ کے مصنف مانک راؤ وٹھل راؤ کی تصریح کے مطابق ۱۷ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۸۸۰ء کو رات کے وقت ان کا انتقال ہوا جبکہ خاندانی شجرے کے اندراج کے مطابق ان کی تاریخ انتقال ۲۲ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۸۸۱ء ہے۔ بکٹوریل حیدر آباد اور یادگار سلور جوبلی کے مؤلفین نے ان کا سالِ وفات ۱۲۹۰ھ لکھا ہے۔

نواب محمد وزیر الدین خاں چونکہ نا کتخدا تھے اس لئے ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے چھوٹے بھائی نواب محمد مظہر الدین خاں سر آسمان جاہ نے ان کی وراثت کا دعویٰ کیا۔ لیکن کئی دوسرے حضرات بھی مدعی ہوئے کہ ان کی وراثت میں ان کا حصہ بھی ہے۔ یہ مقدمہ برطانوی گورنمنٹ تک پہنچا چنانچہ اس کے فیصلے کے

Marfat.com

کے مطابق ان کی تمام ذاتی جاگیر اور ملکیت کے وارث نواب سر آسمان جاہ قرار پائے۔ لیکن پائیگاہی جاگیرات کو نواب سر آسمان جاہ، نواب محمد محی الدین خاں خورشید جاہ اور نواب محمد فضل الدین خاں وقار الامرا کے مابین جو بالترتیب آسمان جاہی پائیگاہ، خورشید جاہی پائیگاہ اور پائیگاہ وقار الامرا کے امرا تھے، تقسیم کر دیا گیا۔ یہ پائیگاہ کی آخری تقسیم تھی۔ اس کے بعد پائیگاہ کی جاگیرات کو کبھی تقسیم نہیں کیا گیا۔ یہ پائیگاہیں تین مستقل انتظاموں کے تحت سقوط حیدرآباد کے حادثے تک قائم رہیں اور ان کے متعلقین کو ان کے حصہ کے مطابق وظیفہ ملتا رہا۔

---

Marfat.com

جلوہ خانۂ ڈیوڑھی صاحب

Marfat.com

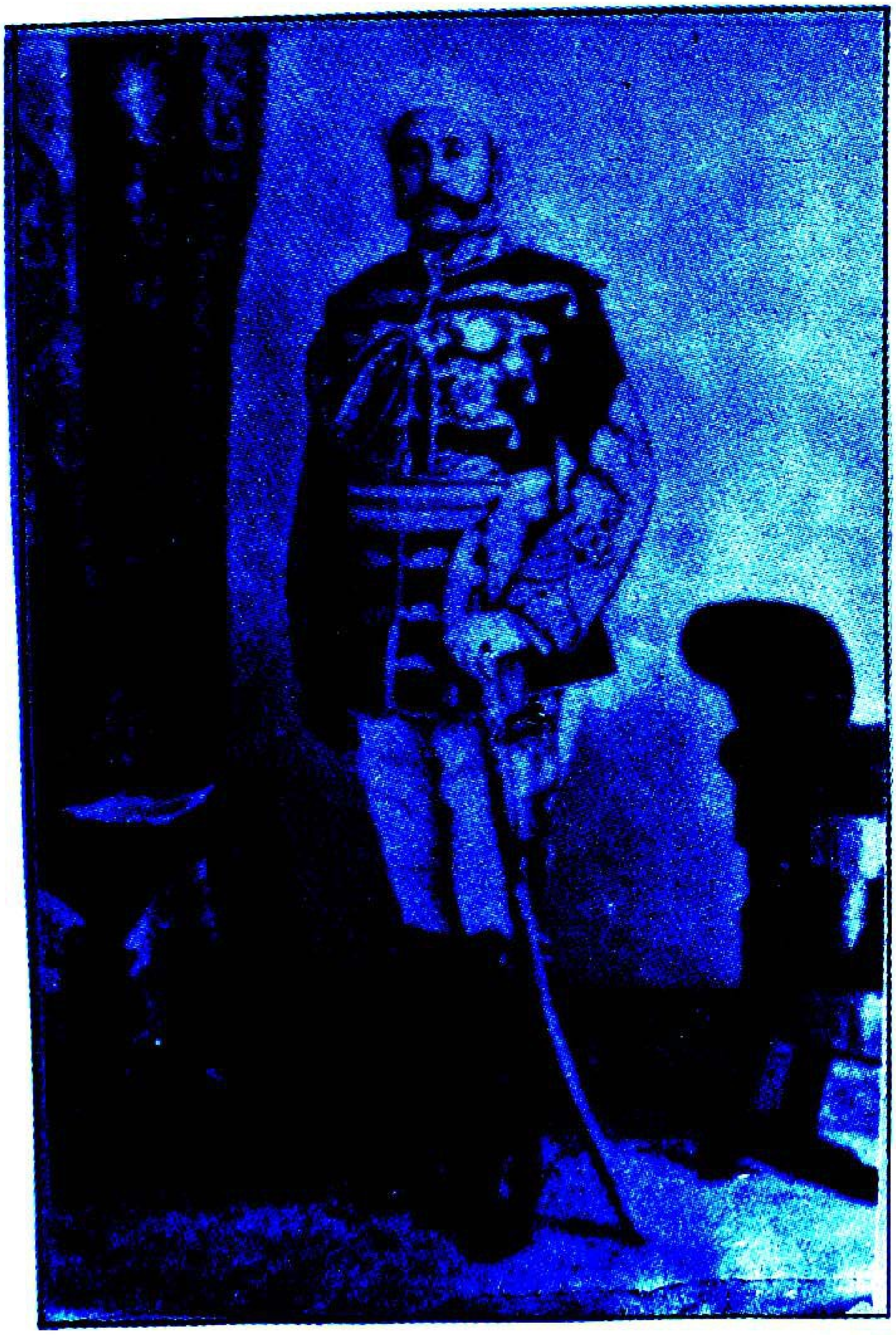

ہز ایکسیلنسی نواب محمد مظہر الدین خان رفعت جنگ

بشیر الدولہ، عمدۃ الملک ثانی، عظیم الامرا، امیر کبیر سر آسماں جاہ بہادر کے سی آئی ای

Marfat.com

# نواب سر آسمان جاہ

آسمان جاہی پائیگاہ کے امیر نواب محمد مظہر الدین خاں تھے۔ وہ نواب محمد فخر الدین خاں شمس الامراء ثانی کے صاحبزادے سے نواب محمد سلطان الدین خاں کے چھوٹے بیٹے تھے۔

نواب محمد مظہر الدین خاں ۹ شوال ۱۲۵۶ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوئے۔ ابھی ان کی عمر صرف پانچ سال کی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے چچا نواب محمد رفیع الدین خاں نے جو لاولد تھے، ان دونوں بھائیوں کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ اور نہایت توجہ سے ان کی اعلیٰ پیمانے پر تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا۔ نواب مظہر الدین خاں نہ صرف اردو، فارسی اور عربی میں بلکہ انگریزی میں بھی طاق تھے۔ انہوں نے لائق استادوں اور اتالیقوں کے ذریعے شہسواری اور فنونِ سپہ گری بھی سیکھے تھے اور دربار کے آداب و رسوم اور تہذیب میں بھی وہ ماہر و کامل تھے۔

نواب صاحب موصوف کی شادی نواب افضل الدولہ کی صاحبزادی اور نواب میر محبوب علی خاں کی ہمشیرہ شہزادی پرورش النساء بیگم کے ساتھ ۲۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ہوئی تھی۔ لیکن ان شہزادی کے بطن سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

نواب مظہر الدین کا خاندان ہمیشہ سے ریاست حیدرآباد اور اس کے والیوں کا وفادار اور خدمت گزار رہا تھا۔ چنانچہ نواب صاحب موصوف نے بھی اس روایت کو اپنے اوپر مقدم رکھا اور بیش از بیش خدمت زندگی بھر ان کا شعار رہا ہے۔ چنانچہ نواب سر سالار جنگ اول (نواب تراب علی خاں) کے عہدِ وزارت میں جب پہلے پہل چار مددگار مہاماں

Marfat.com

قائم ہوئیں تو نواب مظہرالدین خاں کو صدرالمہامی عدالت پر فائز کیا گیا۔ ان کا یہ تقرر ۲۷ رجب ۱۲۸۶ھ کو ہوا تھا۔ اس عہدے کی تنخواہ یادگار سلور جوبلی کے مؤلف کے مطابق ۲۰ ہزار روپے سالانہ تھی لیکن وکٹوریل حیدرآباد کے مؤلف نے ۵ ہزار روپے ماہانہ (سالانہ ۶۰ ہزار روپے) تحریر کی ہے۔ لیکن آپ نے بغیر تنخواہ قبول کئے اس عہدے کا جائزہ لیا اور بہت خوش اسلوبی کے ساتھ اس ذمہ داری کو پورا کیا۔ نواب سر سالار جنگ اول آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور امور سیاست اور انتظامی معاملات میں آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اسی اعتماد کا نتیجہ تھا کہ نواب سر سالار جنگ یورپ تشریف لے گئے تو انہیں اپنا قائم مقام بنایا۔ پھر سر سالار جنگ کے انتقال (۱۳۰۰ھ) کے بعد آپ کو ریجنسی کا مستقل ممبر بنایا گیا۔ اب چونکہ کام بہت بڑھ گیا تھا اس لئے ۹ رمضان ۱۳۰۱ھ کو انہوں نے صدرالمہامیٔ عدالت سے استعفا دے دیا۔ ۱۳۰۳ھ میں انہیں ریاست کی طرف سے ملکہ وکٹوریہ کی پچاس سالہ جوبلی میں شرکت کیلئے منتخب کیا گیا۔ چنانچہ وہ ایک نمائندہ وفد لے کر انگلستان تشریف لے گئے۔ ابھی آپ انگلستان ہی میں تھے کہ اعلیٰ حضرت نظام نے انہیں ۲۸ شوال ۱۳۰۴ھ کو منصب مدارالمہامی پر فائز فرمایا۔ منصب مدارالمہامی نواب لائق علی خاں سالار جنگ عمادالسلطنت کے استعفیٰ کی وجہ سے خالی ہوا تھا۔ چنانچہ انگلستان سے واپس آ کر آپ نے اس عہدے کا چارج لیا۔

اگلے سال ۱۲ شوال کو اعلیٰ حضرت نے بہ نفسِ نفیس مستقل وزارتِ عظمیٰ کا اعلان فرمایا۔ اس عہدے پر آپ تقریباً سات سال (۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ) تک فائز رہے اور ریاست، اس کے عوام اور فرمانروا کی بے نظیر و عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

ذیل میں ہم ان کے خطابات کی فہرست بہ صراحت تاریخ و سن کرتے ہیں:

**رفعت جنگ**: یکم ربیع الآخر ۱۲۷۴ھ کو نواب افضل الدولہ نے اپنی سالگرہ کی خوشی میں مرحمت فرمایا۔

**بشیرالدولہ**: ۲۷ شعبان ۱۲۷۶ھ کو نواب افضل الدولہ نے دربار نوروز کی تقریب میں

Marfat.com

عنایت فرمایا۔

**امیر اکبر عمدۃ الملک آسمان جاہ:** یہ خطاب اعلیٰ حضرت جانشین نواب افضل الدولہ بہادر نے ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ کو مرحمت فرمایا۔

**کے۔سی۔آئی۔ای:** یہ خطاب ملکہ وکٹوریہ کی جانب سے برٹش ریذیڈنٹ اے۔پی۔پاول نے ریذیڈنسی حیدرآباد کے ایک خاص اجلاس میں ۱۶ شوال ۱۳۰۵ھ کو عطا کیا تھا۔

پکٹوریل حیدرآباد کے مؤلف نے آپ کا ایک خطاب "اعظم الامرا" بھی تحریر کیا ہے۔ ان خطابات کے علاوہ متعدد اعزازات و اکرامات سے انہیں وقتاً فوقتاً مفتخر کیا جاتا رہا۔

آپ نے کئی موقعوں میں وکالت اور سفارت کے فرائض انجام دیئے اور بیرون و اندرون ملک متعدد سفر اختیار فرمائے۔ اس سلسلے میں پرنس آف ویلز کی آمد پر آپ وکیل حیدرآباد کی حیثیت سے شہزادہ موصوف کے استقبال کے لئے بمبئی تشریف لے گئے ۱۲۹۳ھ میں حضرت نظام کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے اور دربار میں شرکت کی ۱۳۰۲ھ میں آپ نے حضرت نظام کے ساتھ ہنگری کا سفر کیا ۱۳۰۴ھ میں گولڈن جوبلی کے موقع پر حضرت نظام آصف جاہ کے وکیل کی حیثیت سے لندن تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں آپ نے قاہرہ میں خدیو مصر اور اساطینِ حکومت سے ملاقات کی۔ اور پیرس، جنیوا وغیرہ ہوتے ہوئے لندن پہنچے۔ اس موقع پر پرنس اور پرنسس آف ویلز اور ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ اور انگلستان کے دوسرے اعلیٰ حکام اور امرا نے آپ کا گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا اور آپ کی بہت خاطر داری کی اور مہمانی کا شرف بخشا۔ ملکہ وکٹوریہ نے اپنے دست خاص سے آپ کے سینہ پر جوبلی میڈل آویزاں کیا۔ چونکہ لندن کے زمانہ سفر ہی میں منصب مدارالمہامی پر آپ کے تقرر کی اطلاع اور جلد واپس حیدرآباد ہونے کی ہدایت آپ کو پہنچ چکی تھی اس لئے لندن میں آپ کا قیام زیادہ طویل نہ ہو سکا۔ پھر بھی آپ نے اس سفر میں کشتینیا، نیپلز، جنیوا، روم، فلورنس، میلان اور یورپ کے متعدد دیگر مقامات

Marfat.com

اور شہروں کی سیاحت کی ۔ وائسرائے سے ملاقات کیلئے آپ کلکتہ بھی تشریف لے گئے ۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے اجمیر، دہلی اور ہندوستان میں دور نزدیک بہت سے مقامات کی سیاحت فرمائی ۔

نواب سر آسمان جاہ نہ صرف خود صاحبِ علم و فضل تھے وہ اہلِ کمال کی قدر دانی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے ۔ ان کے عہدِ وزارت میں برصغیر کے بعض نامی گرامی لوگوں کے لئے سلطنتِ آصفیہ کی جانب سے معقول وظائف مقرر ہوئے ۔ جن میں سے مولوی عبدالحق حقانی، مولوی عبدالحق خیر آبادی، مولوی عبدالحق کانپوری اور خواجہ الطاف حسین حالی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔

آپ کی خدمات کے بارے میں مؤلف یادگار سلور جوبلی لکھتے ہیں :

"آپ نے اپنے زمانہ مدار المہامی میں امورِ رفاہ عام و توفیر آمدنی کے ذرائع اعلیٰ درجے کے تجویز فرمائے ۔ چنانچہ بجٹ نقشہ داخل مخارج خوبی سے مرتب کئے گئے ۔ صیغہ کروڑگیری میں مفید اصلاحیں اور ترمیمات کی گئیں ۔ ملک کی صنعت و حرفت کی ترقی کے اسباب مہیا کیئے ۔ مجلس آب رسانی مقرر ہوئی جس سے ملک اور اہلِ ملک کو بیحد فائدہ پہنچا ۔"

آپ کی سیرت اور ذوق و اشواق پر صمصام شیرازی نے بایں الفاظ تبصرہ کیا ہے :

"آپ نہایت وجیہ، خلیق، اولوالعزم، خندہ رو، پاک طینت، رقیق القلب نواب تھے ۔ حسنِ عقیدت میں بے نظیر، مجالس وعظ و سماع و عزا مدام منعقد فرماتے تھے اور نہایت مؤدبانہ شریک رہتے ۔ نیازات و اعراس میں سالانہ ایک لاکھ روپیہ کا صرفہ تھا ۔ سوائے ممالک محروسہ سرکار عالی کے حرمین شریفین، اجمیر، اکبر آباد وغیرہ میں بصرفِ کثیر سرائیں اور خانقاہیں تعمیر کروائیں ۔ آپ کے پاس علماء، مشائخ، امراء و شرفاء بلدہ مدعو ہوا کرتے تھے ۔ انگلش پارٹی کی مہمانداری

Marfat.com

وغیرہ اعلیٰ پیمانے پر کیا کرتے تھے :

۱۳۰۷ھ میں آپ نے اجمیر کے سفر کے موقع پر خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ میں ایک سماع خانہ تعمیر کرایا تھا اور دو دیگیں نصب فرمائیں تھیں۔ آپ کو تعمیرات کا خاص شوق تھا اس سلسلے میں بشیر باغ (سکندر آباد) اور آسمان گڑھ (حیدر آباد) خاص عمارات ہیں جن کی تعمیر اور آرائش پر لاکھوں روپیہ صرف ہوا تھا۔ سرور نگر میں ایک کوٹھی تیار کروائی تھی جس میں آخر وقت تک خود قیام پذیر رہے۔ اسی طرح جل پلی کے قریب اپنے ذاتی صرفہ سے "عمدہ ساگر" کے نام سے ایک شاندار تالاب اور اس کے پاس ہی ایک بنگلہ تیار کروایا تھا۔ آپ کے شوقِ تعمیرات کے سلسلے میں یادگار سلور جوبلی کے مؤلف لکھتے ہیں :

"عمارات اور ان کی تزئین کا آپ کو بیحد شوق تھا ہمیشہ عمارات کو بہترین طرز پر آراستہ کرنے کا بیحد خیال تھا۔ چنانچہ سرور نگر کا بنگلہ، آسمان گڑھ کی کوٹھی، بشیر باغ، اکبر باغ وغیرہ اعلیٰ درجے کے سنوارے گئے۔"

۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ کو وہ اپنے جلیل القدر عہدے "مدار المہامی" (وزارتِ عظمیٰ) سے علیحدہ ہوگئے۔ دولتِ آصفیہ کی خدمت کے ساتھ سر آسمان جاہ اپنی پائیگاہ کے انتظام سے غافل نہیں ہوگئے تھے۔ بلکہ انہوں نے پائیگاہ کے انتظام کو بھی خوبی کے ساتھ چلایا اور اپنے علاقے کی فوج کو آراستہ کیا۔ آپ کی پائیگاہ کی سالانہ آمدنی بیس لاکھ روپے تھی۔ بعد میں اس میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔

نواب سر آسمان جاہ بہت ہی خلیق اور بامروت تھے۔ ان کی متانت اور سنجیدگی بہت مشہور تھی۔ ریاست کے تمام کاموں کو نہایت ہی خیر خواہی اور آزادی کے ساتھ انجام دیتے تھے اور ریاست کے مفاد کے مقابلے میں کبھی کسی کی پرواہ نہ کی۔ بزرگوں سے عقیدت رکھتے تھے۔ صفائی کا بہت لحاظ رکھتے تھے اور وقت کے بڑے پابند تھے۔

بالآخر امرائے پائیگاہ کی یہ جلیل القدر شخصیت ۲۶ صفر ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۶ جولائی

Marfat.com

۱۸۹۸ء کو اس جہان فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی۔ ان کی یادگار ان کے ایک بیٹے تھے جو ان کی دوسری بیوی کے بطن سے تھے چونکہ انہیں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے بہت عقیدت تھی اس لیئے صاحبزادے کا نام حضرت کے اسم سامی پر معین الدین رکھا تھا۔

---

مرکزی عمارت ایوانِ بیگم پیٹھے کا ایک اور منظر

Marfat.com

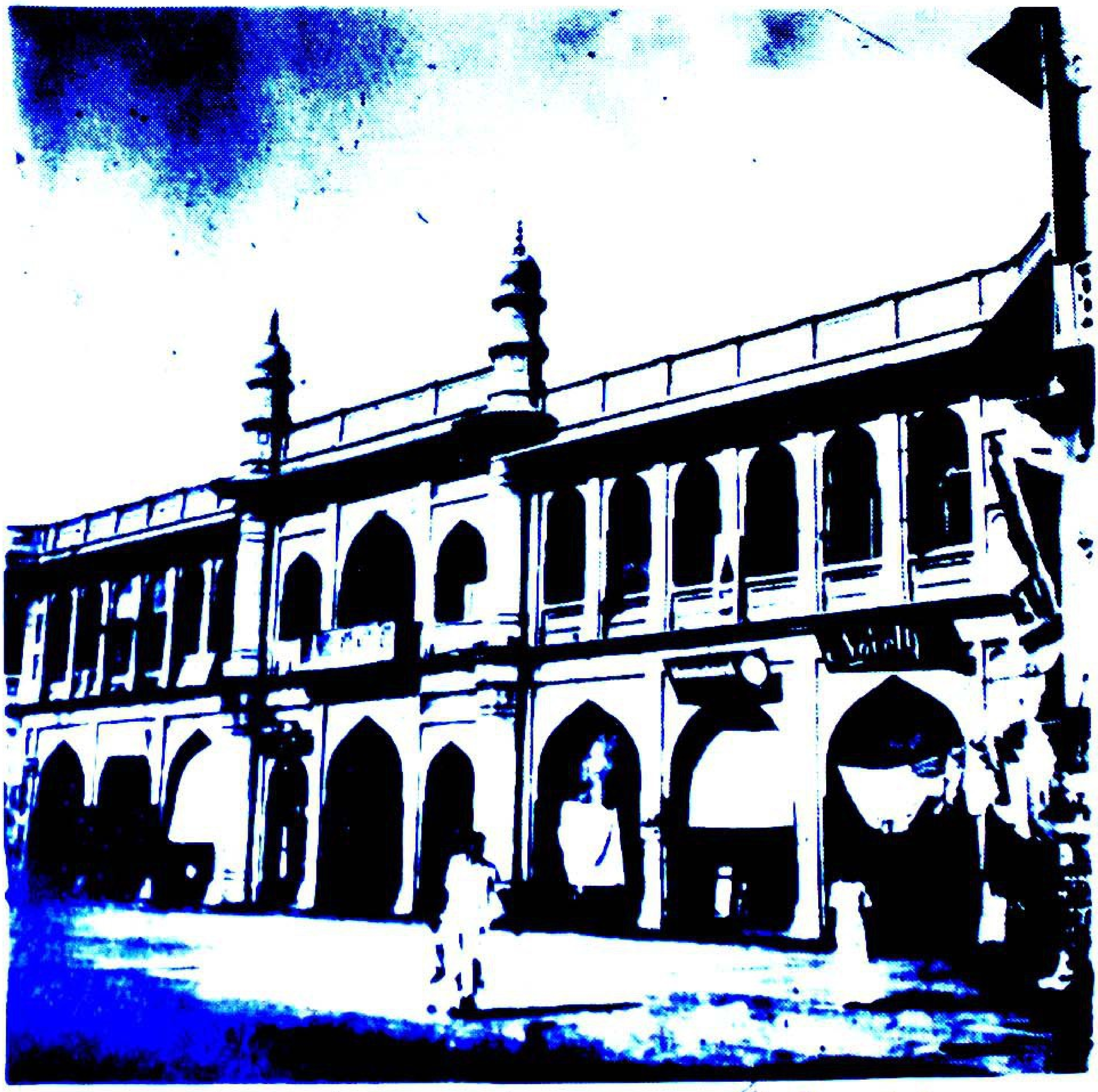

دکانات واقع پتھرگٹی کا دوسرا حصہ۔ ملکیت نواب وقار الامراء بہادر

Marfat.com

نواب محمد معین الدین خان

عنایت جنگ معین الدولہ بہادر

Marfat.com

# نواب معین الدولہ بہادر

نواب محمد مظہر الدین خاں آسمان جاہ کے اکلوتے بیٹے نواب محمد معین الدین خاں تھے۔ وہ ۷ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۸۹۱ء کو بمقام سرور نگر (حیدر آباد) پیدا ہوئے تھے۔ بڑے ناز و نعم سے پرورش پائی لیکن ابھی تقریباً سات سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ لیکن نواب سر آسمان جاہ کی اہلیہ اول شہزادی پرورش النساء بیگم نے ان کی تعلیم و تربیت کے انتظام میں فرق نہ آنے دیا۔ اعلیٰ حضرت کی توجہ نے ان کے لئے لائق اساتذہ مہیا کر دیئے تھے جن کی کوششوں نے ان کے جوہر قابلیت کو چمکا دیا۔ حضرت علیا محل نے پائیگاہ کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور تا زیست (یکم رجب ۱۳۲۳ھ، مطابق یکم ستمبر ۱۹۰۵ء) جاگیر اور خاندان کے ہر معاملے کو خود ہی انجام دیتی رہیں۔

یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ کو جبکہ اعلیٰ حضرت نظام اپنی ہمشیرہ پرورش النساء بیگم کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے لالہ گوڑہ تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے نواب معین الدین خاں کو طلب فرما کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا اور قدم بوس کروایا۔ اس موقع پر اعلیٰ حضرت نے اپنی سنجھلی صاحبزادی کو ان سے منسوب فرمایا اور انہیں براہ راست اپنی نگرانی میں لے لیا۔ پھر جب پرورش النساء بیگم کا انتقال ہو گیا تو اعلیٰ حضرت نے ایک حکم خاص کے ذریعے معین الدین خاں اور ان کی جاگیر کے انتظام کو اپنی خاص نگرانی میں لے لیا۔

اعلیٰ حضرت آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور مختلف مواقع پر خلعت، جاگیر، نقد و جواہر، خطابات اور مناصب و اعزازات سے نوازتے رہتے تھے۔

● ۱۳۲۰ھ میں انہیں خسرو دکن سے تلوار کی جوڑیاں اور کئی اشیاء نادر سے

Marfat.com

سرفراز کیا گیا۔

- ۱۳۲۵ھ میں انہیں حضور نظام نے ایک تلوار اور ایک موٹر مرحمت فرمائی۔
- اس تحفہ خسروی کے تین ماہ بعد اسی سال میں انہیں دو لاکھ روپے عنایت ہوئے۔
- ۱۳۳۷ھ میں بتقریب سالگرہ ہمایونی انہیں اعانت جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔
- ۱۳۴۱ھ میں انہیں معین الدولہ کا خطاب مرحمت ہوا۔
- ۲۵ صفر ۱۳۴۲ھ کو صیغہ صنعت و تجارت کی صدارت اور باب حکومت (ریاست کی انتظامی کونسل) کی رکنیت سے عزت بخشی گئی۔
- ۱۳۴۳ھ میں صیغہ صنعت و تجارت سے آپ کی خدمات کو صیغہ امور افواج میں "صدر المہام افواج آصفیہ" کی حیثیت سے منتقل کر دیا گیا جس کی حیثیت عرفِ عام میں وزارتِ دفاع کی سی تھی۔

صیغہ صنعت و تجارت کی صدارت اور صدر المہامی افواج کے منصب پر آپ ۱۳۴۵ھ تک فائز رہے۔ اس دوران میں آپ نے ریاست کی بہترین خدمات انجام دیں۔

۱۳۳۱ھ میں آپ کی پائیگاہ کو بعض فنانشل وجوہ کی بنا پر حضور نظام کے ایک فرمان کے مطابق کورٹ آف وارڈس نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ لیکن جب ۱۳۴۵ھ میں آپ سرکاری خدمات سے سبک دوش ہوئے تو آپ کی پائیگاہ کو آپ کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ آپ نے پوری توجہ کے ساتھ ریاست کی ترقی اور عوام کی خدمت میں حصہ لیا۔ آپ کی پائیگاہ (آسمان جاہی پائیگاہ) دس تعلقات اور تیرہ مواضع پر مشتمل تھی۔ کل مواضع کی تعداد ۲۰۰ تھی جن کا رقبہ ۱۲۳۲ مربع میل اور آبادی ۲۶۵۵۵۰ دو لاکھ پینسٹھ ہزار پانسو پچاس نفوس پر مشتمل تھی۔ آمدنی تخمیناً سترہ لاکھ روپے سالانہ تھی۔

نواب معین الدولہ اپنی گوناگوں خوبیوں کے باعث بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ اپنی نیکی، شرافت اور ایثار و داد و دہش کے لئے مشہور تھے۔ انہوں نے

Marfat.com

نواب سر راس مسعود کی تحریک پر ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں پاویلین کی تعمیر کے لئے دس ہزار روپے کا گراں قدر عطیہ مرحمت کیا جس سے آپ کے نام پر پاویلین تعمیر کیا گیا جو آج تک موجود ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے دیگر متعدد اداروں کو جو عوام کی فلاح و بہبود کا کام کرتے اور سماجی خدمات انجام دیتے تھے، گرانقدر عطیات سے نوازا۔

نواب صاحب موصوف ایک بلند ہمت اور صائب الرّائے امیر تھے۔ آپ اپنے دورِ اقتدار میں اور اپنی پائیگاہ میں غریبوں کے مسائل پر ہمیشہ بڑی دلسوزی سے توجہ فرماتے تھے۔

نواب صاحب ایک اچھے شہسوار اور پولو کے بہترین کھلاڑی تھے اور کھلاڑیوں کی خدمت اور تواضع بھی فرماتے تھے۔ اور کھیلوں کی ترقی کی سرپرستی بھی فرماتے تھے۔ معین الدولہ کرکٹ ٹورنامنٹ کے اہتمام سے تو دکن کا شاید ہی کوئی شخص اور کھیلوں کا ذوق رکھنے والا ناواقف ہو۔ یہ ٹورنامنٹ ہر سال نہایت شاندار پیمانے پر منعقد ہوا کرتا تھا جس میں ہندوستان کی متعدد ٹیمیں حصہ لینے کے لئے حیدرآباد کا رخ کرتی تھیں۔ ان سب کے قیام و طعام کا بندوبست ہمیشہ نواب صاحب ہی کی طرف سے ہوتا تھا۔ نواب صاحب کو شکار کا بھی بہت شوق تھا اور بڑے اہتمام کے ساتھ شکار کا سروسامان ہوتا تھا۔ وہ شکار میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ کا نشانہ بہت عمدہ تھا اور کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ایک سو سے زیادہ شیروں کا شکار کیا تھا۔

نواب معین الدولہ کی سیرت کا ذکر ان کی خدمات کے ضمن میں آچکا ہے حقیقت یہ ہے کہ کسی شخصیت کے کارنامے اور اعمال و افعال ہی اس کی حقیقی سیرت ہوتے ہیں لیکن نامناسب نہ ہوگا کہ آپ کی سیرت پر اجمالی طور پر مؤلف یادگار سلور جوبلی کے الفاظ کو پیش کر دیا جائے۔ مؤلف موصوف لکھتے ہیں:

"مادرِ وطن حیدرآباد دکن جس قدر بھی آپ کی ذات عالی صفات پر فخر کرے کم ہے۔ امرائے حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں آپ کی ایک نمایاں

Marfat.com

حیثیت ہے۔ آپ کی ذات سے ہر کسی کو فیض پہنچتا رہتا ہے۔ بندگانِ عالی سے آپ کو خاص عقیدت ہے۔ وفاشعاری، جاں نثاری اور ملک و ملت کی بہی خواہی آپ کا خاندانی مسلک ہے۔ آپ اوضاعِ امیرانہ کے پابند، عالی حوصلہ، زندہ دل، شجیع و وجیہ، علم دوست، شرفانواز، غربا پرور امیر ابن امیر ہیں!

نواب صاحب کا ادبی ذوق بھی بہت بلند تھا۔ آپ متعدد زبانوں، اردو، فارسی، عربی، انگریزی سے واقف تھے۔ اردو میں تو آپ شاعری بھی فرماتے تھے تخلص معینؔ تھا۔ آپ کا کلام یادگار ہے اور ادبی خصائص کا حامل ہے۔ کلام کے مطالعے سے آپ کی کہنہ مشقی اور قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ صمصام شیرازی نے آپ کے کلام پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آپ کا کلام آورد سے پاک اور آمد سے مالا مال ہے۔ جمیع اصنافِ سخن پر آپ کو کامل قدرت ہے۔ اسلوبِ بیان اور سلاستِ زبان اور عروض کے لحاظ سے آپ کے اشعار خاص معیار اور درجہ رکھتے ہیں۔ زبان کی سلاست اور بیان کی لطافت آپ کے کلام سے مترشح ہے۔ یہ سب آپ کی طبیعت کی نزاکت اور متبحر علم کا نتیجہ ہے۔

غزل گوئی جو شاعری میں مشکل اور اس میں واقعہ نگاری و تسلسل بیان کو قائم رکھنا مشکل تر ہے، آپ کے نزدیک نہایت آسان۔ اس سے آپ کی کہنہ مشقی اور قادر الکلامی کا بخوبی پتا چلتا ہے۔"

شیرازی صاحب نے بطور مشتے نمونہ از خروارے آپ کا کچھ کلام بھی اپنی تصنیف لطیف یادگار سلور جوبلی میں درج کیا ہے۔ یہاں آپ کی غزلوں کے چند منتخب اشعار پیش قارئین ہیں ؎

خلوت میں آج تذکرہ مدعی سہی        اس میں خوشی ہے آپ کی، اچھا یہی سہی

Marfat.com

برہم مزاجِ یار ہوا عرضِ وصل پر — کم بخت دل نے بات بھی کھوئی رہی سہی
کچھ تو لگاؤ ہم سے رہے بانیِ ستم — مانا کہ دوستی نہ سہی، دشمنی سہی
دشمن سے آپ وعدہ خلافی نہ کیجئے — کچھ اس کا غم نہیں مرے حق میں کمی سہی
بیکار زندگی ہے اگر کچھ نہیں لگاؤ — ممکن نہ ہو جو وصل فقط دل لگی سہی
ایفا کریں وہ وعدۂ فردا امید کیا — ہر چند آج صلح سہی، آشتی سہی،
در پردہ وہ عدوئے دل و جاں ہے اے معینؔ
ظاہر میں رسم و راہ سہی دوستی سہی

---

کدورت پائمالوں سے ابھی تک یار باقی ہے — ملا کر خاک میں بھی شوخیٔ رفتار باقی ہے
ہمیں توبہ کئے مے سے زمانہ ہو گیا لیکن — ابھی سر میں ہوائے خانہ خمار باقی ہے
وہی محفل کی رونق ساقی مخمور کے دم تک — نہ کوئی مست ہے باقی نہ اب ہشیار باقی ہے
دمِ عرضِ تمنا ہے وہی ضد اس جفا جو کی — دلِ بیتاب کا میرے وہی اصرار باقی ہے
سرِ مقتل نظر آتے نہیں اغیار اے قاتل
مگر اک چاہنے والا معینِ زار باقی ہے

نواب معین الدولہ بہادر کے گیارہ (۱۱) بیٹے تھے جن کے نام اور تاریخ ولادت مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نواب محمد ظہیر الدین خاں بہادر۔ ولادت ۱۰ صفر ۱۳۲۶ھ۔ یہ اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین اور پائیگاہ کے امیر ہوئے۔ ان کا مختصر تذکرہ آگے آرہا ہے۔

۲۔ نواب محمد لطف الدین خان بہادر۔ ولادت جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ۔

۳۔ نواب محمد افتخار الدین خان بہادر۔ ولادت۔ ۱۲ رجب ۱۳۲۶ھ۔

۴۔ نواب محمد مظہر الدین خان بہادر۔ ولادت۔ ۹ رمضان ۱۳۲۶ھ۔

۵۔ نواب محمد زین العابدین خان بہادر۔ ولادت ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ۔

Marfat.com

۶ ۔ نواب محمد افسر الدین خان بہادر، ولادت ۲۰ رجمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ ۔

۷ ۔ نواب محمد بشیر الدین خان بہادر ، ولادت ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ ۔

۸ ۔ نواب محمد اقبال الدین خان بہادر ، ولادت ۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ ۔

۹ ۔ نواب محمد احمد الدین خان بہادر، ولادت ۱۲ رمضان ۱۳۴۴ھ ۔

۱۰ ۔ نواب محمد وجیہ الدین خان بہادر، ولادت ۱۱ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ ۔

۱۱ ۔ نواب محمد بہاؤ الدین خان بہادر، ولادت ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ ۔

صاحبزادگان کی یہ تعداد اور نام خاندان کے شجرے کے مطابق ہیں ۔ یادگار سلور جوبلی کے مطابق ان کی اولاد میں نواب محمد زین العابدین خان بہادر کا نام کم اور یہ چار نام مزید ہیں :

۱۲ ۔ نواب محمد بدر الدین خان بہادر ۔

۱۳ ۔ نواب محمد جلال الدین خان بہادر ۔

۱۴ ۔ نواب محمد غازی الدین خان بہادر ۔

۱۵ ۔ نواب محمد وارث الدین خان بہادر ۔

پکچوریل حیدر آباد کے مؤلف نے تین بیٹوں اور صرف نو بیٹیوں کی تعداد بتائی ہے اور نام صرف صاحبزادہ نواب محمد ظہیر الدین خان بہادر کا تحریر کیا ہے ۔

---

Marfat.com

# نواب ظہیر یار جنگ

نواب محمد معین الدین خاں اعانت جنگ معین الدولہ کے بڑے بیٹے نواب محمد ظہیر الدین خاں ہیں۔ انہیں ظہیر یار جنگ کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔

نواب ظہیر الدین خاں ۱۰ صفر ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ انکی ابتدائی تعلیم والد ماجد کی نگرانی میں گھر پر ہوئی پھر نظام کالج میں داخل ہوئے۔ بعدہ جامعہ عثمانیہ سے انہوں نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ عام تعلیم کے ساتھ انہیں فنونِ سپہ گری اور شہسواری کی تعلیم و تربیت بھی دی گئی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے والد کی طرح ایک بہترین شہ سوار، عمدہ شکاری اور ایک اچھے اسپورٹس مین بھی ہیں۔ پولو، کرکٹ، ٹینس اور دیگر کھیلوں میں آپ کو خوب مہارت حاصل ہے۔ نواب ظہیر الدین خاں کی شادی ۱۳۴۰ھ میں نواب ولی الدولہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ وہ نظام کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن بھی نامزد ہوئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب نواب چھتاری کونسل کے صدر تھے۔

یادگار سلور جوبلی کے مؤلف ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ نہایت ذہین، صاحبِ فہم و فراست، لائق و فائق اور مستقل مزاج نواب ہیں۔ آپ بغرضِ شرکت تقریب تاجپوشی شاہ انگلستان جارج ششم لندن تشریف لے گئے تھے۔ ایک عرصہ تک رہ کر واپس ہوئے اور دوبارہ آپ ممالک یورپ، زاں بعد امریکہ کو صد سالہ اگزبیشن کی شرکت کی غرض سے گئے۔ وہاں سے واپس ہونے کے بعد منجانب سرکار عالی مال کی تعلیم کے لئے امراؤتی (برار) بھجوا دیئے گئے تھے۔ جہاں سے کامیاب ہو کر

Marfat.com

مراجعت فرمائے بلدہ (حیدرآباد) ہوئے۔ حضرت نے بمراحم خسروانہ آپ کو نائب امیر پائیگاہ مقرر فرمایا۔ آپ نہایت متین، خلیق، سنجیدہ طبیعت، علم دوست، فیض رساں خجستہ خصلت امیر ہیں۔"

سفر یورپ کی روداد پر مشتمل "سیاحت نامہ" آپ کی تصنیف لطیف ہے جو ۱۳۵۴ھ میں شائع ہوئی تھی۔

نواب ظہیر یار جنگ اپنے والد کی وفات کے بعد آسمان جاہی پائیگاہ کے امیر بھی مقرر ہوئے۔ جاگیرداری کے خاتمے کے قانونِ ہند کے نفاذ تک پائیگاہ باقی رہی اور آپ پائیگاہ کے امیر رہے۔ حیدرآباد کے حادثۂ سقوط تک حیدرآباد کی سیاسی کابینہ کی آخری ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے۔ نواب صاحب موصوف اب بھی حیدرآباد دکن میں سکونت پذیر ہیں۔

Marfat.com

ڈیوڑھی نواب سر وقار الامراء بہادر کا اندرونی حصہ

Marfat.com

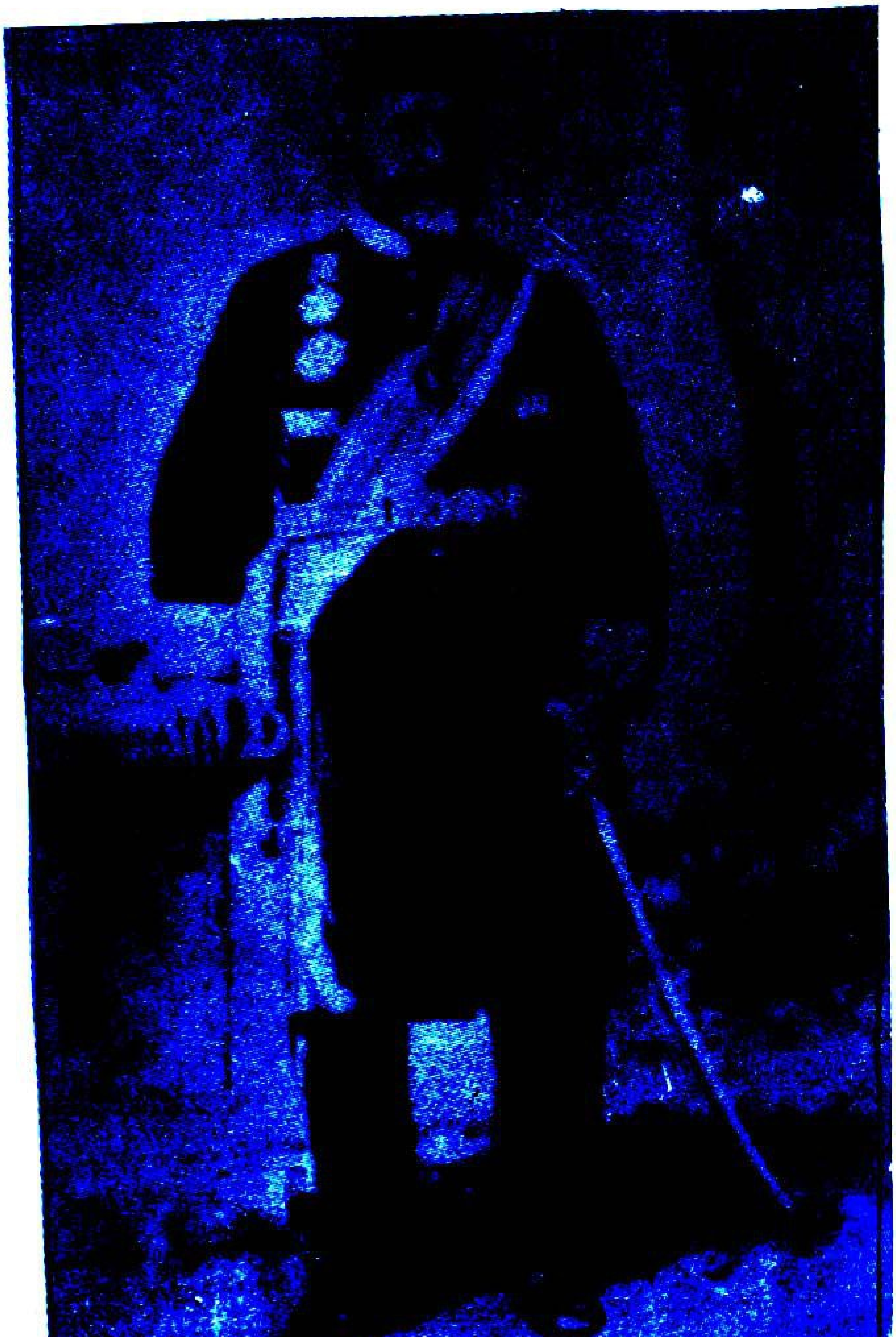

نواب محمد محی الدین خان تیغ جنگ ثانی
خورشید الدولہ ثانی، خورشید ملک ثانی شمس الامرا پنجم، امیر کبیر چہارم سر خورشید جاہ بہادر کے سی آئی ای

Marfat.com

# نواب سر خورشید جاہ

نواب رشید الدین خاں کے بڑے بیٹے نواب محمد محی الدین خاں تھے۔ بچپن میں انہیں شبلی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ محی الدین خاں ۱۵ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۸۴۱ء کو بلدہ حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ چونکہ وہ اپنے والد کے پہلوٹھی کے بیٹے تھے اس لیے ان کی پیدائش پر بہت خوشیاں منائی گئیں۔ ۲۰ رجب ۱۲۶۱ھ کو رسمِ تسمیہ خوانی ادا کی گئی اور تعلیم کا آغاز ہوا۔ ان کے والد کو ان کی تعلیم و تربیت کا بڑا خیال تھا۔ چنانچہ شروع ہی سے آپ کی تعلیم اور شہسواری اور فنونِ سپہ گری کی تربیت کے لیے الگ الگ قابل اور ماہر اساتذہ کا انتظام کیا گیا۔ ان کے جدِ بزرگوار نواب رشید الدین خاں ان کی تعلیم و تربیت کی نگرانی بذاتِ خود فرماتے تھے۔

نواب محی الدین خاں کی شادی نواب میر تہنیت علی خاں افضل الدولہ بہادر آصف جاہ خامس کی صاحبزادی شہزادی حسن النساء بیگم کے ساتھ ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ کو بڑی دھوم دھام کے ساتھ ہوئی تھی۔ اعلیٰ حضرت نظام سے انہیں بڑا تعلق خاطر تھا۔ اعلیٰ حضرت بھی ان سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ ان کے والد کا انتقال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے انہیں تعزیتی جوڑا عنایت فرمایا اور ان کے آبائی خطابات شمس الامراء امیر کبیر ابوالخیر خاں سے مفتخر فرمایا۔ اعلیٰ حضرت ان سے خاص خاص موقعوں پر خصوصیت کے ساتھ مشورہ لیا کرتے تھے۔ سن ۱۲۸۶ھ میں انہیں سر آسمان جاہ بہادر کے ساتھ کونسل آف ریجنسی کا ممبر بنایا گیا۔ ۱۳۰۸ھ میں انہیں کونسل آف سٹیٹ کا رکن مقرر کیا۔ وہ عرصہ تک اس عہدہ پر فائز رہے اس کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ میں جب اعلیٰ حضرت نے مجلس امراء ترتیب دی تو

Marfat.com

اس میں ان کا انتخاب کیا گیا۔ کونسل آف اسٹیٹ کے ممبر کی حیثیت سے انہوں نے بہترین خدمات انجام دیں بخصوصاً حیدرآباد گوادری ریلوے اسکیم سے دلچسپی لی اور اس کا پورا مجوزہ بجٹ پاس کرایا۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کے گورنر جنرل نے آپ کی خدمات کا شاندار الفاظ میں اعتراف کیا۔ ریاست کے پیچیدہ مسائل میں آپ کی رائے بڑی صائب ہوتی تھی اور آپ کی تجویزیں اور مشورے بڑے کامیاب ہوتے تھے۔ یہ آپ ہی کا مشورہ تھا کہ نواب سر سالارجنگ دوم کو ریاست کا وزیراعظم بنایا گیا تھا جن کی ذہانت اور بیدار مغزی سے ریاست اور اس کے عوام کو بڑا فائدہ پہنچا۔

نواب خورشید جاہ بہادر ایک مدبر ہونے کے ساتھ مؤرخ اور سیاح بھی تھے۔ انکی شخصیت علم و تحقیق کے میدان میں کام کرنے والوں کے لئے ایک رہنما کی تھی۔ وہ دنیا کے تاریخی اور مشہور مقامات کو دیکھنے کے بہت شائق تھے۔ ان کے اس ذوق و شوق نے انہیں تاریخ اور معلوماتِ عامہ کا بہترین طالب علم بنا دیا تھا۔ آپ کے ایما پر لکھی جانے والی ہندوستان کی تاریخ جو آپ ہی کے نامِ نامی سے منسوب اور "تاریخِ خورشید جاہی" کے نام سے موسوم ہے، تاریخ کی مشہور اور اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔

اس زمانے میں سفر کی مشکلات کے باوجود انہوں نے آثارِ قدیمہ اور تاریخی مقامات کی سیاحت اور سفر کے انتظامات کئے اور نزدیک و دور کے بہت سے مقامات مثلاً گجرات، وسطی ہند کے مقامات نیز کوئٹہ، سبی، چمن وغیرہ تک جا پہنچے۔ اس سے ان کے تاریخی ذوق اور سیاحت کے شوق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

نواب محی الدین خاں نے پائیگاہ کی ترقی کے لئے بہت کوشش کی اور متعدد مفید اصلاحات جاری کیں۔ اس سلسلے میں مؤلف "بستانِ آصفیہ" نے بڑی مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"آپ نے صاحبِ اقتدار ہونے پر پائیگاہ کا انتظام شروع کیا اور قریب قریب

Marfat.com

اسے بالکل خود مختار بنا دیا۔ اپنے پائیگاہ کا کاغذ مہور (اسٹامپ) خود اپنے پریس میں طبع فرماتے تھے۔ اس سے جو آمدنی ہوتی وہ اپنے خزانہ میں داخل فرماتے منجملہ اور چیزوں کے انہوں نے اپنے علاقہ میں ڈاک (پٹہ) کا انتظام بھی حسب دستور رکھا۔ قدیم سے دستور چلا آتا تھا کہ ہر جدید ملازم کی دو ماہ کی تنخواہ پائیگاہ میں جمع رکھی جاتی اور تیسرے مہینے سے دی جاتی۔ گو وہ رقم بطور امانت رکھی جاتی تھی لیکن اس سے متوسلین کو بہت تکلیف ہوتی۔ انہوں نے اپنے صاحبزادہ نواب شمس الملک بہادر کے مشورہ سے اس قاعدہ کو توڑ دیا۔ اور یہ مقرر فرمایا کہ ہر ملازم کو ماہ بماہ تنخواہ ملتی رہے۔ اس قاعدہ پر ۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ سے عملدر آمد شروع ہوا۔ اب سب کو ماہ بماہ تنخواہ پہنچتی ہے۔ پہلے پائیگاہ کی فوج بالکل غیر مرتب حالت میں تھی لیکن انہوں نے اس جانب بھی توجہ فرمائی اور اس کی درستی کے لئے مسٹر بلاتھ ویڈ کی ماتحتی میں کپتان رگھوناتھ صاحب کو مقرر کیا۔ انہوں نے رسالہ اور پلٹن کے لئے بغیر مزید اخراجات سرکاری ایک وضع کی وردیاں تیار کرائیں اور ایک ہی سے ہتھیار دیئے۔ اس سے فوج میں خاصا امتیاز نظر آنے لگا۔ کپتان صاحب نے نہ صرف فوج کی ظاہری نمائش کا خیال کیا بلکہ قواعد وغیرہ سے بھی اسے پوری طرح ماہر کر دیا۔ نواب صاحب نے اپنے علاقہ کے تمام سواروں اور پیدلوں کو احمد باوڑے پر ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ کو معاینہ فرمایا اور سواروں کو زمستان پور اور پیدلوں کو باغ لنگم پلی روانہ ہونے کا حکم دیا۔ کپتان رگھوناتھ صاحب کی کمان میں فوج نے اتنی ترقی کی کہ زمستان پور میں ایک چھاؤنی بنانی تجویز ہوئی۔ نواب صاحب نے نہایت خوشی کے ساتھ منظور کیا۔ اور ۲۵ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو کپتان صاحب نے چھاؤنی کی بنیاد ڈالی۔

نواب محی الدین خاں کو سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ انہوں نے مملکت

Marfat.com

آصفیہ کے دور آصفیہ کے دور نزدیک کے علاقوں کے علاوہ برصغیر کے تقریباً تمام بڑے شہروں اور قابلِ دید تاریخی اور تفریحی مقامات کی سیر فرمائی ۔ کئی بار وہ اعلیٰ حضرت نظام کے ساتھ دہلی، کلکتہ، مدراس اور بعض دیگر مقامات کی سیر کو تشریف لے گئے اور بارہا خود اپنی ضروریات یا تفریح طبع کی غرض سے مشہور مقامات کی سیر فرمائی ۔ بستانِ آصفیہ کے مؤلف نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان کی سیاحت کے حالات بقید تاریخ مرتب کئے ہیں ۔

نواب صاحب موصوف کو اصحابِ اثر و رسوخ، اصحابِ اقتدار اور رؤسا و حکام کی دعوتیں کرنے کا بھی بہت شوق تھا ۔ ان دعوتوں میں اعلیٰ حضرت نظام، لارڈ رابرٹ کمانڈر ان چیف افواجِ ہند، لارڈ ڈیلنسڈون بہادر وائسرائے اور گورنر جنرل سر جارج اسٹوارٹ و آہیبٹ کمانڈر ان چیف افواجِ ہند، ایک یورپین شہزادے، ریذیڈنٹ حیدرآباد اور ملک اور بیرون ملک کے معززین کی خاص دعوتوں کے علاوہ اور بیسیوں دعوتوں کا ذکر مانک راؤ وٹھل راؤ نے بہ تفصیل کیا ہے ۔

"بستانِ آصفیہ" کے مؤلف نے واقعاتِ عام کے تحت آپ کی سیرت اور اخلاق کا بہت دلفریب نقشہ کھینچا ہے ۔ اس سے آپ کے معمولات اور بعض شوقوں پر بھی روشنی پڑتی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں:

"ہم متحیر ہیں کہ روزانہ زندگی میں کیا لکھیں اور کس چیز کو چھوڑ دیں ۔ ایک رئیس کی روزانہ زندگی میں وہ باتیں معمولی ہوتی ہیں جو ایک غریب کے لئے قابلِ فخر سمجھی جا سکتی ہوں ۔ آپ کی عادت تھی کہ صبح کو اٹھ کر حوائج ضروری سے فارغ ہوتے اور اپنے روزانہ کا پروگرام خود تیار کر لیتے اور اسی کے مطابق دن کو کام کرتے ۔ وقت کے آپ ایسے پابند تھے کہ ہر کام مقررہ وقت پر کرتے ۔ کیبنٹ کونسل اور مجلس امرا میں آپ کا شمار ان رئیسوں میں ہوتا تھا جو وقت پر تشریف لاتے تھے ۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ آپ سرکاری کام کے لئے وقت پر نہ

Marfat.com

پہنچے ہوں۔ معاملہ فہم ایسے تھے کہ اکثر ضروری باتوں میں اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ متانت اور سنجیدگی ان میں ایسی تھی کہ بہت کم آدمیوں کو فیاض قدرت نے عنایت فرمائی ہوگی۔ ملنساری میں بھی کبھی کسی رئیس کو آپ کا شاکی نہ پایا بلکہ وہ معمولی آدمیوں سے بھی بے تکلف ملتے تھے۔ اعلیٰ طبقہ آپ کی دور اندیشی کا قائل تھا۔ قدیم ملازموں کی پرورش کا خیال آپ کو بہت زیادہ تھا۔ آپ نے ہر کام کیلئے علیحدہ ملازم رکھ لیے تھے۔ اس سے کام میں بہت آسانی ہوتی تھی۔ مگر جو کام بذاتِ خود کرنے کا ہوتا تھا اس کو دوسروں پر نہ چھوڑتے۔ آپ کو بزرگانِ دین سے خاص عقیدت تھی اور قدیم خیال کے مطابق رسم و رواج کے بہت پابند تھے۔ آپ کی وضع بھی پرانی تھی۔ لیکن بعض قدیم خیال کے لوگوں کی طرح آپ نئی وضع سے گھبراتے بھی نہ تھے۔ غربا نوازی کی ان میں خاص عادت تھی اور کسی ایسے موقع پر جس میں عام طور سے غربا کو تکلیف کا سامنا ہو وہ مدد سے باز نہ آتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں کئی بار قحط پڑا۔ ان سب میں آپ نے خاص حیدرآباد اور اپنے تعلقات میں غلہ سے مدد کی۔ شادی بیاہ، دعوت، ڈنر اور سیر و سیاحت میں وہ انتہا درجہ کے دریا دل تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی خود اپنے معاملات میں نہایت ہی کفایت شعاری فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو عمارتیں بنوانے کا خاص شوق تھا۔ چنانچہ حیدرآباد کے علاوہ آپ نے ہندوستان کے اکثر حصص میں مسجدیں، سرائیں اور کنوئیں تیار کرائے اور خود اپنے لیے ۱۴ محرم سنہ ۱۳۰۱ھ کو اپنے بھائی نواب اقبال الدولہ وقار الامراء بہادر کی نفیس کوٹھی مع حقِ ملکیت دو لاکھ روپیہ میں خرید لی۔ بعض عزیزوں کے انتقال نے آپ کی صحت میں نمایاں تغیر پیدا کر دیا۔

Marfat.com

۶ صفر ۱۳۱۹ھ کو خورشید محل صاحبہ نے انتقال کیا - اس موت نے آپ کی زندگی کو بالکل تلخ کر دیا - یہاں تک کہ اس سے آپ کے عادات میں بھی بہت بڑا تغیر پیدا ہو گیا "

نواب محی الدین خاں کو مملکتِ آصفیہ اور انگریزی حکومت کی جانب سے حسنِ خدمات اور خیر خواہی کے صلے میں اور ان کی قدر افزائی کی غرض سے بہت سے خطابات، اعزازات اور انعام و اکرام دیئے گئے تھے -

**تیغ جنگ** : آبائی خطاب تھا جو نواب ناصر الدولہ بہادر نے ۷ رجمادی الاولیٰ ۱۲۶۶ھ کو مرحمت فرمایا تھا - اس وقت محی الدین خاں کی عمر صرف نو سال کی تھی -

**خورشید الدولہ** : یہ خطاب اعلیٰ حضرت نواب افضل الدولہ بہادر نے اپنی سالگرہ کی خوشی میں یکم ربیع الآخر ۱۲۷۴ھ کو عنایت فرمایا تھا -

**خورشید الامراء** : یہ خطاب بھی اعلیٰ حضرت نواب افضل الدولہ بہادر نے ۲۷ رشعبان ۱۲۷۶ھ کو دیا تھا -

**خورشید جاہ** : یہ خطاب یکم شوال ۱۲۷۶ھ کو عید الفطر کے دربار میں عطا کیا گیا تھا - اس کے ساتھ ہی انہیں ماہی - مراتب - علم - نقارہ - نشان اسپ - زردوزی - نشان فیل - زردوزی عماری اور زردوزی مورچھل کے اعزازات سے بھی سرفرازی بخشی گئی تھی -

شمس الامراء، امیر کبیر، ابو الخیر خاں - یہ تینوں خطابات انہیں ان کے والد کے انتقال کے بعد ۱۱ ربیع الآخر ۱۲۹۹ھ کو عطا کئے گئے تھے -

**کے - سی - آئی - ای** : یہ خطاب برطانوی حکومت کی جانب سے ملکہ وکٹوریہ کی سلور جوبلی (۱۸۸۷ء) کی تقریب کے تعلق سے ۱۱ رصفر ۱۳۰۶ھ کو ملا تھا -

یادگار سلور جوبلی اور ریکٹوریل حیدر آباد کے مؤلفین نے ایک خطاب خورشید الملک بھی تحریر کیا ہے جو نواب افضل الدولہ کی جانب سے مرحمت ہوا تھا -

Marfat.com

۱۸ ذیقعدہ ۱۲۷۸ھ کو انہیں سواری کے ساتھ بھی ماہی مراتب رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی تھی۔ اسی سال ۹ شعبان کو انہیں باغ لنگم پلی نواب افضل الدولہ بہادر کی جانب سے عطا ہوا تھا۔ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ کو اعلیٰ حضرت نظام نے انہیں طالب الدولہ بہادر کی بارہ دری مرحمت فرمائی۔ ۷ ربیع الآخر ۱۳۰۱ھ کو انہیں دولتِ برطانیہ کی جانب سے لارڈ رپن بہادر وائسرائے و گورنر جنرل سے ایک کرچ مع ساز و سامان کے مرحمت فرمائی۔

نواب حسن یار جنگ کے بیان سے ان کی سیرت اور خدمات پر بڑی روشنی پڑتی ہے۔ نواب صاحب موصوف فرماتے ہیں:

"نواب خورشید جاہ بہادر نے ریاست کی ترقی کے کاموں میں بہت حصہ لیا۔ حضرت نظام کے نہایت معتمد اور اپنی بیش قیمت خدمات کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے۔ نواب محبوب علی خاں کی خواہش تھی کہ انہیں ریاست کا وزیر اعظم بنایا جائے مگر برطانوی ریذیڈنٹ کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔"

نواب خورشید جاہ بہادر نے اپنی جاگیر کی ترقی اور عوام کی اصلاح کی طرف خاص توجہ دی۔ انہیں تعمیرات کا بہت شوق تھا۔ انہوں نے اپنا زیادہ وقت تعمیرات کی مشغولیتوں میں صرف کیا۔ کئی تاریخی عمارتیں ان کی یادگار ہیں۔ ان میں سے حیدر آباد شہر کے مرکزی چوک میں ایک خوبصورت مسجد اور گھنٹہ گھر، جو حیدر آباد کا پہلا گھنٹہ گھر ہے، خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے ایک مطبع بھی قائم کیا تھا جس میں بہت سی مفید کتابیں چھپوائیں۔ تاریخ خورشید جاہی کے نام سے ایک تاریخ ہند بھی لکھوا کر اپنے مطبع میں خاص اہتمام سے چھپوائی۔

انہیں اشاعتِ تعلیم کی تحریک سے بھی خاص دلچسپی تھی۔ اس میں انہوں نے بیش از بیش حصہ لیا۔ تعلیمی اداروں کی سرپرستی کی اور بے شمار غریب و نادار ذہین طلبہ کو وظائف سے نوازا۔ انہوں نے بیرون ریاست کے علمی و تعلیمی اداروں کو بھی گراں قدر عطیات

Marfat.com

مرحمت فرمائے۔

بزرگانِ دین سے وہ بہت عقیدت رکھتے تھے۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ اجمیر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہوں کے ساتھ انہوں نے زائرین کے قیام و رہائش کے لئے کئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔ اجمیر میں سماع خانہ ان ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزارات پر چاندی کے کٹہرے اور دیگر منقشات ان ہی کے بنوائے ہوئے ہیں۔ بابا فرید کی درگاہ پر بھی چاندی کا کام کروایا۔ مدینہ منورہ میں حاجیوں کے قیام و آسائش کے لئے سرائے بنوائی۔

انہیں نادر قسم کے ہیرے جواہرات جمع کرنے کا بھی بہت شوق تھا۔ وہ ریاست حیدرآباد کے اعلیٰ و انتظامی ادارے ریجنسی کونسل کے رکن بھی تھے۔

نواب خورشید جاہ کو قدرت نے دولت اور ایک دلکش شخصیت سے نوازا تھا۔ جوں جوں انکی عمر بڑھتی گئی ان کی شخصیت کا احترام لوگوں کے دلوں میں بیٹھتا گیا۔ وہ اپنے دور میں اہلِ علم اور اصحابِ فضل و دانش کی سرپرستی کے لئے مشہور تھے۔ انہوں نے بہت سے علمی اور تعلیمی اداروں کی سرپرستی فرمائی۔

جمادی الاخریٰ ۱۳۱۶ھ میں آپ کو ذیابیطس کا مرض لاحق ہو گیا تھا لیکن علاج معالجہ کے بعد اس مرض سے انہیں نجات مل گئی تھی۔ تاہم چند سال کے بعد جب ان پر ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ کو فالج کا حملہ ہوا تو اس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور چند دن کے بعد ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۰۲ء کو مغرب کے وقت انتقال کیا اور دوسرے روز ۴ بجے اپنے مقبرے کے بیرونی حصہ میں دفن کئے گئے۔

آپ کی پائیگاہ جو آپ ہی کے نام سے خورشید جاہی پائیگاہ کہلاتی تھی، ۱۵۱۲ مربع میل کے رقبہ میں بارہ تعلقوں، ان کے سینکڑوں دیہات، مقطعہ جات اور اجارہ زاروں پر پھیلی ہوئی تھی۔ پائیگاہ کی آبادی ۲۷۹۸۲۲ نفوس پر مشتمل تھی اور جملہ تعلقات پائیگاہ

Marfat.com

وجاگیرات ذاتی و زرخریدی وغیرہ کی آمدنی ساڑھے چودہ لاکھ کے قریب تھی ۔

نواب محی الدین خاں خورشید جاہ بہادر کی دو بیویاں تھیں ۔ دونوں سے ان کے ایک ایک صاحبزادے تھے ۔ پہلی بیوی سے نواب محمد فیض الدین خاں امام جنگ خورشید الملک بہادر تھے ۔ اور دوسری بیوی شہزادی حسن النسا بیگم کے بطن سے نواب محمد حفیظ الدین خاں ظفر جنگ شمس الدولہ شمس الملک بہادر یادگار تھے ۔

---

Marfat.com

نواب محمد فیض الدین خان ، امام جنگ ، خورشید الدولہ ، زبدۃ الملک بہادر

# نواب خورشید الدولہ امام جنگ

نواب سر خورشید جاہ بہادر کے بڑے بیٹے نواب محمد فیض الدین خان بہادر امام جنگ چہارم تھے۔ وہ ۶ صفر ۱۲۷۴ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے اور اپنے عالم و فاضل والد ماجد کی نگرانی میں تعلیم پائی۔ اردو اور فارسی زبانوں میں بڑے لائق و فائق تھے متعدد خطابات و اعزازات سے ممتاز و مفتخر تھے۔

۱۲۹۱ھ میں بتقریب سال گرہ مبارک خطاب خانی و بہادری اور امام جنگ سے سرفراز کیے گئے۔

۱۳۰۱ھ میں عین حکمرانی کے روز خطاب خورشید الدولہ اصل و اضافہ منصب چار ہزاری و سہ ہزاری سوار و علم و نقارہ سے سرفرازی پائی۔

۱۳۰۴ھ میں دربار نوروز میں خورشید الملک خطاب اصل و اضافہ منصب پنج ہزاری و چار ہزار سوار و علم و نقارہ و پالکی جھالردار سے مخاطب و ممتاز کیے گئے۔

نواب امام جنگ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی کا تعلق ان کے اپنے خاندان سے تھا۔ یہ شادی ۱۲۹۴ھ سے قبل ہوئی تھی۔ دوسری شادی ۱۳۰۹ھ میں نواب میر تہنیت علی خان افضل الدولہ کی صاحبزادی اور نواب میر محبوب علی خان آصف جاہ سادس کی ہمشیرہ شہزادی نجم النساء بیگم کے ساتھ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ہوئی تھی۔

نواب امام جنگ بہادر قدیم مشرقی وضع کے دلدادہ سیاست کے جھنجھٹوں سے الگ اور افکار دنیوی سے آزاد زندگی گزارتے تھے۔ انہیں تاریخی اہمیت کے مقامات میں گھومنے پھرنے اور سیر و سیاحت کا شوق تھا۔ ۱۳۴۴ھ میں وفات کا حادثہ پیش آیا۔ انکے

Marfat.com

اخلاق اور آپ کی سیرت کے بارے میں مؤلف یادگار رسلور جوبلی لکھتے ہیں :

"آپ نہایت لائق، ہوشیار تجربہ کار، پابند وضع قدیم، صاحبِ فہم و ذکا، ذی اخلاق و مروت نواب تھے۔"

ان کے پہلے حرم سے تین بیٹے اور دوسرے حرم سے دو بیٹے ہوئے تھے۔ ان کی تین بیٹیاں بھی یادگار تھیں۔ ان میں سے ایک صاحبزادی جس کا نام چنو بیگم تھا، اعلیٰ حضرت نظام کے حبالۂ عقد میں آئی تھیں۔ یہ خاندانِ پائیگاہ کی پہلی خاتون تھیں جو ریاست کے فرمانروا کے حرم میں داخل ہوئیں۔ صاحبزادیوں کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ کس حرم سے تھیں۔

نواب امام جنگ کے دونوں بیویوں سے پانچ بیٹوں کے نام اور مختصر حالات بالترتیب یہ ہیں :

**۱۔ نواب محمد کریم الدین خاں بہادرؒ** : یہ امام جنگ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ گیارہ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو پیدا ہوئے۔ اپنے دادا اور اپنے والد ماجد کی نگرانی میں اردو، فارسی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۰۴ھ میں شمشیر بہادر اور ۱۳۰۵ھ میں بہادر جنگ کے خطابات سے سرفراز کیے گئے۔ ان کی شادی نواب محمد رشید الدین خاں امیر کبیر کی نواسی رفیع النساء بیگم سے ہوئی۔ وہ خوش اخلاق اور ملنسار نواب تھے۔

**۲۔ نواب محمد غوث الدین خاں بہادر** : امام جنگ مرحوم کے دوسرے بیٹے تھے۔ وہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت پائی۔ اردو فارسی کے ادیب اور وضع قدیم کے پابند نواب تھے۔ سکون و اطمینان کی زندگی بسر کرتے تھے۔ بناوٹ اور ظاہری نمائش سے نفور تھا۔ کبھی حیدر آباد سے باہر قدم نہ نکالا۔ احکامِ شرع کے پابند، نہایت ملنسار اور منصف مزاج نواب تھے۔

**۳۔ نواب محمد منیر الدین خاں بہادر** : آپ امام جنگ کے حرمِ اول سے تیسرے اور تمام بیٹوں سے چھوٹے (پانچویں بیٹے) تھے۔ ۷ رجادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ کو پیدا ہوئے۔

Marfat.com

نواب سکندرالدین خان
سکندر نواز جنگ بہادر

Marfat.com

نواب محمد کریم الدین خان
شمشیر بہادر ۶ بہادر جنگ

Marfat.com

اردو، فارسی، انگریزی کے ماہر، فنونِ سپہ گری سے واقف، شکار کے شوقین اور خوش خلق، ملنسار اور رحم دل تھے۔

۴۔ **نواب محمد سکندر الدین خاں**: آپ شہزادی نجم النساء کے بطن سے امام جنگ کے بڑے اور پیدائش کی ترتیب کے لحاظ سے تیسرے بیٹے تھے۔ ان کی ولادت ۲۹ صفر ۱۳۱۹ھ کو ہوئی تھی۔ پائیگاہ بورڈنگ ہاؤس میں تعلیم پائی پھر نظام کالج میں تحصیلِ علمی میں مصروف رہے۔ آپ سکندر نواز جنگ کے خطاب سے مخاطب و مفتخر اور خدمت مورچھل گری سے سرفراز رہے۔ آپ کی شادی نواب قوت جنگ بہادر کی صاحبزادی تخیر النساء بیگم کے ساتھ ہوئی تھی تمیز النساء بیگم نواب سر وقار الامراء بہادر کی نواسی تھیں۔ نواب سکندر نواز جنگ ایک تعلیم یافتہ، صاحبِ خلق و مروت اور باہمت نواب تھے۔

۵۔ **نواب محمد رحیم الدین خاں**: شہزادی نجم النساء کے بطن سے نواب امام جنگ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ان کی ولادت ۹ ربیع صفر ۱۳۲۱ھ کو ہوئی تھی۔ ان کی تعلیم کے مراحل پائیگاہ بورڈنگ ہاؤس اور نظام کالج میں طے ہوئے۔ رحیم نواز جنگ کے خطاب سے سرفراز کیے گئے۔ تعلیم یافتہ، خلیق و ملنسار اور صاحبِ جاہ و سطوت تھے۔

---

Marfat.com

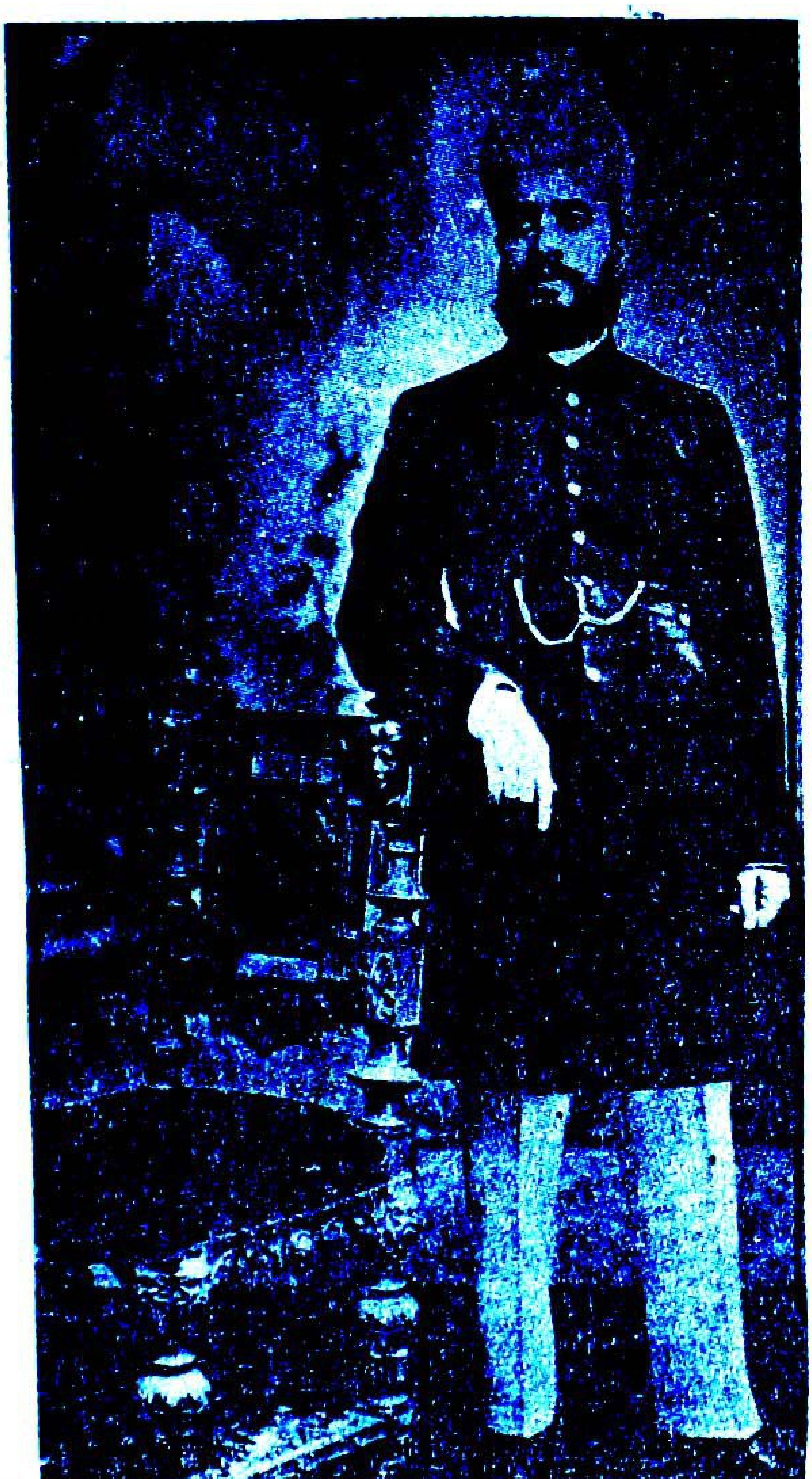

نواب محمد حفیظ الدین خان، ظفر جنگ، شمس الدولہ، شمس الملک بہادر

Marfat.com

# نواب شمس الملک ظفر جنگ

نواب حفیظ الدین خاں ظفر جنگ شہزادی حسن النساء بیگم کے بطن سے نواب سر خورشید جاہ کے صاحبزادے تھے۔ ان کی پیدائش ۲۹ صفر ۱۲۸۲ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۸۶۵ء کو ہوئی تھی۔ ۴ رجب ۱۲۸۶ھ کو تسمیہ خوانی کی رسم ادا ہوئی۔ اس کے بعد علوم مشرقی کی تعلیم کا آغاز ہو گیا۔ ۱۴ رجب ۱۲۹۴ھ سے انگریزی زبان کی تعلیم بھی شروع ہو گئی۔ آپ کی تعلیم و تربیت بہت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی اور بہت تھوڑے عرصے میں فارسی، عربی اور انگریزی میں مہارت حاصل کر لی اور فنونِ سپہ گری میں شمشیر زنی، نیزہ بازی، نشانہ بازی اور شہسواری وغیرہ میں مہارت حاصل کر لی۔ ۱۵ رجب ۱۳۰۱ھ کو انہیں اعلیٰ تعلیم کے لئے لندن روانہ کر دیا گیا جہاں ملکہ وکٹوریہ کے خاص لائف گارڈ میں شریک ہوتے اور عرصہ تک فوجی تعلیم حاصل کی اور علیحدہ سے ایک استاد کے زیر نگرانی انگریزی زبان اور ادب کی عمدہ طور پر تحصیل کی اور تقریباً ایک سال کے بعد ۱۱ شعبان ۱۳۰۲ھ کو وہ حیدر آباد لوٹے۔ لیکن ابھی ان کا تعلیمی دور ختم نہ ہوا تھا چنانچہ انہوں نے رسالہ جوش اور گیرسن رائڈنگ سکول میں فنونِ سپہ گری کی مشق کی اور چند روز میں خاصے مشاق ہو گئے۔ انہوں نے فارسی اور انگریزی زبانوں میں گفتگو کرنے کی خاص طور پر مشق بہم پہنچائی تھی اور بہت اچھی طرح وہ ان دونوں زبانوں میں گفتگو اور تحریر کا کام کرتے تھے۔ انہیں شہسواری اور شکار کے علاوہ مردانہ کھیلوں کا خاص شوق تھا اور بعض انگریزی کھیلوں سے بھی شوق فرماتے تھے۔

آپ کی عملی زندگی کا آغاز اپنی پائیگاہ کے کاموں سے ہوا۔ پائیگاہ کے انتظام میں

Marfat.com

آپ نے توجہ فرمائی اور فوجی اور مالی کاموں میں کئی مفید اصلاحات فرمائیں جن سے پائیگاہ کے کام میں ترقی اور بہتری ہوئی۔ ساتھ ساتھ ریاستی کاموں سے بھی آپ کا تعلق قائم ہوگیا۔ جب اعلیٰ حضرت نظام لارڈ رپن بہادر گورنر جنرل ہند کی ملاقات اور نمائش دیکھنے کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے تو نواب ظفر جنگ بھی ہمرکاب تھے اور ۱۳۰۴ھ میں ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی میں شرکت کے لئے نواب سر آسمان جاہ بہادر کے بعد آپ بھی ایک وفد کے ساتھ لندن تشریف لے گئے۔ اور لندن میں جشن جوبلی کے تمام مراسم کی ادائیگی میں نواب سر آسمان جاہ بہادر کے ساتھ رہے۔ ۲۵ ذیقعدہ کو لندن سے روانہ ہوئے اور واپسی کے سفر میں فرانس اور متعدد ممالک و مقامات کی سیر کرتے ہوئے ۲۴ ذی الحجہ کو مع اپنے اسٹاف کے داخلِ بلدہ ہوئے۔ جہاں ان کے والد اور تمام خاندان نے نہایت مسرت کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا۔

عام طور پر آپ ریاست کے کاموں سے الگ رہے اور کبھی کسی عہدہ و منصب کی خواہش یا کوشش نہیں کی۔ لیکن اعلیٰ حضرت نظام ان سے بہت شفقت اور محبت فرماتے تھے اور اکثر تقریبات، اسفار وغیرہ میں اپنے ساتھ رکھتے تھے اور مختلف مسائل میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ لیکن جب نواب سر وقار الامراء نے وزارت سے استعفا دیا۔ تو اعلیٰ حضرت نے ان پر بھی ذمہ داری ڈالی اور حکومت کے کاموں میں ان کی قابلیت سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔ بستانِ آصفیہ کے مؤلف نے ان کی خدمت وزارت پر "معین المہامی" کے زیرِ عنوان ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

"جب ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ روز دوشنبہ کو نواب سر وقار الامراء اقبال الدولہ بہادر نے خدمتِ وزارت سے استعفا پیش کیا اور مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر پیشکار کو منصرمانہ طور پر قلمدانِ وزارت سپرد ہوا تو حضور نے مہاراجہ صاحب کے بجائے خدمتِ وزارتِ افواج پر آپ کو منصرمانہ مامور فرمایا اور دو ہزار

Marfat.com

روپے بطور الاونس مقرر فرماتے ۔ آپ نے اس خوشی میں بارگاہِ خسروی میں ۲۳ رماہ مذکور کو نذر پیش کی :

یوں تو وہ اپنے والد نواب سر خورشید جاہ کی حیات ہی میں پائیگاہ کے کاموں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے اور اس کے انتظام میں انہوں نے بعض مفید تبدیلیاں بھی کی تھیں۔ لیکن سر خورشید جاہ کے انتقال کے بعد تو اعلیٰ حضرت نظام کے ایک فرمان کے بموجب پائیگاہ کے تمام امور کے ذمہ دار قرار پائے ۔ اور انہوں نے اس کے انتظام کو بہتر بنانے کے لئے اس کے ملازمین میں بھی تبدیلیاں کیں ۔ اس لئے کہ کسی انتظام کے لئے پرانے نظام کے عادی اہل کار مفید ثابت نہیں ہوتے ۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے مسٹر شاہ پور جی کی صدارت میں ایک کمیٹی قائم کی ۔ اس کمیٹی نے نظام کی اصلاح و درستگی کے لئے بہت مفید تجاویز پیش کیں جن سے بڑا فائدہ پہنچا ۔ یہ کمیٹی ۲۳ ر ذلیقعدہ ۱۳۲۰ھ کو قائم کی گئی تھی ۔

انتظامی امور کی درستگی اور اصلاح کے ساتھ نواب ظفر جنگ نے مصارف کی اصلاح کی طرف بھی توجہ فرمائی اور راجہ نرسنگ گیر بہادر کی صدارت میں ایک کمیٹی قائم کی جس نے مصارف کا جائزہ لیا ۔ یہ کمیٹی ربیع الاول ۱۳۲۲ھ میں قائم کی گئی تھی اور ایک دو ماہ کی کارگزاری کے بعد اسے موقوف کر دیا گیا تھا ۔ اس کے بعد نواب ظفر جنگ نے نظام پائیگاہ کی درستگی کے لئے متعدد احکام جاری کئے جن کی تفصیل بستانِ آصفیہ کے مؤلف نے بیان کی ہے ۔

نواب ظفر جنگ کو علم ہیئت کا بہت شوق تھا ۔ اس سلسلے میں آپ نے لاکھوں روپے صرف کیے ۔ ولایت سے متعدد دوربینیں منگوائیں اور ولایت سے بلوا کر انجینئر کو ملازم رکھا ۔ مؤلف "بستانِ آصفیہ" لکھتے ہیں :

"علم ہیئت کا شوق آپ کو ورثہ میں ملا تھا ۔ آپ نے اس علم کو نہایت شوق کے ساتھ ترقی دی اور ہزار ہا روپیہ کے صرف سے سیاروں کی گردش دیکھنے کو

Marfat.com

ولایت سے ایک دوربین منگائی۔ مگر یہ چھوٹی تھی۔ اس لئے اس سے بڑے پیمانہ کی ایک دوسری دوربین ۱۳۲۱ھ میں ولایت ہی سے منگوائی۔ اس پر اس سے زیادہ روپیہ صرف ہوا۔ اس کو اپنے مقام پر ٹھیک جمانے اور انجینئری کا کام دیکھنے کے لئے مسٹر گرب ولایت سے دوربین کے ہمراہ آئے۔ آپ نے اس فن کے متعلق ان کی ہوشیاری ملاحظہ فرما کر اپنے علاقہ میں رکھنا پسند فرمایا اور حسبِ قاعدہ سرکارِ عالی سے صاحب بہادر کے ملازم رکھنے کے لئے اجازت چاہی اور بعد منظوری گورنمنٹ ہند و سرکار عالی ۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ کو ان کو ملازم رکھنے کی اجازت مل گئی۔ اور صاحب بہادر سو پونڈ (للعہ) ماہوار پر آپ کے علاقہ میں ملازم ہو گئے۔ خرچ سواری اور خوراک علاوہ تنخواہ تھا۔

حیدرآباد میں یہ دوربین ایک نایاب چیز ہے۔ اس لئے بہت سے ہیئت داں یورپین اور ہندوستانی دیکھنے کی غرض سے آپ کی دیوڑھی پر تشریف لایا کرتے تھے۔"

مؤلف یادگار سلور جوبلی ان کے ذہنی کمالات اور خصائص سیرت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ انتہا درجہ کے لائق، مدبر، متحمل، بردبار، غریب پرور، شریف نواز، مستعد، جفاکش، نکتہ سنج، دقیقہ رس، باریک بین، فیاض طبیعت، سیر چشم، علم دوست، قدر دان اہلِ علم و ہنر نواب تھے۔ آپ کو علمِ نجوم و علمِ جفر میں اچھی مہارت حاصل تھی۔"

نواب ظفر جنگ بہادر کو رفاہِ عام کے کاموں سے بھی بہت دلچسپی تھی اور اس قسم کے کاموں میں وہ دامے، درمے ہمیشہ حصہ لیتے رہتے تھے۔ مؤلف بستانِ آصفیہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

۱۷ صفر ۱۳۲۲ھ روز چہار شنبہ کو شام ۵ بجے حسب تحریک نواب کرنل افسر الملک بہادر فتح میدان میں آپ نے گھنٹہ گھر کا بنیادی پتھر رکھا۔ تعمیر کے مصارف اور گھڑی کی قیمت للعہ روپیہ۔ روپیہ (۲۹۱۴۲ روپے) معہ دیگر اخراجات آپ ہی نے اپنی جیبِ خاص سے مرحمت فرمائے :

نواب صاحب موصوف کو صوفیاء کرام سے بھی بڑی عقیدت تھی۔ اولیاء کرام کے مزارات پر آپ تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت چندہ شاہ سے عقیدت نے تو انہیں ان کا مرید بھی کروا دیا تھا۔ نواب صاحب ان کی زندگی میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے مزار پر بھی عقیدت و احترام کے ساتھ حاضر ہوتے تھے۔ نواب صاحب کو بیدر کے مشہور بزرگ حضرت زین الدین گنج نشین سے بھی بڑی عقیدت تھی۔ ان کے عرس میں شرکت کے لئے متعدد بار تشریف لے گئے۔ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ میں عرس کے اختتام پر انہوں نے مدرسہ صوفیہ کے طلبہ میں انعام تقسیم فرمایا اور مدرسہ کے اخراجات کے لئے سو روپیہ ماہوار بطور امداد مقرر کئے۔ نواب صاحب نے اپنے پیرو مرشد حضرت چندہ شاہ کی قبر پر مقبرہ بھی تعمیر کروایا۔

نواب ظفر جنگ بہادر کو سیر و سیاحت کا بھی بہت شوق تھا اور یورپ کے ممالک کے علاوہ آپ نے برصغیر کے اکثر و بیشتر تاریخی مقامات اور شہروں کی سیاحت کی تھی۔ انہیں مختلف قسم کے کھیلوں اور فنونِ لطیفہ سے بھی دلچسپی تھی۔ مؤلف بستانِ آصفیہ لکھتے ہیں:

مردانہ کھیلوں کو آپ پسند کرتے تھے۔ نشانہ بازی اور شمشیر زنی میں کامل مہارت رکھتے تھے اور موسیقی کو فنونِ لطیفہ کا ایک شعبہ سمجھ کر آپ اس کی بہت قدر کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کو انگریزی باجوں اور تماشوں کا بھی خاص شوق تھا۔ اور ان سب میں سینا موٹو گراف کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔ پہلے آپ اپنے ہم مرتبہ امیروں کو اس تماشہ میں مدعو کیا کرتے تھے مگر جب سے اس کا

Marfat.com

سلمان حضور پُرنور کی خدمت میں گزرانا اس وقت سے اس شوق میں کچھ کمی ہوگئی۔"

نواب حفیظ الدین خاں متعدد خطابات و اعزازات سے ممتاز و مفتخر تھے۔ ابھی وہ گہوارۂ ناز ہی میں تھے کہ ان کے نانا حضور نواب افضل الدولہ بہادر نے ۱۵ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ کو خانی اور بہادری کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ اس کے بعد جو خطابات مرحمت ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے :

**ظفر جنگ :** ۶ ربیع الآخر ۱۲۹۱ھ کو اعلیٰ حضرت نظام کی سالگرہ کی خوشی کی تقریب میں خطاب ظفر جنگ اور خانی و بہادری عطا ہوا۔

**شمس الدولہ :** ۷ ربیع الآخر ۱۳۰۱ھ کو اعلیٰ حضرت نظام کی حکمرانی کے دربار میں شمس الدولہ کے خطاب اور اصل و اضافہ منصب چار ہزاری و سہ ہزار سوار و علم و نقارہ عطا ہوا۔

**شمس الملک :** ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۶ھ کو دربار جشن نوروز کے موقع پر خطاب شمس الملک و اصل و اضافہ منصب ۵ ہزاری و چار ہزار سوار و نقارہ و پالکی جھالردار سے سرفراز کیے گئے۔

ان خطابات کے علاوہ متعدد مواقع پر انعام و اکرام سے نوازے جاتے رہے۔

نواب صاحب اپنی زندگی میں متعدد حوادث و امراض سے دوچار ہوئے۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے محفوظ و شفایاب ہوئے۔ پہلے ۲ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کو انہیں ایک شاگرد پیشہ نے کسی سازش کے تحت زہر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا۔ ۱۳۲۰ھ میں انہیں ذیابیطس کا مرض لاحق ہوگیا۔ جس سے علاج کے بعد شفا پائی۔ ۱۱ محرم ۱۳۲۲ھ کو سخت بیمار پڑے اور دیر تک غشی طاری رہی۔ ۱۴ رجب ۱۳۲۴ھ میں پھر بیماری کا شدید حملہ ہوا اور غشی کے آثار پیدا ہوگئے۔ لیکن اللہ کے فضل سے صحت پائی۔ لیکن موت سے نجات تا بہ کے۔ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ کو دن کے ساڑھے تین بجے اچانک اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۴۳ سال کی تھی۔

Marfat.com

نواب ظفر جنگ نے دو شادیاں کی تھیں۔ دونوں بیویوں سے دس صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں اپنے پیچھے یادگار چھوڑیں۔ تین صاحبزادیوں کی شادیاں نواب صاحب کی زندگی میں ہو گئی تھیں۔ ان میں دو صاحبزادیوں کا انتقال بھی ہو گیا تھا۔ ان کی اولاد کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ پہلے یا دوسرے محل سے کون کون سی اولاد ہے۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ نواب محمد لطف الدین خاں لطافت جنگ لطف الدولہ بہادر۔

۲۔ نواب محمد اکرام الدین خاں بہادر۔

۳۔ نواب محمد وحید الدین خاں بہادر۔

۴۔ نواب محمد نجیب الدین خاں بہادر۔

۵۔ نواب محمد عظیم الدین خاں بہادر۔

۶۔ نواب محمد یاور الدین خاں بہادر۔

۷۔ نواب محمد سعید الدین خاں بہادر۔

۸۔ نواب محمد ضیاء الدین خاں بہادر۔ آپ کی تاریخ پیدائش غرہ شعبان ۱۳۴۶ھ ہے۔

۹۔ نواب محمد فیاض الدین خاں بہادر۔ ۵ رجب ۱۳۳۰ھ کو پیدا ہوئے۔

۱۰۔ نواب محمد رحیم الدین خاں بہادر۔

مذکورۃ الصدر صاحبزادگان میں سے ضیاء الدین خاں اور فیاض الدین خاں کے حالات کا علم نہیں ہو سکا۔ دیگر صاحبزادگان پر مختصر سوانحی نوٹس آئندہ صفحات میں درج ہیں۔

Marfat.com

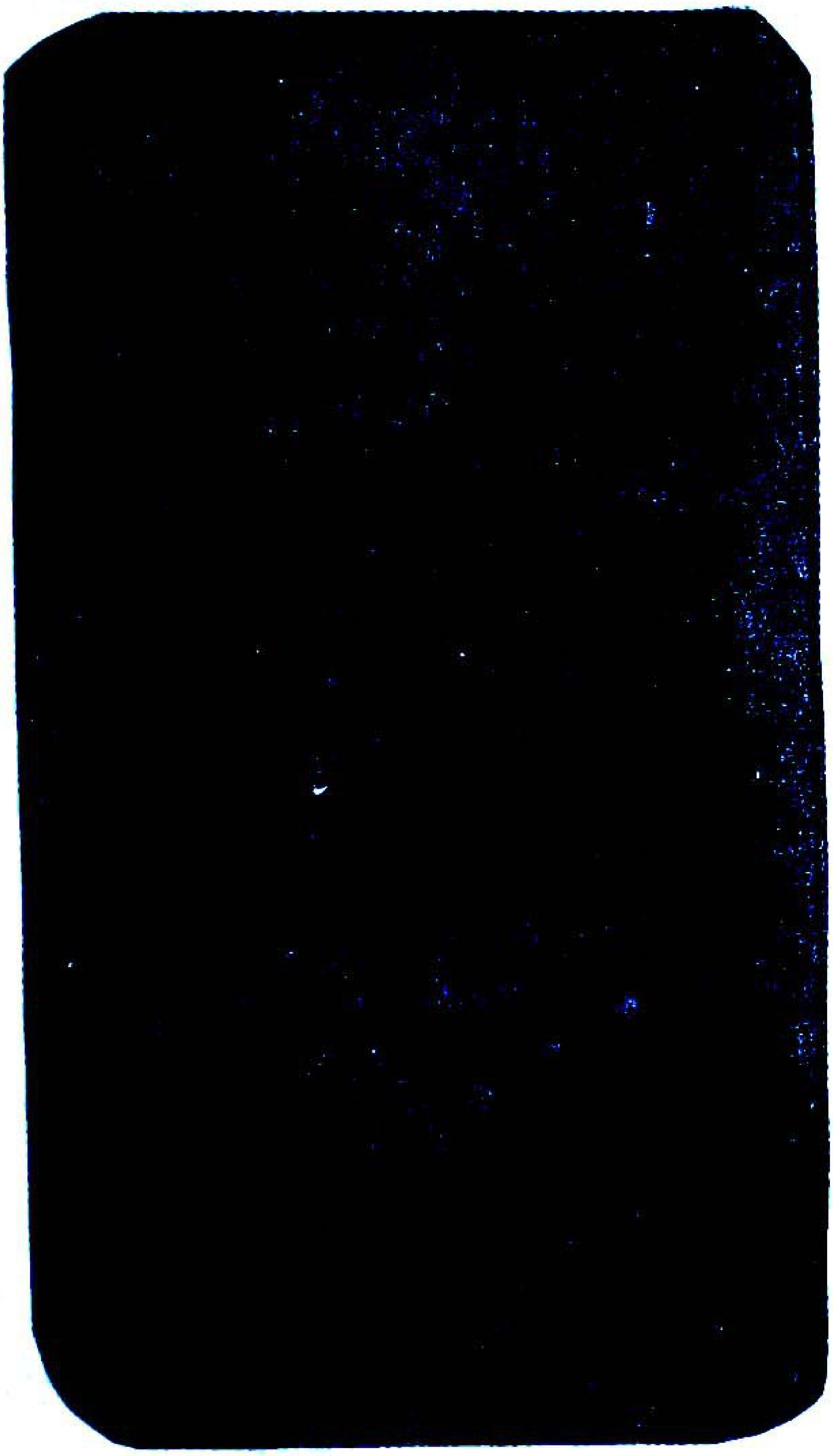

نواب محمد لطف الدین خان؛ لطافت جنگ، لطف الدولہ بہادر، امیر خورشید جاہی پائیگاہ

Marfat.com

# نواب لطف الدولہ بہادر

نواب سرخورشید جاہ بہادر کے پوتے اور نواب ظفر جنگ کے بڑے بیٹے نواب محمد لطف الدین خاں تھے۔ جنہیں لطافت جنگ لطف الدولہ بہادر کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ ۱۵ ر رمضان المبارک ۱۳۰۱ھ مطابق ۲۰ ر جولائی ۱۸۸۳ء کو پیدا ہوئے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت بھی خاندان کی روایت کے مطابق اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی۔ اپنے والد نواب محمد حفیظ الدین خاں ظفر جنگ شمس الدولہ شمس الملک بہادر کے انتقال کے بعد پائیگاہ کے امیر بنے۔

پائیگاہ کے امیر بننے کے بعد اس کے نظام کو نہایت عمدگی کے ساتھ انجام دیا اور مفید اصلاحات نافذ کیں۔ اور انصاف و عدل کے ساتھ آئینِ حکمرانی پر کاربند ہوئے۔ ان کی جاری کردہ اصلاحات میں سے ایک اہم اصلاح کی طرف مؤلف بستانِ آصفیہ نے بایں الفاظ اشارہ کیا ہے:

"اس پائیگاہ میں زمانہ قدیم سے فصلی سنہ ماہ مہر سے شروع ہوا کرتا تھا اور علاقہ سرکارِ عالی میں ماہ آذر سے شروع ہوتا تھا۔ اس میں اکثر دقتیں رہا کرتی تھیں۔ آپ نے اس میں اصلاح فرمائی۔ اور ۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۲۵ھ کو حکم نافذ فرمایا کہ پائیگاہ میں بھی سنہ فصلی کا آغاز علاقہ سرکارِ عالی کے طرح ماہ آذر سے ہوا کرے۔"

بستانِ آصفیہ کے مؤلف نے ان کی سیرت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

"غرضکہ آپ نہایت ہی بیدار مغز، ہوشیار، قابلِ قدر رئیس ہیں بنتظمی، معاملہ فہمی آپ کی مشہور ہے۔ کسی مقدمہ میں کیسی ہی کیوں نہ پیچیدگی پڑ گئی ہو۔ لیکن آپ

Marfat.com

اپنی بیدار مغزی سے فوراً نتیجہ کی تہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اخلاق و عادات مروت میں اپنے والد کے ہمقدم ہیں۔ فیاضی اور داد و دہش میں آپ اپنی نظیر ہیں ملازمین و دیگر متوسلین پر ہمیشہ نظرِ شفقت فرماتے ہیں "

نواب لطف الدولہ نے اپنے آباؤ اجداد کی روایت کے مطابق ریاست حیدرآباد دکن، اس کے فرماں روا اور اس کے عوام کی بھی مقدور بھر خدمت کی۔ وہ نظام کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن تھے اور اپنی وفات تک اس عہدے پر فائز رہے۔ ان کے پاس صحت اور تعمیراتِ عامہ کے محکمے تھے۔ انہوں نے ان محکموں میں کئی اصلاحات نافذ کیں۔ وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔

نواب لطف الدولہ کے تین بیٹے تھے۔ ان کے نام اور تاریخ ولادت درج ذیل ہے:

۱۔ نواب محمد حمایت الدین خاں بہادر۔ ان کی ولادت غرہ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔

۲۔ نواب محمد احمد الدین خان بہادر۔ یہ صاحبزادے ۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ کو پیدا ہوئے۔

۳۔ نواب محمد الدین خان بہادر۔ ان کی ولادت یکم صفر ۱۳۵۰ھ کو ہوئی۔

بستانِ آصفیہ کے مؤلف نے ان کی ایک صاحبزادی کا ذکر بھی کیا ہے۔

نواب لطف الدولہ کے انتقال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے محمد حمایت الدین خاں بہادر ان کے جانشین ہوئے اور حمایت نواز جنگ کے خطاب سے نوازے گئے۔

---

Marfat.com

دیگر

# صاحبزادگان نواب ظفر جنگ

## نواب محمد اکرام الدین خان بہادر

نواب محمد حفیظ الدین خاں ظفر جنگ مرحوم کے دوسرے صاحبزادے نواب محمد اکرام الدین خاں بہادر تھے جو ۲۴ ر ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ کو پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے زیر نگرانی اردو، فارسی اور عربی زبانوں کی تحصیل کے ساتھ علوم اسلامی و دینی کی بھی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ قرآنِ مجید کے حافظ تھے۔ اکثر آپ اپنے دادا نواب محمد محی الدین خاں بہادر سر خورشید جاہ کے ساتھ سیر و سیاحت میں رہتے تھے۔ اس ذوق کی بدولت ان کے تجربہ اور مشاہدہ میں بہت وسعت اور گہرائی پیدا ہو گئی تھی۔ یادگار سلور جوبلی اور وکٹوریل حیدرآباد کے مؤلفین نے دینی علوم میں ان کے تبحر کا ذکر کیا ہے۔

علم و مطالعہ اور شعر و ادب کا اچھا ذوق رکھتے تھے اور ساتھ ہی زراعت اور فنِ تعمیر کا بھی آپ کو بہت شوق تھا۔ پائیگاہ کے کاموں اور اس کے معاملات کی نگرانی میں اپنے بڑے بھائی نواب لطف الدولہ بہادر امیر پائیگاہ خورشید جاہی کے ہمیشہ ممد و معاون رہے۔ مؤلف یادگار سلور جوبلی نے ان کی خوش خلقی، ملنساری، پابندیٔ صوم و صلوٰۃ اور تشرفِ حج و زیارت کا ذکر کیا ہے۔

---

## نواب محمد وحید الدین خان بہادر

نواب ظفر جنگ کے تیسرے صاحبزادے نواب محمد وحید الدین خان بہادر تھے۔ جو غرہ رمضان ۱۳۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اردو، عربی، فارسی کے ساتھ انگریزی اور فرنچ میں بھی بہت اچھی قابلیت کے مالک تھے۔ علمی قابلیت اور دلکش شخصیت کی

Marfat.com

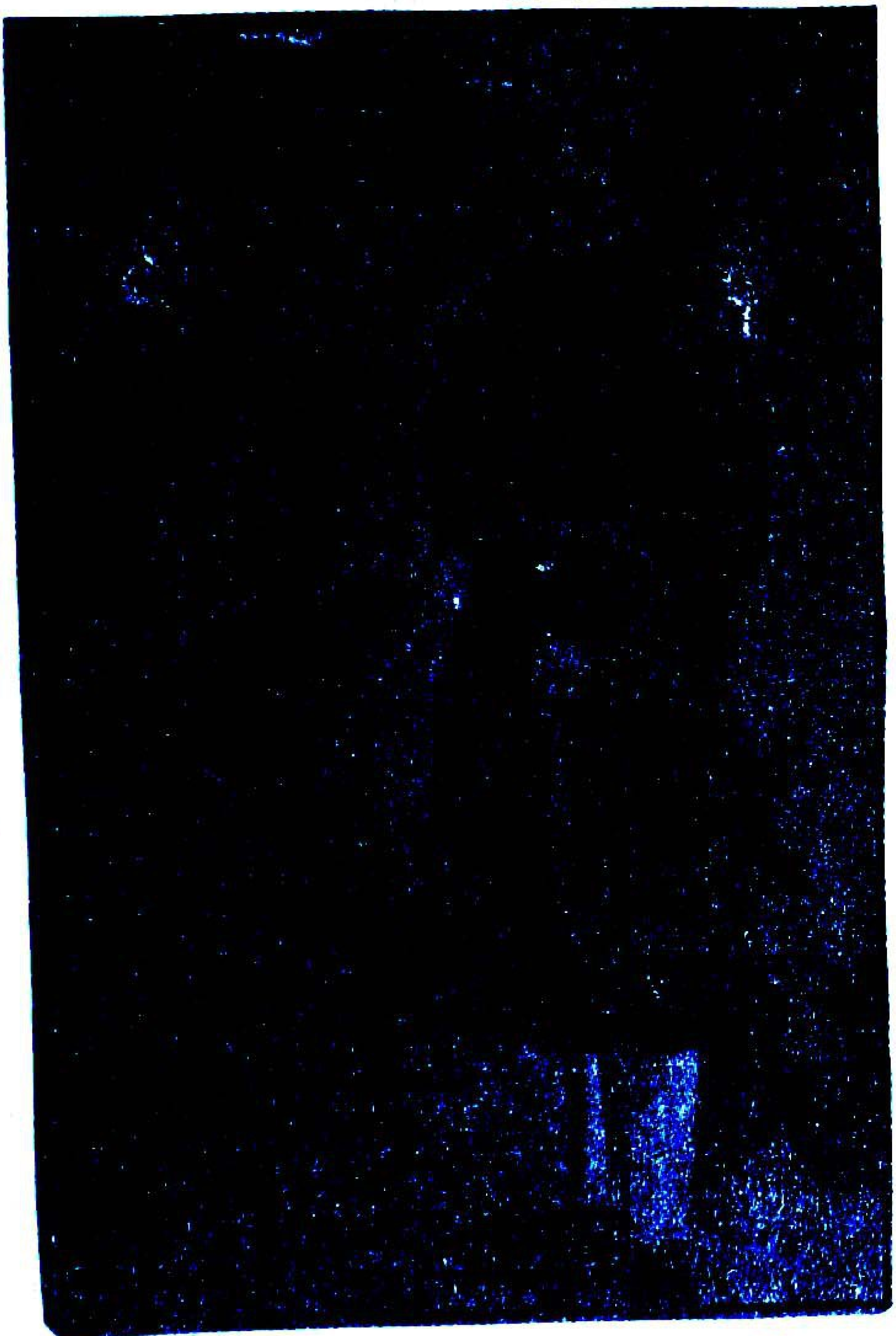

نواب محمد وحید الدین خان
وحید یار جنگ بہادر

Marfat.com

نواب اکرام الدین خان

نواب عظیم الدین خان

Marfat.com

بدولت پورے خاندان میں محبت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ شاعرانہ ذوق کے مالک تھے، وحید تخلص تھا اور حیدرآباد کی ادبی محفلوں کی جان تھے۔ فنِ مصوری میں دستگاہ رکھتے تھے۔ باغبانی سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ نے تقریباً تمام ہندوستان کی سیاحت کی تھی۔

آپ کا عقد ۲۸ رجب ۱۳۱۸ھ کو ہوا تھا لیکن آپ کی اہلیہ نے ایک طویل علالت کے بعد ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ کو انتقال فرمایا۔

---

## نواب محمد نجیب الدین خان بہادر

نواب محمد نجیب الدین خان نواب ظفر جنگ کے چوتھے بیٹے تھے۔ آپ غرہ شوال ۱۳۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دادا نواب سر خورشید جاہ کے زیر نگرانی تعلیم حاصل کی۔ آپ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں سے خوب واقف تھے اور اردو فارسی کے ایک اچھے شاعر بھی تھے۔

آپ کا عقد ۲۰ شعبان ۱۳۱۸ھ کو منور الدولہ بہادر کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ یادگار سلور جوبلی کے مؤلف ان کے علم و ذوق کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ اردو فارسی کے ایک بہترین ادیب ہیں، اردو فارسی میں شعر بے تکان کہتے ہیں۔ آپ کا شمار اردو فارسی کے شعرائے نامی میں ہوتا ہے۔ آپ کو صنعت و حرفت اور انجینئری کا بیحد شوق ہے۔ آپ اپنے وقت کا بیشتر حصہ انجینئرنگ ورکس اور اسی قسم کے دوسرے کاموں میں صرف فرماتے ہیں۔"

یہی معلومات ہیں جو مذکورۃ الصدر مؤلف سے قبل پکٹوریل حیدرآباد کے مؤلف نے درج کی ہیں۔

---

Marfat.com

## نواب محمد عظیم الدین خان بہادر

نواب ظفر جنگ کے یہ صاحبزادے ۲۵ رجب ۱۳۰۱ھ کو پیدا ہوئے۔ اردو اور فارسی کی قابلیت اچھی تھی۔ کچھ عرصہ رسالہ جبوش (افریکن گارڈز) میں بھی خدمات انجام دیں۔ آپ ایک بہترین شہسوار، اچھے کھلاڑی اور شکاری ہیں۔

---

## نواب محمد یاور الدین خان بہادر

نواب ظفر جنگ کے چھٹے صاحبزادے نواب محمد یاور الدین خاں ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸ رمضان ۱۳۱۰ھ کو ہوئی تھی۔ اپنے والد کی نگرانی میں اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو فنون سپہ گری کی تعلیم بھی دی گئی تھی۔ شہسواری اور دیگر مردانہ کھیلوں کا آپکو شوق ہے۔

---

## نواب محمد سعید الدین خان بہادر

نواب محمد سعید الدین خاں، نواب ظفر جنگ مرحوم کے ساتویں بیٹے تھے۔ وہ یکم شعبان ۱۳۱۶ھ کو پیدا ہوئے تھے۔ پکچوریل حیدرآباد کے مؤلف نے سال ولادت ۱۳۱۸ھ لکھا ہے۔ انہوں نے پائیگاہ بورڈنگ ہاؤس میں اور پھر نظام کالجیٹ اسکول میں تعلیم پائی۔ عملی زندگی کا آغاز ملٹری سروس سے کیا۔ اور تقریباً دس سال فوجی خدمات انجام دینے کے بعد سبکدوشی حاصل کرلی۔ اس کے بعد محکمہ کسٹم میں ملازمت اختیار کرلی۔ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ کو نوجوانی کے عالم میں انہوں نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔

---

Marfat.com

# نواب محمد رحیم الدین خان بہادر

نواب محمد رحیم الدین خاں نواب ظفر جنگ مرحوم کے سب سے چھوٹے اور دسویں بیٹے ہیں۔ ۳ رجمادی الاخری ۱۳۲۴ھ کو پیدا ہوئے۔ یادگار سلور جوبلی کے مؤلف نے آپ کی تاریخ پیدائش ۵ ر رجب ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۶ ر اگست ۱۹۰۶ء تحریر کی ہے۔ تعلیم و تربیت کے مختلف مراحل پائیگاہ بورڈنگ ہاؤس، نظام کالج اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں رہ کر طے کیئے۔ دورانِ تعلیم میں اے۔سی گارڈ میں فوجی تربیت بھی حاصل کی۔ شہسواری اور شکار کے شوقین اور ماہر ہیں علمی ذوق بھی رکھتے ہیں اور کتابوں کے مطالعے میں خاصا وقت گزارتے ہیں۔ آپ کے ذوق و خصائص سیرت کے بارے میں یادگار سلور جوبلی کے مؤلف لکھتے ہیں:

"آپ کو شہسواری اور شکار میں بھی کمال مہارت حاصل ہے۔ آپ کا بہترین مشغلہ کتب بینی ہے۔ آپ نہایت رحم دل، سنجیدہ مزاج، متین، پابند وضع امیرانہ اور خاندانی روایات کے حامل ہیں"

نواب محمد رحیم الدین خاں کے ایک بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔ صاحبزادے کا نام نواب محمد شبیر الدین خاں بہادر ہے۔ جن کی ولادت ۱۵ ر ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ مطابق ۵ ر جولائی ۱۹۳۶ء کو ہوئی۔ صاحبزادی کا نام نیاز النساء بیگم ہے جو ۲۹ ر شعبان ۱۳۵۵ھ مطابق ۴ ر نومبر ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئی تھیں۔

Marfat.com

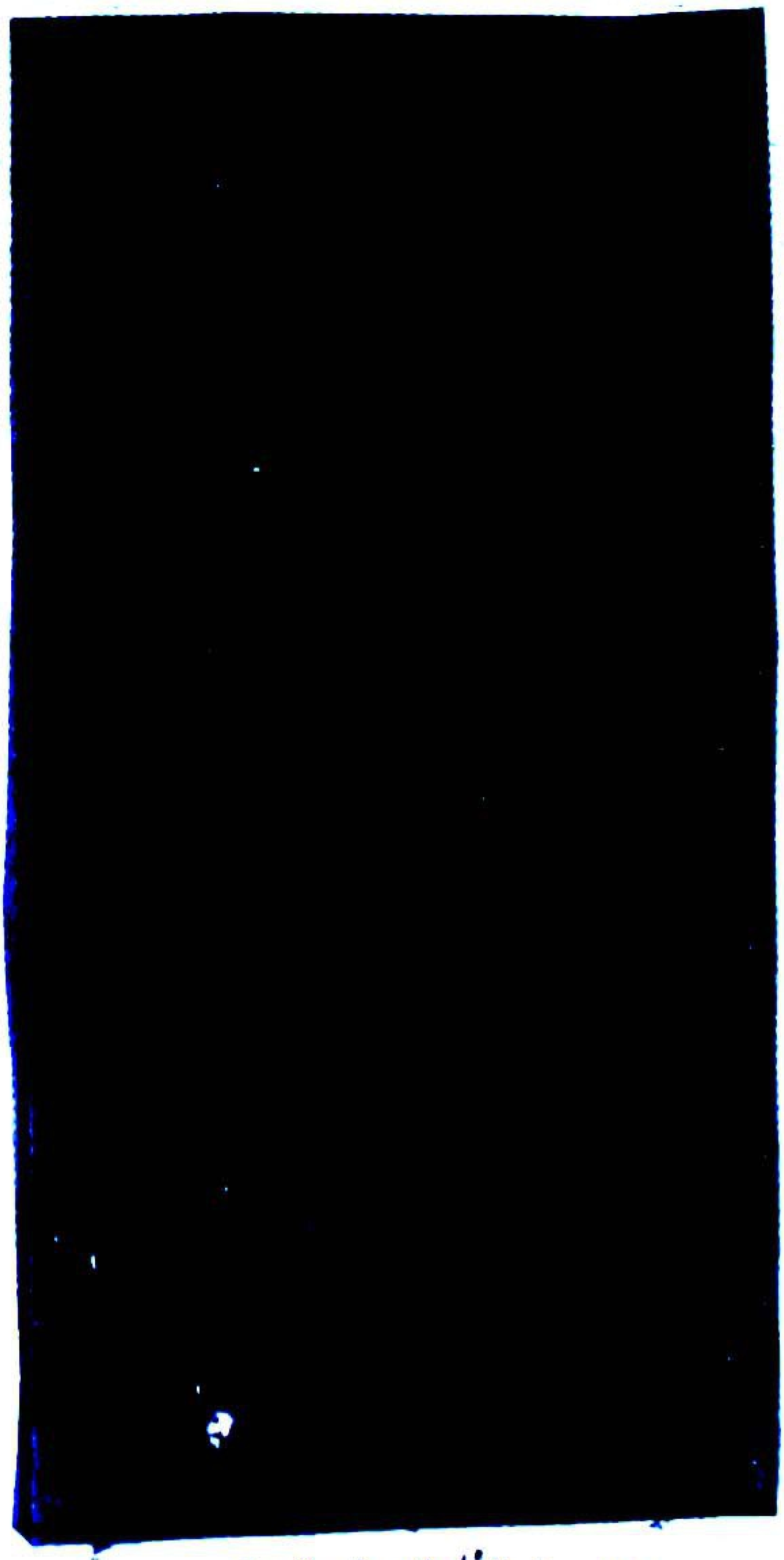

نواب محمد عظیم الدین خان

Marfat.com

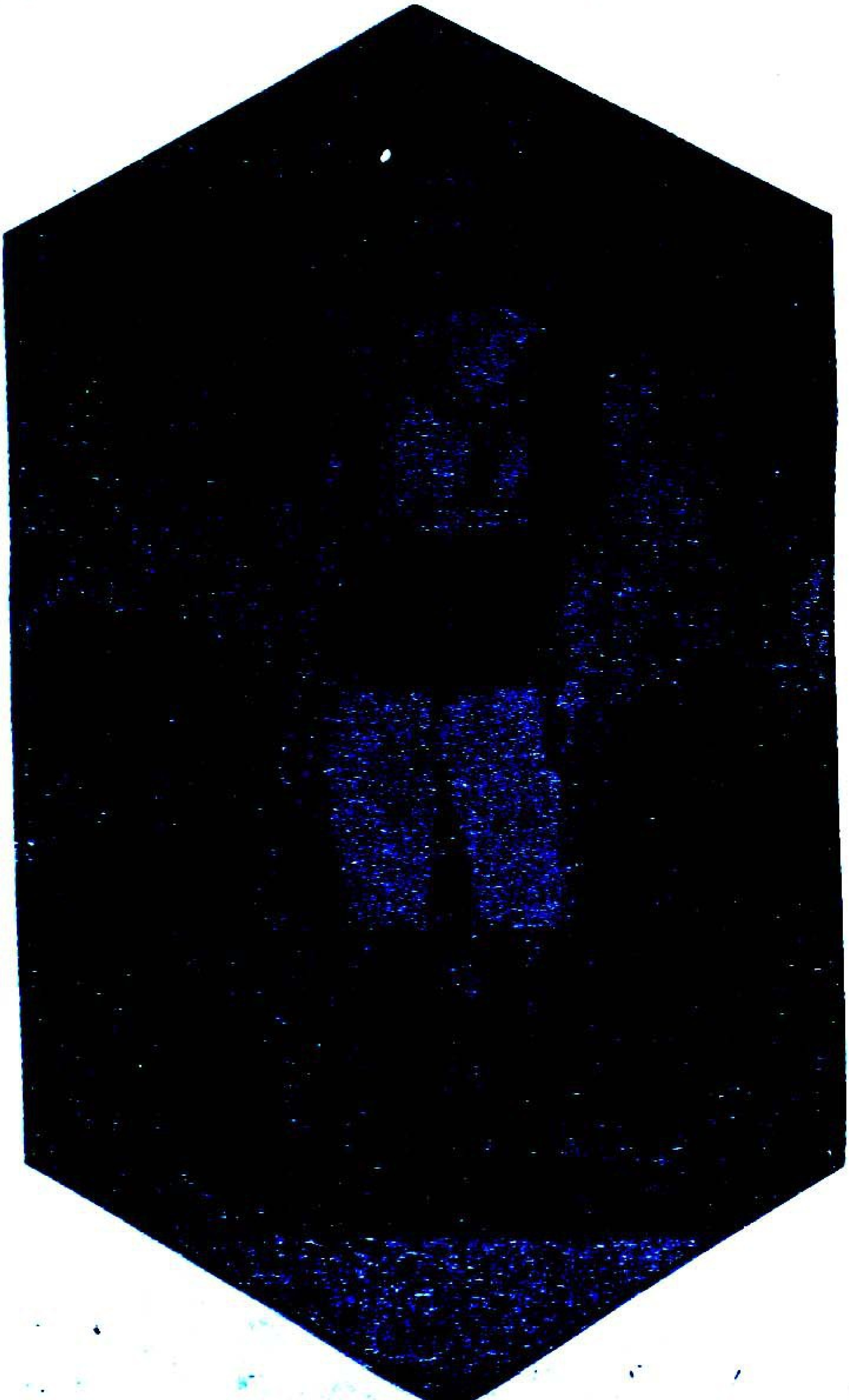

ہز ایکسلنسی نواب محمد فضل الدین خان سکندر جنگ
اقبال الدولہ، اقتدار الملک، سر وقار الامراء بہادر کے سی آئی ای

Marfat.com

# نواب سر وقار الامرا

نواب محمد فضل الدین خاں جو بعد کو وقار الامرا کے خطاب سے مخاطب اور مشہور ہوئے نواب رشید الدین خاں شمس الامرا رابع کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ان کی والدہ شہزادی حشمت النساء بیگم نواب سکندر جاہ آصف جاہ ثالث کی صاحبزادی تھیں۔ خاندانی شجرے اور بستان آصفیہ کے مطابق ان کی پیدائش حیدر آباد میں ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔ پکٹوریل حیدر آباد اور یادگار سلور جوبلی کے مولفین نے تاریخ پیدائش کی صراحت کے بغیر صرف سنین پیدائش ۱۲۷۲ھ اور ۱۲۷۳ھ لکھے ہیں۔ ان کی ولادت کی بڑی خوشی منائی گئی۔ نواب ناصر الدولہ بہادر نے دو سو روپے ماہانہ وظیفہ ان کی میوہ خوری کے لیے مقرر کیا۔

نواب محمد فضل الدین خاں کی تسمیہ خوانی کی تقریب بھی بڑی دھوم دھام سے منائی گئی تقریب میں شرکت کے لئے نواب افضل الدولہ بہادر آصف جاہ خامس بہ نفس نفیس تشریف لائے، اور بعد مراسم بسم اللہ ایک سو پچیس اشرفی، ایک دست بند، ایک جوڑی بازو بند، اور ایک طرۂ مروارید عطا فرمایا۔ گیارہ سال کی عمر میں ختنہ کی رسم بھی بڑی شان سے منائی گئی۔

ان کے والد نواب شمس الامرا رابع نے ان کی تعلیم کا خاص اہتمام کیا تھا، اور ہر مضمون اور فن کے لیے الگ الگ استاد مقرر کیے تھے۔ اردو، عربی اور فارسی زبانوں پر انھیں عبور حاصل تھا۔ اسی طرح انگریزی زبان کی بھی خوب مشق ہو گئی تھی۔ فارسی اور انگریزی زبانوں

Marfat.com

ہیں نہ صرف مطالعہ تک محدود تھے بلکہ گفتگو بھی بے تکلف فرماتے تھے، انگریزی، فارسی کی تعلیم کے علاوہ انھیں شہ سواری اور فنون سپہ گری کی بھی خوب مشق کرائی گئی تھی۔ نشانہ بازی میں انھوں نے بہت کم وقت میں خاصی مشق بہم پہنچائی تھی۔

نواب صاحب موصوف کی عمر سولہ سال سے کچھ ہی متجاوز ہوگی کہ والدین کو ان کی شادی کی فکر پیدا ہوئی، اور نواب افضل الدولہ بہادر کی خدمت میں شادی کی عرضی پیش کی گئی۔ نواب افضل الدولہ بہادر نے جو ان کے ماموں بھی تھے، اپنی صاحبزادی شہزادی جہاندار النساء بیگم کے لیے انہیں منتخب فرمالیا۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ کو نسبت کی رسم بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی، اور اس کے ایک سال کے بعد ۴ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ مطابق ۳ فروری ۱۸۷۳ء کو بہت شان اور تزک واحتشام کے ساتھ ان کی شادی کی تقریب کا انعقاد عمل میں آیا۔

نواب افضل الدولہ بہادر ان پر بہت شفقت فرماتے تھے اور یہ اپنی سعادت اور قابلیت کی وجہ سے روز بروز ان کی نگاہوں میں عزت اور وقعت پیدا کرتے جاتے تھے اس وجہ سے ان کی عنایات اور اکرام و انعام کے یہ ہمیشہ مستحق قرار پاتے تھے۔ نواب افضل الدولہ نے انھیں نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس کے بچپن میں ان کا ہم مکتب مقرر کیا تھا۔ اس زمانے سے محبوب علی خاں کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔ اس لئے انھوں نے وقارالامرا کی عزت و تکریم میں کبھی کمی نہیں آنے دی۔ وقارالامرا کو بھی نواب میر محبوب علی خاں سے خاص تعلق خاطر تھا۔ ان وجوہ سے دونوں کے مابین دوستی کی بنیاد نہایت مستحکم اور تعلقات بہت مضبوط تھے۔ وہ محبوب علی خاں کے سفر و حضر کے مستقل ساتھی اور سیر و شکار کے دائمی شریک تھے۔

نواب سر وقارالامرا کو کونسل آف اسٹیٹ کا رکن تو پہلے ہی مقرر کر لیا تھا۔ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۰۵ھ کو جب نواب سر آسمان جاہ بہادر وائسرائے اور گورنر جنرل ہند سے ملنے کے لیے

Marfat.com

شملہ تشریف لے گئے تو نواب منیر الملک بہادر معین المہام مال و فوج کے ساتھ آپ کو بھی اپنا قائم مقام بنا گئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا، اور جب نواب منیر الملک بہادر نے انتقال فرمایا تو نواب صاحب موصوف کو ۱۰ رجب ۱۳۰۷ھ کو معین المہام مال و فوج مقرر کر دیا گیا۔ اور چند سال کے بعد جب ۶ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ کو نواب سر آسمان جاہ نے مدار المہامی (وزارت عظمیٰ) سے استعفا دیا تو اعلیٰ حضرت نے نواب سر وقار الامرا کو وہ مولا پر یاد فرما کر منصرمانہ طور پر مدار المہامی (عارضی طور پر وزارت عظمیٰ) کی خدمت سے سرفراز فرمایا۔ بعد میں ۴۔ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ کو بذریعہ جریدہ غیر معمولی مستقل مدار المہام (وزیر اعظم) ہوئے۔

آپ کا عہد وزارت علمی ترقی کے لیے ہمیشہ یادگار رہے گا۔ سر رشتہ علوم و فنون کتب خانہ آصفیہ، سر رشتہ تدوین علوم اہل بیت، مدرسہ انجینیرنگ، لیجسلیٹو کونسل کا قیام قانون کی تعلیم وغیرہ کے انتظامات آپ ہی کے عہد وزارت میں ہوئے۔ نواب حسن یار جنگ آپ کی خدمات کے بارے میں ایک یادداشت میں فرماتے ہیں:

"وقار الامرا نے اپنے دور وزارت میں ریاست کے اندر کئی نہایت اہم نتائج کی حامل اور مفید اصلاحات نافذ کیں، اور عوام اور ریاست کی بہتری اور ترقی کے لیے بہت کوششیں کیں۔ اشاعت تعلیم سے انہیں خاص دلچسپی تھی، اور یہ اسی دلچسپی کا نتیجہ تھا کہ تعلیم کا محکمہ انہوں نے اپنے پاس رکھا تھا۔ تعلیمی میدان میں ان کی خدمات سنہری الفاظ میں لکھی جانے کے قابل ہیں۔ سر رشتہ تعلیم کا انتظام و انصرام، انجینیرنگ اسکول کا قیام، قانون کی تعلیم کا اجراء، ریاست کی مجلس قانون ساز اور کتب خانہ آصفیہ کا قیام ان کے دورِ وزارت کے عظیم الشان کارنامے ہیں۔ تعلیم کی ترقی اور فروغ کے لیے وقار الامرا نے بڑی سے بڑی رقوم کی منظوری بھی

Marfat.com

بھی کبھی پس و پیش نہیں کی۔ ایم اے او کالج علی گڑھ کو انہوں نے گراں قدر عطیہ دیا۔ طلبہ کی رہائش کی مشکلات دور کرنے کے لیے "اقبال الدولہ ہوسٹل" کی تعمیر آپ ہی کا کارنامہ ہے۔"

ایک اور یادداشت میں نواب حسن یار جنگ فرماتے ہیں:

"علی گڑھ کالج کو حیدر آباد کی طرف سے سب سے پہلے انھیں نے مالی امداد دی۔ کچی بارک انھیں کی بنوائی ہوئی تھی جس کو بعد میں نواب میر عثمان علی خاں نے عطیہ دے کر پکی بارک میں تبدیل کیا۔ اعلیٰ قسم کی تعمیرات میں وہ مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ "فلک نما" اور بیگم پیٹھ کے ایوانات انھیں کے تعمیر کروائے ہوئے ہیں۔ فیاضی اور داد و دہش میں وہ نہ صرف حیدر آباد بلکہ تمام ہندوستان میں مشہور تھے۔ کسی کی امدادی درخواست کو انھوں نے کبھی رد نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ایک بار سڑک پر ان کی سواری کو روک کر ایک عرب نے جب ان کی پہنی ہوئی شیروانی مع جڑاوی توڑے، گھڑی وغیرہ کے مانگی تو باوجودیکہ وہ اس وقت وزیر اعظم تھے۔ اپنی شیروانی وغیرہ اتار کر سائل کو دے دی۔ اور صرف قمیص میں گھر واپس آئے۔ فلک نما اور وقار آباد میں اپنی بنوائی ہوئی شکار گاہ جو انھوں نے محبوب علی خاں کو نذر کر دی تھی، اس سے تمام خاص و عام واقف ہیں۔ گو بعد میں نواب میر محبوب علی خاں نے کچھ رقم ان کی قرض داری کی وجہ سے انھیں ادا کی تھی مگر ایک ایسی انمول چیز کو شوق اور دلچسپی سے بنوانے کے بعد کسی کو نذر کر دینا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔

ان تعمیرات اور اپنی فیاضیوں کے باعث ان کا خزانہ ہمیشہ خالی رہتا تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو خرچ کی ہوئی ایک بڑی رقم قابل ادائیگی چھوڑ گئے

Marfat.com

جن کو ان کے بڑے فرزند نواب سلطان الملک نے ادا کیا۔ کتب خانہ آصفیہ کی بنیاد انھیں کی ڈالی ہوئی ہے۔"

نواب سرو قار الامرا کو سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا۔ انھوں نے اندرون ملک بھی کوئی قابل ذکر شہر اور قابل دید مقام ایسا نہ چھوڑا تھا جس کی سیاحت نہ کی ہو۔ بستان آصفیہ کے مولف نے ان کی سیاحتوں اور سفروں کی روداد مفصل قلم بند کی ہے۔ ہم یہاں ان کے تاریخی سفر یورپ کے حالات مولف موصوف کے الفاظ میں درج کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

اِس سفر کے لیے وہ ۶ ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ روز سہ شنبہ کو بمبئی روانہ ہوئے۔ ان کے ہمراہ مسٹر شاہ پور جی ایڈل جی چینائی۔ مرزا رزاق علی بیگ صاحب ڈاکٹر لاڈر۔ غلام محمد صاحب مہتمم خزانہ خانگی کے سوائے کئی شاگرد پیشہ اور باورچی وغیرہ بھی تھے۔ ۱۱ ماہ مذکور کو بمبئی سے قیصر ہند۔ نامی اسٹیمر میں سوار ہو کر یورپ روانہ ہوئے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ مصر بھی دیکھیں مگر اُس زمانہ میں تمام دنیا کو عربی پاشا کے بے وقت ہنگامہ نے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس لیے مصر نہ دیکھ سکے اور مالٹا جبل الطارق کی سیر کرتے ہوئے ۲۹ ربیع الثانی کو لندن پہنچے۔ لندن میں آپ کا قیام "الگزندرا" ہوٹل میں ہوا۔ آپ نے وہاں کے اعلےٰ طبقہ کے لوگوں سے ملاقات کی اور مشہور مقامات کی سیر فرمائی۔ اکثر امرا نے دعوتوں میں بھی مدعو فرمایا آپ کی زندگی میں ۱۴ جولائی ۱۸۸۲ء بھی یادگار رہے گی کیونکہ سیکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا کے ذریعہ سے اسی تاریخ انہیں علیہا حضرت ملکہ معظمہ متوفی کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضور قیصر ہند دیر تک اُن سے حیدر آباد اور ہندوستان کے حالات دریافت فرماتی رہیں۔ آپ سے ملنے کی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد آپ لنڈن میں زیادہ نہ ٹھہرے

Marfat.com

اور فرانس - جرمنی - آسٹریا - اٹلی اور فلارنس وغیرہ کی سیر فرما کر ۶ ذیقعدہ سنہ مذکور کو مع الخیر داخل حیدرآباد ہوئے۔

وقارالامرا نے مختلف مقامات کے جو سفر کیے ان سے ان کے مطالعے اور مشاہدے میں بہت اضافہ ہوا۔ وقت کے مشاہیر علما و فضلا، مدبرین امرا و حکام سے ملاقاتیں کیں اور زندگی میں ان اسفار کے تجربات سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ بستان آصفیہ کے حوالے سے ہم ان کے چند سفروں کی مختصر روداد یہاں بیان کرتے ہیں:

"۲۵ صفر ۱۳۰۰ھ روز شنبہ کو اعلیٰ حضرت حضور پُر نور نے انہیں اورنگ آباد جاتے وقت اپنی ہمراہی کا شرف بخشا۔

۱۶ صفر ۱۳۰۱ھ کو اعلیٰ حضرت بندگان عالی لارڈ رپن بہادر وائسرائے و گورنر جنرل ہند کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ آپ بھی بندگان عالی حضرت کے ہمراہ تھے۔ اس سفر میں بمشکل کوئی موقع ایسا گزرا ہوگا۔ جس میں وہ اعلیٰ حضرت سے جدا ہوئے ہوں۔ چونکہ ان دنوں کلکتہ میں ایک عظیم الشان نمائش ہو رہی تھی، اس لیے اس سفر میں اور بھی زیادہ دلچسپیاں رہیں۔

۲۵ صفر ۱۳۱۱ھ کو آپ حضور وائسرائے و گورنر جنرل ہند سے ملنے کی غرض سے شملہ روانہ ہوئے، اس سفر میں آپ کے صاحبزادے نواب سلطان الملک بہادر بھی ہمراہ تھے۔ بمبئی سے دوسرے صاحبزادے نواب ولی الدین خان بہادر بھی شریک سفر ہو گئے۔ واپسی پر علی گڑھ میں بھی ٹھہرے اور مدرسۃ العلوم کو ملاحظہ فرمایا۔ ۱۴۔ ربیع الاول کو شب کے ۹ بجے بذریعۂ اسپیشل ٹرین مع صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد داخل بلدہ ہوئے۔

Marfat.com

۱۵ شعبان ۱۳۱۷ھ روز سہ شنبہ کو اعلیٰحضرت بغرض ملاقات لارڈ کرزن بہادر وائسرائے و گورنر جنرل کلکتہ روانہ ہوئے۔ بندگان عالی کے اسٹاف میں آپ بھی معہ اپنے اسٹاف کے تھے۔ وہاں کی تمام دعوتوں اور بڑے بڑے موقعوں پر مدعو کیے گئے، اس زمانہ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس کلکتہ میں ہو رہا تھا۔ مقتدر مسلمان اور مشاہیر اسلام میں سے بہت سے لوگوں نے ملاقات کی باوجودیکہ وہ سفر کی تیاری میں مصروف تھے لیکن اور مسلمانوں کے ساتھ نواب محسن الملک بہادر اور بعض دیگر مشاہیر قوم سے بھی ملاقات فرمائی۔ ۲ رمضان روز جمعہ کو شب کے ۸ بجے وہاں سے واپس تشریف لائے، اور بیگم پیٹھ کے اسٹیشن پر اسپیشل ٹرین سے اُترے۔

یورپ کے سفر میں جب کہ انہوں نے کچھ عرصہ انگلستان میں گزارا تھا۔ برطانیہ کی فرمانروا ملکہ وکٹوریہ، ہز رائل ہائی نس شاہزادہ نیز ڈیوک آف کناٹ اور وزیر اعظم برطانیہ کے ساتھ قریبی تعلقات پیدا کر لیے تھے۔ ایڈورڈ ہشتم انھیں خطوط میں "مائی ڈیر برادر" کے القاب سے مخاطب کیا کرتے تھے۔

ریاست اور اس کے عوام کی حسنِ خدمت کے صلے میں، ریاست کے حکمران نے اظہار خوشنودی میں نیز برطانوی حکومت کی جانب سے بطور قدر افزائی وقار الامراء کو متعدد خطابات، تمغہ جات اور اعزاز و اکرام سے نوازا گیا۔ ہم یہاں ان کے خطابات کی فہرست درج کرتے ہیں:

**سکندر جنگ اقبال الدولہ:** یہ خطاب انہیں ۶ ربیع الآخر ۱۲۹۱ھ کو میر محبوب علیخاں آصف جاہ سادس کی سالگرہ کی خوشی میں عطا ہوا تھا۔

**اقتدار الملک وقار الامراء:** یہ خطاب انہیں اس وقت عطا ہوا جب وہ اپنے

Marfat.com

والد کے انتقال کے بعد تعزیتی جوڑا پہن کر ۲۷ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ کو اعلیٰ حضرت نظام کے حضور میں حاضر ہوئے تھے۔

**کے سی۔آئی۔ای:** یہ خطاب برطانیہ عظمیٰ کی جانب سے ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ کو آفتاب محل میں ایک انگریزی دربار میں دیا گیا تھا۔ خطاب کے ساتھ اسی درجہ کا تمغہ بھی زیبِ سینہ کیا گیا تھا۔

**تمغہ قیصرِ ہند:** یہ تمغہ بھی مندرجہ بالا خطاب اور اس درجے کے تمغہ کے ساتھ ہی برطانیہ عظمیٰ کی جانب سے عطا ہوا تھا۔

نواب وقارالامراء کو دعوتیں کرنے کا بھی بہت شوق تھا چنانچہ انہوں نے امراء و رؤساء، شہزادگان، حکام اور علماء و فضلاء کی سینکڑوں دعوتیں کیں۔ "بستانِ آصفیہ" کے مطابق آپ کا عہدِ وزارت ان باتوں کے لئے بھی دوسرے وزراء اور امراء سے کسی طرح کم نہیں رہا۔ پرنس البرٹ وکٹر، گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف نے آپ کی دعوت قبول فرمائی۔ دوسری تمام دعوتوں سے قطع نظر، ہم صرف ان ہی دعوتوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں جن میں اعلیٰ حضرت نظام نے تشریف لا کر ان کو مفتخر کیا اور اعزاز بخشا۔

۱۔ ۳۰ محرم ۱۳۱۱ھ کو حضور نظام چشمۂ بی بی (علم) پر میلا دیکھنے کے لئے فلک نما تشریف لے گئے۔ اور تقریباً تین ہفتہ تک ان کے یہاں مقیم رہے۔ یہ فخر صرف نواب وقارالامراء کو حاصل ہوا کہ اتنی مدت تک حضرت نظام نے قیام فرمایا۔

۲۔ ۳ صفر ۱۳۱۲ھ کو ایک دعوت میں اعلیٰ حضرت نظام کو مدعو فرمایا۔ اعلیٰ حضرت شب کے بارہ بجے ایوانِ فلک نما پر تشریف فرما ہوئے اور دوسرے روز صبح کو مراجعت فرمائے ایوانِ معلیٰ ہوئے۔

۳۔ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ کو اعلیٰ حضرت کی سالگرہ کی خوشی میں انہوں نے بیگم پیٹھ میں شب کے وقت ایک جشن ترتیب دیا۔ اس میں بھی اعلیٰ حضرت معہ اسٹاف

Marfat.com

تشریف فرما ہوئے۔ اور دوسرے روز صبح کو ایوانِ شاہی کو تشریف لے گئے۔

۴۔ ۱۲ شعبان ۱۳۱۷ھ کو رات کے وقت انہوں نے ایک جشن بمقام بیگم پیٹھ اور ترتیب دیا۔ اس میں بھی اعلیٰ حضرت نے شرکت فرمائی اور صبح تک جشن میں رونق افروز رہے۔

نواب وقارالامرا کو تعمیرات کا بھی بہت شوق تھا بعض عمارتیں تو انہوں نے ایسی بنوائیں جو مدت تک نہ صرف حیدرآباد کے لئے باعثِ فخر سمجھی جائیں گی بلکہ اہلِ ہند بھی ان پر ناز کریں گے۔ ان عمارتوں میں "فلک نما" سب سے زیادہ عظیم الشان عمارت تھی۔ اس عالی شان قصر کی تعمیر انہوں نے ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) کو شروع کرائی تھی اور ۱۳۰۹ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ اس کی تعمیر اور آراستگی پر چالیس لاکھ روپے اس زمانے میں صرف ہوئے تھے۔ اس کی تعمیر میں مشرقی اور مغربی فنِ تعمیر کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ یہ قصر نواب سر وقارالامرا کے اعلیٰ ذوقِ تعمیر کا ایک شاہکار ہے۔ اس کی تعمیر اور تزئین میں استعمال ہونے والا سامان یورپ اور ایشیا کے مختلف ممالک سے منگوایا گیا تھا۔ کاریگر فلورنس سے بلوائے گئے تھے۔ اس میں استعمال ہونے والا سنگِ مرمر اٹلی سے حاصل کیا گیا تھا۔ اس کی چھتوں کو اونٹ کی کھالوں سے سجایا گیا تھا۔ لیکن ان کھالوں پر جو نقش و نگار بنائے گئے تھے وہ فرانس کی ننوں کی فن کاری کا بے مثال نمونہ تھے۔ اس کی کھڑکیاں فرانس کی بنی ہوئی تھیں۔ اس کے مردانہ حصے کا فرنیچر بھی یورپ کی صناعی کا شاہکار تھا۔ اس کے دروازوں، کھڑکیوں کے لیے پردے، قالین وغیرہ بھی یورپ کے مختلف ملکوں سے منگوائے گئے تھے۔ صوفوں اور کرسیوں کو فرانسیسی بروکیڈ سے سجایا گیا تھا۔ نواب حسن یار جنگ کی ایک یادداشت سے نواب سر وقارالامرا کے ذوقِ تعمیر اور فلک نما کی تعمیر کے بعض پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

"نواب وقارالامرا نے حیدرآباد میں اور خاص اپنی جاگیر وقارآباد میں متعدد محل اور باغات لگوائے۔ حیدرآباد کا مشہور و معروف محل "فلک نما" جو مشرقی طرزِ تعمیر کی بہترین اور ہندوستان کی خوبصورت ترین عمارات میں سے ایک ہے، نواب سر وقارالامرا کے ذوقِ تعمیر کا شاہکار ہے۔ اس محل کی تعمیر نو سال میں مکمل ہوئی تھی۔ اس کی تعمیر میں استعمال ہونے والا سامان، فرنیچر اور دوسرے آرائشی نوادر کا بیشتر حصہ اٹلی، فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکوں سے منگوایا گیا تھا۔ وقارالامرا نے اس کی تعمیر اور تزئین پر لاکھوں روپے کا زرِ کثیر صرف کر کے اسے نواب میر محبوب علی خاں کی نذر کر دیا تھا۔ حضرت نواب صاحب نے محل کی خوبصورتی اور تزئین کو بہت سراہا۔ یہ محل سر وقارالامرا کے اعلیٰ تعمیراتی اور فنونِ لطیفہ کے ذوق کی علامت اور ان کی اعلیٰ ظرفی اور حضرت نظام سے ان کی محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے بیبے بیگم پیٹھ کے مقام پر حسین ساگر (تالاب) کے کنارے اپنے لئے ایک اور محل تعمیر کروایا یہ محل بھی ان کے ذوقِ تعمیر کا شاہکار ہے۔ انہوں نے وقارآباد میں واقع اپنی شکارگاہ بھی نواب میر محبوب علی خاں کی نذر کر دی تھی۔"

اوپر کی سطروں میں نواب میر محبوب علی خاں کی خدمت میں نذر پیش کر دینے کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن اس بیان کے بعض خفی پہلوؤں پر THE DAYS OF THE BELOVED کے مؤلفین کے بیان سے روشنی پڑتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

In the spring of 1895, Mahbob Ali Pasha attended the fair at Bibi ka Chashma and, with a small retinue which included a few of his favorite ladies, stayed at Falaknuma. Obviously pleased with the site and

Marfat.com

palace, he kept on extending his stay—ten days, two weeks, twenty days. When he eventually confessed the extent of his admiration, his host replied according to the time-honored tradition: "Sire, I built it for you.

The following day, taking only their clothes, all three generations of the Vicar ul Umra family left Falaknuma for good and moved to the deori in the city. By November a settlement had been agreed upon. Mahbob Ali Pasha declined to accept the whole of the palace and its contents as nazar; he accepted a part and for the balance paid a substantial amount. Despite his wealth, Mahbob found it necessary to pay for his new home in several installments, a rather endearing detail that makes him seem like the rest of us.

One gets the impression that Sir Vicar ul Umra did not really mind parting with his exquisite palace and rather felt some relief. Although his annual personal income was eleven lakhs, he was almost constantly in debt. To unload that much money—and run up debts besides, which stood at more than eighteen lakhs at the time of his death—one might assume he gambled heavily.

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۹۹ء کے موسم بہار میں نواب میر محبوب علی خاں اپنے عملے اور کچھ خاص مہمانوں کے ساتھ بی بی کے چشمے کے سالانہ میلے کے موقع پر سیر کے لیے تشریف لائے تھے، اور فلک نما میں قیام فرمایا تھا۔ محبوب علی خاں فلک نما کے حسنِ تعمیر اور تزئین کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ ایک طرف تو ان کا قیام ایک ہفتہ، دس دن پھر دو ہفتے اور آخر کار بیس دن تک طویل ہوتا گیا۔ دوسری طرف انہوں نے فلک نما کی تعریف جس انداز سے کی اور جس طرح اپنے اشتیاق کا اظہار کیا، اس سے

Marfat.com

نواب سر وقارالامرا نے ان کی چھپی ہوئی خواہش کا اندازہ کر لیا اور حضور میں عرض کیا کہ محل ان ہی کے لیے تعمیر کیا گیا تھا اور ان کی نذر ہے۔

اس کے بعد نواب سر وقارالامرا اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ صرف ان کپڑوں میں جو ہان کے جسموں پر تھے، فلک نما کو خیرباد کہہ کے شہر کے قریب ڈیوڑھی میں منتقل ہو گئے۔ نومبر تک اس سلسلے میں ایک تصفیہ ہو گیا۔ نواب میر محبوب علی خاں نے نذر کے طور پر فلک نما کا ایک حصہ قبول کیا۔ اور باقی عمارت، اس کے سامانِ تزئین و آرائش کی قیمت طے کر دی۔ اور اس کے باوجود کہ محبوب علی خاں کے پاس دولت کی کمی نہ تھی، قیمت کی ادائیگی کے لئے قسطوں کا تعین ہوا۔

نواب سر وقارالامرا کی ذاتی آمدنی گیارہ لاکھ روپے[1] سالانہ تھی۔ لیکن وہ اس کے باوجود بہت زیادہ مقروض تھے۔ جس کا اندازہ اٹھارہ لاکھ روپے تھا۔ اس سے خیال کیا ہے کہ انہیں فلک نما سے دست برداری کا کوئی افسوس نہ ہوا بلکہ انہوں نے ایک قسم کا سکون محسوس کیا ہوگا۔

اس بیان کے برعکس "بستانِ آصفیہ" کے مؤلف لکھتے ہیں:

"جب یہ عمارت (فلک نما) بالکل تیار ہو چکی تو شمار و اعداد سے آپ (سر وقارالامرا) کو معلوم ہوا کہ وہ کس قدر زیر بار ہو گئے ہیں۔ اس لیے اس کے فروخت کا ارادہ کر لیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ خیال کیا کہ عمارت ایسے شخص کے ہاتھ میں جانی چاہیے جو ہر طرح اس میں رہنے کا اہل

---

[1] واضح رہے کہ یہ ذاتی آمدنی ہے۔ پائیگاہ کی آمدنی کا ذکر اسی پکٹوریل حیدرآباد" میں ایک اور جگہ آیا ہے اور وہاں یہ تصریح موجود ہے کہ وقارالامرا پائیگاہ کی ۱۳۲۷ف میں سالانہ آمدنی پونے تیرہ لاکھ روپے تھی۔

Marfat.com

ہو۔ اس بنا پر انہوں نے کئی مرتبہ اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی کے حضور میں اس کے متعلق عرض کیا۔ حضور نے ۱۰ رجمادی الآخر ۱۳۱۳ھ کو بذریعہ فرمان حکم دیا کہ بیس لاکھ روپے میں عمارت خرید لی گئی۔"

اس سے یہ بات تو درست معلوم ہوئی کہ وہ قصرِ عالیشان جو چالیس لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر ہوا تھا، نواب میر محبوب علی خاں نے اسے صرف بیس لاکھ روپے میں خرید لیا اور ایک خاص رقم کی فوری ادائیگی کے سوا ایک لاکھ روپیہ سالانہ قسط مقرر ہوئی۔ البتہ بقول مؤلف "بستانِ آصفیہ" "تیرہ لاکھ روپے بطور قرض سروقارالامرا کو دیے گئے جن کی ادائیگی کی یہ صورت قرار پائی کہ ایک لاکھ روپے سالانہ کے حساب سے داخلِ خزانہ کیا جاتے۔" بیع و شرار کی اخلاقی و شرعی حیثیت سے قطع نظر یہ بات کم از کم میری سمجھ میں نہیں آئی کہ سروقارالامرا نے ایک طرف تو اتنے ذوق و شوق کے ساتھ فلک نما تعمیر کروایا ہو اور دوسری طرف اس کے فروخت کی درخواست بھی حضور نظام میں پیش کر دی ہو! میرا خیال ہے کہ حقیقت وہی ہے، جس طرف "دی ڈیز آف دی بی لوڈ" کے مصنفین نے اشارہ کیا ہے۔

ہمارے اس خیال کو اس بات سے بھی تقویت پہنچتی ہے کہ اس کے بعد سروقارالامرا نے بیگم پیٹھ میں چار یا پانچ مربع میل سے زیادہ زمین حاصل کر کے ایک اور قصرِ عالی شان کی تعمیر کا آغاز کیا۔ یہ زمین سرکارِ برطانیہ کی تھی اور سروقارالامرا نے اپنے خاص تعلقات اور رسوخ سے کام لے کر حاصل کی تھی۔ اس قصر کی تعمیر کے لئے بھی انہوں نے اسی ذوق و شوق سے کام شروع کیا تھا۔ اور اس کے لیے کھڑکیوں، دروازوں، فرنیچر، پردوں، جھالروں، صوفوں، کرسیوں کے غلافوں، فرش کے لیے قالینوں اور دیواروں اور چھتوں کی آرائش و تزئین کے لیے ساز و سامان کے لیے انہوں نے جاپان، فرانس، اٹلی، انگلستان کو آرڈر دے دیے تھے اور تعمیر کا کام زور و شور کے ساتھ جاری تھا لیکن ان کے حادثہ

Marfat.com

انتقال کی وجہ سے کام رک گیا۔ پھر ان کے بڑے صاحبزادے نواب سلطان الملک ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے وہ تمام آرڈر منسوخ کر دیے۔ نواب سلطان الملک نے زندگی کی ظاہری شان و شوکت پر توجہ دینے کے بجائے زندگی کے اہم مسائل اور بنیادی حقیقتوں کی طرف نظر کی۔ ان پر چونکہ ایک اہم ذمہ داری سر وقار الامراء کے قرض کی ادائیگی کی تھی نیز خاندان کی گرتی ہوئی ساکھ کی بحالی، پائیگاہ کے انتظام کی درستگی، زراعت وصنعت و حرفت کی ترقی کے عظیم الشان منصوبے تھے۔ اور زندگی کے مسائل پر قابو پانے اور منصوبوں پر عملدرآمد کے لیے ضروری تھا کہ محض نمود و نمائش پر سرمایہ نہ لٹایا جائے۔ یہ فیصلہ کرنے کے لیے بھی بڑے عزم اور ہمت کی ضرورت تھی۔ نواب سلطان الملک نے ایک صاحبِ عزم و ہمت کی طرح فیصلہ کیا اور اس پر عمل کر ڈالا۔ غرضیکہ اس عمارت کی تعمیر کا انداز بدل ڈالا گیا اور سادگی اور ضرورت کے مطابق اس کی تکمیل کر دی گئی۔ یہ قصر اب بھی ایوانِ بیگم پیٹھ کے نام سے موجود ہے۔

نواب سر وقار الامراء پہلے شخص تھے جنہوں نے سلطنتِ آصفیہ میں آبپاشی کی غرض سے دریائے گرداوری سے ایک نہر نکلوائی۔ یہ نہر وقار آبادی جاگیر کے ایک حصہ بلغرپ کی لاکھوں ایکڑ اراضی کو سیراب کرتی ہے۔ اس سے زراعت کی ترقی میں بہت مدد ملی۔ ان کی کوششوں سے پائیگاہ کی رعایا نہ صرف معاشی اور اخلاقی طور پر درست ہوئی۔ بلکہ پائیگاہ کی آمدنی میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا۔

پائیگاہ وقار الامراء نو تعلقات و جاگیرات پر مشتمل تھی جس میں ۴۱۲ مواضع تھے۔ جن میں ۲۴۰۸۴۶ نفوس آباد تھے اور "بستانِ آصفیہ" میں دیئے گئے گوشوارہ آمدنی کے مطابق پائیگاہ کی آمدنی ۸۰۰،۵۷ ۱۳ روپے ۳ آنے سالانہ تھی۔

نواب سر وقار الامراء کی غرباء پروری، رعایا نوازی اور اہلِ علم و اصحابِ فضل و کمال کی سرپرستی کے بہت سے واقعات ہیں۔ لیکن میں دو واقعوں سے بہت متاثر ہوا

Marfat.com

ہوں۔ ان سے ان کے کریمانہ اخلاق پر روشنی پڑتی ہے۔ پہلا واقعہ "تذکرہ معاشرت حیدرآباد دکن" کے مصنف ابوظفر مویدالدین حسن نے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"سرو فارالامرا اقبال الدولہ بمبئی کی ایک اونچی ہوٹل کے بالائی حصہ میں جو سب کا سب محفوظ (ریزرو) کرا لیا گیا تھا ٹھیرے ہوئے تھے۔ ایک روز نواب صاحب برآمدہ سے دریا کا نظارہ فرمار ہے تھے کہ سڑک سے گزرنے والے ایک سائل کی صدا سنی اور اس سے متاثر ہو کر اسے اوپر بلایا۔ پیشی میں آکے اس نے ڈنڈوت کیا اور کہا "مہاراج، مجھے تین کنیاؤں کا بھورا کرنا ہے جس کے لیے پندرہ سو روپے چاہئیں۔ ۸۰۰ نو سو تو بھیک مانگ کے لا یا ہوں کمی کو آپ پورا کر دیں۔ اس سیدھے سادے سوال پر حکم ہوا کہ اس برہمن کو پانچ ہزار دیئے جائیں۔ جب رقم لائی گئی تو برہمن نے اتنی بڑی رقم لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جو ارادہ کر کے نکلا ہوں، اس سے زیادہ لینا دھرم کے خلاف ہے۔ نواب کے مصاحبوں نے لاکھ سمجھایا مگر دھن کے پکے اس برہمن نے ایک کی نہ سنی اور بغیر کچھ لیے واپس جانا چاہا۔ تو نواب نے فرمایا کہ اچھا اتنا ہی دیا جائے جتنا یہ لینا چاہتا ہے۔

برہمن مطلوبہ رقم لے کے آشیرباد دیتا ہوا پلٹا تو اس کا پتا نشان شادی کی تاریخ دریافت کی گئی اور جلیل المرتبت امیر اس تاریخ کو ٹھیک شادی کے وقت اس کور دیہہ میں رونق افروز ہوئے۔ شادی کے گھر کا رخ کیا۔ برہمن سے اس کا کھانا منگوا کے کھایا۔ پھر ہر لڑکی کو پانچ ہزار کا زیور، پانچ ہزار نقد اور پانچ جوڑے دیے۔ بچیوں کو گلے سے لگایا اور ان کے شوہروں سے کہا یہ میری بچیاں ہیں، دیکھو ان کو اچھی طرح رکھنا، ان سے محبت کرنا اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔"

Marfat.com

دوسرا واقعہ "دی ڈیز آف دی بی لوڈ" "THE DAYS OF THE BELOVED", Berkeley) (Harriet R. کے مصنفین Lynton & Mohini Rajan, - نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

From his childhood Sir Vicar ul Umra had a servant, Munir Khan, who when he grew old was pensioned off at his full salary, which was several times that of most domestic servants. He went to his home to be looked after by his children, and on festival days he visited his old master. On Sir Vicar's becoming Dewan in 1893, Munir Khan went to congratulate him. When he reached the deori it was evening, and Sir Vicar was playing a game of billiards. The old servant climbed the steps to the billiard room, saw that Sir Vicar was sighting a shot along his cue, and, not wishingto disturb the shot, stood motionless in the doorway. But Sir Vicar had seen him. "Well, Munir Khan, how are you?" he called out as the cue slid through his fingers.

"By your grace I am well," Munir Khan replied, salaaming.

"How come you are here today? Anything special?" Sir Vicar asked, walking around the table and surveying the game.

"I heard that you have become Dewan and I have come to offer my humble congratulations."

"Thank you, Munir Khan. With your prayers I will succeed in the work entrusted to me."

Throughout this conversation Sir Vicar, his eye on the game, was walking around the billiard table, ta-

Marfat.com

king a shot here or there, looking up in between to hear what the old man said or to answer him. Then, "Anything else?"

"Yes, Master," the old servant confessed. "My granddaughter is to be married. I wanted to ask whether I could have a month's salary in advance."

Sir Vicar bent down and sighted along the cue. With one eye closed and still taking aim, he called out, "Mr. Secretary!" The secretary jumped to attention. "One month's salary for Munir Khan."

"Very good, your Excellency," the secretary agreed.

Sir Vicar concentrated on his shot again. Straightening up as the balls ricocheted and scored, he suddenly called out, "Mr. Secretary! Whose salary? Not his, mine! One month of my salary for Munir Khan."

The next pay day five coolies in the uniform of the state treasury jogged up to Munir Khan's house, surrounded by guards. On his head each coolie balanced a bundle containing a thousand gold coins tied up in a royal yellow cloth. The Dewan's salary was being delivered to Munir Khan in precisely the same fashion that, all over Hyderabad, officials received their salaries every month.

نامناسب نہ ہوگا کہ اس واقعے کا اردو میں بھی ترجمہ کر دیا جائے تاکہ اردو قارئین بھی اس سے لطف اندوز ہو سکیں اور انہیں بھی سر وقار الامراء کی اعلیٰ سیرت اور خاندانی و روایتی داد و دہش کا اندازہ ہو جائے۔ انگریزی کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ:

Marfat.com

"سر وقار الامرا کے ہاں ان کے بچپن سے منیر خاں نامی ایک گھریلو ملازم تھا۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اسے خدمت سے سبکدوش کر دیا گیا اور اس کی پوری تنخواہ اس کے لیے پنشن مقرر کر دی گئی۔ اس کی یہ پنشن بھی دوسرے کئی ملازموں کی تنخواہوں سے زیادہ تھی۔ پنشن کے بعد منیر خاں اپنے گھر چلا گیا جہاں اس کے بچے اپنے بوڑھے باپ کی دیکھ بھال کے لیے موجود تھے۔ البتہ وہ ہر تہوار کے موقع پر اپنے پرانے آقا کو سلام کرنے کے لیے آجایا کرتا تھا۔

۱۸۹۳ء میں جب سر وقار الامرا ریاست حیدر آباد دکن کے دیوان بنائے گئے تو منیر خاں بھی انہیں مبارک باد دینے حاضر ہوا۔ وہ ڈیوڑھی پر پہنچا تو شام کا وقت تھا اور سر وقار الامرا بلیرڈ کھیل رہے تھے منیر خاں سیڑھیاں چڑھ کر جونہی بلیرڈ روم میں داخل ہوا، سر وقار الامرا شاٹ لگانے کے لیے نشانہ لے رہے تھے۔ پرانا خدمت گزار (منیر خاں) انہیں مصروف دیکھ کر دروازے ہی پر خاموش کھڑا ہو گیا تاکہ سر وقار الامرا کا کھیل خراب نہ ہو۔ مگر سر وقار الامرا نے اسے دیکھتے ہی چلا کر کہا:

اوہ! منیر خاں، کہو کیا حال ہے تمہارا؟" اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے شاٹ لگا دیا۔

"آپ کی مہربانی ہے جناب! میں خیریت سے ہوں۔" منیر خاں نے سلام کرتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا کوئی خاص بات ہے؛ آج کیسے آنا ہوا؟" سر وقار الامرا نے بلیرڈ کی میز کے گرد گھومتے اور کھیل کا جائزہ لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"جناب مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ریاست کے دیوان ہو گئے ہیں اس لیے

Marfat.com

آپ کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرنے حاضر ہوا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ منیر خاں! تمہاری دعا سے ہم اپنے فرائض کی بجا آوری میں بھی کامیاب ہوں گے۔"

اس دوران میں ان کی توجہ کھیل کی طرف بھی رہی۔ وہ بلیئرڈ کی میز کے گرد گھوم پھر کر شاٹ بھی لگاتے رہے اور اپنے بوڑھے خدمت گار سے مصروفِ گفتگو بھی رہے۔

"اور کوئی بات منیر خاں؟" سر وقار الامراء نے اس سے پوچھا۔

"جی ہاں سرکار!" منیر خاں نے کہا" حضور میری پوتی کی شادی ہے۔ اس لئے مجھے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی درکار ہے!"

سر وقار الامراء ذرا سے جھکے، ایک آنکھ بند کی اور چھڑی (بلیئرڈ کیو) کے ساتھ شست باندھتے ہوئے آواز دی:

"سکرٹری!"

سکرٹری فوراً حاضر ہوا، آپ نے اس سے کہا کہ "منیر خاں کو ایک ماہ کی تنخواہ دے دی جائے!"

"بہت بہتر حضور!" سکرٹری نے جواب دیا اور چلا گیا۔

سر وقار الامراء پھر کھیل میں مصروف ہو گئے۔ گیندوں کو ایک سیدھ میں لاتے ہوئے انھوں نے سیکرٹری کو پھر آواز دی۔ وہ آیا تو کہا:

"سیکرٹری صاحب، آپ نے یہ تو دریافت ہی نہیں کیا کہ کس کی تنخواہ؟"

سیکرٹری حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگا تو کہا،

"منیر خاں کو اس کی نہیں، میری ایک ماہ کی تنخواہ دی جائے!"

اگلی تنخواہ کے موقع پر پانچ اردلی (شاگرد پیشہ) جو سرکاری خزانہ کے

Marfat.com

مخصوص لباس میں تھے، پولیس کے ایک دستے کی حفاظت میں منیر خاں کے گھر کے دروازے پر تھے۔ ہر قلی کے سر پر ایک تھیلا تھا جس میں ایک ہزار سونے کی اشرفیاں زرد رنگ کے شاہی کپڑے میں بندھی ہوئی تھیں۔ دیوانِ ریاست (سر وقار الامرار) کی تنخواہ منیر خاں کو اسی مروجہ طریقے سے ادا کی گئی جس طرح ریاست کے اعلیٰ حکام کو ان کی تنخواہ دی جاتی تھی۔"

یادگار سلور جوبلی کے مؤلف نے آپ کی شخصیت، خدمات، سیرت، محاسن اخلاق اور اوصاف واشواق پر نہایت عمدہ تبصرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آپ کے عہدِ وزارت کا ہشت سالہ عہد جلیلہ رسم وزارت کی حد تک نہیں رہا بلکہ تعمیری حق ادا کیا ہے۔ سیاستِ ملکی کے دو اہم اجزائے لازمہ جس کی تکمیل یا جس تک ماضی نے قدم نہیں اٹھایا تھا، اس کی اصلاح اور بنا آپ ہی کے عہدِ وزارت کی یادگار ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے سر رشتہ تعلیمات، کتب خانہ آصفیہ، انجینئرنگ سکول، لا رکلاس و محکمہ وضع آئین و قوانین وغیرہ، یہ کارنامہ تدبیر و سیاست دانی کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ انتظامِ مملکت کے صحیح نتائج آراستہ علم و فن کے بغیر کبھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان شعوب کے قیام اور محکمہ انتظام کی بدولت مملکتِ آصفیہ کی عمرانی و سیاسی حالت کا تاریک پہلو بلاشبہ روشن ہونا شروع ہوا۔ یہ اعتراض کہ "جو کہتے ہیں کرتے نہیں" اس جگہ باقی رہنا تو ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ جہاں عامہ ملک کے لئے قانون، تعلیمات اور تعمیرات کے فن کی تنظیم و تعمیم کی گئی ہے، بذاتِ خود بھی بے تعلق نہ رہے۔ بلکہ آپ کا کتب خانہ اصنافِ علوم کا بہترین نمونہ ہونا کہا جاتا ہے۔ اور تعمیرات میں قطع نظر دیگر

Marfat.com

پر شکوہ عمارات کے صرف ایک قصرِ فلک نما" ایسی نادر الوجود عمارت ہے جس کی تعمیری صنعت و خوبی میں عصری تمدن اپنا مذاق پورا کرسکتا ہے۔ اس قصر میں بہ نفسِ نفیس پرنس آف ویلز اور دیگر شاہی نفوس نیز حضور ر وائسرائے ہند کی اقامت حیدرآباد کے زمانے میں فرو کشی اور مہمانداری دلکش کیفیت سے خطا نہیں کرتی۔ عجب نہیں کہ یہ عمارت برطانوی ہند میں اپنا جواب نہ رکھتی ہو۔ اعلیٰ حضرت غفران مکان کی مشہور شاہانہ وسیع النظری آپ کے ہر شعبۂ زندگی کو قدر و عنایات کے ساتھ دیکھتی رہی ہے۔ حتیٰ کہ آپ کے ایجادی ملبوسات کی وضع قطع پسند خاطر شاہانہ ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ ایسے ہی دیگر اسباب معاشری ہیں جو آج تک متبوعِ خلائق ہیں۔ مثلاً اقبال شاہی دستار، اقبال شاہی پائجامہ وغیرہ۔

اہلِ کمال آپ کے سایۂ امیری میں بہت پھولے پھلے۔ حاجت مندوں کے لیے آپ ؏

فرصت بہ لب کشو دنِ سائل نمی دہد

کے مصداق تھے۔ دعوت اور ڈنر کا رنگ آپ ہی تک خوب رہا۔ مردانہ مشاغل میں شکار آپ کا شاہکار رہا ہے۔ آپ کا سلاح خانہ یورپ کی صناعی کا آئینہ دار کہا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت غفران مکان فن شکار میں آفتاب تو آپ ماہتاب تھے۔ اسی خصوصیت سے شکار و سیر و سیاحت میں آپ کو عموماً شرف ہمرکابی حاصل ہوتا تھا۔ ہمہ گیر ہر دلعزیزی کے لیے آپ نہ صرف تا دمِ زیست ہی مخصوص رہے بلکہ اب تک بھی عام و خاص میں آپ کی یاد عزت و احترام کے ساتھ تازہ ہے۔ صورت، سیرت، وجاہت، ہنر شناسی، قدردانی، فیاضی، اخلاق و مروت اور سطوت و حشمت میں واقعی

Marfat.com

امیر ابن امیر تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ امیری میں شاہی رچائی۔"

خاندانِ پائیگاہ کی تاریخ کے دورِ وسطی میں نواب سر وقار الامرا نے بڑی عزت اور شہرت پائی اور بلند مرتبہ حاصل کیا۔ وہ اپنی فیاضی و سخاوت، ذہانت و ذکاوت، ریاست کی فلاح و بہبود کے کاموں سے دلچسپی اور اس کے ساتھ ریاست کے فرماں روا کے ساتھ اخلاص و وفاداری، اہلِ علم و فن سے محبت، نیز ان کی سرپرستی، فنونِ لطیفہ کے اعلیٰ ذوق اور ان میں گہری دلچسپی کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ اس کے علاوہ اپنے وقت کے بہترین شہسوار، اعلیٰ درجہ کے پولو کے کھلاڑی اور مانے ہوئے نشانہ باز اور شکاری بھی۔ نواب حسن یار جنگ کے ایک نوٹ سے ان کے شکار اور پولو کے شوق پر روشنی پڑتی ہے اور ان کے احساس عزت نفس، خودداری اور اعلیٰ انا کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ حسن یار جنگ لکھتے ہیں:

"وہ شکار اور پولو کے بہت شوقین اور مشاق تھے۔ ان کی پولو ٹیم نے دنیا کے بڑے بڑے ممالک مع برطانیہ، امریکہ اور فرانس کے تمام دنیا کی ٹیموں کو شکست دی تھی اور ہر جگہ سے انعام جیت کر لائی۔ آخر میں ہندوستان کے ایک راجہ کی ٹیم سے ایک گول سے شکست کھانے کے بعد انہوں نے اس ٹیم کو توڑ دیا۔"

نواب وقار الامرا ایک نادر روزگار ہستی تھے۔ افسوس کہ ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۰۲ء کو جبکہ وہ بال کنڈا کو شکار کے لیے گئے ہوئے تھے اچانک دل کا دورہ پڑا اور سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔ ان کی میت کو حیدر آباد لایا گیا اور پورے فوجی اور سرکاری اعزاز کے ساتھ تدفین عمل میں آئی۔ ان کے انتقال کی وجہ سے پورے حیدر آباد میں صفِ ماتم بچھ گئی اور ہر شخص سوگوار نظر آنے لگا۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت نظام نے جریدہ غیر معمولی کے ذریعے سے اپنے غم کا اظہار فرمایا اور تمام ممالکِ محروسہ سرکار عالی میں ایک یوم کی تعطیل کردی گئی ۔

نواب سروقار الامراء کے پس ماندگان میں ان کی تین بیویاں، دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ محل خاص اور محل ثانی کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے۔ ان کی تیسری محل کا نام نور جہاں تھا۔ ان کا تعلق بمبئی کے ایک پارسی خاندان سے تھا۔ ان کا خاندانی نام گل بائی تھا۔ اسلام قبول کرنے اور نواب سروقار الامراء کے حبالۂ عقد میں آنے کے بعد ان کا نام نور جہاں رکھا گیا تھا۔ ۱۹۳۱ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

محل خاص شہزادی جہاندار النساء تھیں جو لیڈی سروقار الامراء کہلاتی تھیں۔ وہ بذاتِ خود بڑی پڑھی لکھی، روشن خیال اور ایک عظیم خاتون تھیں۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو انہوں نے انتقال فرمایا۔ ان کے بطن سے نواب سروقار الامراء کے ایک صاحبزادے نواب محمد مختار الدین خاں اقتدار الدولہ سلطان الملک اور ایک صاحبزادی لیاقت النساء بیگم تھیں جو نواب قدیر جنگ کے فرزند نواب قوت جنگ سے منسوب تھیں۔ دوسری محل سے نواب محمد ولی الدین خاں ولایت جنگ ولی الدولہ اور ان کی ہمشیرہ تبارک النساء بیگم تھیں۔ جو نواب کلیانی سے بیاہی گئی تھیں۔

---

Marfat.com

قصر فلک نما حیدرآباد دکن

Marfat.com

# ایوان سروقار الامراء

مولوی غلام احمد خان صاحب تعلقہ دار اور عروج احمد خان صاحب اور حکیم خسرو شاہ نظامی اور سید ازلی نظامی اور روحہ کے ساتھ ایوان سروقار الامراء میں شام کو پانچ بجے گیا۔ آج نواب نذیر جنگ بہادر نے چار کی دعوت کی ہے۔

یہ ایوان میری قیام گاہ کے قریب ہے اور بہت خوبصورت عمارت ہے۔ نواب سروقار الامراء اقبال الدولہ بہادر سابق مدار المہام سرکار عالی نے جو مکان بنایا لاجواب بنایا۔ ان کو شاہجہان بادشاہ کی طرح عمارت بنانے کا خاص سلیقہ تھا۔ فلک نما محل بھی انہی کا بنایا ہوا ہے جو اس ملک میں سب سے بڑی اور سب سے خوبصورت عمارت مانی جاتی ہے اور جس کو دیکھنے کے لئے دور دور سے سیاح آتے ہیں اور پرنس آف ویلز اور وائسرائے بھی اس میں قیام کرتے ہیں۔

بیگم پیٹھ کے ایوان سروقار الامراء میں ان کے پوتے نواب مظفر نواز جنگ بہادر اور نواب فرید نواز جنگ بہادر اور نواب نذیر نواز جنگ بہادر اور نواب حسن یار جنگ بہادر اور نواب وحید یار جنگ بہادر اور نواب خیر نواز جنگ بہادر اور ان کی مستورات مقیم ہیں۔ یہ سب بھائی نواب سلطان الملک بہادر کے فرزند ہیں جو دماغی علالت کے سبب ایک علیحدہ جگہ سلطان باغ میں رہتے ہیں۔ پائیگاہ کی جاگیریں واگزاشت ہوگئی ہیں۔ نواب بشیر الدولہ بہادر کی جاگیر کی آمدنی تیس لاکھ روپیہ سالانہ ہے اور وہ ان کے لڑکے نواب معین الدولہ بہادر کو ملی ہے جس کی آمدنی اٹھارہ لاکھ سالانہ ہے۔ اور نواب اقبال الدولہ کی جاگیر ان کے لڑکے نواب سلطان الملک بہادر کے جنون کے سبب ان کے قبضہ میں نہیں دی گئی۔ مگر متولی دیا

Marfat.com

نامزد ہوئے ہیں۔ ایک کمیٹی انتظام کے لئے مقرر ہوئی ہے جو سب وارثوں کو اخراجات دیتی ہے۔ اس جاگیر کی آمدنی ٹھیک معلوم نہیں ہوئی۔ مگر بیس پچیس لاکھ سے کم نہیں ہوگی۔

اعلیحضرت حضور نظام کی بہنوں کی شادیاں نواب مظفر نواز جنگ اور نواب خیر نواز جنگ سے ہوئی ہیں اور وہ سب اسی ایوان میں رہتی ہیں۔

یہ سب بھائی میرے قدیمی ملنے والے اور نہایت خلیق و مہمان نواز ہیں۔ ان کے بڑے بھائی نواب محمد ابوالفتح خان بہادر اب ایوان میں نہیں رہتے بلکہ سکندر آباد میں مقیم ہیں۔ وہ بھی میرے مخلص دوست ہیں اور میں ان کو بھائی کہتا ہوں۔

نواب نذیر نواز جنگ بہادر تمام یورپ و بلادِ اسلامیہ کی سیاحت کر چکے ہیں اور ایک سفرنامہ بھی لکھا ہے مگر کسر نفسی اور کم سخنی کا یہ عالم ہے کہ آج تک مجھ کو سفرنامہ نہیں دیا تھا۔ کیونکہ اس میں کتابت کی کچھ غلطیاں ہوگئی تھیں۔

وہ ہمیشہ تحائف بھیجتے ہیں، ملنے آتے ہیں مگر اکثر خاموش رہتے ہیں یعنی اپنی محبت کو الفاظ کے جھنڈے پر چڑھا کر نمایاں کرنے کا شوق نہیں رکھتے۔

ٹی پارٹی میں بہت مکلف سامان تھا۔ سب بھائی بھی شریک تھے۔ نواب حسن یار جنگ بہادر میرے نام کے شریک، میرے خیال کے شریک، میری علالت و ناتوانی کے شریک مگر میری صورت کے شریک نہیں ہیں۔ وہ بہت خوبصورت ہیں اور میں نہیں ہوں۔

اسلامی اور قومی تحریکات پر خاص نظر رکھتے ہیں۔ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ میرے مکان پر آچکے ہیں۔ میرے روزنامچہ اور تحریرات کو خاص توجہ سے پڑھتے ہیں۔ خود بھی روزنامچہ لکھتے ہیں۔ آجکل ایک انگریزی کتاب اپنے خاندان کی نسبت لکھ رہے ہیں۔ یورپ جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا، مجھے پرائیویٹ سیکرٹری بنا کر ساتھ لے چلئے۔ عربی زبان کے ملکوں میں مجھ سے ترجمہ کی مدد ملے گی اور یورپی ملکوں میں مجھے آپ سے مدد ملے گی۔

Marfat.com

ان کے بھائی نواب فرید جنگ نے خیال کیا کہ شاید میں سچ مچ نوکری کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا، ہماری کیا مجال ہے جو آپ کو ملازم رکھنے کا خیال کریں، ہم سب آپ کے تابعدار ہیں۔ میں نے ہنس کر کہا، نسب کے لحاظ سے تو میں آپ کا بھائی ہوں، آپ بھی فریدی ہیں، میں بھی فریدی، امیری فقیری کا اعتبار نہیں ہے لیکن میں نے تو آپ کے بھائی سے خوش طبعی کی تھی۔

چائے نوشی کے بعد نواب نذیر جنگ بہادر نے مصر کی ایک ممی دکھائی جو وہ مصر سے خرید کر لائے تھے۔ یہ ایک عورت کی لاش ہے جو پانچ ہزار برس کی ہے۔ شیشہ کے بکس میں بند ہے۔ لاش کا مصنوعی چہرہ ایک کاغذی خول پر بنا ہوا ہے جو الگ ہو جاتا ہے۔ یعنی مرنے سے پہلے جو صورت تھی اس کو کاغذ پر بنا لیا گیا ہے۔ لاش کے اوپر مصری حروف میں لاش کے حالات لکھے ہوتے ہیں۔

نواب صاحب کے حکم سے لاش کا چہرہ کھولا گیا۔ ممی بنانے والے لاش کا پیٹ چاک کر کے آلائش نکال ڈالتے تھے۔ پھر کوئی مصالحہ لگا کر ریشمی کپڑوں سے لاش کو گل مکمت کرتے تھے یعنی کپڑوں کی تہ پر تہ چڑھاتے تھے۔ اور اس کے اوپر کاغذی خول چڑھاتے تھے۔

آج لاش کے چہرہ کو کھولنے کے لئے کپڑہ کی دھجیاں کھولی گئیں۔ سینکڑوں تہ تھیں۔ آخر چہرہ نکلا۔ سر کے بال موجود تھے مگر چہرہ کھولنے کی کوشش میں گر گئے اور کھوپری سفید چمکنے لگی۔ اور ایک ایسی بو نکلی کہ مجھے چکر آنے لگے۔ روحہ لاش کا چہرہ دیکھ کر ڈر گئی۔ فوراً چہرہ ڈھک دیا گیا۔

مصر والوں نے اپنے خیال میں اپنے مرنے والوں کی خوب ہی حفاظت کی تھی مگر پانچ ہزار برس کے بعد ان کی لاشیں یورپ و امریکہ و ہندوستان وغیرہ ممالک میں بکتی پھرتی ہیں اور حیرت و عبرت کا تماشہ بنتی ہیں۔

روحہ محل کے اندر گئی اور نواب نذیر جنگ بہادر کے ہاں سے نذر کا ایک بٹوہ لائی

Marfat.com

جس میں اشرفی اور نوٹ تھے۔ روحہ نے قارون کی طرح اس بٹوہ کو بڑی احتیاط سے رکھا۔ میں نے ہنس کر کہا، تم تو فقیر ہو، تم کو روپوں اور اشرفیوں سے اتنی محبت کیوں ہے؟ بولی محبت کر رہی ہوں یا ان کو سنبھال کر رکھ رہی ہوں!

نواب نذیر نواز جنگ نے اپنا کتب خانہ بھی دکھایا اور ایک نہایت عمدہ طلائی کام کی مترجم فارسی قلمی حمائل شریف روحہ کو دی۔ وہ دادا کی طرح حاتم کا سا دل رکھتے ہیں۔

نواب صاحب کی لڑکیاں رشید النساء عمر دس سال اور لطیف النساء عمر نو سال نہایت پیاری بچیاں ہیں۔ انہوں نے اپنے لکھے ہوئے مضامین دکھائے۔ ان کو ابھی سے مضمون نویسی کا شوق ہے۔ ایک لائق عالم اور لائق ماسٹر ان کو تعلیم دیتے ہیں۔ نواب صاحب کے لڑکے بھی بہت ہونہار معلوم ہوتے ہیں۔

نواب فرید نواز جنگ بہادر نے کہا کہ آج ان کی لڑکی کی بسم اللہ ہے۔ میں آپ سب لوگوں کو کھانا کھلا کر جانے دوں گا۔ میں نے عذر کیا کہ مکان پر بہت لوگوں سے ملنے کا وعدہ ہے مگر وہ نہ مانے اور کھانا کھلا کر آنے دیا۔

ان کے صرف لڑکیاں ہیں، لڑکا نہیں ہے جس کی بسم اللہ تھی وہ بھی عمدہ لباس میں ملنے آئی، نذر دی، بہت قبول صورت بچی ہے۔

مغرب کے بعد واعظ قوال کا بہت عمدہ گانا سنا۔ ایک مولوی صاحب بھی یہاں تھے جو میرے قدیمی ملنے والے ہیں اور مولانا عبدالباری صاحب کے مرید ہیں۔ وہ گانا نہیں سنتے۔ مولوی غلام احمد خان صاحب سے ان کی بہت دلچسپ باتیں ہوئیں۔

کھانے میں نواب مظفر نواز جنگ بہادر سے بھی ملاقات ہوئی۔ وہ بمبئی گئے ہوئے تھے۔ میرے پرانے عنایت فرما ہیں نجف اشرف کے ایک عرب صاحب بھی نواب صاحب کے ہاں سالہا سال سے رہتے ہیں اور بڑے محبت و خلوص سے ملتے ہیں۔ آج بھی دعوت میں وہی مدارالمہام انتظام تھے۔ (خواجہ حسن نظامی۔ "منادی"۔ دہلی۔ ۲۶ جولائی ۱۹۲۹ء)

Marfat.com

ڈیوڑھی نواب سر وقار الامراء کا سامنے کا منظر سڑک پر سے

Marfat.com

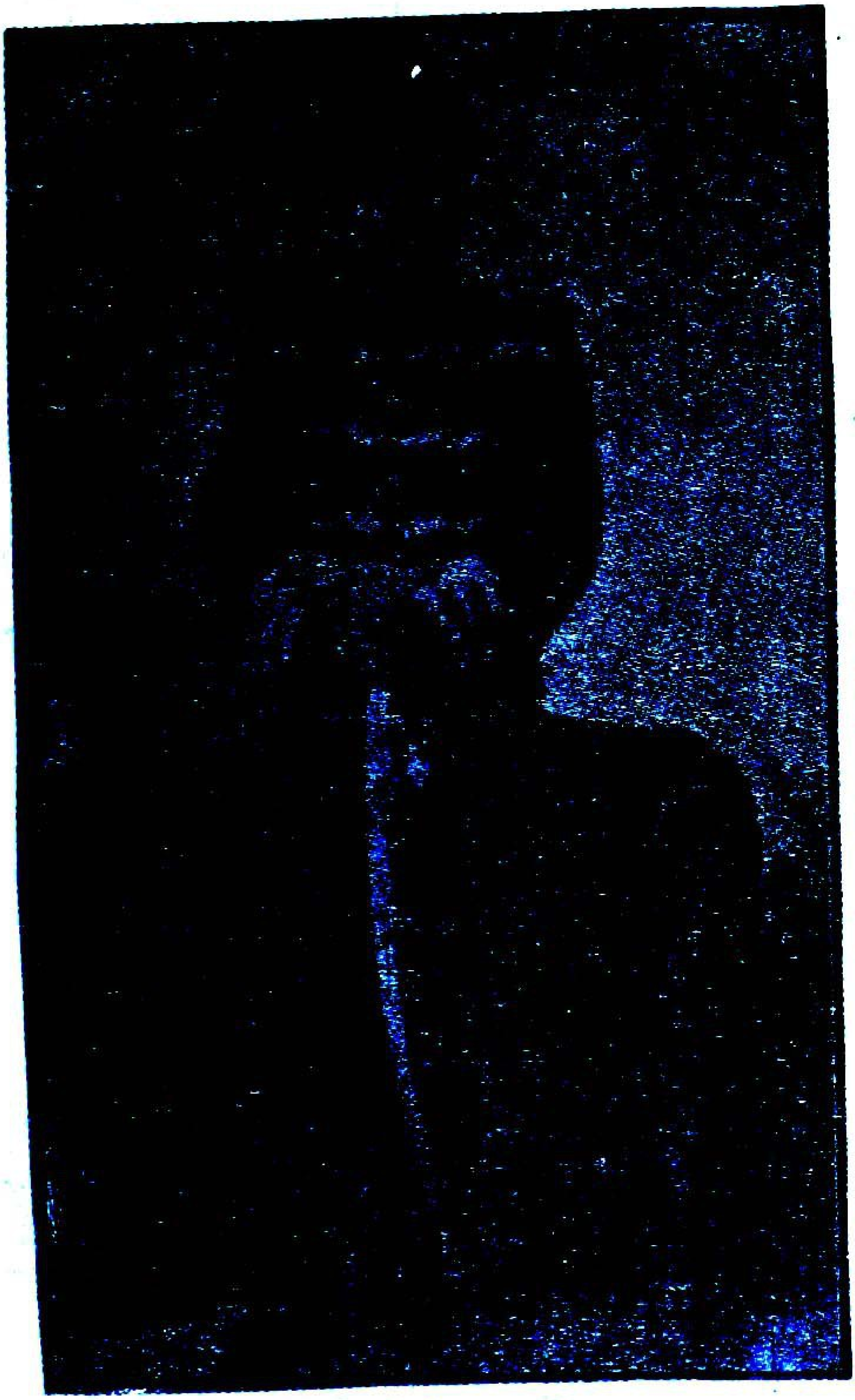

نواب محمد مختار الدین خان، نامور جنگ، اقتدار الدولہ، سلطان الملک بہادر

Marfat.com

# نواب سلطان الملک

نواب وقارالامراء کے بعد ان کے بڑے فرزند نواب مختارالدین خاں اقتدارالدولہ سلطان الملک اپنے باپ کے جانشین اور پائیگاہ کے امیر مقرر ہوئے۔ نواب سلطان الملک ۴ رشوال ۱۲۹۲ھ مطابق ۴ رنومبر ۱۸۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ انکی والدہ شہزادی جہاں دارالنساء بیگم نواب افضل الدولہ کی بیٹی اور نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس کی بہن تھیں "بستانِ آصفیہ" کے مؤلف نے ان کے حالات پر نہایت مفید روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آپ ابھی گہوارۂ نازہی میں پرورش پارہے تھے کہ ۲۵ رشوال کو بارگاہِ خسروی سے خان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ رسم تسمیہ خوانی کے بعد آپ کی تعلیم بھی باقاعدہ شروع ہوئی۔ اور عربی، فارسی اور انگریزی پڑھانے کے واسطے لائق استاد مقرر کیے گئے۔ اس کے علاوہ تربیت کے لئے بھی خاص اتالیق مقرر ہوتے۔ آپ کی رسم تسمیہ خوانی آپ کے دادا نواب رشیدالدین خاں اقتدارالملک شمس الامراء بہادر نے بڑی دھوم دھام سے ادا فرمائی۔ یہ رسم ۲۱ رجمادی الثانی ۱۲۹۷ھ روز سہ شنبہ کو ادا ہوئی تھی۔ اعلیٰحضرت بندگان عالی مدظلہ العالی رسم میں شریک ہوئے اور ۲ روز تک کوٹھی میں قیام فرمایا۔ اور مراحم خسروی سے نواب مختارالدین خان بہادر کو دست بند سرپیچ اور مالا کے مروارید عطا کیا۔ نواب اقتدارالملک بہادر نے اس موقع پر اپنی پائیگاہ کے تمام ملازمین کو اپنے دونوں فرزندوں کی

Marfat.com

عام تقریب کی طرح جوڑے تقسیم کیے۔ ۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۰۵ھ کو سالگرہ کی تقریب مبارک میں نواب مختار الدین خان بہادر کو اعلیحضرت بندگانعالی نے نامور جنگ اقتدار الدولہ سلطان الملک کے خطابات عطا فرمائے۔

نواب صاحب اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۲۵ رصفر ۱۳۱۳ھ کو صبح کے وقت شملہ روانہ ہوئے۔ اس سفر میں آپ نے بمبئی، علیگڑھ اور دیگر مقامات بھی دیکھے۔ اور ۱۴ ر ربیع الاول کو بلدہ واپس آگئے۔ ۲۰ ر رمضان سنہ مذکور کو آپ بغرض سیاحت یورپ بمبئی سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ امام علی خاں ایڈ بیکانگ اور ڈاکٹر لاڈھر تھے۔ اس سفر سے ۱۹ رجمادی الاول ۱۳۱۴ھ کو واپسی ہوئی۔ ۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۲۰ھ کے غیر معمولی جریدہ کے رو سے ہنگامی طور پر آپ کو پائیگاہ نواب اقبال الدولہ کا انتظام سپرد ہوا۔ آپ نے والد کے انتقال کے بعد ۱۷ ررجب ۱۳۲۱ھ کو ایک لاکھ کے قریب کا علاقہ جس کو امانی صرف خاص کہتے ہیں حسب الحکم حضور میں داخل کیا۔ اعلیحضرت بندگانعالی کی قدیم حویلی میں بلدہ کے ۱۷ ر امراء کا جو خاص دربار جشن چہل سالہ سالگرہ مبارک کے متعلق ۱۷ رشوال ۱۳۲۳ھ کو منعقد ہوا۔ اس میں آپ کا نمبر چھٹا تھا۔ آپ اسراف سے بہت پرہیز کرتے ہیں۔ ۳۰ رمحرم ۱۳۲۵ھ جمعہ کو بتقریب دربار رخصتی صاحب ریذیڈنٹ بہادر مورچھل کی آبائی خدمت سے سرفرازی ہوئی۔ ۲۷ ر جمادی الاول ۱۳۲۵ھ کو دماغی عارضہ میں بمقام سلطان باغ مبتلا ہوئے اور علاج معالجہ ہوتا رہا۔ بغرض علاج و تبدیلی آب و ہوا ۴ ر رمضان ۱۳۲۵ھ کو معہ چند ہمراہیوں کے سیلون جاپان جانے کے لئے بیگم پیٹھ کے اسٹیشن سے مدراس روانہ ہوئے۔ وہاں سے امریکہ ہوتے ہوئے شہر لندن آئے۔"

Marfat.com

اس دوران میں پائیگاہ کا انتظام حسبِ فرمان اعلیٰ حضرت مؤرخہ ۷ر رجب ۱۳۲۵ھ آپ کی والدہ کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ اگرچہ ان کے بعض سوانح نگاروں نے ان کے دماغی عارضہ اور علاج کے سلسلے میں ان کے سفرِ یورپ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن میں اس بیان سے مطمئن نہیں ہوں۔ جہاں تک ان کے ابتدائی حالاتِ زندگی کا تعلق ہے، ان سے تو ان کی اعلیٰ دماغی اور اولوالعزمی کا پتہ چلتا ہے۔ ان کی زندگی کے دورِ اول میں یعنی ۱۳۲۵ھ تک ان کے مشاغل اور درآمد برآمد اور صنعت و حرفت کی ترقی کے سلسلے میں ان کے مشاغل و انہماک پر نظر جاتی ہے، وہ ایک روشن فکر و دماغ، صاحب عزم و ہمت اور انقلابی شخصیت نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے گیارہ بارہ سال کا جو عرصہ یورپ میں بسر کیا، اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے سیر و تفریح میں یا مطالعہ و مشاہدہ میں گزارا اور ۱۳۳۷ھ میں ان کے ورودِ حیدرآباد کے بعد کے حالات کا تعلق ہے تو ان کے مطالعے سے بستانِ آصفیہ، پکچوریل حیدرآباد اور یادگار سلور جوبلی کے مؤلفین کے اس بیان کی کسی طرح توثیق نہیں ہوتی کہ نواب سلطان الملک مریض ذہن و دماغ کے مالک تھے۔ اس کے برعکس جب نواب میر محبوب علی خاں اور نواب سر وقار الامراء کے خاندان کی اندرونی کشمکش پر نظر جاتی ہے تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ نواب سلطان الملک یقیناً کسی سازش کا شکار ہوئے۔ انہیں کوئی دماغی عارضہ نہیں تھا۔ ان کا ۱۳۲۵ھ کا سفرِ یورپ بھی ہرگز اختیاری نہ تھا اور نہ علاج و معالجہ کی ضرورت سے تھا۔ بعد غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یورپ کا یہ سفر درحقیقت ان کی ایک طرح کی جلا وطنی تھی۔ رہ گئے ان کے سوانح نگار تو وہ لائقِ اعتماد نہیں۔ ان کی تصنیفات و تالیفات ریاست حیدرآباد میں اور دورِ آصفی میں شائع ہوئیں۔ قلم و قرطاس کی زندگی بسر کرنے والے عام طور پر اصحابِ عزم و ہمت نہیں ہوتے۔ ان بیچاروں میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ منشاء و مصالح اعلیٰ حضرت

Marfat.com

کو نظر انداز کر کے اور احکام و فرامینِ شاہی سے نظر اٹھا کر واقعات و حادثات کی حقیقت اور ان کے واقعی پس منظر پر بھی ایک نگاہِ غلط انداز ڈال لیتے - اس غور و فکر اور حالات و واقعات کے اس تجزیے کے بعد میں نے نواب سلطان الملک کے خلف الرشید نواب حسن یار جنگ سے درخواست کی کہ وہ مذکورۃ الصدر مولفین کے بیانات اور پیش آمدہ حالات پر روشنی ڈالیں - بلا شبہ جو دور گزر چکا وہ پلٹ کر نہیں آسکتا، جو حادثات پیش آچکے، آج پون صدی کے بعد ان کی تلافی نہیں کی جاسکتی - محض کسی شخصیت پر طنز و تعریض کا کوئی فائدہ نہیں - لیکن تاریخ نویسی کا تقاضا ہے کہ حقائق سے پردے اٹھا دیے جائیں - اور اگر کسی شخص پر ظلم ہوا ہے تو اس کی مظلومیت کا صاف صاف اعتراف کیا جائے - میں یہ جانتا ہوں کہ نواب سلطان الملک کی مظلومیت کا اعتراف خود ان کی ذات یا ان کے خاندان اور اخلاف کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا - لیکن ایک دورِ استبداد میں ان کی سیرت پر جو بدنما داغ لگا یا گیا، اسے ان کے سوانح میں سے ضرور مٹا دینا چاہیئے - چنانچہ نواب حسن یار جنگ نے میرے اس مطالعہ و تجزیہ کی صحت کی تصدیق اور میری اس رائے کی توثیق فرمائی - آں موصوف کا خیال ہے کہ راقم الحروف حقیقت کے قریب پہنچ گیا ہے - لیکن نواب صاحب مشرقی اخلاق کا مجسمہ اور پرانی وضع کے انسان ہیں، اس لئے نہیں چاہتے کہ بات کو بڑھایا جائے اور جو لوگ دنیا سے چلے گئے ان کے لئے رسوائی کا سروسامان فراہم کر دیا جائے جب کہ اب ان حقائق کے اظہار سے انہیں یا ان کے خاندان کو کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچ سکتا -

نواب سلطان الملک کی سیرت، خدمات اور ان کے عزائم کے بارے میں پکٹوریل حیدر آباد • PICTORIAL HYDERABAD • کے مؤلف لکھتے ہیں:

Marfat.com

Nawab Mukhtar-ud-din Khan Bahadur, Namwar Jung, Iktaidar-ud-Daula, Sultan-ul-Mulk, is the eldest son of Nawab Sir Vikar-ul-Umra Bahadur and was born in the year 1292 Hijri. He is a grandson of His Highness Nawab Afzal-ud-Daula Bahadur. His father sent him to England to prosecute his studies and while there he took great delight in studying books on law, politics and engineering. Returning to Hyderabad he turned his activities to business and first began with exchange operations, and later took up contracts for coining money in Hyderabad and importing and re-exporting opium. Being a very shrewd and hard-working man he succeeded in a most remarkable manner in his business attempts and soon became a millionaire on his own account. He used to say that he was unwilling to be dependent on the estates of his forefathers and would by himself build up an estate equal to that of his father's Paigah. His plan was to open a bank in Hyderabad and also start mills and factories. His great projects saw no fruition as he was afflicted by a sudden stroke of insanity.

"نواب مختار الدین خان بہادر نامور جنگ اقتدار الدولہ سلطان الملک ، نواب سر وقار الامراء کے بڑے صاحبزادے اور ہز ہائی نس نواب افضل الدولہ بہادر کے نواسے ہیں ۔ وہ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے ۔ ان کے والد نے انہیں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان روانہ کیا ۔ جہاں وہ قانون ، سیاست اور انجینئرنگ کے مطالعے میں مشغول رہے ۔ حیدر آباد واپس آکر انہوں نے اپنی دلچسپیوں کا مرکز تجارت کو قرار دیا ۔ سب سے پہلے انہوں نے درآمد برآمد کا کام شروع کیا ۔ وہ افیون کی درآمد برآمد کرتے تھے ۔ انہوں نے حیدر آباد کی کرنسی بنانے یا سکہ ڈھالنے کے کام کا ٹھیکہ بھی لیا ۔ وہ ایک اعلیٰ درجہ کے منتظم اور

Marfat.com

بیدار مغز ہونے کی وجہ سے اپنی تجارت اور کاروبار میں بہت کامیاب رہے اور اپنی ذاتی محنت کی بدولت جلد ہی ان کا شمار لکھ پتیوں میں ہونے لگا۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ وہ اپنے بزرگوں کی چھوڑی ہی جاگیروں پر قانع نہیں ہونا چاہتے بلکہ وہ اپنی محنت سے اپنے والد کی چھوڑی ہوئی پائیگاہ کے برابر ایک اور جاگیر بنانا چاہتے ہیں۔ ان کا ارادہ حیدرآباد میں ایک بنک کے قیام اور مختلف ملیں اور فیکٹریاں لگانے کا بھی تھا۔"

اتنا کچھ لکھنے کے بعد "پکچوریل حیدرآباد" کے مؤلف نے وہی بات لکھی ہے، جو دوسروں نے بھی لکھی ہے کہ:

"ان کے یہ عظیم منصوبے ان کی اچانک شدید علالت یا دماغی عارضے کی وجہ سے پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکے!"

لندن میں تقریباً ۲ سال قیام کے بعد ۱۳۳۷ھ میں وہ اپنے وطن مالوف حیدرآباد آگئے تھے۔ اور پائیگاہ کے انتظام کو دوبارہ انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ انہوں نے اپنی پوری توجہ پائیگاہ کی ترقی اور اس کے عوام کی فلاح و بہبود کے کاموں کی طرف مبذول کردی۔ انہوں نے ہر شعبۂ زندگی میں اصلاحات نافذ کیں خصوصاً زراعت، صنعت و حرفت، معدنیات وغیرہ کے شعبوں میں اور تعلیم کی اشاعت میں خاص طور پر حصہ لیا۔ انہوں نے اپنی وسیع و عریض پائیگاہ کے تمام حصوں کا تفصیلی دورہ کیا اور پائیگاہ کی ہمہ جہت ترقی کے امکانات کا جائزہ لیا اور متعدد مفید اقدامات کیے۔ زراعت کی ترقی کے لیے کسانوں کو تقاوی قرضے دیئے اور ان کی حالت کو سدھارنے کی کوشش کیں۔ پوری پائیگاہ میں قدرتی اور بارش کا پانی ذخیرہ کرنے کے لئے تالاب بنوائے، اور کنوئیں کھدوائے۔ آپ کی ان کوششوں سے نہ صرف عوام کی حالت میں انقلاب آیا بلکہ پائیگاہ کی آمدنی میں بھی خاصا اضافہ ہوا۔

Marfat.com

وقارالامرا، پائیگاہ میں خام لوہے، ابرق، سنگِ مرمر وغیرہ دھاتوں کی متعدد کانیں پائی جاتی تھیں۔ سلطان الملک نے ان کو نکلوانے، انہیں ترقی دینے اور ان کی برآمد کے انتظامات کیے۔

خاندان وقارالامرا میں وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے خاندان کی عام روایت سے ہٹ کر تجارت اور صنعت و حرفت میں حصہ لیا۔ ریاست حیدرآباد کے وہ پہلے مسلمان بھی تھے جنہوں نے درآمد برآمد کے کاروبار کی طرف توجہ منعطف کی اور تجارت کے مختلف شعبوں میں ایک غیر مسلم کاروباری طبقے کی اجارہ داری پر کاری ضرب لگائی۔ اپنے اس انقلابی اقدام کی بدولت انہوں نے اس خاص طبقے کو اپنا دشمن بنا لیا۔
نظام نے انہیں ان کی خدمات کے صلے میں نامور جنگ افتدارالدولہ کے خطاب سے سرفراز کیا تھا۔

سلطان الملک نے اپنی مستقل مزاجی اور محنتِ شاقہ کی بدولت اپنے تجارتی منصوبوں میں بہت جلد فقیدالمثال کامیابی حاصل کرلی اور ان کا شمار ریاست کے لکھ پتی تاجروں میں ہونے لگا۔ سلطان الملک نے حیدرآباد میں بنک، مختلف ملیں اور فیکٹریاں قائم کرنے کا عزم بھی کر لیا تھا۔ لیکن انگریزوں اور ہندو مہاجنوں کی ریشہ دوانیوں، رکاوٹوں اور مخالفتوں کی وجہ سے وہ اپنے ان منصوبوں کو کامیاب نہ بنا سکے۔ آخر عمر میں ان کی گرتی ہوئی صحت بھی ان کے مقاصد کی راہ میں حائل ہوگئی تھی۔ مگر ریاست میں وہ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے بنک کی بنیاد ڈالی۔

نواب سلطان الملک کو اپنے والد نواب سروقارالامرا کے برعکس ظاہری شان و شوکت اور نمود و نمائش سے سخت نفرت تھی۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی بڑی سادگی و کفایت شعاری کے ساتھ بسر کی۔ فلک نما کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد نواب سروقارالامرا نے بیگم پیٹھ میں جو عالی شان ایوان تعمیر کروانا شروع کیا تھا اور اپنے

Marfat.com

اعلیٰ ذوق کے مطابق اس کے فرنیچر، کھڑکیوں، دروازوں اور ان کے غلافوں، پردوں اور چھتوں اور فرش وغیرہ کے لئے آرائش و زیبائش کا سازو سامان کا جو آرڈر انہوں نے اٹلی، فرانس، انگلستان وغیرہ کو دیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد نواب سلطان الملک نے اس آرڈر کو منسوخ کرادیا تھا۔ ان کے نزدیک ایسی عمارت کی تعمیر، اس کی زینت و آرائش، اور دیکھ بھال سفید ہاتھی کا پالنا تھا جس کی زندگی میں ضرورت معمولی اور اس کی دیکھ بھال کے اخراجات غیر معمولی تھے۔ چنانچہ یہ عمارت اپنے بانی کے ذوق و انداز کے مطابق تو پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی اور اس طور پر بے مقصد اس کی آرائش و زیبائش پر روپیہ صرف نہیں کیا گیا۔ اس کے باوجود اپنی وسعت اور اندازِ تعمیر کے لحاظ میں ایوانِ بیگم پیٹھ حیدرآباد کی چند اہم اور تاریخی عمارتوں میں سے ہے اور آج تک موجود ہے۔ نواب سلطان الملک نے ایوان بیگم پیٹھ کی تزئین و آرائش پر بے مقصد دولت لٹانے کے بجائے اپنے والد کا چھوڑا ہوا قرض ادا کیا جو مجموعی طور پر تقریباً پچاس لاکھ روپے تھا۔ نواب سلطان الملک کے اس فیصلے اور ان کے عزائم سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خاص ذہن و دماغ کے مالک تھے اور بڑے عزم و ہمت کے شخص تھے۔ انہوں نے اپنی رہائش کیلئے سلطان باغ میں ایک سادہ سا مکان بنوالیا تھا۔ آخر عمر میں انہوں نے مستقلاً اسی میں رہائش اختیار کرلی تھی۔

نواب حسن یار جنگ ان کی خدمات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان کا رجحان شروع ہی سے زرعی اصلاحات اور صنعتی ترقی کی طرف رہا۔ انہوں نے اپنے وسیع پائیگاہی علاقہ کا مسلسل دورہ کیا۔ جنگلات کو کٹوا کر کاشت شروع کروائی اور جہاں ضرورت تھی وہاں تالاب بنوائے۔ ان کی پائیگاہ کے علاقہ جات میں لوہا، ابرق، چونے کے پتھر کی کثرت تھی۔ انہوں نے اس کے نمونے انگلستان بھیج کر ان کے بارے میں سائنسی معلومات حاصل کیں اور ان سے

Marfat.com

ملک کو فائدہ پہنچانے کے لیے متعدد انڈسٹریل اسکیمیں بنائیں اور ماہرینِ فن سے مشورے حاصل کیے۔ لیکن بدقسمتی سے ان کی وطن سے طویل غیر حاضری کی وجہ سے ان کی یہ اسکیمیں بارآور نہ ہوسکیں۔

امرائے دکن میں یہ پہلے امیر تھے جنہوں نے صنعت کے علاوہ تجارت کی طرف بھی پوری توجہ دی۔ پھر وہ مختلف قسم کی تجارتوں ہی میں نہیں، پائیگاہی علاقہ کے انتظامات میں بھی منہمک رہتے تھے۔ اور اس سے انہوں نے کافی دولت حاصل کی۔ انہوں نے نہ صرف اپنے والد کا تقریباً نصف کروڑ روپیہ کا قرضہ ادا کیا بلکہ ان کی تجارت سے ان کی جمع کردہ دولت زبان زد خاص وعام ہوگئی تھی۔ میر محبوب علی خاں اور ان کے صاحبزادے نواب میر عثمان علیخاں میں جو تفاوت ہم دیکھتے ہیں، وہی تفاوت نواب سروقار الامراء اور ان کے فرزند سلطان الملک مرحوم میں پایا جاتا تھا۔

علم وادب کی طرف بھی نواب سلطان الملک کا کافی رجحان تھا۔ انہوں نے بھی متعدد کتابوں کے اور خصوصاً قانون اور انجینیرنگ کی کتابوں کے ترجمے کروائے۔ وہ خود بھی ایک اچھے قانون دان اور اچھے انجینیر تھے۔ سب سے پہلے مشین کے ذریعے انہوں نے اپنے بنگلے میں برقی روشنی لگائی جس کی خود دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ ریاست میں ٹیکنیکل تعلیم کو پھیلانے کی طرف انہوں نے بڑے پیمانے پر توجہ دی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ذاتی خرچ سے متعدد طلبہ کو ٹیکنیکل تعلیم کے لئے انگلستان بھجوایا۔ ڈاکٹر اشرف کو جو بعد میں ریاست کے ملٹری ڈاکٹر بنے اور شیام لال کو نواب سلطان الملک نے انگلستان بھیج کر ڈاکٹری کی تعلیم دلوائی تھی۔ ان کے علاوہ بھی انہوں نے متعدد طلبہ کو اپنے خرچ پر انگلستان بھیج کر کسی کو ڈاکٹری، کسی کو بیرسٹری اور کسی کو

Marfat.com

انجینئرنگ کی تعلیم دلوائی ۔"

صمصام شیرازی نے آپ کی شخصیت پر بایں الفاظ نہایت عمدہ تبصرہ کیا ہے :

" اردو فارسی اور انگریزی ادبیات کے آپ بے پناہ مالک ہیں۔ بلاشبہ آپ کا شمار ان اہلِ کمال میں ہوتا ہے جن کا ازلی حصہ فوق الفطرت امتیاز ہے ؎

در پشت صدف گوہر شہوار یتیم است

کسی فرزند وطن کا نشو کمال زیادہ تر وطن کے ماحول میں اس کے عزائم کی آزاد عملی پر منحصر ہوتا ہے ۔ آپ کو یہ امکان بخوبی حاصل تھا ۔ امیری اور امیرانہ حکومت موروثی چیز تھی ۔ مگر آپ کے خداداد عزائم اس پر تکیہ نہ کیے رہے ۔ جب اسٹیٹ پائیگاہ جس انتظامی و مالی پستی کے ساتھ ہاتھ آیا اس کی مثال کمانِ بے تیر سے کم نہ تھی ۔ یہ آپ ہی کا حوصلہ تھا جو اس میدانِ زیر و زبر پر قابو پالیا ۔ جس حکمتِ عملی پر آپ کے انتظام کی بنا تھی وہ کم خرچ بالانشین اور رمرنج و مرنجان کا حکم رکھتی ہے ۔ تدبیر اسی کو کہتے ہیں ۔ یہ واقعہ ہے کہ عقل و تدبیر کے استعمال اور صحیح استعمال پر کسی کا حق نہیں ۔ اس کے لیے تو ایسے افرادِ انسانی منتخب ہوتے ہیں جنہیں فطرتِ صادقہ خال خال نصیب ہوتی ہے ۔ غرض اس حوصلہ آزما انتظام اسٹیٹ کے ساتھ ساتھ ایک علیحٰدہ ادارہ کے تحت آپ نے تجارت پر بھی کافی توجہ صرف کی ۔ ان ہر دو کاروبار کے لیے آپ کے اوقات کی تقسیم ایک صحیح نصب العین کا درجہ رکھتی تھی جس کو قائم بحالت رکھنا بھی آپ ہی کے بس کی بات تھی ۔ عام حالات اور واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ پایندہ میراث اور بانی میراث ہو کر پیدا ہوئے ہیں ۔ آپ کا قول ہے ، " بہتر تو یہ ہے کہ میں اپنی ذات سے باپ دادا کی پائیگاہ

Marfat.com

کے برابر پیدا کر سکوں ؟" جہاں یک دل و دماغ موروثی اسٹیٹ پائیگاہ کو اپنی اعلیٰ تدبیر و خوش انتظامی سے حاصل خیز بنا دیا۔ افسوس کہ متعدد اہم معاملات میں قایدانہ دماغی مصروفیت کے باعث آپ کا مزاج خراب ہو گیا جس سے آپ کی والدہ محترمہ کی مامتا بےچین ہو گئی اور آپ طبی مشورے کی بنا پر ڈاکٹر لارڈر کی نگرانی میں یورپ راہی ہو گئے۔ دیگر ممالکِ یورپ کی سیاحت کے بعد بارہ سال تک انگلستان میں رہے۔ بالآخر حسبِ فرمان جہاں پناہی ۱۳۳۷ھ میں وارد حیدرآباد ہوئے اور حیدرآباد سے چند میل کے فاصلے پر ایراگڈھ مقام میں جہاں آپ ہی کے نام سے سلطان باغ واقع ہے، ایک پرفضا بنگلہ میں بہ حیثیت امیر پائیگاہ فروکش ہیں۔ بمراحم الطافِ خسروانہ آپ کے لیے شایانِ شان انتظام رکھا گیا ہے۔"

آپ کے دیگر خصائص سیرت کے بارے میں مؤلف موصوف لکھتے ہیں:

"عصری تمدن سے آپ بالکل باخبر اور سب سے پہلے روشناس ہوتے ہیں۔ حیدرآباد میں ریڈیو کا پہلا استعمال آپ ہی نے کیا۔ اخبارات آپ کے ہمہ وقتی رفیق ہیں۔ ریس (گھوڑ دوڑ) وغیرہ مشاغل میں بھی آپ حصہ لیتے رہتے ہیں۔ ہر فن کی نکات پر آپ کم و بیش حاوی ہیں۔ سون برج کا آپ نے کس انجینئر کی ہمراہی میں معائنہ فرمایا ہے اور اس سے پہلے اپنے علاقہ کا دورہ بھی فرمایا ہے۔ آپ کے طبعی جوہر اور سنجیدہ عظمت خیالی کا ہر ایک قائل و شیدا ہے۔ آپ کو انجینئرنگ و ڈاکٹری وغیرہ میں خاصا دخل ہے۔ خدا رکھے آپ کی ذات پر حضرت بندگانِ عالی کے شاہانہ و مربیانہ الطاف و عنایات علی الخصوص مبذول ہیں۔ اور بڑی خوش قسمتی آپ کی یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادوں و نیز آپ کے پوتروں پر اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی کی خاص شفقت اور توجہ ہے۔"

Marfat.com

شاہی خون سے شرف و تعلق کی تصدیق آپ کی وجاہت سے عیاں و بیاں ہے۔
آپ کے چہرے پر جلالت اور وضع امیرانہ پر سطوت کھیلتی رہتی ہے۔"

آپ کو اپنا روزنامچہ اپنے ہاتھ سے لکھنے کا شوق تھا۔ چنانچہ اپنی کارآموزی کے زمانے سے وہ اپنا روزنامچہ اپنے ہاتھ سے لکھتے رہے۔ وہ بہت خوشخط تھے۔ نواب حسن یار جنگ کے پاس نواب سلطان الملک کے قلمی روزنامچے دس پندرہ سال کی مدت کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔

نواب سلطان الملک، نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس کے انتہائی معتمد اور جاں نثاروں اور وفاداروں میں ایک نمایاں شخصیت تھے۔ وہ آخر عمر تک خاندان پائیگاہ اور جاگیر کے سربراہ اور امیر رہے۔ سقوطِ حیدرآباد کے سانحے نے ان کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا۔ بالآخر مارچ ۱۹۴۹ء میں ان کے جسم اور جان کا ظاہری رشتہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

نواب سلطان الملک کے آٹھ فرزند تھے جو سب کے سب اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ اور ایک صاحبزادے کے سوا جو خورد سالی میں انتقال کر گئے تھے، شاہی خاندان میں بیاہے گئے تھے۔ ان تمام صاحبزادگان کے نام یہ ہیں:

(۱) نواب محمد ابوالفتح خاں
(۲) نواب محمد مظفر الدین خاں
(۳) نواب محمد فرید الدین خاں
(۴) نواب محمد نذیر الدین خاں
(۵) نواب محمد ابوالخیر خاں
(۶) نواب محمد حسن الدین خاں
(۷) نواب محمد بہرام الدین خاں
اور (۸) نواب محمد وحید الدین خاں

نواب محمد بہرام الدین خاں جو خورد سالی میں انتقال کر گئے، تمام صاحبزادگان کے مختصر حالات آئندہ صفحات میں درج کئے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

نواب ابوالفتح خاں بہادر

Marfat.com

# نواب محمد ابوالفتح خاں

ابوالفتح خاں نواب سلطان الملک کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۱۳ر ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اس کے بعد انہیں نظام کالجیٹ اسکول میں داخل کر دیا۔ یہیں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ حضرت نظام کے ایک فرمان کے مطابق انہوں نے ایک مدت تک وزارتِ فینانس میں، اس کے بعد سر ریناللڈ گلانسی کے ماتحت ان کے ایک معاون کی حیثیت سے کام کیا۔ انہوں نے اپنے کارِ مفوضہ کو نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا تھا۔ جس کا اعتراف وزیرِ موصوف نے ایک سند میں کیا۔ لیکن انہوں نے بعد میں یہ سلسلہ ترک کر دیا اور اپنے ذاتی مسائل اور جاگیر کے کاموں میں خاص توجہ فرمائی۔ مؤلف یادگار سلور جوبلی ان کے خصائص و محاسن کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"آپ ایک صائب الرائے، وسیع النظر اور عملاً ایک پختہ کار مسلمان امیر ہیں۔ پابندِ صوم و صلوٰۃ ہیں۔ سنجیدگی اور پابندیٔ وضع میں امیری کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ طبیعت میں عروج اور عمل میں صلاحیت نمایاں خصوصیت پائی جاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ سوسائٹی میں آپ کی خاص عزت ہے۔"

---

Marfat.com

# نواب محمد مظفر الدین خاں مظفر نواز جنگ

نواب سلطان الملک کے دوسرے بیٹے نواب محمد مظفر الدین خاں تھے۔ وہ ۲۲ رمضان ۱۳۱۰ھ کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے اردو اور فارسی و عربی کی تعلیم گھر پر قابل اساتذہ سے حاصل کی تھی۔ اس کے بعد اپنے بڑے بھائی کے ساتھ نظام کالجیٹ اسکول میں تحصیلِ علمی میں مشغول رہے۔

۱۳۳۳ھ میں نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس کی بڑی صاحبزادی شہزادی آصف النساء کے ساتھ ان کی شادی ہو گئی۔ ۱۳۲۵ھ میں حضرت نظام آصف جاہ سادس نے انہیں مظفر نواز جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا۔

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادی اور دو فرزند ہیں۔

Marfat.com

نواب محمد مظفر الدین خان
—— مظفر نواز جنگ بہادر

Marfat.com

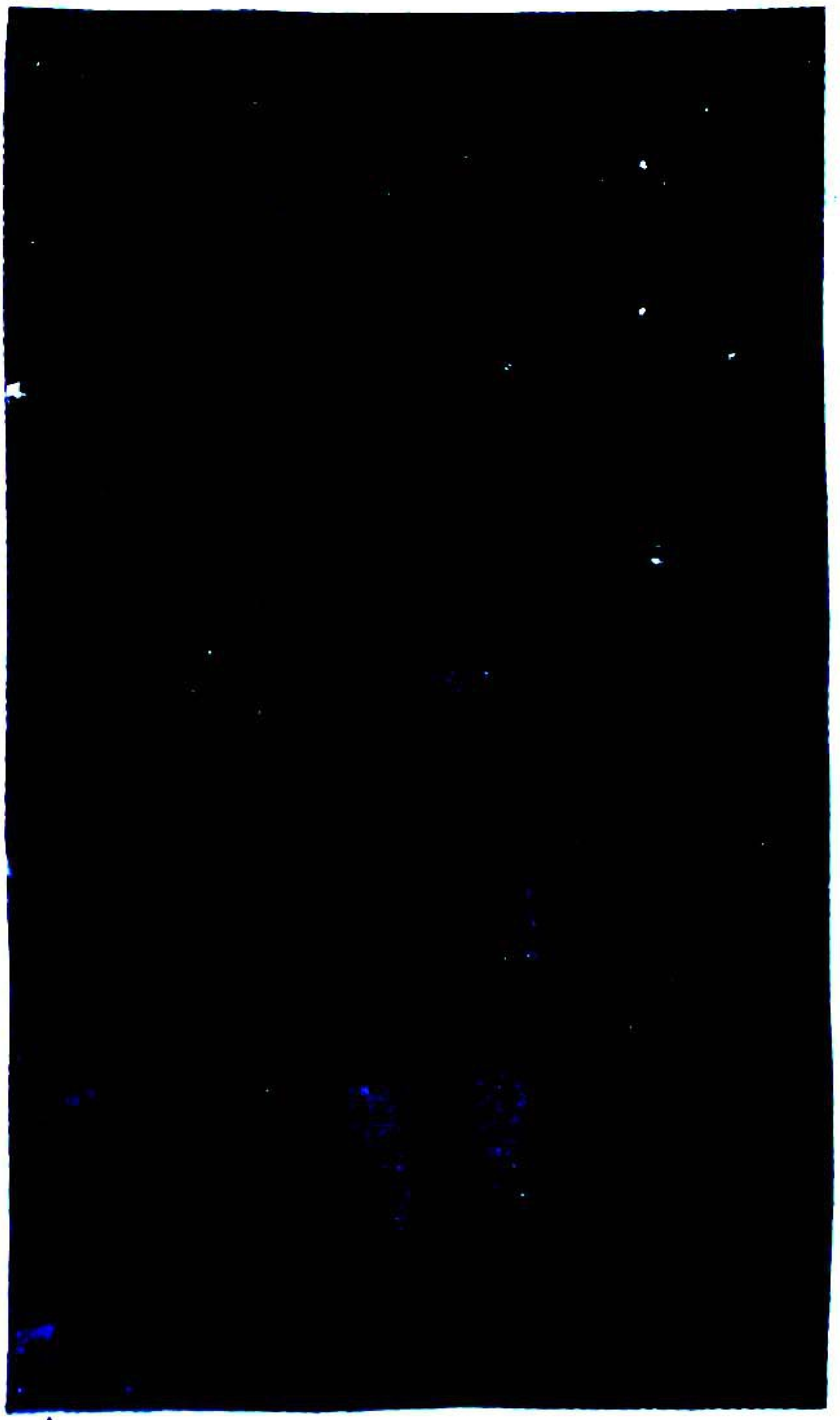

نواب محمد فریدالدین خاں
—— فرید نواز جنگ بہادر

Marfat.com

# نواب محمد فرید الدین خاں ۔ فرید نواز جنگ

نواب سلطان الملک کے تیسرے فرزند نواب محمد فرید الدین خاں تھے ۔ یہ ۲ر رجب ۱۳۱۲ھ کو پیدا ہوئے ۔ ابتداءً گھر پر تحصیل علمی میں مشغول رہے ۔ پھر انہیں پائیگاہ بورڈنگ میں داخل کر دیا گیا اور نظام کالجیٹ اسکول میں تعلیم پائی ۔ قانون بھی پڑھا تھا اور امتحان میں کامیابی حاصل کی تھی ۔

نواب محمد فرید الدین خاں کی شادی نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ کی دوسری صاحبزادی شہزادی غوث النساء بیگم کے ساتھ ۱۳۳۴ھ میں ہوئی تھی ۔ اگلے سال ۱۳۳۵ھ میں انہیں فرید نواز جنگ کا خطاب مرحمت ہوا ۔ فوجداری بلدہ کے وہ اعزازی ناظم بھی بنائے گئے تھے ۔

نواب صاحب موصوف نے یورپ کی سیاحت بھی کی تھی اور پھر اپنی جدہ ماجدہ لیڈی سروقار الامراء کے ہمراہ ۱۳۳۵ھ میں سفر حج کی سعادت بھی حاصل کی تھی ۔

نواب صاحب موصوف ایک علمی شخصیت تھے ۔ اردو ، فارسی اور انگریزی زبانوں میں اچھی قابلیت تھی ۔ ان کے علمی ذوق کی یادگار ان کی متعدد تصانیف ہیں ۔ مختصر تاریخ حیدرآباد • SHORT HISTORY OF HYDERABAD کا انہوں نے انگریزی سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا ۔ ایک کتاب انہوں نے "حیرت انگیز کائنات" کے نام سے علم ہیئت و نجوم میں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر کے مرتب کی ۔ انکی ایک کتاب "اسباب ترقی" کے نام سے بھی یادگار ہے ۔

مؤلف یادگار سفر حج بلی نے آپ کی سیرت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے :

"آپ کا زیادہ تر مشغلہ مطالعۂ کتب ہے . . . طبعاً خوددار اور غیور رہیں طبعی جوہر اعلیٰ ذمہ داری کے لائق پائے جاتے ہیں ۔ سوسائٹی اور سرکاری حلقوں میں آپ کی خاص عزت ہے ۔"

مؤلف مذکورۃ الصدر نے آپ کی اولاد میں تین صاحبزادیوں کا ذکر کیا ہے ۔

Marfat.com

# نواب محمد نذیر الدین خاں - نذیر نواز جنگ

نواب سلطان الملک کے چوتھے صاحبزادے نواب محمد نذیر الدین خاں تھے - آپ ۴ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ کو پیدا ہوئے - ان کی تعلیم بھی ابتداءً گھر پر ہوئی - پھر پائیگاہ بورڈنگ میں داخل ہوئے اور نظام کالجیٹ اسکول میں تعلیم پائی - قانون کا امتحان بھی پاس کیا تھا - اعلیٰ قابلیت کے مالک اور اردو، فارسی، عربی اور انگریزی سے خوب واقف تھے -

آپ کی شادی بھی نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس کی صاحبزادی سے ۱۳۳۲ھ میں ہوئی تھی - جو حضرت آصف جاہ سادس کی تیسری صاحبزادی اور شہزادی داؤد النساء بیگم کے اسم سے موسوم تھیں ۱۳۳۵ھ میں آپ کو نذیر نواز جنگ کے خطاب سے مخاطب کیا گیا -

نواب محمد نذیر الدین خاں کو سیاحت کا بہت شوق تھا - انہوں نے برصغیر کے تقریباً تمام تاریخی مقامات اور شہر دیکھے تھے - اس کے علاوہ ۱۹۱۴ء میں آپ نے یورپ کی سیاحت بھی کی تھی - لندن (انگلستان)، پیرس (فرانس)، برلن (جرمنی)، ویانا (آسٹریا)، بوڈاپسٹ (ہنگری)، قسطنطنیہ (ترکی)، وغیرہ کی سیاحت کے بعد واپسی کے سفر میں آپ حجاز تشریف لے گئے اور فریضۂ حج ادا کیا اور مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ان کے قرب و جوار کے متبرک مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے - شام و عراق وغیرہ کے تاریخی مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے وطن لوٹے - سفرِ حج کی سعادت سے ایک اور مرتبہ بھی آپ مشرف ہوئے تھے - آپ نے اپنی سیاحت کی پوری روداد بھی ایک سفرنامے میں بیان

Marfat.com

نواب محمد نذیر الدین خان
—— نذیر نواز جنگ بہادر

Marfat.com

ر. ن ہے۔ مؤلف یادگار سلور جوبلی نے اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے :

"آپ نے ایک سفر نامہ لکھا ہے ، معلومات و مشاہدات پر جس جولانی سے خامہ فرسائی کی ہے ، قابلِ قدر و لائق دید ہے !"

مؤلف مذکور الصدر نے آپ کی شخصیت ، خصائص سیرت اور اذواق و اشواق پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے :

"آپ کے علمی اور تاریخی معلومات اور اس خصوص میں مباحثہ آپ کی اعلیٰ قابلیت کا ثبوت ہے ۔ وسیع المطالعہ ہیں ، انشاء میں دسترس رکھتے ہیں ، مسائل پر رائے زنی اور رائے میں حسن و معنی خدا داد جوہر ہے ۔ امیرانہ شان اور وجاہت میں اپنے جدّ نامدار کے متبع ہیں ۔ امیری اور انسانیت ، سیر چشمی و سخاوت ، اعلیٰ اخلاق ، خاموش احسان یہ سب پیدائشی محاسن ہیں ۔ قوتِ فیصلہ اور بلند نظری اس قابل ہے کہ اعلیٰ ذمہ داری آپ کے لئے ارزاں ہو جائے ۔ تلاوتِ قرآن ، صوم و صلوٰۃ آپ کا روزمرہ ہے ۔ فقراء اور صالحین سے ربط ضبط رکھتے ہیں ۔"

آپ نے اپنی ڈیوڑھی کے سامنے ایک نہایت خوبصورت مسجد اور ایک مدرسہ تعمیر کروایا ہے جس کی نگرانی آپ خود فرماتے ہیں ۔ آپ بہت فیاض طبع واقع ہوئے ہیں اور حاجت مندوں کی امداد دل کھول کر کرتے ہیں ۔

آپ کی اولاد میں دو صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے ہیں ۔ صاحبزادوں کے اسم گرامی یہ ہیں ۔

۱ ۔ نواب محمد رشید الدین خاں

۲ ۔ نواب محمد حبیب الدین خاں

۳ ۔ نواب محمد فضل الدین خاں المخاطب بہ فضل یار جنگ بہادر ۔

Marfat.com

۱۱۔ نواب محمد مجیب الدین خاں المخاطب بہ مجیب یار جنگ بہادر۔

یادگار سلور جوبلی کے مؤلف کے بقول:

"آپ کے ہر چہار صاحبزادگان پسندیدہ اوصاف اور وجیہ الشمائل ہیں۔ ان کے ناصیہ سے آثار بزرگی و اقبال ظاہر ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اعلیٰ حضرت ۔ ۔ ۔ ۔ صاحبزادوں اور صاحبزادیوں پر خاص شفقتِ شاہانہ سے عزت افزائی فرماتے رہتے ہیں۔"

نواب نذیر جنگ بہادر کی ایک اور خصوصیت قابلِ ذکر ہے آپ بڑی دور رس منصوبہ بندیاں فرمایا کرتے تھے جن میں سے کچھ منصوبہ بندیاں ناکام بھی ہو گئیں۔

## نواب محمد رشید الدین خاں:

نواب نذیر یار جنگ کے بڑے صاحبزادے نواب محمد رشید الدین خاں ہیں۔ جو رشید نواز جنگ کے خطاب سے مخاطب ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے انہیں بمراحم و الطافِ شاہانہ ان کی آبائی مورچھل کی خدمت عطا فرمائی تھی۔ سینیئر کیمبرج پاس کر کے عثمانیہ یونیورسٹی سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی تھی۔ صاحبِ اولاد ہیں اور بقول مؤلف یادگار سلور جوبلی:

"آپ مدبر، روشن خیال اور ہر دلعزیز ابن امیر ہیں۔ اعلیٰ طبقوں میں آپکی عزت و مدارات کا درجہ نہایت ممتاز ہے۔"

Marfat.com

# نواب محمد ابوالخیر خاں خیر نواز جنگ

نواب سلطان الملک کے پانچویں صاحبزادے نواب محمد ابوالخیر خاں تھے۔ جو ۱۵ صفر ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء) کو پیدا ہوئے۔ اپنی جدہ لیڈی سرو قار الامراء کی نگرانی میں پرورش پائی اور ابتدائی تعلیم کا سروسامان بہم پہنچا۔ ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء) میں پائیگاہ بورڈنگ میں داخل کیے گئے۔ جہاں آپ کی تعلیم و تربیت کے لئے یورپین اسٹاف مقرر تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ۱۹۱۹ء میں آپ کو ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ نے تقریباً ڈیڑھ سال قیام کیا۔ پھر آپ حیدرآباد آگئے۔ اور نظام کالج میں داخلہ لیا۔

۱۳۳۶ھ میں آپ کو خیر نواز جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ آپ کی شادی آپ کی پھوپھی لیاقت النساء بیگم کی بڑی صاحبزادی سعادت النساء بیگم، جو نواب سروقار الامراء کی نواسی تھیں، سے ہوئی تھی۔ آپ کا مختصر تذکرہ تو کٹوریل حیدرآباد کے مؤلف نے بھی کیا ہے۔ اس سے تو صرف اتنا ہی پتا چلتا ہے کہ "آپ ایک بہترین شہسوار اور اعلیٰ درجے کے کھلاڑی ہیں" لیکن مؤلف یادگار سلور جوبلی کے بیان سے آپ کی شخصیت اور سیرت پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آپ کے خصائل و شمائل میں امیرانہ دبدبہ سے زیادہ اسلامیت کا دبدبہ ہے۔ حالانکہ انگریزی معاشرت میں آپ کی صبح و شام ہوتی ہے۔ اور آپ انگریزی لٹریچر کے بہترین ادیب ہیں۔ اس عالم جوانی میں صالحانہ اوقات بسری کی نسبت توفیقِ ایزدی اور سعادت ازلی کے سوا اور کیا

Marfat.com

نواب محمد ابوالخیر خاں
— خیر نواز جنگ بہادر

Marfat.com

کہا جا سکتا ہے؛ اخلاق و قول و عمل میں اپنے نام "خیر" کی خاصی معنی آفرینی کی ہے۔ آپ کے اسباب زندگی میں جو شائستہ نظم و سلیقہ نظر آتا ہے اس سے آپ سلیم الفطرت اور مہذب انسان ثابت ہوتے ہیں۔ کم گو مگر پرگو ہیں۔ متانت، حلم، درگزر، اصابت رائے کے جوہر عطیۂ قدرت ہیں۔ سخاوت و دستگیری کے موقع و محل کو خوب سمجھتے اور سبقت لے جانے میں ایک ہیں۔ آپ کی طبیعت میں صنز نہیں ہے جس طرح آپ کا ظاہر جاذب نظر اور پاکیزہ ہے اس سے باطن کا پتا چلتا ہے۔ خیر و حسنات اور حق شناسی کی توفیق کے لیے خوش نصیب ہیں۔ آپ کا دماغ اور جوہر طبیعت بلندی کا مقتدی پایا جاتا ہے۔ اخبار اور کتب ہم جلیس ہیں۔ اپنا کام آپ کرنا آپ کا شعار رہا ہے یہ فراموش کردہ خوبی انسانی زندگی کی تعمیر میں جو درجہ رکھتی ہے، ظاہر ہے۔ اسلامی ضروریات میں کوشش اور عمل کے لئے آپ توسل بنے ہوئے ہیں۔ خدا ترسی آپ کی صداقتِ ایمانی کی گواہ ہے۔ راستی، ایفائے عہد، صداقتِ عمل کے حامل ہیں۔ آپ کا حلقہ ملاقات وقیع و وسیع ہے۔ بفضلِ خدا حج بیت اللہ و زیارتِ مدینہ منورہ سے مع متعلقین مشرف ہو چکے ہیں۔ ایوان بیگم پیٹھ کے ایک حصہ میں مقیم ہیں۔ نظام دکن نے آپ کو خاص موقعوں پر مورچھل پکڑنے کی اعلیٰ خدمت سے بھی نوازا تھا۔

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادے ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ نواب محمد اقتدار الدین خاں۔

۲۔ نواب محمد حمید الدین خاں۔

۳۔ نواب محمد رفیع الدین خاں۔ اور

۴۔ نواب محمد علی خاں۔

آصف الملک ۲۰ رجمادی الاخری ۱۳۵۶ھ کو پیدا ہوئے۔ نواب محمود جنگ بہادر کے خطاب سے مخاطب ہیں۔

Marfat.com

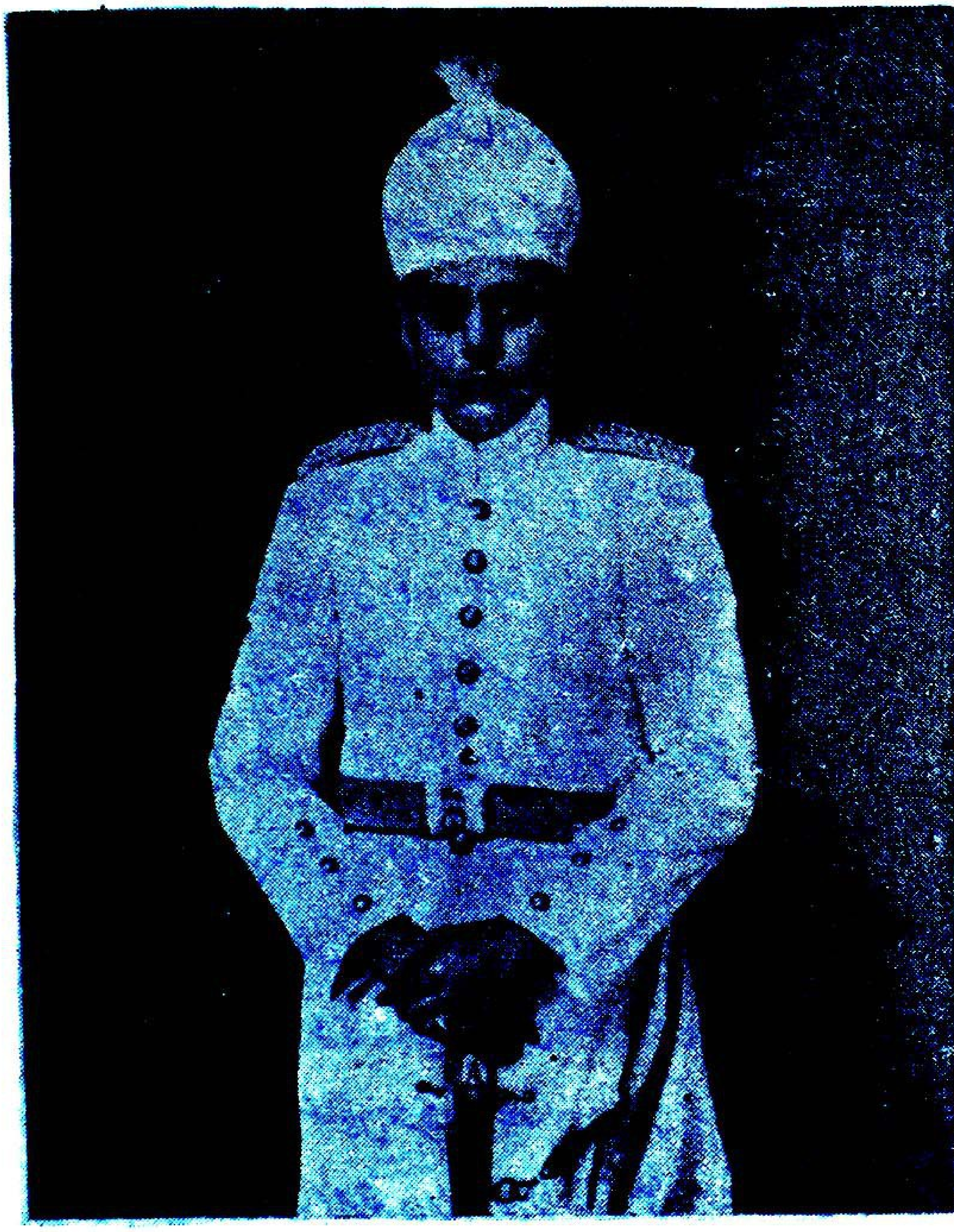

نواب محمد حسن الدین خان
—— حسن یار جنگ بہادر

Marfat.com

# نواب حسن یار جنگ

دکن میں اسلامی تہذیب، مشرقی تدبر اور علم و بصیرت کے جو نادر نمونے ریاست حیدر آباد کے دورِ آخر میں جمع تھے، ان میں ایک نادرِ روزگار شخصیت نواب حسن یار جنگ بہادر کی ہے۔ ان کا نام محمد حسن الدین خاں اور خطاب حسن یار جنگ ہے پشتینی رئیس ہیں۔ ان کی شخصیت اخلاق و تہذیب کے ایسے سانچے میں ڈھلی ہے کہ اگر کوئی ان کا حسب و نسب پوچھے تو بتا دیجئے کہ وہ کریم ابن کریم ہیں۔ اور اگر کسی کو خاندان کی ایک خوبی پر یہ ناز ہے کہ

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری

تو نواب صاحب شرافت میں، نجابت میں، اخلاق و تہذیب میں، خدمتِ قوم و وطن میں، دردِ دل کے لحاظ سے، ذوقِ علمی، احترامِ روایاتِ مذہبی اور حمیتِ دینی کے لحاظ سے، جود و کرم میں، ایثار و سخاوت میں اپنے خاندان کی ہزار سالہ روایات کے امین ہیں۔

نواب صاحب کی شخصیت کی تعمیر میں ہماری قدیم جاگیردارانہ روایات کی ہر خوبی نے حصہ لیا ہے۔ اور ان خوبیوں کو ان کی زندگی کے ہر پہلو اور شخصیت کے ہر رخ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کے کلام کے وقار، لہجے کے رعب، آواز کی کھنک، مزاج کی تمکنت، معمولات کی استواری، زندگی کے رکھ رکھاؤ، ذوق کے تنوع، دل کی دردمندی اور طبیعت کے سوز و گداز نے ان کی شخصیت کو نہ صرف پُر وقار بلکہ دلکش اور قابلِ احترام بنا دیا ہے۔

Marfat.com

نواب محمد ضیاء الدین خان
المخاطب بہ ولی جنگ بہادر فرزند نواب حسن یار جنگ
از بطن بشارت النساء بیگم صاحبہ دختر ولی الدولہ بہادر

Marfat.com

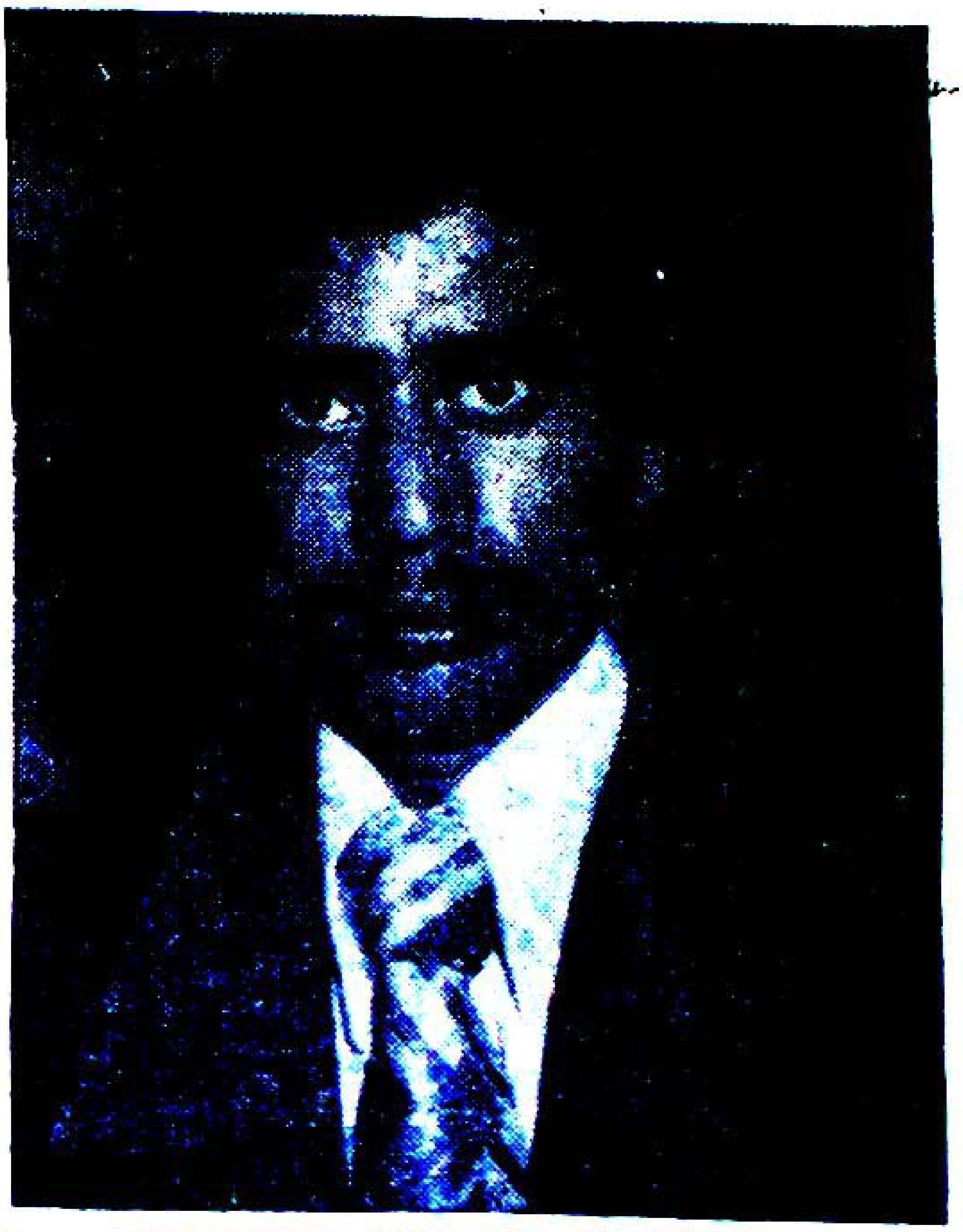

نواب محمد علی الدین خان عرف اکبر پاشا
فرزند نواب حسن یار جنگ از بطن معین النساء بیگم

نواب محمد احمد الدین خان عرف افسر پاشا
فرزند نواب حسن یار جنگ از بطن معین النساء بیگم

Marfat.com

**پیدائش و تعلیم** | نواب حسن یار جنگ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۰۳ء کو حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ نواب محمد مختار الدین خاں نامور جنگ اقتدار الدولہ سلطان الملک بہادر کے صاحبزادے اور نواب محمد فضل الدین خاں اقبال الدولہ سر وقار الامراء کے پوتے ہیں۔ آپ نے اردو، فارسی اور انگریزی کی ابتدائی تعلیم اپنی جدۂ ماجدہ لیڈی سر وقار الامراء کی نگرانی میں قابل اساتذہ سے حاصل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ کو پائیگاہ بورڈنگ میں داخل کر کے مدرسۂ عالیہ میں حصولِ تعلیم کے لئے شریک کیا گیا ہے۔

**علی گڑھ روانگی** | اس کے ایک سال بعد آپ کو ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخل کرا دیا گیا۔ اس وقت تک کالج کو یونیورسٹی کا درجہ نہیں ملا تھا۔ علی گڑھ میں نواب صاحب کو نہایت لائق اساتذہ سے استفادے کا موقع ملا۔ ان لائق اساتذہ میں مشہور عالم اور مؤرخ علامہ اسلم جیراج پوری بھی تھے۔ نواب صاحب کی ایک یادداشت سے پتا چلتا ہے کہ غلام محمد مرحوم جو پورے ہندوستان میں فنانس کے ماہر سمجھے جاتے تھے اور بعد میں پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، آپ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ اور خانگی استاد (پرائیویٹ ٹیوٹر) کی حیثیت سے علامہ اسلم جیراج پوری کا تقرر عمل میں آیا۔ اقبال اور بزم اقبال حیدر آباد دکن کے دیباچے میں نواب صاحب فرماتے ہیں:

> ۱۹۱۸ء میں جب میں بغرضِ تعلیم ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ گیا (اس وقت کالج کو یونیورسٹی کا درجہ نہیں ملا تھا) تو خوش قسمتی سے کالج میں تاریخِ اسلام کے ممتاز پروفیسر مولانا اسلم جیراج پوری میرے خانگی استاد مقرر ہوئے۔

لیکن علی گڑھ میں ابھی آپ کا ایک سال ہی گزرا تھا کہ تحریکِ خلافت شروع ہو گئی۔ اور پھر جلد ہی ترکِ موالات کی ہوائیں چلنے لگیں۔ ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ چونکہ اس تحریک کا خاص نشانہ تھا اور طلبہ کی تعلیم کا سارا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ کے بزرگوں نے آپ کو واپس حیدر آباد بلا لیا اور بورڈنگ (دار الاقامہ) میں داخل کر دیا۔ اور

Marfat.com

مدرسہ عالیہ میں دوبارہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور پھر یہیں سے ۱۹۲۲ء میں آپ نے ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا۔

**دوبارہ علی گڑھ** اس کے بعد آپ کو عثمانیہ یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخل کرادیا گیا۔ لیکن خرابیٔ صحت کی وجہ سے آپ یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکے اور سلسلۂ تعلیم منقطع کرکے آپ کو تبدیلیٔ آب و ہوا کے لئے کسی پہاڑی مقام پر جانا پڑا۔ اس کے بعد دوبارہ علی گڑھ تشریف لے گئے۔ اور مسلم یونیورسٹی سے ۱۹۲۷ء میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ انٹرمیڈیٹ کی کامیابی کے بعد آپ حیدرآباد تشریف لے گئے۔ اور اگرچہ اب دوبارہ یونیورسٹی میں داخلہ نہیں لیا لیکن پرائیویٹ طور پر تحصیلِ علمی کا سلسلہ برابر جاری رہا اور آپ روزافزوں علمی ترقی فرماتے رہے۔ اس زمانے میں مضمون نویسی کی طرف طبیعت کا میلان ہوا اور آپ اخبارات اور رسائل کے لئے مضامین تحریر فرمانے لگے۔ وقت کے اخبارات اور رسائل میں آپ کے متعدد علمی، ادبی، تاریخی، سوانحی مضامین شائع ہوئے اور پسند کئے گئے۔

**انگلستان روانگی** ۱۹۳۱ء میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے آپ کو انگلستان روانہ کیا گیا۔ یہاں آپ نے لیڈز یونیورسٹی میں بی۔ اے میں داخلہ لیا۔ لیکن دوسرے سال آپ نے اپنا مضمون تبدیل کردیا اور بی کام کا مضمون اختیار فرمایا۔ اس کے ساتھ سوشل ایڈمنسٹریشن اور قانون کی تعلیم کی تحصیل کا سلسلہ شروع کیا اور چند سال کے اندر آپ نے بی۔ کام اور سوشل ایڈمنسٹریشن کی تعلیم مکمل کرلی اور قانون کا باقاعدہ وسیع مطالعہ بھی کیا۔ اس کے علاوہ رائل اکنامک سوسائٹی لندن سے فیلوشپ حاصل کی۔

**انگلستان میں دیگر مصروفیات** نواب صاحب نے تعلیم کے ساتھ یونیورسٹی کی دیگر تعلیمی و تفریحی دلچسپیوں اور سوسائٹیوں میں بھی حصہ لیا۔ آپ کے ان مشاغل کے بارے میں صمصام شیرازی مرتب میادگار سلور جوبلی۔ نے خاصی روشنی ڈالی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب یونیورسٹی کی سبجیکٹ سوسائٹیز میں خاص دلچسپی لیتے تھے۔ آپ کئی سال تک انڈین ایسوسی ایشن کے صدر

Marfat.com

رہے اور اس میں کئی مفید اصلاحات کیں۔ نواب صاحب کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس ایسوسی ایشن کے سیکرٹری بھی تھے۔

آپ نے ایک اسٹوڈنٹس اسلامک سوسائٹی بھی وہاں قائم کی جس کے مقاصد میں اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق طلبہ کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام، مختلف اسلامی موضوعات کے مطالعہ میں طلبہ کی راہنمائی اور اسلامی موضوعات و عنوانات پر ان کی تقریر و تحریر کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور ان کی تربیت کی کوششیں شامل تھیں۔ اس انجمن کے زیر اہتمام ہر ہفتہ مختلف موضوعات پر جلسوں کا انعقاد عمل میں آتا تھا جس میں طلبہ تقریریں کرتے تھے۔ نواب صاحب اس انجمن کے جلسوں میں ذوق و شوق کے ساتھ نہ صرف شریک ہوتے تھے بلکہ اس کا انتظام فرماتے تھے۔ نواب صاحب کے زیر اہتمام اس انجمن کے نہایت مفید نتائج برآمد ہوئے اور اپنی حسنِ خدمات کی بدولت اس انجمن نے انگلستان میں بڑی شہرت حاصل کر لی تھی۔ لیکن جب نواب صاحب ہندوستان تشریف لے آئے اور آپ کی طرح ذوق و شوق اور ایثار وقت و مال کے ساتھ کوئی کام کرنے والا نہ رہا تو اس کی سرگرمیاں بھی ماند پڑ گئیں۔ واضح رہے کہ یہ سوسائٹی لیڈز یونیورسٹی ہی میں قائم تھی۔ اسی زمانے میں آپ انٹرنیشنل سوسائٹی کے رکن بھی رہے۔

اسی زمانے میں نواب صاحب موصوف کو شعر گوئی کا شوق بھی پیدا ہوا چنانچہ تھوڑے ہی عرصے کی مشق اور توجہ سے آپ نہایت عمدہ شعر کہنے لگے تھے۔ لیکن جب ہندوستان تشریف لے آئے اور عملی زندگی کی ذمہ داریاں آپ پر پڑیں تو شعر گوئی کی طرف پوری توجہ نہ فرما سکے۔ پھر بھی کبھی کبھی شعر کہنے کا سلسلہ جاری رہا۔

انگلستان میں تعلیم کے زمانے میں آپ کو ہاکی کھیلنے کا شوق بھی تھا۔ اور آپ ہاکی کے ایک اچھے کھلاڑی شمار کئے جاتے تھے۔ اسی لئے ایک عرصہ تک یونیورسٹی کی ہاکی ٹیم میں آپ شریک رہے۔ اسی زمانے میں آپ کو ہوائی جہاز اڑانے کا شوق بھی پیدا ہوا۔ اس شوق کی تکمیل کے لئے

Marfat.com

آپ لیڈز پرائیویٹ ایرو کلب کے ممبر بن گئے اور ہوائی جہاز اڑانے کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اس کتاب میں وہ تصاویر شامل ہیں جن میں آپ ہوائی جہاز کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

جون ۱۹۳۹ء تک آپ یونیورسٹی کی تعلیم سے فراغت حاصل کر چکے تھے اور وطن واپسی کے لیے آمادہ تھے

**سیاحت** | یہی زمانہ تھا جب آپ نے اپنے شوقِ سیاحت کی تکمیل کا موقع نکالا اور فیصلہ کیا کہ وطن واپسی سے پہلے یورپ اور افریقہ کے بعض ممالک کی سیاحت کیوں نہ کر لی جائے۔ اس کے لیے آپ نے اپنی تعطیلات کے زمانے کا انتخاب کیا اور یورپ، ایشیا و افریقہ کے متعدد ممالک کی سیاحت بھی کر ڈالی۔ صمصام شیرازی کے بقول:

"انگلستان کے قیام کے دوران میں آپ نے اپنے تعطیلات سے فائدہ اٹھا کر تمام یورپ، روس، ترکی، فرانس، جرمنی، اٹلی اور دیگر چھوٹے بڑے ممالک یورپ کے سفر اور مصر میں بھی کچھ ہفتے قیام کر کے اپنے معلومات اور تجربہ میں اضافہ فرمایا۔"

نواب صاحب نے خود اپنے قلم سے ایک مضمون (قلمی) کے حاشیے میں اپنے شوقِ سیاحت اور اس کے فوائد پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

"میں نے یورپ کے تمام شہروں کا سفر کر کے ان ملکوں کے علمی، ثقافتی اور سیاسی حالات سے آگاہی حاصل کی ہے۔ اس زمانے میں جب کہ کسی ہندوستانی کو برطانوی حکومت کی طرف سے روس جانے کی اجازت نہیں تھی۔ میرے انٹرنیشنل سوسائٹی کے رکن اور انڈین ایسوسی ایشن کے سیکرٹری نیز اسلامک سوسائٹی آف لیڈز یونیورسٹی کے صدر ہونے کی وجہ سے خاص طور سے اجازت دی گئی۔ میں نے مشرقِ وسطیٰ کے بھی تقریباً تمام ممالک کا سفر کیا ہے۔"

تعلیم اور سیر و سیاحت سے فراغت کے بعد اگست ۱۹۳۹ء میں حیدر آباد واپس تشریف

Marfat.com

**شادیاں** نواب حسن یار جنگ کی شادی سے پہلے آپ کی ایک تاریخی منگنی کا انعقاد عمل میں آچکا تھا۔ آپ کی یہ منگنی نواب میر عثمان علی خاں کی صاحبزادی شہزادی پاشا کے ساتھ ہوئی تھی اور اس وقت نواب صاحب موصوف کی عمر صرف سات سال کی اور شہزادی موصوفہ کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ دو سال کی تھی۔ چونکہ اس منگنی کے اثرات آپ کی زندگی کے مابعد سوانح پر پڑے اس لئے اس کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اس منگنی کا واقعہ اس طرح پیش آیا تھا کہ اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں کی ایک سالگرہ کی دعوت میں، جو کنگ کوٹھی کے زنانہ حصہ میں ہو رہی تھی۔ نواب حسن یار جنگ جو ابھی صرف سات سال کے تھے، اپنی دادی پاشا جہاں دارالنساء، لیڈی سروقار الامراء۔ اور اپنی پھوپھی لیاقت النساء بیگم اور ان کی دو خورد سال لڑکیوں کے ساتھ شریک تھے۔ تمام خواتین اور بچے ایک ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نواب میر عثمان علی خاں نے لیڈی سروقار الامراء کو، جو ان کی پھوپھی بھی تھیں، دیکھا تو سلام کیا اور قریب آکر اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا۔ دادی پاشا نے ان سے شفقت کا اظہار فرمایا۔ اعلیٰ حضرت نے خورد سال نواب حسن یار جنگ کو دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ لڑکا کس کا ہے؟ لیڈی وقار الامراء نے جواب دیا کہ یہ لڑکا ان کے صاحبزادے سلطان الملک کا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے نواب حسن یار جنگ کے رخسار کو ہاتھ لگا کر پیار کیا اور گزارش کی، "پھوپھی اماں آپ اس پوتے کو مجھے دے دیجئے" انہوں نے فرمایا "چاند! (وہ اعلیٰ حضرت کو اسی لقب سے یاد فرمایا کرتی تھیں) یہ میرا بہت ہی چہیتا پوتا ہے۔ اس کو بچپن سے اس کی والدہ نے نہیں بلکہ میں نے پالا ہے۔ اگر آپ اسے پسند کرتے ہیں تو خوشی سے اسے اپنا بنا سکتے ہیں"

اس موقع پر اعلیٰ حضرت کی صاحبزادی شہزادی پاشا، جن کی عمر اس وقت ایک یا دو سال کی ہوگی ایک نرس کی گود میں تھیں۔ اعلیٰ حضرت نے انہیں نرس سے

Marfat.com

لے کر لیڈی وقارالامرار کی گود میں دے دیا اور فرمایا کہ میں اسے لیڈی موصوفہ کی بہو بنانا چاہتا ہوں اور حسن الدین خاں (حسن یار جنگ) سے آپ کے روبرو اس کی منگنی کا اعلان کرتا ہوں۔ لیڈی وقارالامرار نے فرمایا: "چاند! مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔" اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جوں ہی یہ جوان ہونگے۔ ان کی شادی نہایت دھوم سے کروں گا۔ اس طرح نواب حسن یار جنگ کی نواب شہزادی پاشا سے منگنی ہو گئی اعلیٰ حضرت نے اس منگنی کو مستقل کرنے کے لئے ایک فرمان بھی جاری کر دیا تھا۔ اور پائیگاہ اسٹیٹ میں نہ صرف اس رشتہ کا اندراج کروا دیا بلکہ خزانۂ پائیگاہ سے شادی کے مہر کے طور پر ایک لاکھ پچیس ہزار روپے بھی منگوا لیے تھے۔ اگرچہ بعد میں کسی وجہ سے نواب حسن یار جنگ سے شہزادی پاشا کی شادی نہیں ہو سکی۔ لیکن شہزادی موصوفہ آج تک نواب صاحب موصوف کی منگیتر کی حیثیت سے بیٹھی ہوئی ہیں۔

**پہلی شادی** نواب حسن یار جنگ کی پہلی شادی ان کی پھوپھی زاد بہن تمیز النسار بیگم کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس کی روداد خود نواب صاحب نے اپنے قلم سے تحریر فرما دی ہے، آپ فرماتے ہیں:

"میری پہلی شادی تمیز النسار بیگم دختر قوت یار جنگ مرحوم سے ۱۵ شوال ۱۳۳۶ھ کو میری دادی جہاندار النسار بیگم لیڈی وقارالامرار کی ڈیوڑھی میں بلدہ حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ چونکہ ہم ڈیوڑھی میں نظربند تھے اور قاضی نہیں آسکتا تھا۔ لہٰذا نکاح میرے علاتی بھائی نواب قدیر نواز جنگ نے پڑھایا اور میرے دوسرے علاتی بھائی نواب خیر نواز جنگ اور میرے سگے بھائی نواب وحید یار جنگ گواہ ہوئے اور نکاح نامہ پر دستخط کئے۔ یہ شرعی اور باقاعدہ پکا عقد تھا۔ مگر چونکہ میری منگنی شہزادی پاشا صاحبزادی اعلیٰ حضرت سے ہو چکی تھی۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے جبراً حکم دے کر مجھ سے

Marfat.com

تمیز النسار بیگم کو طلاق دلادی کہ یہ تو میرا داماد ہو چکا ہے"
واضح رہے کہ نواب قوت یار جنگ کو نواب حسن یار جنگ کی پھوپھی لیاقت النسار بیگم بیاہی تھیں۔

**دوسری شادی** نواب حسن یار جنگ کی دوسری شادی نواب ولی الدولہ مرحوم کی صاحبزادی بشارت النسار بیگم سے ہوئی۔ نواب صاحب ابھی انگلستان ہی میں تھے کہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۳۹ء کو اعلیٰ حضرت نظام حیدرآباد نے حسب ذیل فرمان کے ذریعے آپ کی نسبت ٹھیرادی:

## اعلان

نواب ولی الدولہ مرحوم کی بڑی صاحبزادی (بطن منکوحہ امیر النسار بیگم) کی نسبت نواب سلطان الملک کے صاحبزادے حسن یار جنگ (بطن منکوحہ نواب بیگم) سے قرار پائی ہے اور زمانہ قریب میں عقد شرعی ہونے والا ہے۔ اس قرارداد کو گورنمنٹ آف حیدرآباد بہ نظر استحسان دیکھتی ہے کہ فریقین کا تعلق ایک ہی خاندان سے ہے۔ مبارک باشد!

(ستمبر ۱۹۳۹ء)

چنانچہ حسب فرمان آصف جاہی انگلستان سے واپسی کے بعد ۲۲ شعبان ۱۳۵۸ھ (۷ ستمبر ۱۹۳۹ء) کو اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں نظام ہفتم کی موجودگی میں آپ کا عقد نواب ولی الدولہ مرحوم کی صاحبزادی سے ہوا۔ اس موقع پر اعلیٰ حضرت نے آپ پر خاص شفقت کا اظہار فرمایا۔ اس کے تین ماہ بعد ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ کو دلہن کی رخصتی عمل میں آئی۔
نواب صاحب کی اس شادی کا ذکر چونکہ حیدرآباد کے اخبارات میں خاص طور پر آیا تھا اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی خصوصیت پر ایک نظر ڈال لی جائے۔
نواب ولی الدولہ مرحوم کی بیگم امیر النسار چونکہ ایک خاص قابلیت اور اسلامی مزاج و سیرت کی خاتون تھیں، اس لئے انہوں نے اپنی بیٹیوں کی شادی میں اسلامی رسم و طریق کا لحاظ رکھا تھا اور مال و دولت ہونے کے باوجود نہایت سادگی سے عقد رخصتی

Marfat.com

کی رسوم انجام پائی تھیں اور ایک قابلِ تقلید مثال پیش کی تھی، اس لئے عوام و خاص میں دنوں تک یہ شادی موضوع گفتگو بنی رہی۔ لوگوں کے احساسات کا اندازہ قاضی عبدالغفار مرحوم کے اس نوٹ سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنے اخبار" پیام" مؤرخہ ۳، آذر ۱۳۴۹ف میں لکھا تھا:

## ایک قابلِ تقلید تقریبِ سعید

"گزشتہ جمعہ کی شام کو ۷ بجے نواب ولی الدولہ بہادر مرحوم کی صاحبزادی کا عقد نواب حسن یار جنگ بہادر فرزند نواب سلطان الملک بہادر سے ہوا۔ اس تقریبِ سعید میں ذاتِ شاہانہ نے بھی بہ نفسِ نفیس شرکت فرمائی اور مراسم نکاح حضرت اقدس و اعلیٰ کے حضور میں ادا کیے گئے۔

اس تقریبِ سعید کا ذکر محض اس لئے ضروری نہ تھا کہ امرائے حیدرآباد کے جن دو خاندانوں کا یہ رشتہ قائم ہوا ہے وہ قدیم روایات یا دولتمندی کے اعتبار سے امرائے سلطنت کے بلند مقام خاندان ہیں بلکہ ہم اس واقعہ کا ذکر محض اس لئے کر رہے ہیں کہ اس تقریبِ سعید میں اسلامی سادگی کا پورا لحاظ رکھا گیا اور نمود و نمائش کی تمام فضول رسموں سے احتراز کیا گیا۔ نوشہ اور عروس کی حیثیت لبفضلہ اتنی بلند ہے کہ اگر امیرانہ شان و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا تو لاکھوں روپیہ اس تقریب میں خرچ کیے جا سکتے تھے۔ اور اس تقریب کو ایک قابلِ دید تماشہ بنا دیا جا سکتا تھا۔ لیکن ذاتِ شاہانہ کی اسلامی سادگی سے ان دونوں خاندانوں نے اکتسابِ سعادت کیا اور اسلامی سماج کے لیے سنتِ نبویؐ کی سادگی کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جس کو مسلمانوں کے ہر طبقہ کے لیے قابلِ تقلید ہونا چاہیے۔ ہم کو معلوم ہے کہ محترمہ بیگم ولی الدولہ ایک بہت روشن خیال خاتون ہیں، اور

Marfat.com

باوجودیکہ خدا نے موصوفہ کو دولتِ دنیا سے ہر طرح بہرہ مند کیا ہے لیکن اسی کے ساتھ ایک وسیع نظر اور پاکیزہ تخیل بھی عطا کیا ہے ۔ چنانچہ بیگم صاحبہ موصوفہ کی ذات طبقۂ نسواں کی اصلاحی تحریکات میں ممتاز درجہ رکھتی ہے اور ان کے قول و عمل میں ایک ایسی یکسانیت پائی جاتی ہے جو تصنعات کہ اس زمانہ میں عام طور پر کمیاب ہیں ۔ ہم اس تقریب سعید پر اپنی دلی مبارکباد صرف اسی لئے موصوفہ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ اس تقریب کو موصوفہ نے اپنے طبقہ کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال بنا دیا ۔ اور اس تقریب میں حضرتِ اقدس و اعلیٰ کے افکارِ عالی کی اس طرح تقلید کی کہ جس طرح کرنی چاہیئے تھی ۔ ملک جو دولت مند اور متوسط اور ادنیٰ طبقے اس قسم کی تقاریب میں بیجا اسراف کو روا رکھتے ہیں اور محض نمود و نمائش کی خاطر اپنی اقتصادی اور معاشی حالت کو خراب کر لیتے ہیں اور مالی مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں، ان کو اس تقریب میں حضرت جہاں پناہی کے منشار مبارک اور محترمہ بیگم ولی الدولہ کی اسلامی زندگی سے سبق لینا چاہیئے ۔"

(بحوالہ یادگار سلور جوبلی)

نواب حسن یار جنگ کی دوسری بیگم بشارت النساء دختر نواب ولی الدولہ کے بطن سے نواب صاحب موصوف کے ایک صاحبزادے ہیں جن کا نام محمد ضیاء الدین خاں عرف ولی جنگ ہے ۔ صاحبزادہ موصوف ۲۷ ، ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۴۱ء بروز ہفتہ پیدا ہوئے ۔ بیگم صاحب بشارت النساء بیگم اور صاحبزادہ موصوف اب بھی حیدرآباد دکن میں مقیم ہیں ۔

**تیسری شادی** | نواب صاحب کی تیسری شادی آپ کے ماموں سید محی الدین پاشا کی صاحبزادی معین النساء بیگم (چاند پاشا) سے ۲۷ ، رجب المرجب ۱۳۶۶ھ مطابق ،

Marfat.com

۲۸ ؍ فروری ۱۹۵۷ء کو بروز جمعرات ایوان بیگم پیٹھ حیدر آباد دکن میں انجام پائی۔

بیگم معین النساء بیگم نہایت اعلیٰ اخلاق اور اسلامی سیرت کی پڑھی لکھی اور روایتی مشرقی خاتون ہیں۔ آپ کے بطن سے نواب صاحب کے دو صاحبزادے ہیں :

۱۔ محمد علی الدین خاں عرف اکبر پاشا۔ بڑے صاحبزادے ہیں جو ۱۲ ؍ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۲ ؍ فروری ۱۹۵۸ء کو اتوار کی صبح صادق کو ۴ بج کر ۵ منٹ پر ہولی فیملی ہسپتال سولجر بازار کراچی میں تولد ہوئے۔

۲۔ محمد احمد الدین عرف افسر پاشا۔ چھوٹے صاحبزادے ہیں جو ۲۴ ؍ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ مطابق ۵ ؍ مارچ ۱۹۵۹ء کو صبح ساڑھے آٹھ بجے ناگوری ہسپتال، سولجر بازار کراچی میں پیدا ہوئے۔

**عملی خدمات** تعلیم کی تکمیل اور سیاحت سے فراغت پا کر جب آپ وطن مالوف تشریف لائے تو آپ نے عام نوابوں اور جاگیرداروں کی طرح اپنے وقت کو عیش و عشرت میں نہیں گزارا بلکہ آپ کے حالات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے وقت کا ایک ایک لمحہ خاندان اور رعایائے پائیگاہ کے حالات کی درستگی اور فلاح و بہبود کے کاموں میں گزرا صمصام شیرازی نے نواب صاحب کی خدمات اور سیرت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے :

" انگلستان سے واپسی کے بعد آپ خاموش نہ بیٹھ سکے۔ چنانچہ کافی کوشش کے بعد آپ نے اپنے خاندان کے چند ممبروں کی مدد سے ایک "مجلس خاندان امرائے پائیگاہ" کا وجود عمل میں لایا۔ اس مجلس کے مقاصد میں بندگانِ اقدس سے موروثی و دائمی عقیدت مندی اور ملک و قوم کی فلاح کے کاموں میں حصہ لینے کی ترغیب کے علاوہ تینوں پائیگاہوں کے خاندان میں اتحاد و اتفاق کو بڑھانا اور اپنے اسٹیٹوں اور ان کی رعایا کی فلاح و بہبود بھی شامل ہے۔

Marfat.com

آپ کی دلچسپی کی وجہ سے مجلس کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ خورداد ۱۳۴۶ھ میں مجلسِ قائمہ کانفرنس جاگیرداروں نے آپ کو بہ حیثیت رکنِ انتظامی منتخب کیا۔ چنانچہ آپ مجلسِ قائمہ کے متعدد اجلاسوں میں شرکت کرکے اپنی قابل رایوں سے مجلس کو مستفید فرماتے رہتے ہیں۔ مجلسِ جاگیرداران سرکارِ آصفیہ کے کاموں میں بھی آپ بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور آپ نے جاگیرداروں کی دو مختلف خیال کی پارٹیوں میں اتفاق پیدا کرکے انہیں ہم خیال کرنے اور یک جا جمع کرنے کی کوششوں میں امداد اور امرائے پائیگاہ و طبقہ جاگیرداران میں کامل اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان قابل کوششوں کو طبقہ جاگیرداران قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

بابِ حکومتِ سرکارِ عالی کی سفارش پر ۱۶ ارتیر ۱۳۴۹ف کو اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی نے بذریعہ فرمانِ مبارک یہ حکمِ محکم صادر فرمایا کہ کونسل کی رائے کے مطابق حسن یار جنگ کو مانند ظہیر الدین خاں سررشتہ مال میں متعین کرکے زیرِ نگرانی صوبہ دار مقامی بغرض ٹریننگ اورنگ آباد روانہ کیا جائے۔"

اس فرمانِ عالی کے بعد دو سال کا عرصہ شعبۂ مال کے کاموں اور ریاست کے انتظامی امور کے مطالعہ و تربیت میں گزرا۔ تربیت مکمل کرنے کے بعد ابتداء میں آپ کو ریاست حیدرآباد کا اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل مقرر کیا گیا۔ اور پانچ سال کے بعد آپ کو ڈپٹی سیکرٹری مالیات کے اعلیٰ عہدے پر ترقی دیدی گئی۔

ریاست کی طرف سے ان ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ سماجی، فلاحی اور ملی کاموں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ چنانچہ آپ حیدرآباد اور سکندرآباد کے متعدد عربی مدارس اور یتیم خانوں کے سرپرست رہے۔ حیدرآباد کا سب سے بڑا یتیم خانہ صفۃ الاسلام آپ ہی کی سرپرستی اور صدارت میں چلتا تھا۔

ریاست میں جو مذہبی اور دینی جلسے ہوتے تھے ان میں نواب بہادر یار جنگ کے

Marfat.com

ساتھ اور پھر ان کے انتقال کے بعد نواب حسن یار جنگ ہی کو خاص طور پر صدارت کے لیے بلایا جاتا تھا۔ آپ نے عبدالرحمان چغتائی اور پھر صغرا ربابی کی تصاویر کی نمائشیں حیدرآباد میں بڑے اہتمام سے کرائیں جن کا تعلق خاص طور سے علامہ اقبال کے فلسفہ اور تصوراتِ اسلام سے تھا۔

## سیاست سے دلچسپی

نواب حسن یار جنگ عرفِ عام میں ہرگز سیاسی شخصیت نہیں ہیں۔ عام سیاسی لیڈروں کی طرح انہوں نے سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ اصطلاحی سیاست کبھی ان کا اوڑھنا بچھونا نہیں رہا۔ بنیادی طور پر وہ ایک علمی اور تہذیبی شخصیت ہیں لیکن مسلمان ہونے کی حیثیت سے جس پر صرف اپنی ذات اور خاندان کی فلاح و بہبود کی ذمہ داری ہی نہیں ہوتی بلکہ اس پر اس کے پڑوس، محلے، شہر اور ملک و قوم کی ذمہ داری، ان کی تربیت ان کی اصلاح، ان کی فلاح و بہبود کے بارے میں نہ صرف سوچنے بلکہ ان امور کیلئے عملاً سعی کی ذمہ داری بھی ہوتی ہے، ملک و قوم کی تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کے کاموں سے کیونکر الگ رہ سکتی ہے؟ چنانچہ جب ہم نواب صاحب موصوف کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان امور سے وہ کبھی غافل نہیں رہے اور حتی المقدور ان میں دامے، درمے، اور اگر "قدمے" یعنی عملاً حصہ نہیں لیا لیکن "سخنے" یعنی قولاً، فکراً اور ہدایتاً ضرور حصہ لیا۔ میرا اشارہ نواب صاحب کی سیرت کے اس پہلو کی طرف ہے کہ اگرچہ انہوں نے عملاً سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن جہاں تک دام و درم سے کسی مفید سیاسی تحریک کی مدد کرنے اور عرفِ عام میں سیاسی لوگوں سے گفتگو کرنے اور انہیں مشورہ دینے کا تعلق ہے، وہ ہمیشہ اس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف رہے۔ وقت کے متعدد سیاسی رہنماؤں سے ان کے قریبی تعلقات تھے۔ چنانچہ ان کی یادداشت سے پتہ چلتا ہے کہ شاہی خاندان کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے سیاست میں حصہ لینے کی اجازت نہیں تھی مگر اس کے باوجود ریاست کی سیاسی سرگرمیوں سے آپ نہ صرف پوری طرح باخبر رہتے تھے بلکہ ریاست حیدرآباد دکن کی تحریک

Marfat.com

اتحاد المسلمین کی نہایت خاموشی کے ساتھ مالی امداد بھی فرماتے رہتے تھے۔ اور نواب بہادر یار جنگ سے، جو تحریک کی خاص شخصیتوں میں سے تھے اور نواب صاحب سے مدرسہ عالیہ میں ابتدائی تعلیم کے زمانے سے قریبی دوستانہ روابط بھی تھے، ہمیشہ صلاح و مشورہ کیا کرتے تھے۔

نواب بہادر یار جنگ سے اپنے تعلقات، سیاست سے دلچسپی اور قوم کی تعمیر و ترقی اور ذہنی و فکری تربیت کی ایک نئی راہ کی طرف راہنمائی کے متعلق نواب صاحب موصوف اقبال اور بزم اقبال کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"یہاں نواب بہادر یار جنگ سے میرے ذاتی تعلقات کا ذکر بیجا نہ ہوگا۔ مدرسہ عالیہ نظامیہ کالج میں ابتدائی زمانہ ہی سے نواب بہادر یار جنگ سے میری ملاقات تھی۔ نواب صاحب مختصر عرصے تک فرسٹ فارم میں میرے ہم جماعت بھی رہے تھے۔ ہم دونوں کے خیالات میں یکسانیت کے سبب ہماری ملاقات نے مخلصانہ دوستی کی صورت اختیار کر لی تھی۔ جو نواب صاحب کے انتقال تک نہ صرف جاری رہی بلکہ اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ میرے پاس مرحوم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ایسے متعدد خطوط موجود ہیں جن سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

انگلستان سے واپسی کے بعد بھی نواب بہادر یار جنگ سے میری ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا اور اسلامی اور سیاسی مقاصد کے لئے مشوروں میں بھی ان کا ساتھی رہا۔ ان کی اعلیٰ خطابت اور ذہانت کی وجہ سے عوام میں ان کی مقبولیت میں روزافزوں ترقی ہوتی رہی۔ علامہ اقبال کے کلام اور فلسفہ سے مجھے جو لگاؤ رہا تھا، نواب صاحب اس سے خوب واقف تھے۔ ہمارا مقصدِ حیات یہ تھا کہ مسلم عوام میں اسلامی جذبہ نہ صرف پیدا ہو بلکہ اس میں روزافزوں ترقی ہوتی رہے۔ حتیٰ کہ مسلمان اپنے صحیح مقام سے واقف ہو جائیں اور اغیار نے ریاست پر جو مخالفانہ حملوں کا سلسلہ شروع کیا تھا اس کا صحیح طرح سے مقابلہ کر کے اس کا خاتمہ کیا جا سکے۔

Marfat.com

نواب بہادر یار جنگ کی خواہش تھی کہ میں بھی ان کے ساتھ میدانِ عمل میں قدم رکھوں۔ مگر بد قسمتی سے اعلیٰ حضرت نظام دکن نے خانوادۂ شاہی سے تعلق رکھنے والے افراد کو سیاست میں حصہ لینے سے منع کر رکھا تھا لیکن علامہ اقبال کے کلام و پیام سے میرے لگاؤ نے میرے لئے ایک نئی راہ ہموار کر دی اور میں نے نواب بہادر یار جنگ کے مشورے سے بزمِ اقبال کے ادارہ میں عملی قدم جما دیا۔ کیونکہ ہمارا جو مقصدِ حیات تھا وہ اس علمی ادارے کے ذریعے ہی پوری طرح تکمیل پا سکتا تھا۔"

تحریکِ پاکستان کے زمانے میں جبکہ ایک طرف تحریکِ پاکستان نے مسلمانوں میں ایک جوش اور جذبہ پیدا کر دیا تھا اور ملک کی آزادی اور رام راج کے قیام اور ہندو مذہب کے احیاء کی تحریکات نے دوسری طرف غیر مسلموں میں بھی جوش و جذبات کی ایک نئی زندگی پیدا کر دی تھی، نواب صاحب بہت بے چین تھے اور مستقبل میں مسلمانوں کی زندگی اور ریاست کے بارے میں خدشات کو انھوں نے صاف محسوس کر لیا تھا اور یہ اسی احساس کا نتیجہ تھا کہ وہ ریاست کی بقا اور مسلمانوں کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔ چونکہ یہ مسلمانوں اور ریاست کی موت و زیست کا مسئلہ تھا لہٰذا اس دور میں نواب صاحب موصوف کی کوششوں میں والیٔ ریاست کی طرف سے بھی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی گئی۔ بلکہ آپ کو ستمبر ۱۹۴۸ء میں اس ڈپلومیٹک مشن میں بھی شامل کیا گیا جو نظام اور حکومت ہند کی جانب سے حالات کی درستگی کی کوششوں کے لئے بیرونِ ملک روانہ کیا گیا تھا لیکن ابھی آپ کراچی ہی میں تھے کہ ریاست پر حملہ ہوا اور سقوطِ حیدر آباد کا اندوہ ناک حادثہ پیش آیا جس نے نواب صاحب موصوف کو ہلا کر رکھ دیا۔ ریاست کے آخری دور میں نواب صاحب موصوف کی شخصیت سیاسی لحاظ سے اس درجہ نمایاں ہو گئی تھی کہ حکومتِ ہند کی نظر میں خطرناک قرار پائی اور آپ کو بھارت کا ویزا دینا ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اس کے بعد آپ کبھی حیدر آباد تشریف نہیں لے گئے۔

Marfat.com

**اقبال سے عقیدت** موجودہ دور میں میرے نزدیک دینی اور ادبی ذوق اور ملت کی دردمندی کا ایک ثبوت یہ ہے کہ کوئی شخص حکیم الامت علامہ اقبال کا عقیدت مند ہو اور حضرت مرحوم کی فکرِ بلند اور فلسفۂ حیات کا والہ و شیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا کرم تھا کہ حضرت نواب صاحب کو شروع ہی سے ایسا تعلیمی، تہذیبی اور سماجی ماحول ملا جس کی بدولت حضرت علامہ مرحوم سے انہیں عقیدت پیدا ہو گئی اور ان کے فکر و فلسفہ سے ان کا ذہن آشنا ہو گیا۔ علامہ اقبال سے اپنے تاثرات اور ابتدائی تعارف کے بارے میں نواب صاحب موصوف لکھتے ہیں:

"یہاں میں اس بات کا تذکرہ بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ علامہ اقبال کے کلام و پیام اور فلسفہ سے مجھے ذاتی لگاؤ کس طرح پیدا ہوا اور اس میں کس طرح شدت پیدا ہوتی رہی، جس کا اظہار مرکزی بزمِ اقبال کے صدر کا عہدہ سنبھالنے اور حتی الامکان علامہ کے کلام و پیام کے نشر و اشاعت کی کوشش جاری رکھنے کی صورت میں ظاہر ہوتا رہا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے میں مدرسہ عالیہ نظام کالج حیدرآباد دکن کے اردو کے استاد جناب آفتاب علی صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے اردو کے دیگر ممتاز شعرائے کرام کے کلام کے ساتھ ساتھ اپنے تمام شاگردوں کو کلامِ اقبال کے نکات بھی سمجھائے اور ہم کو "شکوہ" اور "جواب شکوہ" زبانی یاد کرایا۔ اس کے بعد ہی سے کلامِ اقبال کے حسن اور اس کی اہمیت نے میرے دل میں جگہ کر لی۔ ساتھ ہی ساتھ جذبۂ اسلامی بھی بیدار ہونا شروع ہوا۔"

حیدرآباد کے بعد جب نواب صاحب موصوف علی گڑھ تشریف لے گئے تو وہاں انہیں علامہ اسلم جیراج پوری جیسا تاریخ اسلام کا ماہر اور اقبال شناس مل گیا جس کی صحبت نے علامہ اقبال اور ان کے فکر و فلسفہ سے عقیدت کی چنگاری کو شعلۂ جوالہ بنا دیا۔ نواب صاحب فرماتے ہیں:

"۱۹۱۸ء میں جب میں بغرضِ تعلیم ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ گیا . . . تو

Marfat.com

خوش قسمتی سے کالج میں تاریخِ اسلام کے ممتاز پروفیسر مولانا اسلم جیراجپوری میرے خانگی استاد مقرر ہوئے ۔ وہ خود کلامِ اقبال کے شیدائی تھے ۔ چنانچہ انہوں نے بھی علامہ کے کلام کے اہم نکات سمجھائے ۔ مولانا کی تعلیم نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ۔ اور ۱۹۱۹ء میں مولانا اسلم جیراجپوری کے ساتھ لاہور جا کر میں نے علامہ اقبال سے پہلی ملاقات کی ۔ جس کا اثر ابھی تک میرے دل پر نقش ہے ۔ لیکن افسوس کہ میری یہ آرزو دل ہی میں رہ گئی کہ علامہ اقبال کو ان کی زبان سے سنوں اور فلسفۂ اسلامی کے بارے میں سوالات کر کے ان کے جواب معلوم کروں ۔"

علامہ اقبال سے نواب صاحب موصوف کو جو عقیدت اپنے اساتذہ کی تعلیم و تربیت اور فیضانِ صحبت سے پیدا ہو گئی تھی وہ آپ کی زندگی کا بیش قیمت سرمایہ ہے ۔ یہ سرمایہ اس وقت بھی آپ کے پاس تھا ۔ جب آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ تشریف لے گئے ۔ نواب صاحب فرماتے ہیں :

"۱۹۳۰ء میں میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے انگلستان چلا گیا لیکن علامہ اقبال کے کلام کا مطالعہ وہاں بھی مجھ سے نہیں چھوٹا ۔"

اس کے بعد جب نواب صاحب یورپ سے تعلیم سے فراغت اور سیر و سیاحت کے بعد ۱۹۳۹ء میں وطن واپس لوٹے تو اسی سرمایۂ فکر و نظر کی تلاش میں مصروف ہو گئے ۔ جو آپ کے نزدیک ملت کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے ضروری تھا ۔ اس کا اعتراف اصحابِ فکر اور اہلِ علم نے کیا کہ آپ کو ۱۹۴۱ء میں بزمِ اقبال حیدرآباد دکن کا صدر منتخب کر لیا ۔ بزمِ اقبال اگرچہ ۱۹۴۰ء میں قائم ہو چکی تھی لیکن اس وقت تک یہ محض ایک نام کا ادارہ تھا اور سال میں ایک جلسہ کر لینا اس کا معمول تھا ۔ نواب صاحب کے صدر منتخب ہونے کے بعد یہ ایک فعال ادارہ بن گیا ۔ اور بعد کے پانچ برسوں میں اقبالیات کے سلسلے میں اس نے عظیم الشان خدمات انجام دیں ۔

Marfat.com

حضرت نواب صاحب موصوف کا خیال ہے کہ:

"علامہ اقبال کے کلام و پیام کی نشر و اشاعت کے لئے ہم نے جو کوششیں کیں، اس وقت تک ہندوستان کے کسی بھی حصہ یا شہر میں نہیں ہو پائی تھیں"

اقبالیات کے باب میں حضرت نواب صاحب کے ذوق اور توجہ سے جو عظیم الشان کارنامہ انجام پایا وہ ایک الگ موضوع اور طویل مبحث ہے اور نواب صاحب نے ان تمام کارگزاریوں کو "اقبال اور بزم اقبال حیدرآباد دکن" کے نام سے ایک مستقل کتاب میں مرتب کروا دیا ہے۔

## علمی ذوق و خدمات:

نواب حسن یار جنگ بہادر کو اللہ تعالیٰ نے تاریخ، ادب، مذہب کے اعلیٰ ذوق سے بھی نوازا ہے۔ اردو، انگریزی زبانوں کے علاوہ فارسی اور عربی زبانوں سے بھی آپ خوب واقف ہیں، مطالعہ کے نہایت شائق۔ ایک اعلیٰ درجے کی لائبریری آپ کے ذوقِ علمی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ آپ کی لائبریری میں مختلف زبانوں کی تقریباً ہر موضوع پر کتابیں ہیں۔ نواب صاحب کو صرف کتابیں جمع کرنے یا لائبریری بنانے ہی کا شوق نہیں بلکہ آپ مطالعے کے بہت شوقین ہیں اور تقریباً ہر موضوع پر اہم اور بنیادی کتابوں کا آپ نے مطالعہ ضرور کیا ہے۔ اقبالیات کے علاوہ تاریخ کے مختلف واقعوں اور پہلوؤں پر آپ کے بہت مقالات اور خطبات بھی ہیں۔ آجکل بھی اپنی داستانِ حیات کی تالیف کی علمی مصروفیت ہے۔

**سیرت** حضرت نواب صاحب کی شخصیت میں مغرب اور مشرق کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ آپ کی شخصیت کا خمیر مشرق کی تہذیب سے تیار ہوا ہے اور مغربی علوم و افکار کے مطالعے نے شخصیت کو جلا بخشی ہے۔ آپ نہایت خلیق، متواضع، وضع دار اور مشرقیت کی دلدادہ شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نظر کی وسعت، دماغ کی روشنی، طبیعت کے انکسار اور قلب کے سوز و گداز سے سرفراز کیا ہے۔ مسلمانوں میں جاگیرداروں اور امیروں کی کمی کبھی نہیں رہی۔ پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ لیکن ایثار و سخاوت کا سرمایۂ توفیق امراء کے اس طبقہ میں

Marfat.com

عنقا ہی رہی۔ حضرت نواب صاحب اپنے عہد کے امرا میں ایثار و سخاوت اور بذل و عطا کے لحاظ سے نہایت ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ نے ملت کی تعمیر و ترقی، دین کے کاموں، تعلیم و اصلاح کی ضرورتوں اور حکیم الامت علامہ اقبال کے کلام و پیام کی اشاعت میں نہ صرف ذہنی و فکری کاوش کی بلکہ مال و دولت کے انفاق اور ایثار میں بھی ہمیشہ سبقت کی اور مثال قائم کی۔

**شوق** حضرت نواب صاحب کے بارے میں عرض کر چکا ہوں کہ آپ ایک علمی و تہذیبی شخصیت ہیں۔ اس لئے آپ کے شوق کو بھی سب سے پہلے اسی میدان میں تلاش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ کی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کتب بینی، علمی تقریبات کے انعقاد اور تعلیمی اور تہذیبی کاموں میں حصہ لینے کا بہت شوق رہا ہے۔ بزم اقبال میں آپ کی سرگرمیاں دراصل اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔ آپ کے اوقاتِ عزیز کا بیشتر حصہ اب بھی مطالعے ہی میں گزرتا ہے۔

نواب حسن یار جنگ کو گھوڑے کی سواری کا شوق بچپن سے تھا اور اس میں کافی مہارت حاصل کر لی تھی۔ ان کے اسی شوق اور مہارت کا نتیجہ تھا۔ ان کے علی گڑھ کے زمانۂ قیام کے دوران میں ایک رائیڈنگ سکول کی ابتدا کی گئی تو انہیں اس سکول کا کیپٹن منتخب کیا گیا۔ علی گڑھ میں کیپٹن کے لباس میں لی ہوئی ان کی تصویر اس مقام پر شامل کی جا رہی ہے۔

نواب صاحب کے شوقِ سیاحت کا ذکر تعلیم کے تذکرے کے بعد کیا جا چکا ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ نے اپنی تعلیم کے زمانے میں ایام تعطیلات کو شوقِ سیاحت کی تکمیل میں بسر کیا اور یورپ کے بیشتر ممالک کے علاوہ افریقہ و ایشیائے متعدد ممالک کی بھی آپ نے سیاحت فرمائی اور وہاں کی علمی و ثقافتی زندگی کا مطالعہ فرمایا۔ اب یہاں اس تذکرے کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ عرض کرنا مناسب ہوگا کہ آپ کا آخری سفر جو آپ نے ۱۹۷۵ء میں کیا، سیر و سیاحت سے بڑھ کر اسے سفرِ سیاحت مبارک کہنا چاہیئے۔ اس لیے کہ یہ سفر فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے تھا۔ اس سفر کی تکمیل سے آپ کی ایک دیرینہ آرزو بھی پوری ہوئی اور ایک فرض کی ادائیگی کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ نے ارزانی فرمائی۔ نواب صاحب

Marfat.com

نے یہ سفر ۱۹۷۵ء میں اپنے خاندان کے ساتھ کیا تھا اور روزۂ اطہر مسجد نبوی اور مسجد حرام کی زیارات کا شرف اور ان میں نماز پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی تھی۔

یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں کہ مجلسی زندگی اور عمدہ کھانوں اور اعلیٰ لباس کا ذوق نہ صرف حیدرآباد کے امراء کی زندگی کا لازمہ تھے بلکہ مسلمانوں کی تہذیب کے اجزائے ترکیبی تھے۔ اس ذوق میں دنیا کی کوئی قوم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان باتوں کا اہتمام تو حضرت نواب صاحب کے خاندان کی خصوصی روایت بھی تھی۔ اور خود آپ کو اس کا اعلیٰ ذوق اور شوق قدرت نے ودیعت کیا تھا۔ ایک اور شوق جو حضرت نواب صاحب کی نوجوانی کے زمانے سے لے کر حیدرآباد کی زندگی کے آخری دنوں تک رہا، وہ تھا شکار کا شوق۔ اس شوق کے پس منظر میں بھی صرف روایت و توارث ہی کی کارفرمائی نہیں بلکہ اس شوق کے آئینے میں خود نواب صاحب موصوف کی اولوالعزمی، مشکل پسند طبیعت اور مہم جو فطرت کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ حضرت نواب صاحب ایک ماہر شکاری اور بہت اچھے نشانہ باز ہیں۔ آپ نے اپنی شکاری زندگی میں لاتعداد شیر، چیتے، ریچھ، گھڑیال وغیرہ شکار کئے ہیں۔ نواب صاحب نے شکار سے متعلق اپنی یادداشتوں اور تجربوں کو قلمبند کر کے کتابی صورت میں "درندوں کا شکار" کے نام سے چھپوا بھی دیا ہے۔

اب نواب صاحب نے پاکستانی شہریت اختیار کر لی ہے اور کراچی میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہیں۔ پاکستان میں آپ واحد فرد ہیں جن کا تعلق حیدرآباد دکن کے شاہی خاندان سے ہے۔ سیاست کے ہنگاموں اور مجلسی زندگی سے الگ تھلگ خلوت اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار فرمائی ہے۔ آپ کی جوانی اور حیدرآباد کی زندگی کے مطالعے کے بعد جب آپ کی موجودہ خلوت کی زندگی پر نظر جاتی ہے تو بے اختیار یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
ہو گئے خاک انتہا یہ ہے!

Marfat.com

نواب حبیب جنگ بہادر فرزند نواب ولی الدولہ بہادر (از عطیہ جناب امۃ النساء بیگم)

Marfat.com

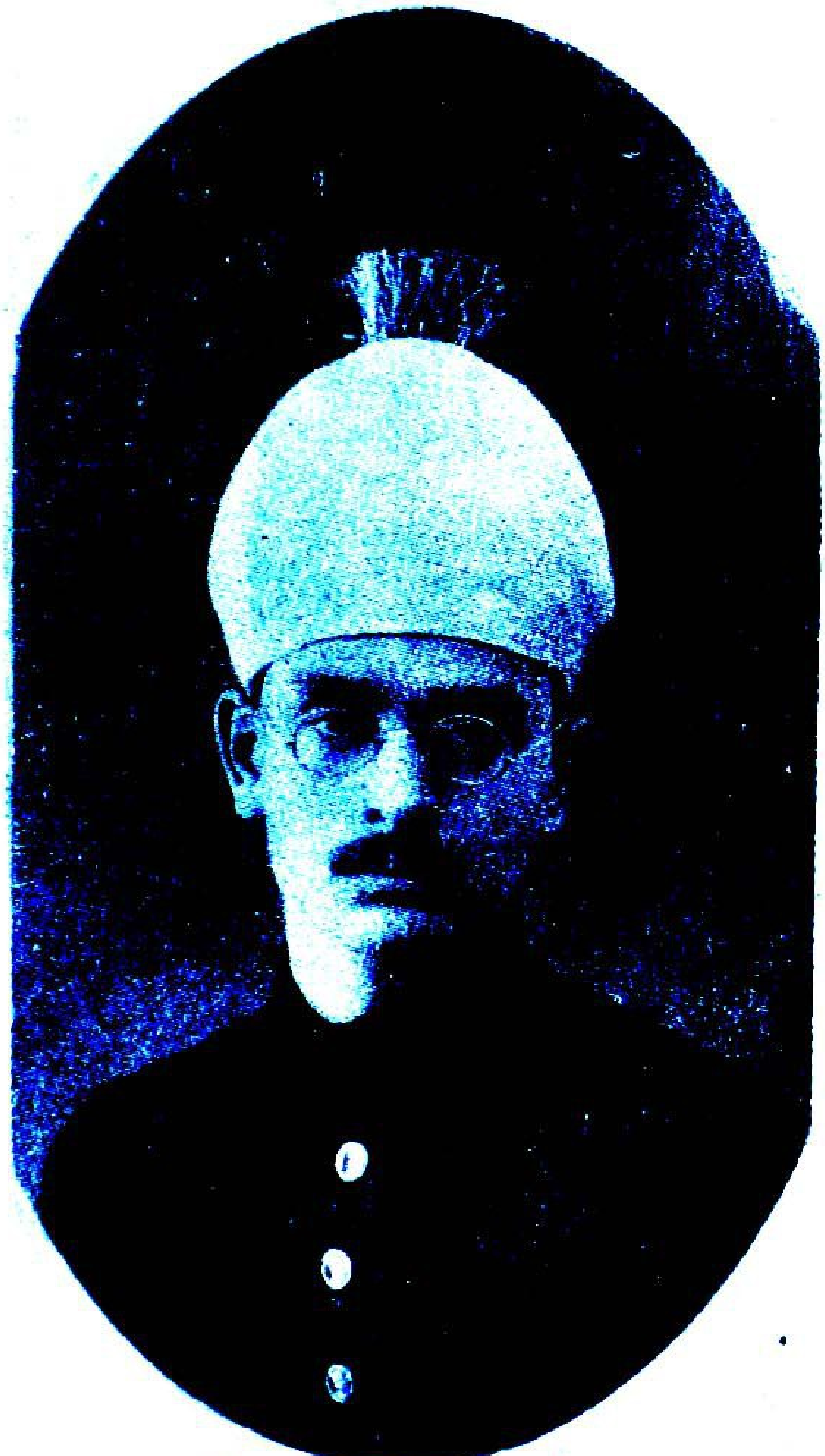

نواب محمد وحید الدین خان وحید یار جنگ بہادر

Marfat.com

# نواب محمد وحید الدین خاں ۔ وحید یار جنگ

نواب سلطان الملک کے ساتویں اور سب سے چھوٹے صاحبزادے نواب محمد وحید الدین خاں تھے ۔ یہ نواب محمد حسن الدین خاں المخاطب بہ حسن یار جنگ بہادر کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے ۔ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ کو پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کی جدہ لیڈی سروقار الامراء کی نگرانی میں ہوئی ۔ اس کے بعد پائیگاہ بورڈنگ میں داخل ہوئے اور مدرسہ عالیہ میں تعلیم پائی ۔ ۱۳۳۶ھ میں وحید یار جنگ کے خطاب سے سرفراز کیے گئے ۔

ترک تعلیم کے بعد اپنے بھائی نواب حسن یار جنگ بہادر کے ساتھ ایوان بیگم پیٹھ کے ایک بنگلہ میں رہتے تھے اور مطالعۂ کتب میں اپنا زیادہ وقت صرف کرتے تھے ۔ آپ اعلیٰ درجہ کے شہسوار تھے اور آپ کا بندوق کا نشانہ بھی بہت صحیح تھا ۔

اسلامی اور تاریخی کتب کا مطالعہ آپ کا خاص مشغلہ بنا ۔ آپ نے برصغیر کے متعدد شہروں کا سفر کیا تھا ۔ یادگار سلور جوبلی کے مؤلف نے لکھا ہے :

"آپ نحیف الاندام، خندہ رو، سادگی پسند، خوش اخلاق اور وجیہ تھے ۔"

۱۳۵۵ھ میں آپ بیمار ہوگئے ۔ ہر چند کہ علاج معالجہ کا بہترین انتظام تھا اور انسانی سعی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا لیکن چونکہ وقت پورا ہو چکا تھا ۔ حیاتِ مستعار انجام کو پہنچی اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی ۔

---

Marfat.com

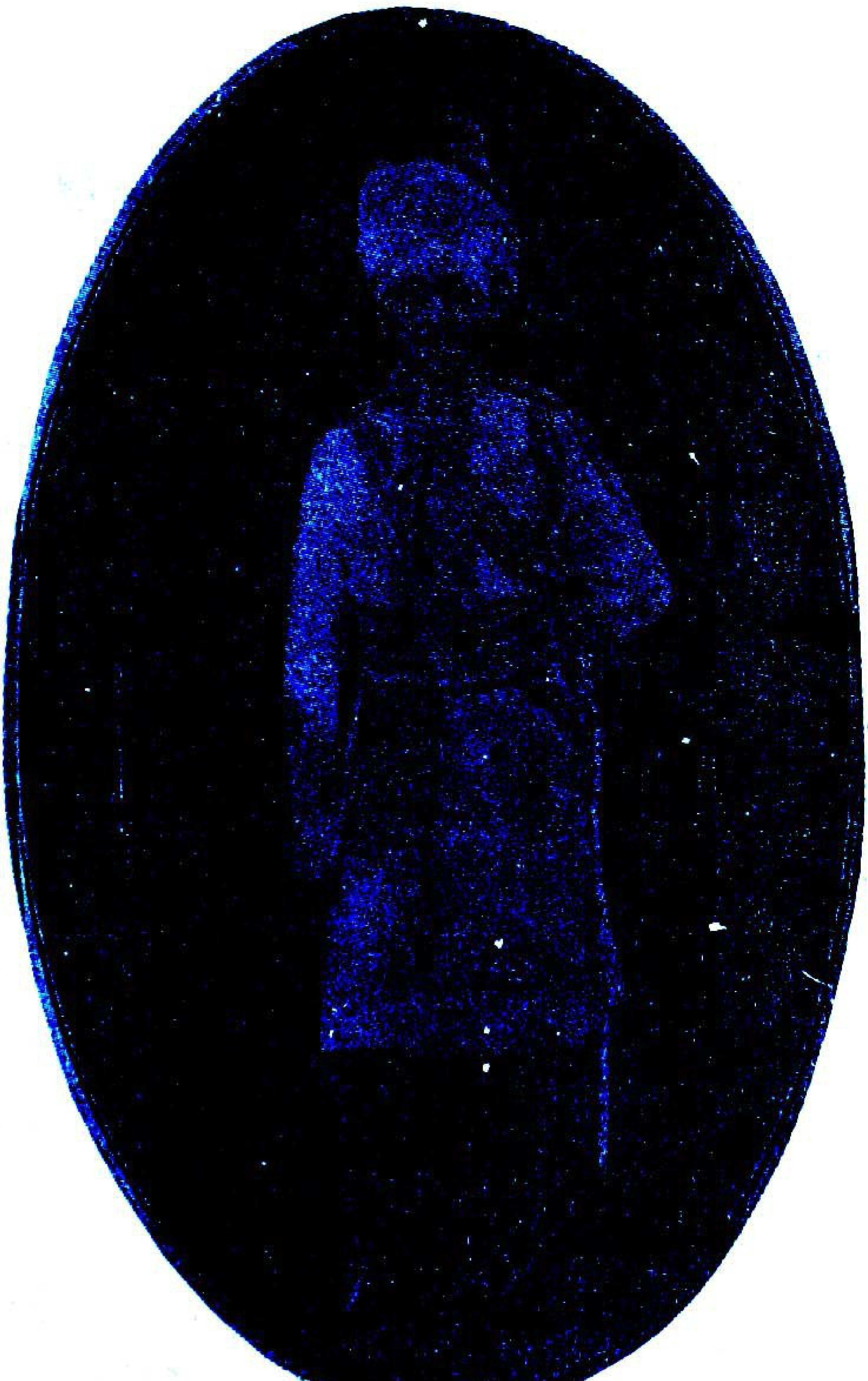

نواب محمد ولی الدین خان ولی الدولہ بہادر

Marfat.com

# نواب محمد ولی الدین خان ولی الدولہ بہادر

نواب سر وقار الامرا کی دوسری بیوی سے اُن کے صاحب زادے محمد ولی الدین خاں تھے ان کی والدہ پائیگاہ کے ایک مشہور تعلقہ دار محمد مقیم کی صاحبزادی تھیں - ولی الدین خاں ۵ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ مطابق ۹ مارچ ۱۸۷۸ء کو بلدہ حیدر آباد میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم حیدر آباد میں حاصل کی - آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم و تربیت کے لیے شروع ہی سے انگریز اور ہندوستانی بہترین اساتذہ کا انتظام کیا تھا - ابھی ان کی عمر گیارہ سال سے کچھ متجاوز ہوئی تھی کہ ان کے ہوش مند باپ نواب سر وقار الامرا نے انھیں ۸ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ کو ڈاکٹر لاڈر کے ہمراہ تعلیم کے لیے انگلستان بھیج دیا - ان کے ساتھ مولانا ہدایت اللہ اور مولانا عبد الحلیم شرر بھی تھے جو نواب صاحب کے اتالیق کی حیثیت سے بھجوائے گئے تھے چونکہ ان کا میلان طبع شروع ہی سے سپاہیانہ زندگی کی طرف مایل تھا، اس لیے انہیں ایٹن اسکول ( ETON SCHOOL ) میں داخل کرا دیا گیا - اس کے بعد انہیں سینڈ ہرسٹ کالج (SAND HURST COLLEGE) میں داخل کرا دیا گیا جہاں انھوں نے باقاعدہ فوجی تعلیم و تربیت حاصل کی - اس زمانہ میں کسی ہندوستانی کو سینڈ ہرسٹ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی - مگر آپ کے والد نواب سر وقار الامرا کے خاص اثرات کی وجہ سے آپ کو سینڈ ہرسٹ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی گئی - تقریباً سات سال کے بعد وہ آخر صفر ۱۳۱۳ھ میں وطن واپس آئے - جن دنوں میں محمد ولی الدین خاں وطن واپس آ رہے تھے، ان کے والد بزرگوار نواب وقار الامرا

Marfat.com

وائسرائے ہند سے ملنے کے لیے شملہ تشریف لے جارہے تھے۔ انھوں نے ایک عرصہ سے اپنے فرزند کو نہ دیکھا تھا اس لیے اپالو بندر پر پہنچ کر صاحبزادے کے دیدار سے مسرور ہوئے۔ چونکہ صاحبزادہ موصوف خورد سالی میں ولایت تشریف لے گئے تھے۔ اس لیے واپسی پر اپنے والد بزرگوار کو نہ پہچان سکے۔ جب ڈاکٹر لاڈر نے والد کا تعارف کرایا تو صاحبزادہ صاحب نے فوجی قاعدے کے مطابق سلام کیا جس سے ان کے والد اور دیگر حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ بمبئی سے وہ اپنے والد کے ساتھ شملہ گئے، پھر حیدرآباد گئے۔

حیدرآباد میں چند ماہ قیام کرنے کے بعد ولی الدین خاں لندن واپس تشریف لے گئے، اور عرصہ تک وہاں تعلیم پاتے رہے۔ ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ روز شنبہ کو ولایت سے لوٹ کر حیدرآباد پہنچے۔ تقریباً دو سال حیدرآباد اور پائیگاہ میں گزارنے کے بعد یکم شوال ۱۳۱۹ھ کو امپیریل کیڈٹ کور میں داخل ہونے کے لیے ڈیرہ دون تشریف لے گئے اور بطور کیڈٹ بھرتی ہو گئے۔ بہت جلد ان میں کریک کیولری رجمنٹ کے رسالہ روہسا میں کمیشن مل گیا۔ بعد میں انھیں لارڈ کرزن کی تجویز کے مطابق ڈیرہ دون ملٹری کالج میں فوجی تربیت کے لئے بھیج دیا گیا۔ اس کالج میں فوجی تربیت حاصل کرنے والے وہ چوتھے ہندوستانی شہزادے ہیں۔

فوجی تعلیم کے اختتام پر انہیں ضلع سکندرآباد کے جنرل آفیسر کمانڈنگ کے ذاتی اسٹاف کا ایک رکن بنا دیا گیا۔ ایک سال کے بعد وسط جمادی الاول ۱۳۲۵ھ میں انھیں حیدرآباد کی شاہی افواج کے رسالہ دوم کا گزیٹڈ کمانڈنگ آفیسر مقرر کر دیا گیا۔ یہ ایک ایسا ذمہ داری کا اور اعلیٰ عہدہ تھا جو ان سے پہلے کسی ہندوستانی کو نہیں دیا گیا۔

جشن چہل سالہ سالگرہ کے موقع پر خاص امرا کا جو دربار اعلیٰ حضرت نے اپنی حویلی قدیم میں منعقد فرمایا تھا اس میں آپ کا نمبر ساتواں ہے۔ وسط جمادی الاول ۱۳۲۵ھ میں امپیریل سروس ٹروپس فرسٹ لانسر کے آنریری کمانڈر مقرر ہوئے۔ ۴ شوال ۱۳۲۵ھ کو گورنر جنرل لارڈ منٹو وائسرائے ہند کی تشریف آوری میں نواب ولی الدین خاں بھی پیشوائی،

Marfat.com

مزاج پرسی، دربار ڈنر وغیرہ میں شریک رہے۔ اور نواب سلطان الملک بہادر اس وقت چونکہ جاپان میں تشریف فرما تھے، اس لئے دربار میں مورچھل آپ کو عنایت ہوا۔

۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں اعلیٰ حضرت نظام نے انھیں معین المہام افواج سرکار آصفیہ (وزیر افواج حیدر آباد) کی حیثیت سے متعین فرمایا۔ اس منصب پر وہ تقریباً پانچ سال فائز رہے۔ اس دوران میں جنگ عظیم اول چھڑ گئی۔ برٹش حکومت کے لیے یہ بڑی مشکل اور خطرات کے ایام تھے، نواب ولی الدولہ نے اس موقع پر برٹش استعمار کی جو بیش بہا خدمت انجام دی اس کا ذکر بکٹوریل حیدر آباد اور یادگار سلور جوبلی کے مولفین نے کیا ہے۔ وہ ابھی معین المہام افواج سرکار آصفیہ کے منصب پر فائز اور خدمات سرانجام دے رہے تھے کہ نواب میر سرفراز حسین خاں صفدر جنگ مشیر الدولہ فخر الملک ثانی نے معین المہام عدالت کے استعفیٰ دے دینے کی وجہ سے منصب وزارت انصاف خالی ہو گیا۔ آپ کی اعلیٰ درجے کی انتظامی صلاحیتیں، قانونی واقفیت اور عدل و انصاف کی خوبیاں چونکہ آپ کی عملی زندگی سے ثابت ہو چکی تھیں، اس لیے آپ کی خدمات ایک فرمان خسروی کے ذریعے وزارت انصاف میں منتقل کر دی گئیں۔

جب باب حکومت (ایگزیکٹو کونسل) کی تنظیم جدید عمل میں آئی تو ۱۳۳۸ھ میں نواب ولی الدولہ کو اس کا رکن منتخب کیا گیا۔ ۱۳۴۲ھ میں جب نواب فریدون الملک نے صدارت عظمیٰ سے طویل رخصت لی تو نواب صاحب موصوف کو ان کا قائم مقام مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد جب نواب فریدوں نے اپنے منصب سے کلیتاً سبکدوشی اختیار کر لی اور اپنا استعفیٰ پیش کر دیا تو نواب ولی الدولہ کو باب حکومت کا مستقل صدر بنا دیا گیا۔

اس منصب پر وہ ۱۳۴۵ھ کے اختتام تک فائز رہے۔ اس دوران میں انھوں نے جو عظیم الشان خدمات انجام دیں ان کی مثال اس سے پہلے کسی صدر کے زمانے میں نہیں ملتی۔

Marfat.com

لیکن انھوں نے سب سے زیادہ مفید خدمات وزیر انصاف کی حیثیت سے انجام دیں۔ چونکہ اس وزارت کے ساتھ محکمہ رسل و رسائل (پوسٹل ڈیپارٹمنٹ) اور شعبہ تعلیمات بھی وابستہ تھا، اس لیے آپ کی خدمات کا دائرہ بھی زندگی کے مختلف گوشوں تک پھیلا ہوا رہا۔ آپ کی ان خدمات پر مختصر طور پر پکٹوریل حیدرآباد PICTURIAL HYDERABAD کے مولف نے بھی روشنی ڈالی ہے لیکن صمصام شیرازی نے قدرے تفصیل سے کام لیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں :

"زیادہ مفید کام آپ نے صیغہ عدالت میں انجام دیا۔ محکمۂ عدالت کی تنظیم جو آپ کے عہد کا ایک واقعہ ہے۔ نہ صرف اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ عہدہ داروں کی تعداد میں اضافہ ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ اقتدارات عاملانہ و عدالتی کی تفریق عمل میں آئی تھی (یعنی عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ اور آزاد کر دیا گیا تھا) جو ایک واقعہ قابل یادگار ہے۔

ڈاک خانہ جات میں سیونگ بنک اور وی پی منی آڈر کا طریقہ بھی آپ ہی کے عہد وزارت میں جاری ہوا۔ متعدد مفید اصلاحات محکمہ پولس میں کی گئیں جن کی وجہ سے جرائم کی تفتیش میں آسانیاں پیدا ہوگئیں۔

سررشتہ تعلیم میں جو ترقیاں آپ کے عہد میں رونما ہوئیں۔ اس کی مثال اس سے پہلے نظر نہیں آتی۔ جامعہ عثمانیہ آپ ہی کی وزارت کی خاص نشانی ہے۔ آپ عثمانیہ یونی ورسٹی کے پہلے چانسلر (امیر جامعہ) تھے اور اس حیثیت سے بھی یونیورسٹی کے کاموں میں دلچسپی کا اظہار فرماتے رہتے تھے۔ ۱۳۴۲ھ میں آپ کو پیش گاہ خسروی میں جامعہ عثمانیہ کی جانب سے "سلطان العلوم" کی اعزازی ڈگری پیش کرنے کا شرف و افتخار حاصل ہوا تھا۔ امیر جامعہ (چانسلر) کی حیثیت سے آپ نے یونی ورسٹی کے سب

Marfat.com

سے پہلے کانووکیشن (جلسہ تقسیم اسناد) کی صدارت فرمائی تھی۔"

آپ کی سیرت پر مولف مذکورۃ الصدر نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:

"آپ حیدرآباد کے اعلیٰ تعلیم یافتہ، خوش خلق، ملنسار، شرفا پرور، علم دوست حق شناس، اور فیاض امیر تھے۔ آپ کی اولوالعزمی، علوہمتی، دانش مندی تدبر، غربا پروری اور سیرچشمی ضرب المثل تھی۔"

اعلیٰ حضرت نظام کو نواب ولی الدولہ پر بڑا اعتماد تھا اور بہت محبت فرماتے تھے، اور اکثر تحائف اور تلواروں، چھڑیوں اور دیگر بیش بہا عطیوں سے ان کو سرفراز کیا تھا۔ رجب ۱۳۳۷ھ میں انھیں ولایت جنگ کے خطاب سے عزت بخشی اور جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ میں انھیں ولی الدولہ کے خطاب سے مفتخر فرمایا۔

دکن کا یہ بطل جلیل، مملکت عالیہ آصفیہ کا اعلیٰ حاکم اور امرائے پائیگاہ کا یہ جلیل القدر امیر ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۵ء کو جب کہ وہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سرزمین مقدس حجاز تشریف لے گئے تھے، مدینہ منورہ میں اس دار فانی سے انتقال فرما گئے دفن کے لیے جنت البقیع کا رشک جنت ٹکڑا نصیب ہوا۔

ایک ضروری بحث نواب ولی الدولہ کی تزویج کے بارے میں رہ گئی۔ آپ کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ ایک مولوی سید محمد یوسف الدین مرحوم صوبہ دار گلبرگہ کی صاحبزادی امیر النساء بیگم کے ساتھ ہوئی تھی۔ امیر النساء بیگم اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں سے واقف اور نہایت روشن خیال خاتون تھیں۔ انھوں نے خواتین کی معاشرتی اصلاح، ان کی تعلیم و تربیت اور فلاح و بہبود کے لیے بہت خدمات انجام دیں، جس کے صلے میں ۱۲۔ مئی ۱۹۳۷ء کو انھیں برٹش میڈل عطا ہوا۔ اور سلور جوبلی کے موقع پر ۱۳۵۰ھ میں میڈل دیا گیا۔ ان کے بطن سے نواب ولی الدولہ کی دو صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہوئے، جن کے نام یہ ہیں:

Marfat.com

۱۔ بشارت النساء بیگم آپ کی بڑی صاحبزادی ہیں جن کی شادی نواب محمد حسن الدین خاں المخاطب بہ حسن یار جنگ کے ساتھ ہوئی۔

۲۔ وجیہ النساء بیگم آپ کی چھوٹی صاحب زادی تھیں جن کی شادی نواب لطف الدولہ بہادر کے صاحبزادے نواب حمایت نواز جنگ کے ساتھ ہوئی۔

۳۔ نواب محمد حبیب الدین خاں المخاطب بہ حبیب جنگ بہادر

۴۔ نواب محمد نذیر الدین خان المخاطب بہ نذیر یار جنگ بہادر

۵۔ نواب محمد بشیر الدین خان المخاطب بہ بشیر یار جنگ بہادر

نواب ولی الدولہ کی حرم ثانی محبوب بیگم تھیں۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ شاہجہاں بیگم۔ جو اپنے والد حضرت نواب ولی الدولہ کے عین حیات ہی میں نواب محمد قیصر الدین خاں بہادر فرزند اکبر نواب محمد کریم الدین خان بہادر جنگ شمشیر بہادر نبیرہ نواب امام جنگ مرحوم سے بیاہی گئی تھیں۔

۲۔ نواب محمد محی الدین خان بہادر

۳۔ نواب محمد رشید الدین خان بہادر

ہر دو صاحبزادگان پر آئندہ صفحوں میں مختصر نوٹس دیے جا رہے ہیں۔

---

Marfat.com

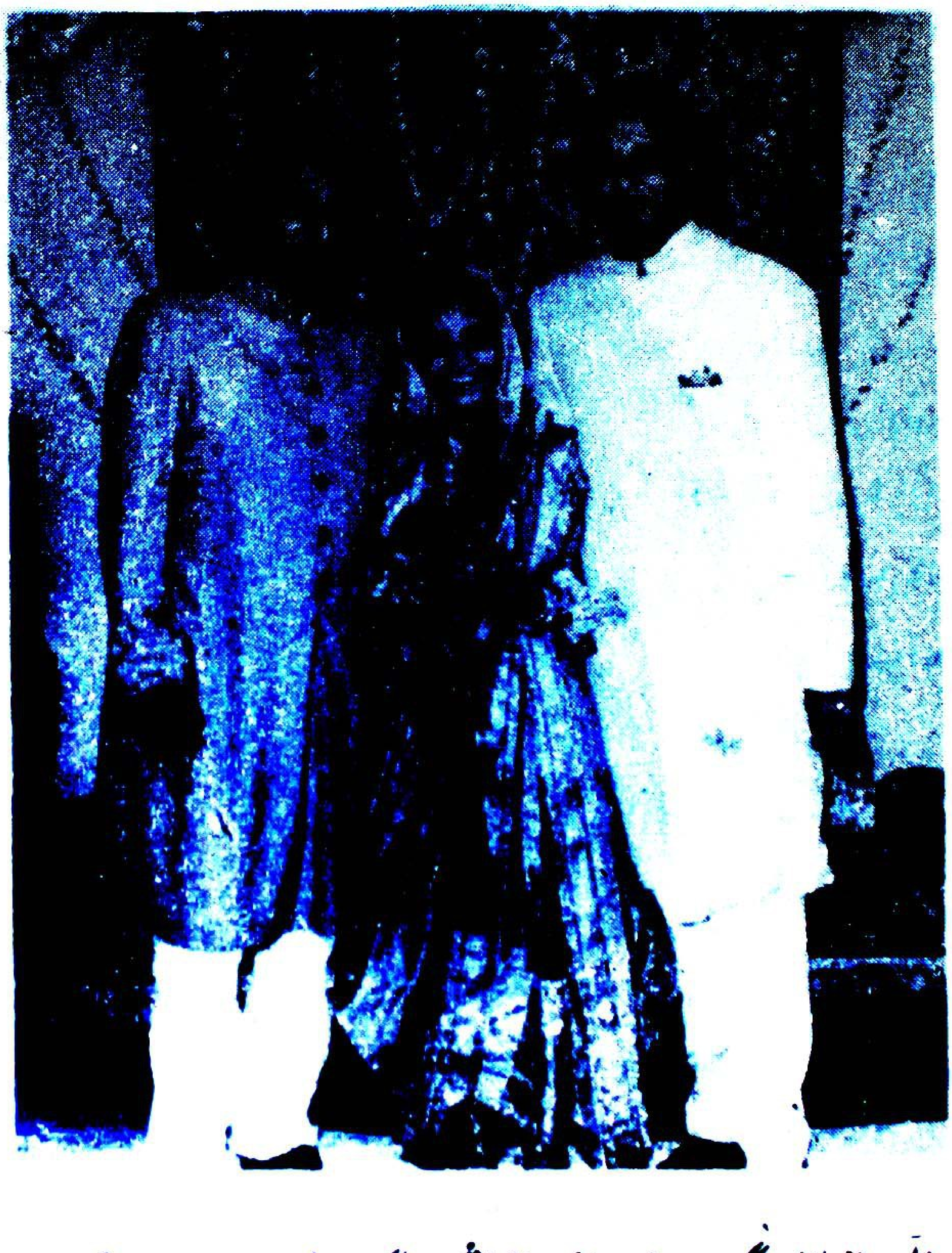

نواب نذیر نواز جنگ اپنے چھوٹے بھائی بشیر یار جنگ اپنی صاحبزادی اُمّ الہما کے ہمراہ

Marfat.com

نواب محمد محی الدین خان بہادر

Marfat.com

# نواب محمد محی الدین خان

نواب ولی الدولہ کے دوسرے محل محبوب بیگم کے بطن سے ان کے بڑے فرزند نواب محمد محی الدین خان بہادر تھے۔ وہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ کو بمقام حیدرآباد پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والدین کی نگرانی میں گھر پر ہوئی۔ اس کے بعد بالترتیب ایم اے او کالج علی گڑھ، مدرسہ عالیہ حیدرآباد اور جامعہ عثمانیہ میں مراحل تعلیم طے فرمائے۔ جامعہ عثمانیہ میں تعلیم کے دوران میں لیفٹننٹ کی حیثیت سے فوج میں بھرتی ہوگئے۔

آپ کی شادی راجہ راجایان راجہ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت پیشکار و سابق صدر اعظم بہادر باب حکومت عالی سرکار عالی کی صاحبزادی سے ہوئی جن کے بطن سے آپ کی پانچ اولادیں ہوئیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ نواب محمد سراج الدین خاں

۲۔ نواب محمد افتخار الدین خاں

۳۔ نواب محمد ولی الدین خاں

۴۔ یوسف النساء بیگم

۵۔ محمود النساء بیگم

جس زمانے میں یادگار سلور جوبلی کی تالیف عمل میں آئی تھی نواب محمد محی الدین خان بہادر تھرڈ بٹالین میں لیفٹننٹ تھے۔

Marfat.com

نواب محمد رشید الدین خان فرزند نواب ولی الدولہ بہادر

Marfat.com

# نواب محمد رشید الدین خاں

نواب ولی الدولہ کے دوسرے محل سے چھوٹے بیٹے اور نواب محمد محی الدین خاں کے حقیقی بھائی تھے۔ ۱۲ ربجمادی الثانی ۱۳۲۸ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتداءً گھر پر لائق و فاضل اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ علی گڑھ تشریف لے گئے اور ایم اے او کالج میں داخلہ لیا لیکن جلد ہی واپس آگئے، اور واپس آکر مدرسہ عالیہ میں تعلیم کا آغاز کیا۔ جہاں ایک عرصہ تک تعلیم پانے کے بعد انگلستان کے لیے رخت سفر باندھا، اور فراغت تعلیم کے بعد وطن لوٹے۔

اعلیٰ حضرت نظام کی ایک صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی۔ رشید جنگ کے خطاب سے سرفراز کیے گئے۔ صمصام شیرازی کے بقول آپ نہایت فہیم و ذکی نواب ہیں۔ تعلیم کا ذوق و شوق آپ میں قدرت نے ودیعت فرمایا۔"

Marfat.com

دکانات ملکیت نواب سر وقارالامراء بہادر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# امراء و وزراء پائیگاہ کی تاریخی اور لاثانی خدمات

اس خاندان کی ابتداء نواب ابوالخیر خاں سے ہوتی ہے جو نظام الملک کے ساتھ حیدرآباد آنے والے عمائدین میں ممتاز تھے۔ انھیں منصب، جاگیر، خطاب اور پالکی عطا ہوئی تھی ان کے فرزند تیغ جنگ ابوالفتح خان تھے۔ جن کو منجملہ اور خطابات کے شمس الامراء کا خطاب بھی عطا ہوا تھا جو اس خاندان میں پہلا ہے۔ اُن کو اُس وقت کے محاصل کے لحاظ سے ۲۹ لاکھ کی جاگیریں عطا ہوئی تھیں۔ بعد کے زمانے میں اس خاندان کو کثیر مالیت کی مزید جاگیرات عطا ہوئی تھیں جو سقوط حیدرآباد تک کروڑوں کے محاصل کو پہنچتی تھیں۔ دراصل پائگاہوں کی جاگیرات اور ان کا علاقہ ہندوستان کے بہت سے اوّل درجہ کی دیسی ریاستوں سے بڑھ کر تھا۔ پائگاہوں کی اپنی فوج کے علاوہ اپنی انتظامیہ، اپنی پولیس اور اپنی عدالت بھی تھی ان کو اپنا مہور کا غذ اور سکہ جاری کرنے کا بھی اختیار حاصل تھا۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ صرف ان سے شہزادیاں بیاہی جاتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو اپنی دستار پر کلغی لگانے کا امتیاز بھی حاصل تھا اور جاہ کا خطاب (جو شاہی خاندان کے ساتھ مخصوص تھا) انھیں عطا ہوا کرتا تھا۔

Marfat.com

شمس الامراء اوّل ابوالفتح خاں تیغ جنگ نے حیدرآباد کی دیوانی کو قبول کرنے سے انکار کرکے فوجی خدمت ہی کو اپنے لیے کافی سمجھا۔ لیکن ان کے فرزند وجانشین نواب فخرالدین خاں امام جنگ خورشید الدولہ خورشید الملک شمس الدولہ شمس الملک شمس الامراء ثانی امیر کبیر نے جو آصف جاہ ثانی کی دامادی سے ممتاز تھے میر عالم سے پہلے دیوانی کا عہدہ قبول کیا لیکن چھ ماہ کے اندر ہی اس سے استعفیٰ دے دیا۔ یہ بڑے علم دوست اور ادب پرور امیر تھے ان کے استعفیٰ کی وجہ ان کی عظیم الشان جاگیر اور اقتدار نہ تھا بلکہ تمام حالات وقرائن سے پتہ چلتا ہے کہ مملکت اور ملت کی خدمت کا بے پناہ جذبہ اس کا اصلی محرک تھا۔ جس نے حیدرآباد کے ادب اور بلا واسطہ طور پر برصغیر کے مسلم ادب پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں شاذ ہی اس کی مثال ملے گی۔ اس لیے ان کے کارنامے اس کے مستحق ہیں کہ ان پر قدرے تفصیلی نظر ڈالی جائے۔ ان کا دور وہ تھا جب کہ فورٹ ولیم کالج کی شائع کردہ کتابیں ہندوستان کے طول وعرض کی طرح حیدرآباد میں بھی پھیل گئی تھیں اور اُن کے زیر اثر اس قسم کے قصہ کہانیوں کی کتابیں لکھنے کا شوق برصغیر میں عام اور بطور مرض متعدی حیدرآباد میں بڑھتا جا رہا تھا۔ دوسری طرف دہلی کے مرکزی اضمحلال بعد ازاں اودھ کی شاہی کے ختم ہو جانے کے باعث عام طبائع میں افسردگی روز افزوں پھیل رہی تھی اور فنون لطیفہ کا شغف جو "طاؤس و رباب آخر" کے مصداق گزشتہ صدی سے پیدا ہو گیا تھا اب اور زیادہ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ گھر گھر شعر وشاعری کے چرچے عام تھے۔ شمالی ہند کی طرح حیدرآباد میں بھی یہ وبا عام تھی۔

انیسویں صدی کے ربع اوّل کے آخری سالوں سے لے کر اس صدی کے اختتام

Marfat.com

تک حیدرآباد میں اس عام وباء کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس دور میں حیدرآباد کے اندر جو ادب پیدا ہوا وہ بیشتر شعر و شاعری سے تعلق رکھتا ہے۔ نظام علی خاں کے دور سے لے کر میر محبوب علی خاں کے دور کے اخیر تک حیدرآباد کے جتنے با اختیار دیوان ہوئے رچا ہے وہ ارسطو جاہ ہوں کہ منیر الملک میر عالم ہوں کہ راجہ چندو لعل سب ہی اس میں مبتلا تھے صرف سالار جنگ اوّل کو اس سے مستثنیٰ کہا جا سکتا ہے) یہ شعراء اور فنکاروں اور قصہ گویوں کی سرپرستی میں ملک کی دولت بے محابا لٹا رہے تھے۔ جس کا ایک اچھا اندازہ داستانِ ادب حیدرآباد کے چوتھے پانچویں اور چھٹے باب کے مطالعے سے ہوتا ہے۔ جس کو بڑے ذوق و شوق سے قلمبند کیا گیا ہے اور مزے لے لے کر پڑھا اور دہرایا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس دور میں بعض علمی کاموں کی بھی سرپرستی ہوئی تھی لیکن وہ آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ داد و دہش کا بیشتر حصہ قصہ گویوں اور شعراء کے حصہ میں آیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وزرائے اعظم خود شاعر تھے اس لیے شعر و شاعری اور رقص و سرور کے مربی اور سرپرست تھے۔ مثلاً ارسطو جاہ نے اپنی محبوبہ سرور افزا بائی کے نام پر ایک شہر سرور نگر کی تعمیر کی اور اس کو محل، باغ، بانسار، تالاب وغیرہ سے آراستہ کیا اس کی آبادی کے قطعات تاریخی بھی کئی شعراء نے پیش کیے تھے جس میں ایک شاعر جعفری کا قطعہ تاریخ یہ ہے:"

قطعہ:۔

بنی ہے تازہ یہ آبادئ سرور افزا
بجاہ و دولت و شان و شوکت و فر
زبان جاں سے کہی جعفری نے یہ تعریف
رہی ہمیشہ بجا بستئ سرور نگر

---

" انھوں نے تقریباً دو سو شاعروں کی سرپرستی اور ہمت

Marfat.com

افزائی کی۔[1]"

اس عہد کے (ایک شمالی ہند کے) شاعر ہدایت نے جس کی سرپرستی شمس الامراء کرتے تھے۔ ارسطو جاہ کی ہجو میں جو اشعار لکھے اس میں ان کا یہ شعر قابل غور ہے۔

جو سارخ پوچھو تو اس شاہ کی ریاست میں
زوالِ دولت و اقبال ہے یہی بے پیر

ان کے بعد میر عالم دیوان ہوئے اگرچہ وہ صرف ساڑھے چار سال حکمراں رہے لیکن ان کے کارناموں کا اندازہ اس سے کیجیے کہ وہ ماہ لقا بائی چندا کے "بُری طرح عاشق ہو گئے تھے" اور انھوں نے اس کے سراپا میں ۲۲۶ ابیات کی فارسی مثنوی لکھی تھی حالانکہ یہ ان سے پہلے ارسطو جاہ اور ان کے بعد چندو لعل کی منظورِ نظر رہ چکی تھی۔

اس مثنوی کے چند اشعار درج ذیل ہیں جن سے شاعر کی ذہنیت اور کردار پر بہت اچھی طرح روشنی پڑتی ہے۔

اے ماہِ سپہر آشنائی
سرتا پائے تو دلِ ربائی
اے مردم دیدۂ محبت
سرتا خدمت طلسم الفت
تا حسن تو ناخنم بدل زد
عشقت رہ ہوش متصل زد

---

[1] داستان ادب (طبع اوّل) صفحہ ۶۷

Marfat.com

تا روئے ترا بمن نمودند
در ہائے بلا بمن کشودند
اے ماہ لقائے ماہ پیکر
اے ماہ جبین ماہ منظر
باشد ز جفا و جور تا چند
ہر حلقہ بہ گردن دلم بند
گفتار و خموشئ تو باہم
در شعلہ فشانی اند توام
اے حسن تو در جہان فسانہ
دل گرمئ عشق را بہانہ
حسن تو ہمیں نہ دل ربا شد
سر تا پا بہ من بلا شد
اے کردہ جہان بہ خویشتن آر دام
کفر و اسلام صید یک دام
ہرگز نہ کنم ز تو جدائی
ترک رہ و رسم آشنائی
ہرگز نہ شود بہ بزم وصلم
چشم بد روزگار محرم
ہجر من و تو محال عقلست
دوراز روش خیال عقلست
من جسم و جان من تو باشی
ہم روح روان من تو باشی

---

Marfat.com

بدقسمتی سے اس ذہنیت و کردار کے لوگ حیدرآباد اور مسلم ہندوستان کی تاریخ کے فیصلہ کن لمحات میں برصغیر میں مسلمانوں کے قومی اقتدار کی چوٹی پر فائز تھے جن سے یہ توقع کسی طرح نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ مملکت کی آزادی و سالمیت کے تحفظ کے اہل ثابت ہوں گے دراصل یہی دور ہے جب کہ برصغیر میں برطانوی استعمار قوی اور مملکت حیدرآباد کمزور ہوگئی جو آگے چل کر اس کی تباہی پر منتج ہوئی حیدرآباد کا سیاسی مورخ اسی دور میں حیدرآباد کے زوال کی بنیاد پاتا ہے۔

اب اس کے بعد چندولعل کا زمانہ آتا ہے جو میر عالم ہی کی طرح ارسطو جاہ کی وجہ سے اس عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے تھے انھوں نے تو پچھلوں کو بھی مات کردیا۔ چندا کی عاشقی اور سرپرستی کے علاوہ ان کی قدردانیٔ سخن کے بارے میں ہم داستانِ ادب حیدرآباد کا ایک اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

"تقریباً روزانہ شب میں آدھی رات گزرنے کے بعد اُن کے یہاں مشاعرہ ہوتا تھا اور دُور دُور کے شعراء بھی مقامی شعراء کے پہلو بہ پہلو اس میں حصہ لیتے تھے تین سَو سے زیادہ شعراء چندولعل کے گرد جمع ہوگئے تھے ان میں سے اکثر کی تنخواہ مقرر تھی اور کسی کی سَو روپے سے کم تنخواہ نہ تھی بعضوں کے ہزار ہزار روپے بھی مقرر تھے" [1]

ان حالات میں یہ امر کیوں تعجب خیز ہو کہ چندولعل کے عہد میں مملکت حیدرآباد کا زرخیز ترین صوبہ برار قرض کی ادائی میں انگریزوں کے ہاں رہن کرنا پڑا جو بالآخر ان کے جانشین مہاراجہ کشن پرشاد کے عہد دیوانی میں دوامی پٹہ کی صورت اختیار کرگیا۔

---

[1] "داستان ادب" حیدرآباد (طبع اوّل) صفحہ ۱۰۲۔

Marfat.com

با اختیار دیوانوں کے اس طرزِ عمل سے جو بدبختانہ سیاسی نتائج ہوئے اس نقصان کے علاوہ اصلی نقصان یہ تھا کہ قوم کے قوائے عملی آسودہ ہوتے جارہے تھے اور عملی زندگی ٹھٹھرتی چلی جارہی تھی۔ شمس الامراء کی دوربین نظر نے بروقت اس کو تاڑ لیا کہ یہ تباہی کا پیش خیمہ ہے کیونکہ سیاسی زوال کے باعث پہلے ہی سے حوصلوں میں پستی اور ادب میں سطحیت پیدا ہوچکی ہے اب بیرونی حکمرانوں (انگریزوں) کی سرپرستی اور حیدرآباد کے بااختیار دیوانوں کی حکمتِ عملی، ان کی مجموعی ذہنیت کو مزید پست بنارہی ہے کہ مسلمان یورپ کے جدید علوم اور سائنس سے بے خبر رہیں اور قومی احیاء اور ترقی کی طرف سے غافل ہوجائیں یاد رہے کہ قومی زندگی میں حیدرآباد کے وزراء اعظم کی بااختیار شخصیت کی حکمتِ عملی فیصلہ کن ہوا کرتی تھی کیونکہ وہی اختیاراتِ شاہی کو عملاً استعمال کرتے تھے چنانچہ شاہ تجلیؔ نے اپنے ایک قصیدہ میں آصف جاہ ثانی اور ارسطو جاہ یعنی بادشاہ اور وزیر دونوں کو ہم پلّہ اور ہم رتبہ بیان کیا ہے۔

گھر گھر میں جن کی سالگرہ کا ہے انبساط
بیٹھے ہیں آج جشن میں مل شہر یار دو
ایک ہے ماہِ کیانی بہ دوم رئیس ملک
فرقِ شہی کے ہیں دُرِ افتخار دو
جن کی گرہ کے دیں گے برس گانٹھ کے ہزار
لادے ہے دہر خطِ شعاعی سے تار دو
خوش قد مثال سرو چمن جوئے بار پر
بیٹھے ہیں رشکِ باغ ارم طرح دار دو
جب تک ہیں نیرین فلک حق کے فضل سے
دائم رہیں یہ سالگرہ بے شمار دو

Marfat.com

ایسی ہی قصیدہ خوانی و مداحی کا نتیجہ تھا کہ ارسطو جاہ نے انھیں دربار سے کافی صلہ دلانے کے علاوہ امراء و ارکان سلطنت سے بھی پچاس ہزار روپے کی رقم جمع کر کے دلائی۔ الغرض شمس الامراء نے اس بُری صورتِ حال کو بدلنے کی موثر تدابیر اختیار کیں۔ ٹھوس، علمی کتابوں اور جدید مغربی اور سائنٹیفک علوم کے تراجم اور اشاعت کی داغ بیل ڈالی اور اس غرض کے لیے انھوں نے انگلستان اور فرانس سے کتابیں منگوائیں اور انگریزی اور فرانسیسی جاننے والے یورپی اور ہندوستانی علماء کی خدمات حاصل کیں تاکہ ان مغربی و سائنسی کتابوں کا اردو میں ترجمہ ہو۔ اس کے لیے ایک سنگی مطبع قائم کیا اس طرح انھوں نے تنہا اپنی دولت اور کوشش سے گویا ایک دارالترجمہ قائم کیا۔ مدرسہ فخریہ کے نام سے ایک درس گاہ بنائی اور اس کے تحت متعدد مدارس کھولے۔ علمی کتابوں کی تیاری کے سلسلے میں عملی طور پر خود انھوں نے پہل کی چنانچہ شمس الہندسہ تالیف کی جو فارسی میں ۱۲۴۱ھ میں مرتب ہوئی تھی تاکہ اس سے اقلیدس کے طلباء مستفید ہوں۔ یہ موسیو کلارک کی فرانسیسی کتاب کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی تھی۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس میں دس مقالے اور ایک خاتمہ نیز شمس الامراء کے فرزند رفیع الدین خاں کے اشکال متخرجہ بھی شامل ہیں جو مطبع شمس الامراء میں کئی بار چھپی۔

ان کی دوسری کتاب رسالہ علم رجال (۱۲۴۲ھ) ہے۔ یہ پانچ مقالے اور ایک خاتمہ پر مبنی ہے۔

اپنی تالیفات کے علاوہ انھوں نے ریورنڈ چارلس کی کتاب مطبوعہ لندن (۱۸۱۸ء) کو چھ جدا رسالوں میں ترجمہ کرا کے اپنے دیباچہ اور تصحیح کے ساتھ مرتب کروایا اور اپنے سنگی چھاپہ خانہ میں چھپوایا۔ جو "ستہ شمسیہ" کہلاتے ہیں۔ یہ ۱۲۵۳ھ میں چھپے تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) جرِ ثقیل ۲۴۴ صفحات

Marfat.com

(۴) علم ہیئت ۲۴۶ صفحات
(۵) علم آب ۳۱۲ "
(۶) علم ہوا ۳۳۵ "
(۷) علم الانظار ۲۷۷ "
(۸) علم البرقک ۳۰۲ "
(۹) ایک رسالہ مرقی چور نکالنے کے طریقوں پر لکھا گیا جو ۱۲۵۱ھ میں چھپا۔
(۱۰) اس کے دوسرے سال ۱۲۵۲ھ میں کسورات اعشاریہ پر ایک رسالۂ حساب بطور سوال و جواب مرتب و شائع کیا گیا۔
(۱۱) علم حیوانات پر ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ کیا گیا جو ۱۲۶۶ھ میں مکمل ہوا۔ اس میں ایک سو بیس (۱۲۰) جانوروں کے حالات درج ہیں انگریزی ناموں کے ساتھ اردو فارسی اور عربی ناموں کی ایک فہرست بھی شریک کی گئی ہے۔
(۱۲) ریورنڈ جان ٹامس کی علم کیمیا پر کتاب (مطبوعہ لندن ۱۸۲۲ء) کو عام افادہ کے لیے ۱۲۵۹ھ میں مرتب کرایا گیا جس میں نو ابواب اور امتحانی تجربے شریک ہیں۔
(۱۳) نواب شمس الامراء نے اپنے یہاں کے متعدد اہل علم و کمال کی مدد سے ایک اہم تاریخی کتاب (جدول وقائع تاریخی کے نام سے) بھی شائع کی جس میں ابتدا از سن عیسوی سے ۱۸۴۶ء تک کے وہ واقعات درج ہیں جو دنیا کی تاریخ میں اہمیت رکھتے ہیں خصوصاً ہندوستان اور دکن کی تاریخ کے اس کتاب میں دنیا کے مختلف سنین کی آپس میں مطابقت بھی کی گئی ہے۔

شمس الامراء کی اس مہم میں ان کے صاحبزادگان نے بڑا اہم اور قیمتی حصہ

Marfat.com

لیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے اس ذاتی مشن کو اپنے خاندان کا ورثہ بنانے میں کامیابی حاصل کی تھی وہ اس کام کا طویل المیعاد منصوبہ رکھتے تھے چنانچہ ان کے فرزند رفیع الدین خان نامور جنگ عمدۃ الدولہ، عمدۃ الملک عمدۃ الامراء شمس الامراء ثالث امیر کبیر ثانی کو بھی علم و فضل اور سائنس کے شوق سے بہرۂ وافر ملا تھا۔ اس لیے عنفوانِ شباب ہی سے وہ اپنے پدرِ بزرگوار کے دستِ راست ثابت ہوئے اور اپنے نامور والد کی وفات کے پندرہ سال بعد یعنی اپنی وفات (۱۲۹۴ھ) تک اس سلسلے کو خود جاری رکھا جس میں قابلِ ذکر حسبِ ذیل کتابیں ہیں :۔

(۱۴) رسالۂ علم ہندسہ، یہ فارسی رسالہ ہے جو ۱۲۴۹ھ میں تالیف ہوا تھا لیکن طباعت شمس الہندسہ کے بعد عمل میں آئی۔

(۱۵) رفیع الحساب، یہ کتاب انگریزی کتابوں کو پیشِ نظر رکھ کر لاگرتی سے متعلق ۱۲۵۲ھ میں لکھی گئی جو سات ابواب اور ۷۷ صفحات پر مشتمل ہے مزید نوے صفحات میں اس علم سے متعلق دس ہزار تک کا جدول آخر میں دیا گیا ہے اس کا ایک ایڈیشن ۱۲۵۸ھ میں مدراس میں چھپا ہے۔

(۱۶) تکملہ رفیع الحساب، دو سال بعد ۱۲۵۴ھ میں بہ زبان اردو تالیف ہوا اور اسی سال مطبع سنگی شمس الامراء میں چھپا۔

(۱۷) رفیع البصر : یہ کتاب علم الانظار پر فارسی میں خاص اہتمام نقشوں اور تصویروں کے ساتھ مرتب کی گئی تھی یہ چھ مقالوں اور ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ نیز آخر میں ۲۲ صفحات کی ایک مزید فہرست ہے یہ ۱۲۵۷ھ میں مدراس میں چھپی۔

(۱۸) رفیع الصنعت : اصطرلاب سے متعلق فارسی میں ہے جو مطبع جامع الاخبار مدراس میں ۱۲۵۹ھ میں چھپی اس کتاب میں اسی موضوع کے حسبِ ذیل رسائل بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

(۱) ہفتاد باب اعمالِ اصطرلاب از بہاؤالدین آملی

(۲) اعمال ربع مجیب از عطاء اللہ قادری

(۳) اعمال ربع مقنطرہ از حسن بن راجی محمد

(۴) اعمال زرقالیہ

(۱۹) رفیع الترکیب : علم مثلث کے موضوع پر ہے مطبع شمسی میں ۱۲۸۴ھ میں چھپی۔

(۲۰) رسالۂ شطرنج : اس میں ۲۲ قلمی نقشے شریک ہیں۔ رفیع الدین خاں کے دوسرے بھائی بدر الدین خاں رفعت جنگ معظم الدولہ معظم الملک بھی صاحب علم و فضل اور حافظِ قرآن و شاعر تھے جو اس عہد کے مشہور شاعر اور شمس الامراء کے گہرے دوست استاد الشعراء حافظ میر شمس الدین محمد فیض کے شاگرد اور تمیز تخلص کرتے تھے۔ ان کی حسب ذیل تصانیف موجود ہیں :

۴۱ (۱) دیوانِ تمیز

۴۲ (۲) تمیز اللسان : ایک فارسی رسالہ ہے جو عربی فارسی و ترکی اور ہندی لغات کے اختلافات سے بحث کرتا ہے۔

۴۳ (۳) وقائع معظمیہ : آصف جاہی تاریخ میں یہ خاص اہمیت رکھتی ہے جو ۱۲۵۲ھ میں مکمل ہوئی۔ اس میں خاندانِ آصفیہ کے شجرے صحت سے درج ہیں نیز افراد خاندان کے حالات خطابات کی تقسیم اور تاریخیں بھی ہیں۔

۴۴ (۴) علم عروض : یہ کتاب ۱۲۴۶ھ میں شمس الامراء کے سنگی چھاپہ خانہ میں چھپی۔ بدر الدین خاں عالم و شاعر و ادیب ہونے کے علاوہ خوش نویس مصور اور خطِ ظفر کے بڑے ماہر تھے چنانچہ ان کے ناخن کے لکھے ہوئے متعدد مرقع موجود ہیں۔

Marfat.com

رفیع الدین خاں کے تیسرے بھائی سلطان الدین خان سبقت جنگ تھے جو عنفوانِ شباب میں دو لڑکوں یعنی وزیر الدین خاں اور مظہر الدین خاں کو چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ ان دونوں نے اپنے جوان مرگ باپ کی آرزوں کو پورا کیا۔ وزیر الدین خاں اپنے والد کے خطابات سبقت جنگ محتشم الدولہ سے سرفراز ہوئے۔

۲۵۔ سبقت جنگ نے ایک مبسوط فارسی کتاب ۱۲۹۲ھ میں لکھی جس میں غلط الفاظ اور ترکیبوں کو نمایاں کر کے دکھایا۔ تاکہ تصنیف و تالیف میں ان سے احتراز کیا جائے جو ۱۲۹۴ھ میں چھپی۔

دوسرے بیٹے یعنی مظہر الدین خاں آگے چل کر شمس الامراء رابع اور سر آسمان جاہ کے نام سے مشہور ہوئے اور حیدرآباد کے وزیر اعظم بنے جن کے عظیم الشان کارناموں اور زریں علمی عہد پر آگے بحث کریں گے جس سے ظاہر ہوگا کہ یہ بھی اس سلسلۃ الذہب کی کتنی قیمتی کڑی تھے اور کس طرح انھوں نے اپنے جدِ اعلیٰ فخر الدین خاں کی طرح حیدرآباد کی علمی و ادبی زندگی کے موڑ پر بے مثال کارنامہ انجام دیا۔

شمس الامراء ثانی نواب فخر الدین خان کا کارنامہ یہی نہیں کہ انھوں نے مدرسہ اور مطبع قائم کیا ٹھوس علمی اور ادبی کتابیں لکھیں، بہترین مترجمین مہیا کیے جن میں فرانسیسی اور انگریز بھی شریک تھے بلکہ اپنے خاندان میں علم و ادب کا صحیح اور متوازن ذوق پیدا کیا اس عہد کے حیدرآباد کی علمی و ادبی زندگی کو سہارا دیا اور پروان چڑھایا۔ اپنے اسٹیٹ میں بے شمار اہلِ علم کو ملازم رکھا اور ان سے کتابیں لکھوائیں بلکہ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اس عہد کی سب سے بڑی ادبی شخصیت استاد الشعراء حافظ میر شمس الدین محمد فیض کے ساتھ بھی پورا پورا تعاون کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا ذوق علم کس قدر ستھرا اور متوازن تھا اگرچہ ان کا

Marfat.com

اصل کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے حیدرآباد کے کاروانِ علم کو سطحی ادب کی بھول بھلیوں اور شعر و شاعری کی رنگین وادیوں اور مرغزاروں میں کھوئے جانے سے نکال کر فلسفۂ تاریخ اور سائنس کی سنگلاخ وادیوں میں لاکھڑا کیا۔ لیکن وہ مرغزاروں اور نزہت گاہوں کی کبھی کبھار کی سیر و تفریح کو بُرا بھی نہیں سمجھتے تھے وہ نہ زاہدِ خشک تھے اور نہ فلسفی و سائنسدان لیکن ایک مبصر کی حیثیت سے یہ جانتے تھے کہ دماغی غذا میں ادب کی مثال میٹھے کی سی ہے جو اگر مناسب اور قلیل مقدار میں ہو تو غذا کے لطف کو دوبالا کرنے کے علاوہ عام صحت کے لئے بھی مفید ہوتا ہے۔ لیکن اگر اصلی اور طاقتور غذا کے بجائے صرف وہی کھایا جائے یا اس کی مقدار انسانی غذا میں حدِ اعتدال سے زیادہ ہو تو صحت کی بربادی اور نتیجتاً موت کا باعث بن جاتا ہے۔

اب ہم آگے نواب فخرالدین خاں شمس الامراء ثانی کے بعض متوسلین کے کارناموں کا اجمالی ذکر کرتے ہیں۔

(۲۶) رسالۂ علم جغرافیہ: جس کا تاریخی نام مقطع الارض تھا یہ شمس الامراء کے موروثی متوسل و ملازم رتن لعل نے انگریزی زبان سے ۱۲۵۲ھ میں منتقل کیا تھا جو شمس الامراء کے سنگی چھاپہ خانہ میں چھپا۔

(۲۷) رسالۂ علم ہندسہ: یہ بھی رتن لعل کا (طلباء کے لئے) ایک رسالہ تھا جو ۱۲۵۷ھ میں مطبع شمس الامراء میں چھپا۔

(۲۸) منتخب البصر: جس میں رفیع البصر کا اردو میں خلاصہ کیا گیا تھا جو ۲۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بھی مطبع شمس الامراء میں چھپا۔

(۲۹) علم و اعمال کروی: رتن لعل نے اس کو مسٹر جوزہ نامی ایک اینگلو انڈین کے ساتھ مل کر مرتب کیا تھا۔

(۳۰) قواعد منتخب: یہ علم ریاضی سے متعلق ایک اردو رسالہ ہے جس کا مصنف رام پرشاد بھی شمس الامراء کا ملازم و موروثی متوسل تھا یہ

Marfat.com

۱۲۷۳ھ میں قلمبند کیا گیا تھا۔

(۳۱) ترجمہ کتاب ہندسہ یہ ٹاڈ ہنٹر کی انگریزی کتاب کا با محاورہ اردو میں ترجمہ ہے جو پانچ سو باسٹھ صفحات سولہ ابواب اور ایک دیباچہ پر مشتمل ہے۔ یہ رائے منّو لعل کا کارنامہ ہے جو صیغۂ تعمیرات کے مددگار معتمد اور مدرسہ انجینئرنگ کے پرنسپل تھے۔ اس کتاب کے بارے میں منّو لعل کا یہ بیان اہم ہے کہ اردو زبان میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو ہندسہ بالوتر پر نواب رفیع الدّین خان کی دلچسپی کی وجہ سے قلمبند کی جارہی ہے اس میں نظری حسابات کو اشکال کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔

ایک اور متوسل مسٹر جان انجینئر تھے جن کے فرزند مسٹر جوزہ نے شمس الامرا کی سرپرستی کی وجہ سے اردو میں اتنی مہارت حاصل کرلی تھی کہ متعدد کتابیں لکھیں جن کے منجملہ دو مشہور ہیں۔

(۳۲) رسالۂ علم جرثقیل: یہ انگریزی کتابوں سے استفادہ کے بعد بطور سوال و جواب ۵۵ صفحات پر مرتب کیا گیا اور شمس الامرا کے سنگی چھاپہ خانہ میں سنہ ۱۲۵۲ھ میں چھپا۔

(۳۳) رسالہ علم و اعمال کروی: اس میں ارضی و سماوی کروں کے حالات نیز زلزلوں طوفانوں وغیرہ سے بحث کی گئی ہے جو اردو میں ہے۔ شمس الامراء کے حکم سے اس میں رتن لعل بھی شریک تھے۔

جن دوسرے یوروپین اہل قلم سے کام لیا گیا اس کی تفصیلات یہ ہیں۔

(۳۴) ترجمہ رسالۂ چیچک: مسٹر مرّی نے ڈاکٹر میکلن کے انگریزی رسالۂ چیچک کا اردو میں ترجمہ کیا جو ۱۲۶۵ھ میں چھپا۔

(۳۵) کفایت العلاج: کمپاؤنڈروں اور عوام کے فائدے کے لیے شمس الامراء کی فرمائش پر ولیم میکنزی (طبی گودام کے محافظ) نے اردو میں لکھی جو مطبع شمس الامراء میں ۱۲۶۲ھ میں چھپی تھی۔ اسی طرح مسٹر میکنزی

Marfat.com

مسٹر مری، موسیو تند وسی اور جولیس نیز میر امان علی دہلوی اور غلام محی الدین حیدرآبادی نے "ستہ شمسیہ" کی تالیف و ترجمہ میں مدد کی تھی۔ اب ذیل میں ہم ان کے متوسلین کی کتابوں کی ایک فہرست درج کرتے ہیں۔

۱ - ترجمہ شرح چغمنی } مصنفہ شاہ علی
۲ - انوار بدریہ } مصنفہ شاہ علی
۳ - افضل الآداب آصفیہ } مصنفہ شاہ علی
۴ - تحفتہ الوزراء
۵ - رسالۂ آداب
۶ - گلدستہ محسنی محمد محسن محسن (ڈاکٹر زور کے پرنانا)
۷ - شمس المذاہب
۸ - شمس التواریخ
۹ - شمس التواریخ (در احوال اولیائے دکن) ۱۲۶۰ھ
۱۰ - منتخب الادویہ حکیم محمد قمر الدین حسین ۱۲۵۰ھ مطبوعہ ۱۲۷۰ھ
۱۱ - عظمت الساعت عظمت جنگ ۱۲۶۸ھ ، ۱۲۷۱ھ
۱۲ - رسالۂ رشیدیہ (علم ریاضی)
۱۳ - رسالۂ شمس فی اعمال حسابیہ (علم ریاضی)
۱۴ - تاریخ رشید الدین خانی ۱۲۷۰ھ غلام امام خان
۱۵ - تاریخ خورشید جاہی
۱۶ - میڈیکل جورس پروڈنس۔ مصنفۂ پٹرک گریبل مترجمہ سید علی بلگرامی مطبوعہ ۱۲۹۲ھ م ۱۸۷۳ء اس ترجمہ پر سر آسمان جاہ نے سید علی بلگرامی کو چھ ہزار روپے صلہ دلوایا تھا۔[1]

---

[1] چند ہم عصر از مولوی عبدالحق، بار دوم ۱۹۴۲ء صفحہ ۷۔

Marfat.com

۱۷ - اطب جدولی فارسی ۱۲۷۶ھ م ۱۸۵۷ء قلمی

۱۸ - جدول تحویلات شمس مطبوعہ ۱۲۹۵ھ

۱۹ - رسالۂ گھڑیال میر طفیل علی

۲۰ - ترجمہ کتاب الکٹروپلیٹ (چارلس واکر) مولوی احمد مولوی اکبر (فصاحت جاہ) ۱۲۶۸ھ م ۱۸۹۴ء

۲۱ - "تختۂ گرداں" ترجمہ رسالہ علم ہیئت فرگسن قمرو سید محمد عبدالرحمن ۱۲۶۷ھ مطبوعہ ۱۲۹۲ھ م ۱۸۷۳ء

۲۲ - ترجمہ اردو گل بکاولی ۱۲۴۹ھ خواجہ امام بخش ۱۲۴۹ھ م ۱۸۳۰ء

۲۳ - مجلس احمدی عروض لغت صرف ونحو میر حسن علی جعفر ۱۲۳۲ھ م ۱۸۱۷ء

۲۴ - رسالۂ علم جرثقیل ابو علی ۱۲۵۰ھ مطبع شمس الامراء

۲۵ - بروج الایمان والاسلام (تعلیم دینی) محمد جعفر ۱۲۶۲ھ م ۱۸۴۳ء

شمس الامراء کے ادبی کارناموں کے متعلق داستان ادب حیدر آباد کے لائق مصنف کی حسب ذیل رائے کو دہرانا کافی ہوگا۔

"شمس الامراء کے حلقۂ صاحبان کمال کے صدر نشین اور روح رواں استادِ کل حضرت حافظ میر شمس الدین محمد فیض تھے واقعہ یہ ہے کہ فخر الدین خاں شمس الامراء اور شمس الدین فیض کی ہم خیالی اور یکجہتی ایک ایسا قرانِ السعدین ثابت ہوئی جس کے باعث حیدر آباد کی علمی اور ادبی دنیا کی قسمت جاگ اٹھی۔"[1]

اس دور میں فیض بہت بڑے صوفی اور شاعر تھے ان کا بادشاہ اور شمس الامراء دونوں پر اثر تھا چنانچہ ناصر الدولہ کے ایک بھائی مبارز الدولہ کی تعلیم و تربیت

---

[1] داستان ادب حیدر آباد ص ۱۲۴

Marfat.com

کے سلسلہ میں ان کو پانچ سو۵ روپے ماہوار ملتے تھے اور شمس الامراء کے فرزند بدرالدین خان تمیز کی تعلیم کے سلسلے میں تین سو۳ روپے پھر تحفہ تحائف اور نذرانے الگ تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں صرف فخرالدین خاں کے لیے ہی ایک قصیدہ لکھا تھا یہ کثیر التلامذہ ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر التصانیف بھی تھے چار دیوان اُردو کے اور فارسی کا ایک ان کی زندگی میں اور بعد وفات دو دیوان شائع ہوئے ان کی دیگر تصانیف یہ ہیں :

۱۔ متن میر شمس الدین (فن عروض پر)
۲۔ طریق الفیض
۳۔ شرح میر شمس الدین (فن شعر)
۴۔ شمس التعریف
۵۔ علم آب
۶۔ فیض جاری (بطور صفت خالق باری) مثنوی
۷۔ خزانۃ الاتصال
۸۔ شمس النحو
۹۔ شرح منظومہ صرف
۱۰۔ رسالۂ ناسخ و منسوخ
۱۱۔ شرح مأۃ عامل
۱۲۔ شرح کلمۃ الحق
۱۳۔ در احکام حلت و حرمت

دیگر ادبی متوسلین میں فریدالدین آفاق کی ساری عمر فخرالدین خان اور ان کے فرزندوں کی سرپرستی میں گزری جن کی حسبِ ذیل پانچ کتابیں یادگار ہیں۔

۱۔ دیوان ریختہ
۲۔ گلدستۂ مجلس (اخلاقی اردو مثنوی)

Marfat.com

۳۔ مجموعہ قصائد آفاق

۴۔ مثنوی خواب وخیال (مثنوی ذوالبحرین)

۵۔ کلیات آفاق

ہندو شعراء اور ادیبوں میں گلاب چند ہمدم قابل ذکر ہے جس کا ایک دیوان مرتبہ ۱۲۸۰ھ موجود ہے وہ شمس الامراء کے رسالہ کے پیش کار اور ایک نازک خیال شاعر تھے۔ تشبیہیں اور استعارے بڑی خوبی سے استعمال کرتے تھے اس لیے اپنے کلام کی نسبت دعوے کرتے ہیں۔

ہزارہا گل مضمون شگفتہ ہیں ہر جا
جدھر کو دیکھیے تمثیل باغ رضواں ہے

شاہ علی۔ متوطن ادھونی مصنف ترجمہ شرح چغمنی انوار بدریہ اور افضل الآداب آصفیہ۔

محمد محسن محسن (ڈاکٹر زور کے پرنانا)۔

منشی نادر خاں بیدری مصنف شمس المذاہب و شمس التواریخ در احوال اولیائے دکن۔

حکیم محمد قمرالدین حسین۔ خواجہ نورالدین خاں عظمت جنگ مصنف عظمت الساعت

شیر علی بن محمد قاسم مصنف رسالہ رشیدیہ و رسالہ شمسیہ فی اعمال حسابیہ۔

غلام امام خاں مصنف تاریخ رشیدالدین خانی و تاریخ خورشید جاہی۔

مرزا جان قندھاری۔ مصنف جدول تحویلات شمس۔

میر طفیل علی مصنف رسالہ گھڑیال

مولوی احمد۔ مترجم انگریزی کتاب الیکٹرو پلیٹ۔

سید محمد عبدالرحمن مترجم رسالہ علم ہیئت موسوم بہ تختہ گرداں۔

محمد جعفر مصنف برزخ الایمان والاسلام

خواجہ امام بخش مترجم مذہب عشق۔ میر حسن علی جعفری مصنف مجلس امجدی۔

Marfat.com

ابوعلی مصنف رسالہ علم جرثقیل (فارسی) با تصویر

شمس الامراء کے خاندان کے بعد کے دور میں دو نامور وزرائے اعلیٰ یعنی سر آسماں جاہ اور سر وقار الامراء کے کارناموں کا آگے تفصیلی ذکر ہوگا جس کو پڑھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ نہ صرف حیدرآباد کی علمی اور ادبی تخلیقات میں بلکہ برصغیر کے قومی ادب میں بھی اس خاندان کا بڑا عظیم الشان حصہ ہے کیونکہ جس طرح انیسویں صدی کے نصف اول میں شمس الامراء ثانی نے علمی اور ٹھوس کتابوں کی اشاعت مغربی علوم خصوصاً سائنسی علوم کے تراجم اور ان کی اشاعت کے ذریعہ حیدرآباد کے قومی ادب کے رخ کو بدل دیا اسی طرح آخر الذکر دو امرائے پائیگاہ نے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ذخیرۂ علم خصوصاً حیدرآبادی ادب کو بالآخر سستی، سطحی اور ہلکے ادب کے چکر سے نکالنے میں کامیابی حاصل کی جس پر بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

اذا مات منا سید قام سید
قؤول لما قال الکرام فعول

ترجمہ:

جب ہم میں سے کوئی بڑا مرجاتا ہے تو دوسرا بڑا کھڑا ہوجاتا ہے۔ جو وہی کہتا اور کرتا ہے جو پچھلے بزرگوں نے کہا اور کیا تھا۔ اس طرح اس خاندان نے مسلسل چار نسلوں تک برصغیر کی مسلم تاریخ میں ایک ایسا علمی کار نمایاں انجام دیا جو انمٹ ہے اور اس کارنامہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ برصغیر میں سب سے پہلے جدید مغربی علوم اور سائنسی کتابوں کے ترجمہ و اشاعت کا اپنے ذاتی خرچ سے اہتمام و بندوبست کیا۔ اس پر زور دینا لوں ضروری ہے کہ بعض حلقوں میں نہ معلوم [illegible]

Marfat.com

میں پہلی کا اعزاز اینگلو عربک کالج کو حاصل ہے[1] جو صحیح نہیں۔ غالباً اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ بابائے اردو نے اس ادارے کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنی کتاب "مرحوم دہلی کالج" میں لکھا:

"اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اردو کو علمی زبان بنانے کی یہ پہلی سعی تھی جو خاص اصول وقاعدہ کے ساتھ عمل میں آئی۔"[2]

انجمن اشاعتِ علوم بذریعہ السنۂ ملکی کی رپورٹ سنہ ۱۸۲۶-۲۷ء کے بعد سوسائٹی نے اردو میں جو کتابیں لکھوائیں تھیں یہ رائے ان کے بارے میں ہے۔ اور اس کو پہلی سعی مشروط طور پر کہا گیا ہے جو مولوی صاحب کے متعلقہ جملہ کے اس جزو سے ہوتی ہے۔ "جو خاص اصول و قواعد کے ساتھ عمل میں آئی" "مرحوم دہلی کالج" میں جدید علوم کی کتابوں کی اشاعت کے ابتدائی انتظامات سنہ ۱۸۴۱ء کے بعد سے شروع ہوئے چنانچہ دہلی کالج کے پرنسپل نے گارساں دتاسی کے نام اپنے خط مورخہ ۱۹ دسمبر سنہ ۱۸۴۱ء میں کہا ہے

"تقریباً چھ مہینے سے میں نے کوئی بیس مترجم ملازم رکھے ہیں۔ یہ عربی فارسی اور سنسکرت کی مشہور کتابوں کے علاوہ انگریزی کی بعض کتابوں متعلق بہ علوم طبیعات، معاشیات، تاریخ، فلسفہ، قانون اور برطانوی ہند میں رائج الوقت قانون کی کتابیں اردو میں ترجمہ کرتے ہیں۔"

لیکن کتابوں کی تیاری اور اشاعت کی نوبت سنہ ۱۸۴۳ء کے بعد آئی جیسا کہ بابائے اردو کے حسبِ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے۔

"مسٹر بتروس کا تقرر کالج کی پرنسپلی پر سنہ ۱۸۴۴ء میں

---

[1] قومی زبان سنہ ۱۹۶۲ء

[2] مرحوم دہلی کالج، مصنفہ بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق مطبوعہ ترقی اردو طبع سوم ۱۹۶۲ء ص ۱۴۷۔

Marfat.com

ہوا اسی وقت سے انگریزی زبان کی کتابوں کا ترجمہ تھوڑا تھوڑا کرکے اردو میں شروع ہوا۔ ۱۸۴۳ء میں انجمن اشاعت علوم بذریعہ السنۂ ملکی قائم ہوئی اور سرمایہ کے بہم پہنچنے سے کالج میں یہ کام باقاعدہ ہونا شروع ہوگیا اور کتابیں دہلی ورناکیولر ٹرانسلیشن سوسائٹی کی نگرانی میں طبع ہونے لگیں"[۱]

آگے چل کر صفحہ ۱۴۷ کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۴۶-۴۷ء کی رپورٹ کے بعد یہ کتابیں لکھوائی گئیں اس طرح مرحوم دہلی کالج نے جو ترجمے شائع کئے یا طبعیات وغیرہ سے متعلق کتابیں شائع کیں وہ ۱۸۴۶-۴۷ء کے بعد شائع ہوئیں۔ یا زیادہ سے زیادہ ۱۸۴۳ء کے بعد۔ حالانکہ شمس الامراء کا سلسلۂ مطبوعات ۱۸۲۲ء سے شروع ہوچکا تھا۔ ہم اس مسئلہ کی اہمیت کے مدنظر سلسلہ شمسیہ اور سلسلہ دہلی کالج کے تراجم اور کتب سائنس کی فہرستیں الگ الگ یکے بعد دیگرے سن وار درج ذیل کرتے ہیں تاکہ قارئین کو صحیح رائے قائم کرنے کا موقع ملے۔

## مطبوعات شمسیہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | شمس الہندسہ | ۱۲۴۱ھ | م ۱۸۲۵ء |
| ۲۔ | علم جار | ۱۲۴۴ھ | م ۱۸۲۸ء |
| ۳۔ | جرثقیل | ۱۲۴۹ھ | م ۱۸۳۳ء |
| ۴۔ | علم ہیئت | 〃 | 〃 |
| ۵۔ | علم آب | 〃 | 〃 |
| ۶۔ | علم ہوا | 〃 | 〃 |

---

[۱] مرحوم دہلی کالج، محولہ بالا صفحہ ۱۴۱

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| ۷۔ | علم الانظار | سنہ ۱۲۴۹ھ م سنہ ۱۸۳۳ء |
| ۸۔ | علم البرق | |
| ۹۔ | رسالۂ موتی چور | سنہ ۱۲۵۱ھ م سنہ ۱۸۳۵ء |
| ۱۰۔ | کسورات اعشاریہ | سنہ ۱۲۷۲ھ م سنہ ۱۸۵۵ء |
| ۱۱۔ | علم حیوانات | سنہ ۱۲۴۶ھ م سنہ ۱۸۳۵ء |
| ۱۲۔ | علم کیمیا | سنہ ۱۲۵۹ھ م سنہ ۱۸۴۳ء |
| ۱۳۔ | رسالۂ علم ہندسہ | سنہ ۱۲۴۹ھ م سنہ ۱۸۳۳ء |
| ۱۴۔ | رفیع الحساب | سنہ ۱۲۴۸ھ م سنہ ۱۸۳۲ء |
| ۱۵۔ | تکملۂ رفیع الحساب | سنہ ۱۲۵۴ھ م سنہ ۱۸۳۸ء |
| ۱۶۔ | رفیع البصر | سنہ ۱۲۵۷ھ م سنہ ۱۸۴۱ء |
| ۱۷۔ | رسالۂ جغرافیہ | سنہ ۱۲۴۸ھ م سنہ ۱۸۳۲ء |
| ۱۸۔ | منتخب البصر | سنہ ۱۲۵۷ھ م سنہ ۱۸۴۱ء |
| ۱۹۔ | قواعد منتخب ریاضی | سنہ ۱۲۵۵ھ م سنہ ۱۸۴۹ء |
| ۲۰۔ | ترجمہ کتاب الہندسہ (ٹاڈہنٹر) | سنہ ۱۲۵۵ھ م سنہ ۱۸۳۶ء |
| ۲۱۔ | رسالہ علم جرثقیل | سنہ ۱۲۵۲ھ م سنہ ۱۸۴۱ء |
| ۲۲۔ | رسالہ علم و اعمال کروی | سنہ ۱۲۶۲ھ م سنہ ۱۸۴۵ء |
| ۲۳۔ | کفایت العلاج | سنہ ۱۲۶۲ھ م سنہ ۱۸۴۶ء |
| ۲۴۔ | منتخب الادویہ | سنہ ۱۲۵۰ھ م سنہ ۱۸۳۴ء |
| ۲۵۔ | رسالۂ رشیدیہ | سنہ ۱۲۳۰ھ |
| ۲۶۔ | رسالہ شمسیہ فی اعمال حسابیہ | سنہ ۱۲۴۷ھ م سنہ ۱۸۳۱ء |
| ۲۷۔ | رسالۂ چیچک | سنہ ۱۲۵۷ھ م سنہ ۱۸۴۱ء |
| ۲۸۔ | رفیع الصنعت | سنہ ۱۲۵۹ھ م سنہ ۱۸۵۲ء |
| ۲۹۔ | رفیع التکسب | سنہ ۱۲۸۴ھ م سنہ ۱۸۶۷ء |

Marfat.com

۳۰۔ فوائد منتخب ریاضی — سنہ ۱۲۵۳ھ م سنہ ۱۸۳۷ء

۳۱۔ عظمت الساعت — سنہ ۱۲۶۶ھ م سنہ ۱۸۵۱ء

۳۲۔ میڈیکل جیورس پروڈنس — سنہ ۱۲۹۰ھ م سنہ ۱۸۷۰ء

۳۳۔ جدول تحویلات شمس — سنہ ۱۲۹۳ھ م سنہ ۱۸۷۶ء

۳۴۔ رسالہ گھڑیال — ـ

۳۵۔ کتاب الیکٹرو پلیٹ — سنہ ۱۲۶۵ھ م سنہ ۱۸۴۸ء

۳۶۔ علم ہیئت — سنہ ۱۲۴۷ھ م سنہ ۱۸۳۱ء

(ماخوذ از داستان ادب المصنفہ ڈاکٹر زور ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد دکن)

## مطبوعات دہلی کالج

۱۔ تحریری آقلیدس مقالہ ۱، ۲، ۶، ۱۱، ۱۲

۲۔ الجبرا ترجمہ برجز

۳۔ علم مثلث (تراشہائے مخروطی

۴۔ عملی علم ہندسہ

۵۔ اصول علم ہیئت

۶۔ رسالہ کیمسٹری

۷۔ استعمال آلات ریاضی

۸۔ تحریری علم ہندسہ

۹۔ مبادیات تفرقی احصار و تکمیل احصار

۱۰۔ میکانیات لارڈنز

۱۱۔ جغرافیہ قدیم کے نقشے

۱۲۔ اصول جبر و مقابلہ

۱۳۔ جغرافیہ طبعی

۱۴۔ مساحت (ترجمہ مقیوڈولیک)

۱۵۔ طبعیات (ترجمہ از ناٹ)

۱۶۔ عمل مساحت زمین

۱۷۔ رسالہ طب

۱۸۔ رسالہ جراحی (سرجری)

۱۹۔ حرکیات و سکونیات

۲۰۔ جغرافیہ ہند

۲۱۔ علم المناظر (ترجمہ فلپ)

۲۲۔ حرارت

۲۳۔ ترجمہ ہیڈرالکس

۲۴۔ ترجمہ ڈبل ریفلیکشن اینڈ پولرائزیشن آف لائٹ

۲۵۔ رسالہ علم برق (راجٹ)

۲۶۔ میگنیٹزم (راجٹ)

ماخوذ از مرحوم دہلی کالج ص ۱۴۷ تا ۱۵۲

نوٹ: سن ہجری کی سن عیسوی سے مطابقت لاہور کے پبلیشر شیخ محمد اشرف کی کتاب COMPARATIVE TABLES OF MOHAMMADAN & CHRISTIAN DATES BY SIR WALSELEY, بابت ۱۹۶۴ء سے کی گئی ہے۔

فہرست بالا کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم دہلی کالج کی مطبوعات چھبیس ۲۶ ہیں اور سلسلہ شمیہ کی چھتیس ۳۶ یعنی بقدر دس زائد ہیں اور تاریخ اشاعت کے لحاظ سے سلسلہ شمیہ کی کوئی چھبیس ۲۶ کتابیں ایسی ہیں جو مرحوم دہلی کالج کے سلسلہ سے پہلے شائع ہو چکی تھیں اور اتنی ہی کل کتابیں ہیں خود ہی کالج سے ان چھبیس ۲۶ کتابوں کے بعد شائع ہوئیں پھر یہ امر بھی کم اہم نہیں کہ سلسلہ شمیہ کی کتابیں کسی طرح بلحاظ کمیت وکیفیت گھٹیا نہیں ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا صریحاً غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان میں علمی اور سائنٹفک کتابوں کے آغاز کا سہرا بھی کالج کے سر ہے۔ اگر تحقیق کی روشنی میں یہ اعزاز اسے حاصل ہو یا کسی اور ادارہ کو تو ہمیں اس کے اعتراف میں خوشی ہوگی لیکن مسلمہ واقعات اور تاریخ کی روشنی میں یہ اعزاز شمس الامراء ثانی کو حاصل ہوتا ہے جو صرف اولیت اور پہل کا ہے۔ ورنہ اردو زبان میں مغربی اور سائنسی علوم کی ترویج کے چار مساعیہ جمیلہ کا ممنونیت کے ساتھ اعتراف کرنا پڑے گا۔ پہلی کوشش شمس الامراء کی ہے دوسری مرحوم دہلی کالج کی تیسری سرسید کی سائنٹفک سوسائٹی کی اور چوتھی دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کی لیکن یہ چاروں ایک دوسرے سے متاثر اور مستفید ہوتے رہے ہیں علم کے میدان میں اسی طرح دیئے سے دیا جلتا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ان چاروں مساعی سے حیدرآباد کا تعلق کسی نہ کسی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ شمس الامراء جو حیدرآباد کے امیر کبیر ہی تھے مرحوم دہلی کالج سے حیدرآباد کا تعلق بابائے اردو کے حسبِ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے دہلی کالج ۱۷۹۲ء میں مدرسہ غازی الدین خان کی حیثیت سے شروع ہوا

فہرستِ بالا کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم دہلی کالج کی مطبوعات چھبیس ہیں۔ اور سلسلۂ شمسیہ کی چھتیس۔ اور تاریخِ اشاعت کے لحاظ سے سلسلۂ شمسیہ کی کوئی چھبیس کتابیں ایسی ہیں جو مرحوم دہلی کالج سے پہلے شائع ہو چکی تھیں اور اتنی ہی کل کتابیں ہیں جو دہلی کالج سے ان چھتیس کتابوں کے بعد شائع ہوئیں۔ پھر یہ امر بھی کم نہیں ہے۔ سلسلۂ شمسیہ کی کتابیں کسی طرح بلحاظ کمیت و کیفیت گھٹیا نہیں ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا صریحاً غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان میں علمی اور سائنٹیفک کتابوں کے آغاز کا سہرا دہلی کالج کے سر ہے۔ اگر تحقیق کی روشنی میں یہ اعزاز اسے حاصل ہو یا کسی اور ادارہ کو، ہمیں تو اس کے اعتراف میں خوشی ہو گی۔ لیکن مسلمہ واقعات اور تاریخ کی روشنی میں یہ اعزاز شمس الامرا ثانی کو حاصل ہوتا ہے جو صرف اولیت اور پہل ہے۔ ورنہ اردو زبان میں مغربی اور سائنسی علوم کی ترویج میں چار مساعیِ جمیلہ کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ پہلی کوشش شمس الامرا کی ہے۔ دوسری مرحوم کالج دہلی کی، تیسری سرسید کی سائنٹیفک سوسائٹی کی اور چوتھی دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کی۔ لیکن یہ چاروں ایک دوسرے سے متاثر اور مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ علم کے میدان میں چراغ سے چراغ روشن ہوتا رہتا ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ان چاروں مساعی سے حیدرآباد کا تعلق کسی نہ کسی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ شمس الامرا جو حیدرآباد کے امیر کبیر ہی تھے، مرحوم دہلی کالج سے حیدرآباد کا تعلق بابائے اردو کے حسبِ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے:

"دہلی کالج ۱۷۹۲ء میں مدرسہ غازی الدین کی حیثیت سے شروع ہوا۔ نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ ثانی خلف نواب نظام الملک آصف جاہ کا بنایا ہوا ہے[1]۔ نواب غازی الدین خان کے بارے میں قاموس

---

[1] قاموس المشاہیر (دوم) نظامی بدایونی صفحہ ۱۰۷۔

Marfat.com

المشاہیر مصنفہ نظامی بدایونی کی جلد دوم صفحہ ۱۰۷ پر لکھا ہے۔ نظام الملک آصف جاہ اول کا (جس کو خان دوران کا خطاب بھی دربار شاہی سے حاصل تھا) بڑا بیٹا تھا۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد اس زمانہ میں نادر شاہ ہندوستان سے واپس ہوا تھا۔ یعنی ۱۷۳۹ء مطابق ۱۱۵۲ھ میں محمد شاہ کے دربار سے اس کو امیر الامراء کا موروثی خطاب ملا۔ اور فیروز جنگ کا خطاب بھی حاصل ہوا۔ اس کا بڑا بھائی ناصر جنگ دکن میں آصف جاہ اول کا جانشین ہو چکا تھا۔ جب اس کے انتقال کی خبر ملی تو یہ دہلی سے دکن کو روانہ ہوا کہ وہاں کی حکومت ہاتھ میں لے۔ لیکن اجل نے فرصت نہ دی اور ۱۶ر اکتوبر ۱۷۵۲ء مطابق ۷ر ذی الحجہ ۱۱۶۵ھ کو راہ میں بمقام اورنگ آباد انتقال کیا اور نعش دہلی لاکر دفن کی گئی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے کو خطاب و منصب حاصل ہوا۔"

خاندانِ پائیگاہ کی علمی و ادبی خدمات کے مذکورہ بالا جائزوں میں چونکہ ہم انیسویں صدی کے ربع آخر تک پہنچ گئے ہیں۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ اس خاندان کے کارناموں کی دوسری قسط بطور تسلسل پیش کی جائے جو اس خاندان کے دو اور نامور وزرائے اعظم کے ادوار سے متعلق ہے۔

## بشیر الدولہ آسمان جاہ کی تاریخی خدمات:

ہز اکسلنسی نواب عمدۃ الملک الاعظم الامراء امیر کبیر سر آسمان جاہ بہادر کے۔سی۔آئی۔ای وزیر اعظم دولتِ آصفیہ اس خدمت پر ۱۸۸۷ء تا ۱۸۹۴ء تک فائز رہے۔ آصفی دور کے حکمرانوں کو چھوڑ کر ان سے بڑی حیدر آباد میں کوئی شخصیت نہیں۔ اپنے دادا شمس الامراء دوم کی طرح یہ معارف پروری میں ممتاز تھے۔ اور ساتھ ہی ان ہی کی طرح مملکت کے وزیر اعظم بھی۔ صرف فرق یہ ہے کہ دادا نے چھ مہینے یہ خدمت انجام

Marfat.com

دی اور پوتے نے چھ سال - اسی طرح وہ شمس الامرا ثانی کی طرح بادشاہ کی دامادی سے بھی مفتخر تھے ۔ جس کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس وقت تک کے دور کے حیدر آباد کے سیاسی، علمی اور ادبی ماحول کا نقشہ سامنے ہو۔

اس زمانہ میں غفراں مکاں (میر محبوب علی خاں آصف سادس) حکمران تھے جو ایجنسی کے ختم ہونے اور سالار جنگ اول کی وفات کے بعد ۱۸۸۲ء میں اختیاراتِ سلطنت سنبھال چکے تھے - ان کی تعلیم و تربیت کے لیے جہاں مولوی انوار اللہ فضیلت جنگ مقرر ہوئے تھے وہاں شعر و ادب کے لئے حیدر یار جنگ طباطبائی، داغ اور امیر مینائی کا تلمذ بھی حاصل تھا - پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کے نتیجے میں جو پستی پیدا ہوگئی تھی وہ علمی انحطاط اور شعر و ادب کی غیر متوازن ترقی ممد و معاون ثابت ہو رہی تھی جس کے لیے انگریزوں کی مساعی اور ارسطو جاہ کے بعد سے لے کر مسلسل وزرا اعظم کی رنگین مزاجی (بہ استثنار سالار جنگ اول) سونے پر سہاگہ کا کام دے رہی تھی - اس رَو کو روکنے کے لیے شمس الامرا اول اور ان کے جانشینوں نے جو کچھ کیا' وہ بالکل ہی رائیگاں تو نہیں گیا لیکن جب حکومتی وسائل بے دریغ شعری اور ادبی فضا کو عام کرنے اور تقویت دینے پر خرچ ہو رہے ہوں اور برِ صغیر کا عام ماحول بھی سیاسی اور قدرتی عوامل کی بنا پر اس کے لیے سازگار ہو تو پھر اس کو مکمل طور پر روکنا ممکن نہ تھا - اس لئے انیسویں صدی کے اواخر تک حیدر آباد کے ادب میں سطحی ادب اور اس میں بھی شاعری اور تذکروں کی بھرمار نظر آتی ہے - اور داغ کے حیدر آباد آنے اور استادِ شاہ بننے کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حیدر آباد میں شعر و شاعری کا طوفان امڈ آیا ہے - کیونکہ حیدر آباد کا سیاسی ماحول اس کے لیے سارے برِ صغیر میں سب سے زیادہ موزوں تھا - یہاں جاگیر داری نظام مرکوز تھا اور وہ طبعاً بھی اور بادشاہ کی

Marfat.com

خوشنودی اور تقرب کی خاطر بھی شاہی ذوق کی پیروی کو اپنی وفاداری کا لازمہ خیال کرتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر امیر کی ڈیوڑھی اور شہر حیدرآباد کا ہر گلی کوچہ شاعروں کی محفل سے گونج اٹھا۔ جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس دور میں حیدرآباد سے ماہوار رسالے اور سالانہ مشاعروں کے گلدستے اتنی کثیر تعداد میں شائع ہوتے تھے، جس کی مثال اس سے پہلے اور اس کے بعد برصغیر کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی جیسا کہ حیدرآباد کے جرائد و رسائل کی فہرست سے عیاں ہے۔ بعد کے دور میں تو اس رنگین خیالی نے نئے پر پرزے نکالنے شروع کیے تھے اور شعر و افسانہ سے بڑھ کر ڈرامہ نگاری کا شوق بھی پھیلتا جا رہا تھا۔ انتہا یہ کہ صدر الصدور مذہبی نواب فضیلت جنگ بہادر کے خاندان کے ایک بزرگ نے دو درجن سے زیادہ ڈرامے لکھے اور وہ اسٹیج ہوئے۔ یہ صورتِ حال اہلِ نظر کی رائے میں خطرناک سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ منشی عبدالرزاق کانپوری اس قومی زوال کا ماتم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"قومی ادب میں اب پچاس فیصدی سے زیادہ ہلکا اور سطحی ادب پایا جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک حیدرآباد کا تعلق ہے، یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ انیسویں صدی، خصوصاً اس کے نصف آخر میں جو ادب پیدا ہوا اس کا چھہتر فی صد سے زیادہ حصہ سطحی ادب سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کا بھی ۸۰ فیصد شعر و سخن سے۔ اس صورتِ حال کی فتنہ سامانی کو سمجھنے کی توفیق پھر اللہ تعالیٰ نے پائیگاہوں کے خاندان کے بیے مقدر فرمائی تھی۔ کیونکہ ایک طویل المیعاد منصوبے کے تحت فخر الدین خاں شمس الامراء ثانی نے ان کو اس کی تربیت دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ اس لیے آسمان جاہ اپنے خاندان کی بہترین روایات اور اوصاف کے بھی وارث تھے۔ اعلیٰ حوصلگی، علم دوستی، معارف پروری میں ممتاز اور ملک و مالک کی سچی خدمت کا اعلیٰ جذبہ

Marfat.com

رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیاسی بصیرت سے بھی بہرہ مند تھے۔ اس لئے جب وہ وزیرِاعظم ہوئے تو انہوں نے اس اقتدار کو ایک امانت سمجھا اور محسوس کیا کہ وہ اسی امانت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک کی علمی و ادبی فضا کو متاثر کر سکتے اور اس کے دھارے کو بدل سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ذاتی دولت اور وسائل کو بھی اس مقصد کے لیے استعمال کیا اور مملکت کے اثر و وسائل کو بھی۔ ۱۸۸۲ء میں جب انہوں نے علی گڑھ کا سفر کیا تھا تو اس کی تقویت کے لیے عملی ہمدردی کا اظہار کیا۔ جس کی یادگار آسمان منزل کی عمارت ہے۔ جب وہ شملہ میں تھے اور انہیں خبر ملی کہ اردو زبان کی ایک مستقل لغت مولوی سید احمد نے لکھی ہے جو قابلِ طبع ہے تو اس کی قدر افزائی کی۔ چنانچہ فرہنگِ آصفیہ کی جلد اول کے مقدمہ کی حسب ذیل عبارت ان کی علم دوستی پر روشنی ڈالتی ہے:

"یہ ۱۸۸۸ء کا زمانہ تھا کہ ایک فرشتہ طینت دکنی لباس میں شملہ پر ورود فرما ہوا۔ اور مظہر الدین اپنا نام اور آسمان جاہ اپنا خطاب بتایا۔ میں نے اس آسمان شوکت کو مظہر قدرت اور اپنی لغات کا پورا پورا سرپرست پایا۔ اس کے ساتھ بڑے بڑے عالم متبحر، ادیب لاجواب ہر فن اور ہر زبان کے مستند استادوں یعنی علوم مغربی اور مشرقی کے چمکتے ہوئے ستاروں کا جمگھٹ تھا۔"

اسی خاندان کی ایک دوسری شاخ کی ایک اور نمایاں شخصیت سر وقار الامرا مدار المہام کی ہے جن کے دور میں سررشتہ تصنیف و تالیف سید علی بلگرامی کی نگرانی اور شبلی کی نظامت میں قائم ہوا اور جس نے دار الترجمہ کی حقیقی معنی میں داغ بیل ڈالی۔ یہ اپنی غیر معمولی فیاضی اور عالی حوصلگی کے لیے ممتاز تھے۔ چنانچہ قصرِ فلک نما کی بے مثال عمارت

Marfat.com

ان کے ذوقِ تعمیر اور حسنِ اخلاق کی زندہ یادگار ہے۔ غالباً یہی عمارت ہے جس کو دیکھ کر استاد داغ (جو دہلی اور آگرہ کے شاہی عمارات کو دیکھ چکے تھے) کہتے ہیں :

نہیں حیدر آباد پیرس سے کچھ کم
یہاں بھی سجے ہیں مکاں کیسے کیسے

ایک نواب ظہیر یار جنگ بی۔ اے (عثمانیہ) ہیں جنہوں نے اپنے سفر امریکہ اور یورپ کا دلچسپ سفرنامہ لکھا جو فہرست میں شریک ہے۔ انہی کے جانشینوں میں سے ایک نواب حسن یار جنگ بہادر (حال مقیم کراچی) ہیں۔ جنہوں نے حیدر آباد میں اقبال کے کلام و پیام کو عام کرنے میں یادگار کارنامہ انجام دیا۔ الغرض نواب سر آسمان جاہ کی علمی و ملی خدمات کا یہ دائرہ خود ان کی ذات یا خاندان تک محدود نہ تھا اور نہ وہ قیامِ مدرسہ، اصلاحِ نصاب تعلیم اور سائنٹیفک لٹریچر کو اردو میں منتقل کرنے تک محدود تھا۔ بلکہ سر آسمان جاہ ان کے سچے جانشین ثابت ہوئے۔ انہوں نے حیدر آباد میں رصدگاہ (نظامیہ) قائم کی جو برصغیر میں سب سے قدیم سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے بشیر باغ کی وہ خوبصورت اور شاندار عمارت جو حیدر آباد میں قدیم اور جدید فنِ تعمیر کے امتزاج کا عمدہ نمونہ ہے۔ جب ۱۸۸۷ء میں وہ حیدر آباد کے وزیراعظم مقرر ہوئے تو پھر انہوں نے حکومت کے وسائل کو بھی علم و فن کی ترقی کے لئے نہایت دریا دلی سے استعمال کیا۔ اور برصغیر میں جو شخص بھی کوئی مفید کام کرتا ہوا نظر آیا، اس کی قدر افزائی کی۔ چنانچہ اردو زبان کی مشہور لغت فرہنگِ آصفیہ کی جلد اول کے مقدمہ کی حسب ذیل عبارت ان کی عظمت پر بڑی اچھی روشنی ڈالتی ہے :

"یہ ۱۸۸۷ء کا زمانہ تھا کہ ایک فرشتہ طینت دکنی لباس میں شملہ پر ورود فرما ہوا۔ اور مظہر الدین اپنا نام اور سر آسمان جاہ اپنا خطاب بتایا میں نے اس آسمان شوکت کو مظہر قدرت اور اپنی لغات کا پورا پورا

Marfat.com

سرپرست پایا - اس کے ساتھ بڑے بڑے عالم متبحر، ادیب لاجواب ہرفن اور ہر زبان کے مستند استادوں یعنی علوم مغربی اور مشرقی کے ساروں کا جھرمٹ تھا - اس کے دم قدم کی روشنی ایسی پھیلی کہ ہماری تقدیر کا لکھا کسی روک ٹوک کے بغیر ان کی نظر سے گزر گیا - خود بھی غائر نظر سے دیکھا اور ہمراہی مبصروں کو بھی جانچ پڑتال کا حکم دیا - اب کیا تھا، گویا برباد شدہ گھرانہ ازسرِنو آباد ہوا - یعنی اس وقت سے ہماری نامکمل زبان کے دن پھرے - اور قالب موجودہ میں فرہنگ آصفیہ کی بھٹکتی ہوئی روح نے حلول کیا - پانچ سو روپیہ کا سردست انعام اور ساڑھے چار ہزار روپیہ کی خریداری منظور ہوئی " (صفحہ ۲۷)

پھر انہی کی توجہ سے اس لغت کے شائع ہونے کا انتظام ہوا ۔ جس کو جلد سوم کے سرورق کی حسب ذیل عبارت ظاہر کرتی ہے :

" قدردانِ علم و ہنر، فیض رساں، فیض گستر جناب معلی القاب حضور ُپر نور اعلیٰ حضرت والا شوکت، رستمِ دوراں، افلاطونِ زماں، سلطان ابنِ سلطان آصف جاہ، مظفر الممالک، نظام الدولہ، حضرت بندگان عالی نواب والا خطاب میر محبوب علی خاں فتح جنگ - سی - ایس - آئی - آصف جاہ سادس، فرمانروائے مملکت حیدر آباد دکن کی اسلامی و دائمی یادگار کے واسطے سال جلوس میمنت مانوس سے تالیف شروع کر کے چھ سال میں ختم اور چھ برس میں ترمیم و نظر ثانی کے بعد تیمناً و تبرکاً حضور ممدوح کے نام نامی سے نامزد و شائع کی تاکہ اہل ہند کو عموماً و باشندگان دکن کو خصوصاً اس کا فائدہ پہنچتا - اور مؤلف و حضور کا نام چلتا رہے ؎

رہتا قلم سے نام قیامت تلک ہے ذوقؔ
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

چنانچہ حضور دام اقبالہ نے وہ قدردانی فرمائی کہ مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ کلدار[1] کے انعام اور چار سو جلدوں کی خریداری کے علاوہ پچاس روپیہ ماہوار کا وظیفہ تا حیات مؤلف مرحمت فرمایا "

اسی طرح انہوں نے ۱۸۸۲ء میں علیگڑھ کا سفر کیا جس کی ٹھوس یادگار آسمان منزل کی عمارت ہے۔ ان ہی کے دور میں دیوبند اور ندوۃ العلماء کی امدادیں بھی جاری ہوئیں اور حالی کے ۷۵ ماہوار وظیفہ میں اضافہ کرکے سو روپیہ کر دیا۔ جس پر انہوں نے جو قصیدہ لکھا اس کے حسب ذیل اشعار ان کے کردار پر بہت اچھی روشنی ڈالتے ہیں ؎

اے بشیر دولت و دین نائب شاہ دکن ۔ اے مہاتِ دکن کا ذات پر تیری مدار
مجھ پر فرمایا ہے جو لطف و کرم سرکار نے ۔ شکر اس کا کر نہیں سکتا ادا میں زینہار
جو کہ ہوتے ہیں جہاں میں بہرہ ور مقصود سے ۔ پہلے ہو لیتے ہیں صدہا مشکلوں سے وہ دوچار
کوئی دنیا میں نہیں ہوتا بغیر اس کے فتوح ۔ ہے اسی پر کامیابی کا زمانے کی مدار
پر ملا مقصود جب حالی کو اس در سے ملا ۔ بے تردد، بے تذلل، بے لطف و بے انتظار

دیوانِ حالی میں ان کی تعریف میں چھ قصائد ہیں۔ اور استے ہی ہندوستان کے تمام مشاہیر کی تعریف میں ہونگے۔ جس سے حالی کی نظر میں سر آسمان جاہ کی عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہی حال شبلی کا ہے جو سر آسمان جاہ کی تعریف میں متعدد قصائد پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک قصیدہ کا ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

آسمان جاہ فلک پایہ بشیر الدولہ ۔ بازوئے دولت و دستور شہ و ملک آرائے

اس خاندان (پائیگاہ) کے ان کارناموں کے عمومی اثرات کا کچھ اندازہ شبلی کے تذکرہ میں ہو سکے گا۔ ـــــــ ان حالات میں مقام تعجب نہیں کہ جب علی گڑھ سخت

---

[1] برطانوی ہند کا سکہ۔

مالی مشکلات میں مبتلا ہو گیا تو سر سید نے انہی کے بھروسے پر اپنے رفقا رشبلی و حالی کے ساتھ حیدر آباد کا سفر اختیار کیا - ان کو سر آسمان جاہ نے حضور نظام سے ملایا - یہاں سر سید نے ایک ڈرامر کیا - جس میں خود انہوں نے اور شبلی اور حالی نے بھی پارٹ ادا کیا تھا - جس نے سر آسمان جاہ کو بغایت متاثر کیا تھا - دوسرے دن انہوں نے "بشیر باغ" میں خاص دعوت کی جس میں شبلی اور حالی نے بھی اپنی وہ تازہ نظمیں سنائیں جو خاص اسی موقع کے لئے لکھی گئی تھیں - ان کے منجملہ حالی کی طویل نظم کے جستہ جستہ اشعار درج ذیل ہیں جن سے مسلم حیدر آباد کے مسلم ہندوستان کے ساتھ گہرے روابط کی ایک اچھی تصویر پیش نظر ہو جاتی ہے -

بہ مقولہ ہند میں مدت سے ہے ضرب المثل
جو کہ پہنچا دکن میں بس وہیں کا ہو رہا

جب سے کالج کی علیگڑھ میں بنا ڈالی گئی
دولت عالی مدد کرتی رہی اس کی سدا

جو لگایا تھا درخت اس کی ہمیشہ لی خبر
دمبدم پانی دیا یاں تک کہ بار آور ہوا

مشکلیں جس طرح کی تھیں قوم کی اول بحل
کی اسی دریا دلی سے ان کی بھر حاجت روا

اب کہ وقت آکر پڑا تھا بائی کالج پہ سخت
دولتِ عالی نے شرطِ دستگیری کی ادا

خود علی گڑھ کالج اور اس کے در و دیوار سب
راگ گائیں گے سدا احسان آصف جاہ کا

ہند میں باقی ہیں نسلیں جب تلک اسلام کی
جیتے جی ہوں گی نہ اس کے طوقِ منت سے رہا

کی ہے سر سید نے جو کوشش فلاحِ قوم میں
اس کو ہے اسے مجلس اک زمانہ جانتا

پر یہ سر سید سے بیڑا پار ہونا تھا محال
دولتِ عالی اگر بنتی نہ اس کی ناخدا

تھا پڑا اسید کا گر پوچھو تو خشکی میں جہاز
دولتِ عالی نے اس خشکی میں دی گنگا بہا

ہے بلا تشبیہ دار الملک آصف جاہ بھی
ہند میں اب مرکزِ اسلام بے رو و ریا

ذی لیاقت جتنے تھے ہندوستاں میں انتخاب
دولتِ عالی نے چن چن کر لیا سب کو بلا

تربتیں اور خانقاہیں، مدرسے اور مسجدیں
سب کی ہو تو، ہے مدد اس گھر سے بچون و چرا

ہند میں کرتے ہیں کوشش جو رفاہ و خلق میں
اور مدد کو جن کی واں حاضر ہے ہر چھوٹا بڑا

Marfat.com

چلتے چلتے ان کی گاڑی بھی اٹک جاتی ہے جب — کھینچنے کو اس کے جاتا ہے یہیں سے بیڑیا
ہے دکن کی اور مسلمانوں کی وہ یارو مثال — اک سمندر ہے کہ ہر سو جس میں ہے طوفاں بپا
تھا جہاز اک ان میں معمور اہلِ علم و جاہ سے — لطمۂ امواج نے پرزے دیے اس کے اڑا
ڈوبنے والے تھے جو وہ ڈوب کر اچھلے نہ پھر — بچ رہے ہیں جو وہ ہر سو مارتے ہیں دست و پا
کوئی کشتی یا جہاز آتا نہیں ان کو نظر — اس محیطِ بے کراں میں ایک زورق کے سوا
ہے وہ زورق فی المثل سرکارِ آصف جاہ کی — ہے مسلمانوں کو اب لے دے کے جس کا آسرا
ہے دعا جس وقت تک پانی سمندر میں رہے — یا رب اس زورق کو تو موجِ حوادث سے بچا

اس کے نتیجہ میں دیگر امدادوں کے علاوہ علی گڑھ کی ماہوار ایک ہزار کی امداد کو بڑھا کر دو ہزار کر دیا گیا[۱] - اور حکومتِ نظام کی ہمدردی اور دستگیری کا حاصل یہ ہوا کہ علی گڑھ کی مشکلات دور ہو گئیں - اور وہ پہلے سے زیادہ کامیابی کے مراحل طے کرنے لگا۔ بلاشبہ سر آسمان جاہ کے اس طرزِ عمل میں ان کے مشیران خصوصًا وقار الملک بہادر کا در پردہ ہاتھ ہوگا جنہوں نے سر سید اور آسمان جاہ کی اس تاریخی ملاقات کا بند و بست کیا جو "قران السعدین" کے مصداق ہے لیکن ان کے اطراف وقار الملک، وقار نواز جنگ، فضیلت جنگ وغیرہ جیسے مدبر، بے غرض، صاحبِ کردار اور مذہبی اشخاص کا جمع ہونا ان کی مردم شناسی کا کھلا ثبوت ہے - کامیاب اور طاقتور قیادت ایسی ہی ہوتی ہے۔ الغرض سر آسمان جاہ نے اس غیر رسمی مفاہمت کی اسپرٹ کو جو مختار الملک عہد میں قائم ہوئی تھی" اس طرح قوی کیا کہ آپ نے نسبتاً مختصر زمانے میں مسلم ہندوستان اور مسلم حیدر آباد کو یک جان دو قالب کر دیا۔ حیدر آباد کی اندرونی سیاست میں بھی ان کی طاقتور شخصیت فعال و نمایاں ہے - اگرچہ دو وجوہ سے وہ مختار الملک کی شخصیت پر غالب نہ ہو سکی۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ ان کا زمانۂ وزارتِ عظمٰی مختصر رہا۔ یعنی صرف چھ سال[۲] اور وہ بھی حیدر آباد کی[۳] مختلف سیاسی قوتوں میں رسہ کشی کا شکار رہا - ایک صرف نواب سرور الملک بہادر مرحوم رمشِ خاص

(۱ تا ۳ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

نظام) تھے۔ ان کی خود نوشتہ سوانح عمری "کارنامۂ سروری" (MY LIFE) پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانے میں بڑے کامیاب مدبر اور جوڑ توڑ کے ماہر تھے۔ اس لئے نظام دکن کے مفاد کی حفاظت میں اگر ہر طرح کی رکاوٹیں پیدا کرتے تھے تو وہ ان کی وفاداری ہی کا تقاضا سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ سر سالار جنگ کے عہد کے برخلاف اب نظام بالغ اور حکمران تھے۔ اس لئے اپنے اختیارِ شاہانہ کے استعمال اور نفاذ کے خواہش مند تھے۔ دوسری طرف محسن الملک تھے جو علیگڑھ تحریک سے منسلک ہونے کے باوجود اپنے رفیق (وقار الملک) کے اقتدار کی مزید تقویت سے کوئی ہمدردانہ دلچسپی نہ رکھتے تھے جو سر آسمان جاہ کے اقتدار کے ساتھ وابستہ تھی۔ اگر سر آسمان جاہ کو مختار الملک کا طویل عہد حکومت (۱۸۵۳ء تا ۱۸۸۳ء) یعنی تیس سال[ثلہ] اور نائب السلطنت کا منصب ملتا تو حیدرآباد کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ اس اظہار سے ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ مختار الملک کے عہد یا ان کے کارناموں کو گھٹایا جائے بلکہ بتانا یہ ہے کہ ہر چیز کی اضافی حیثیت اور اہمیت ہوتی ہے۔ سر آسمان جاہ کے دور کی حکمت عملی اور ان کے معتمد کے کارنامے اس کے شاہد ہیں کہ ان کا عہد سر سالار جنگ کے دور کے تمام عمدہ پہلوؤں کے ساتھ حیدرآباد کے اس اسلامی پہلو کو اور زیادہ گہرا کر سکتا تھا جو بیسویں صدی کے آغاز میں انہی کی حکمت عملی کے نتیجہ میں ظاہر ہوا۔ یہ بات حیدرآباد کی تاریخ کے آخری اور فیصلہ کن سالوں میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ بڑے آدمیوں کا تقابل نہ آسان ہے

---

حاشیہ صفحہ گزشتہ: [۱] حیات شبلی صفحہ ۱۸۴۔

[۲] تاریخ قلمرو نظام ترتیب کردہ ہسٹوریکل پبلشنگ کمپنی فلاڈلفیا یونائیٹڈ اسٹیٹس امریکہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۳۵۔

حاشیہ صفحہ ہذا [۱] ایضاً صفحہ ۲۲۔

اور نہ مناسب ۔ کیونکہ ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

تاہم سر آسمان جاہ کے دور کے کارناموں پر نظر رکھنے والا یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر انہیں جلد تر مختار الملک کی طرح نائب السلطنت کے مکمل اختیارات ایک عرصۂ دراز تک حاصل رہتے تو ملک کی ترقی کے مواقع انہیں زیادہ میسر ہوتے اور ان کے بعد ملک کی اندرونی اور بیرونی فضا کچھ مختلف ہوتی ۔ یعنی حیدر آباد کی سیاسی تمنائیں منزلِ مقصود سے قریب تر ہو جاتیں اور آصف سادس کے راستے میں آگے چل کر جو بہت سی مشکلات پیدا ہوئیں وہ شاید نہ پیدا ہوتیں۔ بہرحال یہ ان کی شخصیت کا اک ایسا مطالعہ ہے جس کو شخصی پسند اور اندازہ پر محمول کیا جا سکتا ہے ۔ اس کے باوجود اس صاف اور واضح نتیجہ سے شاید ہی کسی کو اختلاف ہو کہ بعد کے زمانے میں حیدر آباد کی علم دوستی، تعلیمی ترقی اور معارف پروری کی مضبوط بنیادیں سر آسمان جاہ کے دور ہی میں رکھی گئی تھیں ۔ مسلم ہندوستان کے منتخب علماء اور مدبرین کی بڑی تعداد حیدر آباد میں جمع ہوئی اور ان کو پوری آزادی دی گئی تاکہ مملکت اور ملت کے تمام مسائل میں وہ اعتماد اور خلوص کے ساتھ اپنی تعمیری تجاویز کو آگے بڑھا سکیں ۔ غرض آسمان جاہ اپنی ذاتی خصوصیات اور سرکاری خدمات کے لحاظ سے عباسیوں کے برامکہ اور سلجوقیوں کے نظام الملک کے اگر ہمسر نہیں تو ہم رنگ ضرور نظر آتے ہیں ۔

انیسویں اور بیسویں صدی کے درمیانی عرصہ میں حیدر آباد نے تین بہترین عالم و مصنف پیدا کیے جن میں سے پہلے دو نے سو سے زائد کتابیں لکھیں اور ہر طرح سے حیدر آباد کی علمی فضا کو متاثر کیا ۔ یہ نواب فضیلت جنگ (مولانا انوار اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ) نواب وقار نواز جنگ اور نواب عزیز جنگ ہیں ۔ یہ تینوں حضرات

Marfat.com

سر آسمان جاہ کے متوسلین میں سے تھے۔ اسی طرح ان کے عم زاد بھائی سر وقار الامراء صاحب ان کے بعد مدار المہام وزیر اعظم مقرر ہوئے تو انہوں نے بھی اپنے دور میں حیدر آباد کی علمی ترقی کی بنیادوں کو مزید استوار کیا۔ چنانچہ انہی کے دور میں شبلی حیدر آباد بلائے گئے اور محکمۂ تصنیف و تالیف قائم کر کے اس کے ناظم مقرر کیے گئے۔ یہ محکمہ دراصل دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ اور دائرۃ المعارف کا مقدمۃ الجیش تھا۔ جیسا کہ اس کی آگے صراحت ہوگی۔

## بیسویں صدی میں حیدر آباد کی علمی و ادبی مرکزیت :

اب ہم بیسویں صدی میں داخل ہوتے ہیں۔ جبکہ مسلم ہندوستان اور مملکتِ حیدر آباد کا یہ ملا جلا کارواں اپنے جلو میں ایک ملت اور مملکت کے مسائل اور ان کی امنگوں کو لیے ہوئے اپنے آخری اور ہنگامہ خیز سفر پر روانہ ہوتا ہے۔ پچھلی صدی کے اندر اولاً سر سید اور سر سالار جنگ اور بعد ازاں سر سید اور سر آسمان جاہ کی باہمی مفاہمت کے نتیجہ میں مسلم ہندوستان ایک معین منزل (مسلمانانِ ہند کی انفرادیت) کی طرف پرعزم طور پر گامزن ہو چکا تھا۔ اس یقینِ محکم اور عملِ پیہم نے علمی و ادبی میدان میں اس کے قومی ادب کو عجیب طرح مالا مال کیا۔ اگرچہ اس عرصہ مدت میں بلحاظِ کمیت قومی ادب قابلِ لحاظ نہیں۔ لیکن بلحاظِ کیفیت بے انتہا قیمتی اور حیات بخش ہے۔ کیونکہ سر سید اور ان کے علی گڑھ کے رفقاء اور حیدر آباد کے متوسلین نے علم و ادب کے میدان میں ایسے کارنامے چھوڑے جو آنے والی نسلوں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ تھے۔ سر سید، محسن الملک، وقار الملک، چراغ علی، حسرت، شبلی نعمانی، نذیر احمد عبد الحلیم شرر، محمد حسین آزاد اور منشی ذکاء اللہ، فضیلت جنگ اور وقار نواز جنگ نے ایسی تصانیف سے قومی ادب کو مالا مال کیا۔ جس کی کوئی نظیر اس سے پہلے یا اس کے بعد نہیں مل سکتی۔ ان کے منجملہ دو نام (آزاد اور ذکاء اللہ) ایسے ہیں جن کا حیدر آباد

Marfat.com

سے تعلق ہمارے علم میں نہیں - اگرچہ آخر الذکر کے صاحبزادے مولوی عنایت اللہ صاحب حیدر آباد سے منسلک ہو گئے تھے - اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عام طور پر مسلمانانِ برصغیر کی عام حیاتِ ملی سے اور خاص طور پر ان کی علمی و ادبی زندگی سے حیدر آباد کا کتنا گہرا اور معنی خیز واسطہ رہا ہے -

بیسویں صدی کے آغاز میں حیدر آباد کی علمی و ادبی مرکزیت کا اندازہ مولانا سید سلیمان ندوی کے حسب ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے :

"مصنف کا قلم لگاتار تین چار برس فلسفہ و کلام کی پیچ در پیچ کوچہ گردیوں سے گھبرا کر خالص ادبیات کے سرسبز و شاداب میدان کا طالب ہوا اور مثنوی مولانا روم کی شاعری سے کسی دوسرے شاعرانہ موضوع کی طرف نکل آنے سے تصنیفی اتصال بھی قائم رہا - مگر حقیقت یہ ہے کہ اس حلقۂ اتصال کے بہانے سے حیدر آباد کی سرزمین کو بھی ایک گہرا تعلق ہے - یہ وہ زمانہ ہے کہ جب حضرتِ داغ کے وجود سے ؎

حیدر آباد آج کل گلزار ہے"

ملک میں داغ اور امیر کی مقابلانہ شاعری اہلِ نظر کی گفتگو اور بحث کا مستقل موضوع بنی ہوئی تھی - مولانا مرحوم داغ کے طرفدار اور مداح تھے" داغ کے سینکڑوں اچھے شعر ان کی زبان پر تھے - داغ سے ملتے بھی رہتے تھے اور ان کے بعض تذکرے بھی فرماتے تھے - حیدر آباد میں سنہ ۱۹۰۱ء میں دکن کو خطاب کر کے جو فارسی نظم لکھی تھی اس میں بھی داغ کو پوری عزت کے ساتھ اپنے پہلو میں جگہ دی ہے ؎

یاں تو دعوئی کن و مانیز مسلم داریم
شبلیِ سحر فن و داغِ غزل خواں از تست

:

Marfat.com

اکتوبر ۱۹۲۱ء میں اپنے ایک خوش مذاق عزیز (سمیع مرحوم) کو حیدرآباد کی دعوت دیتے ہیں - ان کی ترغیب کے لئے لکھتے ہیں :

"داغ، شرر، سید علی بلگرامی، سید حسین یادگارانِ زمانہ کو دیکھنا چاہو گے تو سب ہی موجود ہیں۔"

ان چند ممتاز اصحاب کے علاوہ حیدرآباد میں مولانا کا ایک خاص حلقۂ احباب تھا جن میں سے بعضوں کے نام معلوم ہیں - جیسے مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم، جنہوں نے بہت سے ادبی و تاریخی مضامین و سیرت محمود گاواں اور و کرم اروسی لکھی ہے - مولوی سید عبدالغنی صاحب وارثی (السعقانوی بہاری) جو عربی و انگریزی دونوں کے عالم تھے اور بوزاسف و بلوہر طبقاتِ شعرانی اور تاریخ اندلس وغیرہ کے ترجمے کیے - نواب ضیاء یار جنگ بہادر مفتیٔ عدالتِ عالیہ - موصوف درسیات کے فاضل اور فارسی میں شاعری کا مذاق رکھتے ہیں اور اب تک شوقِ سخن جاری ہے - ان کے علیگڑھ کے بعض خوش مذاق شاگرد جیسے مولوی مسعود علی صاحب محوی، مولوی ظفر علی خاں، مولوی سید محفوظ علی بدایونی، مولوی عبدالحق صاحب وغیرہ - اس پر ہماری طرف سے اتنا اضافہ اور کیا جا سکتا ہے کہ نواب نصیر حسین خیال، علامہ طباطبائی، مولانا اشہری، فضیلت جنگ، وقار نواز جنگ، مولانا عمادی، مولانا مہدی خاں صاحب کوکب، ضامن نتوری، بے نظیر شاہ وارثی، ملا عبدالقیوم . . . !

خود شبلی نے بھی اپنے اس ترکیب بند میں جو ۱۸۹۶ء کے سپاسنامہ کے جواب میں تھا حیدرآباد کے مرجع علم و فن ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے - جو آگے درج ہے -

حیدرآباد کے اس بے مثال علمی و ادبی ماحول نے شبلی کے ذوق ادب کو اس طرح ابھارا اور سنوارا کہ وہ حیدرآباد ہی میں "موازنہ انیس و دبیر" لکھتے ہیں - جو سلسلۂ آصفیہ کی ایک کڑی ہے - یہ ماحول آگے چل کر خصوصاً جامعۂ عثمانیہ کے قیام کے بعد اس قدر

Marfat.com

رنگا رنگ، دلکش اور شاندار ہو گیا تھا کہ اس دور کے حیدرآباد کی علمی شخصیتوں کے جھمگھٹے کو دیکھ کر جس میں برصغیر کے ہر حصہ کے علماء، فضلاء اور اہلِ کمال جمع تھے، بیساختہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ؎

یادگارِ زمانہ ہیں یہ لوگ

یاد رکھنا فسانہ ہیں یہ لوگ

شبلیؒ کے تعلق سے اس اہم واقعہ پر بھی زور دینا ضروری ہے کہ حیدرآباد کے بعد کے زمانے میں حیدرآبادی ادب نے جو خالص علمی اور مذہبی رنگ اختیار کیا، اس میں ان کی سحر آگیں اور طاقتور شخصیت کا کچھ کم دخل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ "حیاتِ شبلیؒ" کے مصنف کی رائے میں "اتحادِ اسلامی کے بڑے پرجوش حامی تھے۔ اور ان کو اسلام، اسلامی تمدن، اسلامی تاریخ، اسلامی علوم و فنون سے جو شیفتگی تھی، اس کا فطری اقتضاء یہ ہونا چاہیے کہ ان کو اسلام کی حکومت عزیز ہو۔ اور جی چاہتا ہے کہ وہ کتابوں میں جس کی تصویر دیکھتے رہتے ہوں، اس کو وہ مجسم بھی دیکھ سکتے[۳]" اس لیے ان کو حیدرآباد سے بے پناہ محبت ہے۔ جو اپنے نمود کے لئے موقع کی متلاشی نظر آتی ہے۔ وہ سرسالار جنگ اولی کا مرثیہ لکھتے ہیں[۴]۔ نواب آسمان جاہ بہادر امیر پائیگاہ کے ۱۸۸۸ء میں علیگڑھ جانے پر رودکی کے مشہور[۵] قصیدہ پر ایک قصیدہ لکھتے ہیں۔ جب ۱۸۹۵ء میں دوسرے امیر پائیگاہ نواب اقبال الدولہ وقار الامراء بہادر مدار المہام حیدرآباد دکن کی علی گڑھ تشریف آوری ہوتی ہے تو ان کی شان میں ایک معرکہ آرا قصیدہ لکھتے ہیں[۶]۔ پھر جب

---

۳ حیاتِ شبلی صفحہ ۵۸۵، ۶۰۰۔ ۴ ایضاً صفحہ ۵۸۵۔

۵ ایضاً صفحہ ۱۵۳۔

۶ "حیاتِ شبلیؒ" صفحہ ۱۵۶۔ یہ قصیدہ اہلِ ذوق کے پڑھنے کے قابل ہے۔

Marfat.com

میر عثمان علی خاں کے ولیعہدی کے زمانے میں ان کو ایک حادثہ پیش آتا ہے تو اس سے بچنے کی مسرت میں بھی ایک قصیدہ لکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے کلیات میں حیدرآباد اور اس کے حکمرانوں کی تعریف میں متعدد قصائد موجود ہیں۔ اس لئے یہ امر حیرت انگیز نہیں ہو سکتا کہ اقبال الدولہ سر وقار الامراء کی وزارتِ عظمیٰ کے انقلاب کے بعد ان کے حیدرآباد سے نکالے جانے کی جب افواہیں پھیلیں تو ان کو سخت رنج ہوا۔ ان کے ان احساسات کا اندازہ ان اشعار سے ہو سکتا ہے جن کا یہ مصرعہ آئینہ دار ہے ؏

اے دکن اے کہ بہارِ چمن جاں از تست

الغرض ہندوستان کے مشاہیر میں شبلی ہی ایک ایسے ممتاز فرد ہیں جنہوں نے حیدرآباد کی علمی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ اولاً انجمن ترقی اردو کے معتمد کی حیثیت سے اس کی بنیادوں کو استوار کیا۔ بعد ازاں سررشتہ تصنیف و تالیف کے ناظم کی حیثیت سے تصنیف و تالیف کے ذریعہ اعلیٰ علمی کتابوں اور عمدہ تراجم کی داغ بیل ڈالی۔ حیدرآباد کے نظامِ تعلیم کی اصلاح کے لئے مشرقی یونیورسٹی کے نصاب کی تیاری میں اہم حصہ لیا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنے برادرِ نسبتی مولانا حمید الدین فراہی کو دارالعلوم حیدرآباد کا پرنسپل بنایا، جو جامعہ عثمانیہ کے قیام کا پیش خیمہ تھا۔ اس طرح حیدرآباد کے نظامِ تعلیم کی خود مختاری کا راستہ صاف کیا[۲]۔ یہ شبلی اور حیدرآباد کے باہمی لین دین کا ایک پہلو ہے۔ اس کا دوسرا پہلو بھی کچھ کم اہم نہیں۔ جب ان کی علمی شہرت کا آغاز تھا تو حیدرآباد نے ان کو اپنے علمی مشاغل جاری رکھنے کے لیے سو۱۰۰ روپیہ ماہوار مقرر کیے جو ۱۹۱۳ء میں بڑھ کر تین سو۳۰۰ ہو گئے۔ شعر العجم کے علاوہ ان کے

---

[۱] حیاتِ شبلی صفحہ ۵۰۵۔

[۲] ایضاً صفحہ ۶۵۱۔

Marfat.com

بقیہ شاہکار "الفاروق"، "موازنہ انیس و دبیر" اور "سیرت النبی" کا راست تعلق حیدرآباد سے ہے۔ اول الذکر دونوں کتابیں سلسلۂ آصفیہ میں داخل ہیں۔ سیرت کی پہلی جلد کا آغاز حیدرآباد ہی میں ہوا[1] اور اسی غرض کے لیے ان کے سابقہ ماہوار میں ۱۹۱۳ء میں دو صد روپیہ کا اضافہ ہوا تھا۔ اسی طرح جب شبلی کو شمس العلماء کا خطاب ملا اور ۱۸۹۶ء میں انہوں نے حیدرآباد کا دوسرا سفر کیا تو کاسموپولٹن کلب حیدرآباد میں، حیدرآباد کے امراء اور اکابر نے ان کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا جس کے جواب میں شبلی نے حسب ذیل ترکیب بند سنایا جو ان کے اور حیدرآباد کے تعلقات ہی کی نہیں بلکہ حیدرآباد اور مسلم ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے تعلقات کی تصویر کشی کرتا ہے اس لیے ہم اس کو ذیل میں درج کرتے ہیں ؎

اے دکن ایکہ جہاں راسر و سودا یا تست ✽ اے کہ مجموعۂ صد یاس و تمنا یا تست
اے کہ صد نقش زیر پردہ برانگیختہ ر ✽ اے کہ صد جلوہ گری ہائے تماشا یا تست
زہد استی کہ مہر صدق و صفا ہست ترا ✽ شاہد استی کہ دلآویز ادا ہا یا تست
ساز نیرنگی و صد نغمۂ رنگیں داری ✽ موج از رنگی و صد پیکر تیبا یا تست
یادگار حشم دیلم و سلجوق استی، ✽ مایۂ دولت و بغداد و بخارا یا تست
داستاں ہائے عزیزاں ہمہ از بر داری ✽ خبر از قافلۂ یثرب و بطحا از تست
آں پراگندہ نژادِ عرب و نسلِ عجم ✽ یعنی آں دفترِ اسلام مجزا یا تست
گرچہ شیرازہ امت ہمہ ابتر شدہ است ✽ آں ورق ہائے پراگندہ بیک جا یا تست
گرچہ زاں میکدہ اثرے نیست بجائے ✽ جرعۂ چنداں شیشہ و مینا یا تست
گرچہ آں تازہ چمن رفت تیاراج خزاں ✽ باز ہم بوئے خوشی زاں گل رعنا یا تست

---

[1] حیاتِ شبلی صفحہ ۶۵۰۔

Marfat.com

گرمی صحبت آں میکدہ سرجوش تو ہست
مصر و غرناطہ و بغداد در آغوش تو ہست

اے بزرگانِ گراں پایہ و ارکانِ دکن
اے ہمہ شمع فکر و زندۂ ایوانِ دکن

ہر سر سوئے فن امروز زبانی شدہ است
بہ سپاس آمدی منت اعیانِ دکن

بائے تا سر ہمہ در بند کرم ہائے شماست
می تواں خواندیم از جملہ اسیرانِ دکن

با غریبے چو منے ایں ہمہ الطاف و کرم
چہ کنم گر نہ شوم بندۂ احسانِ دکن

ہم زگیرائی اخلاق دل آویز بود
کہ بود رومی و شامی ہمہ مہمانِ دکن

بوئے خلق است کہ دل می بردم ورنہ
نتواند کہ فریبد گل و ریحانِ دکن

یا رب آں باد کہ ایں تخت کہ دولت دیں
سبز و خرم بود از فیض سلیمانِ دکن

میر محبوب علی خاں نظام آصف جاہ
تاجدارانِ دکن و قیصر و خاقانِ دکن

صدر جم مرتبہ نواب وقار الامرا
آنکہ صد ہا بہ فزود از شرفش شانِ دکن

واں دگر صدر نشیناں و عزیزانِ وطن
کہ بود از دم شاں زینتِ ایوانِ دکن

ہمہ را بزم طرب با سر و ساماں باشد
شبلی خستہ ہم از حاشیہ بوساں باشد

برصغیر کے مسلمانوں کی جدید تعلیم کے مرکز کی حیثیت سے جو مقام علی گڑھ کو حاصل ہے، تقریباً وہی مقام دینی تعلیم کے مراکز کی حیثیت سے دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کو حاصل ہے۔ ان دونوں میں بھی ندوہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں قدیم و جدید علوم کو سمونے اور مقتضیاتِ زمانہ کو نصاب میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان دونوں درسگاہوں کو بھی حیدرآباد سے فیاضانہ امداد ملتی رہی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ندوہ کے کتب خانے کے قیام میں بھی جن لوگوں نے اپنی قیمتی کتابیں دیں، ان میں مولوی عبدالغنی مددگار

Marfat.com

سرنا ریعالی، سکندر نواز جنگ (سابق جج ہائی کورٹ) نواب عزیز جنگ، نواب عماد جنگ، اور عماد الملک پیش پیش ہیں[1]۔ اسی طرح مولانا شبلی نے جب یہ تحریک فرمائی کہ دارالعلوم کی تعمیر میں ایک کمرہ صرف علماء کے چندے سے بنے تو مرزا عبدالقیوم صاحب حیدر آبادی نے اس کی تائید کی" اور جن آٹھ علماء نے ایک ہزار پچاس روپیہ دیئے ان میں حیدر آباد کے متعلقین میں پانچ اور ان کا مجموعی چندہ ساڑھے سات سو تھا۔ ان واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانانِ برصغیر کے ان قومی اداروں کی امداد میں حکومتِ حیدر آباد ہی کی طرح حیدر آبادی عوام بھی پیش پیش تھے۔ اسی طرح جب دارالمصنفین قائم ہوا تو اس کے پہلے صدر عماد الملک تھے جو اپنی وفات تک اس کے صدر رہے[3]

## مسلم لیگ کے قیام اور اس کی جدوجہد سے حیدر آباد کا تعلق؛

بیسویں صدی تاریخ عالم کی نہایت اہم صدی ہے۔ اس صدی کے اوائل میں مغرب اپنے سیاسی تسلط کے انتہا پر پہنچ کر غیر معمولی تیزی کے ساتھ سمٹ گیا۔ اور مشرق نے آزادی اور بیداری کی ایک نئی کروٹ لی۔ اس پیچیدہ سیاسی صورتِ حال کے اثرات اور ردِ عمل سے برصغیر مستثنیٰ نہیں تھا۔ مختصراً یہ کہ مختلف سیاسی، معاشی، بین الاقوامی اور قدرتی طاقتوں کے باہمی تعامل سے اس صدی میں عالم کی ایک نئی صورت گری ہوئی۔ یہاں ان مختلف پیچ در پیچ عوامل اور اثرات کا جائزہ مقصود نہیں ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ ان بڑے اور بنیادی عوامل کی طرف اشارہ کیا جائے جنہوں نے اس صدی میں برصغیر

---

[1] حیاتِ شبلی صفحہ ۴۳۵، ۴۳۶۔

[2] ایضاً صفحہ ۳۹۳۔

[3] صدقِ جدید۔

Marfat.com

کے اندر ملتِ اسلامیہ اور حیدر آباد کی قومی سرگرمیوں اور ان کی منزلِ مقصود کو متاثر کیا اور کامیاب بنایا جو دراصل ہماری اس کتاب کا موضوع اصلی ہونے کے باوجود اس سے بالکل تعلق ایک بھی نہیں ہے۔

جنگِ آزادی کے پہلے اور بعد برطانوی حکومت کی مسلسل و مستحکم پالیسی یہ رہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو دبایا جائے اور ہندوؤں کو ابھارا جائے۔ اس پالیسی سے ہندوؤں نے (جو ہماری بدقسمتی سے اکثریت میں تھے) پورا فائدہ اٹھانے کے لیے برطانوی نوکرشاہی کا کھل کر ساتھ دیا۔ مغربی علوم سیکھے۔ اور گو " بابو " کی ادنیٰ حیثیت ہی میں سہی، لیکن حکمران طاقت کی مشینری کا ادنیٰ جزو بن گئے۔ اس طرح ان کی اکثریت کے ساتھ مل کر ان کی یہ سازباز بالآخر ان کی سیاسی برتری کا موجب بنا۔ ایک انگریز مسٹر (ہیوم) کی تحریک پر انڈین نیشنل کانگریس جب ۱۸۸۵ء میں قائم ہوئی تو وہ اس کی تنظیم اور اس کی تحریکات پر اس طرح قابض ہو گئے کہ بیسویں صدی کے آغاز پر انہوں نے آزادیٔ ہند کے پردے میں ہندو راج (یا رام راج) کے خواب دیکھنے شروع کر دیے۔ جس میں برصغیر کی ملتِ اسلامیہ کا اگر کوئی مقام نظر آتا تھا تو وہ محکومی اور ہندو استبداد کی چاکری تھا۔ ہندوستان کے مستقبل کا یہ نقشہ اور ہندو نیشاؤں کی بڑھتی ہوئی سیاسی جدوجہد کا یہ متوقع اور خطرناک انجام مسلمانوں کے بیدار مغز رہنماؤں کے لیے تشویشناک تھا۔ چنانچہ ہندو راج کے علانیہ اور درپردہ مقاصد کی کامیابی کو روکنے کے لیے وہ آگے بڑھے اور انہوں نے مسلمانوں کے جداگانہ ملی وجود کی بقا کے لیے حکومتِ ہند اور برطانوی قوم کے ذمہ داروں کو متوجہ کرنا ضروری سمجھا۔ شملہ میں ہندوستان کے مسلم زعماء کا ایک وفد وائسرائے سے ملا۔ اور مسلمانوں کے مطالبات پیش کیے۔ اس وفد کے روحِ رواں نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک بہادر تھے۔ جو ایک طرف حیدر آباد کی حکومت کے ربع صدی سے زیادہ عرصہ تک ذمہ دار ارکانِ حکومت تھے۔ اور یہاں

Marfat.com

سے وظیفے پاتے تھے تو دوسری طرف علی گڑھ کالج کے سیکرٹری بھی تھے۔ اس کے بعد مسلمانوں کی برصغیر میں جو سیاسی تنظیم قائم ہوئی اس کو "مسلم لیگ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شملہ وفد اور مسلم لیگ کے قیام کے بارے میں غرضمند طبقات بہت دنوں تک سادہ لوح مسلمانوں میں یہ غلط فہمی پیدا کرتے رہے کہ یہ دراصل ہند کی حکومت کے ایماء پر قائم ہوئے تھے۔ لیکن حقائق پر سے پردہ اٹھ جانے کے بعد اب ہر شخص کو صاف نظر آتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ الغرض ۱۹۰۷ء کے بعد سے ہندوستان کی آئینی تبدیلیوں کے مختلف مراحل پر مسلم لیگ کی سیاسی تنظیم مسلم مفاد کے تحفظ میں پیش پیش رہی۔ "منٹو مارلے" اصلاحات اور بعد ازاں (MONTEGO CHEMIS-FORD REJOLUIS) سے لے کر تقسیم ہند اور قیام پاکستان تک مسلم ہندوستان اور مسلمانانِ برصغیر کی قسمت زیادہ تر مسلم لیگ سے وابستہ رہی۔ اس تنظیم کے ابتدائی اور اہم دور میں (جبکہ مسلمانوں کے سیاسی مسلک کا تعین ہوا) جن لوگوں کو اس پر اختیار و قابو حاصل رہا ہے وہ حیدر آباد سے تعلق رکھتے تھے۔ محسن الملک کے بعد جس طرح علیگڑھ کالج کے سربراہ وقار الملک قرار پائے، اسی طرح وہ مسلم لیگ کے بھی مسلمہ قائدین میں شمار ہوتے تھے۔ غلام الثقلین جو اس کے بانیوں میں سے تھے اور معتمد بھی تھے، حیدر آباد کے محکمۂ تعلیم سے منسلک ہو گئے تھے۔ اسی طرح ان کے بھائی بھی جو حالی کے عزیز تھے، دوسری جنگِ عظیم کے ابتدائی دور میں عزیز مرزا مرحوم اس کی تنظیمِ جدید کے ذمہ دار قرار دیے گئے۔ جو اوپر گزر چکا ہے کہ حیدر آباد کے ہوم سیکرٹری، ہائی کورٹ کے رکن اور دیگر اعلیٰ خدماتِ سرکاری پر فائز رہنے کے علاوہ میر عثمان علی خاں کو نظم و نسق اور آئینِ جہانبانی کی تعلیم و تربیت دینے پر مامور اشخاص میں شامل تھے۔ الغرض ہندوستان کی سیاست میں جب تک برطانوی حکومت کے خلاف کھلی بغاوت کا رجحان نمایاں نہیں ہوا تھا، اس وقت تک مسلم سیاست

Marfat.com

جن ہاتھوں میں تھی وہ وہی لوگ تھے جن کی حیدر آباد سے وابستگی مسلمہ ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں خلافتِ عثمانیہ کے جرمنی کے حلیف ہونے کی حیثیت سے شریک جنگ ہونے کی وجہ سے برصغیر میں مسلم سیاست کے اندر جو مخالفِ برطانیہ رجحان پیدا کیا، اس کے لیے طرابلس اور جنگِ بلقان کی پچھلی جنگوں نے ضروری سامان مہیا کیا تھا۔ خلافت ترکیہ کے برطانیہ کے خلاف جنگ میں صف آرا ہونے کی وجہ سے پہلی دفعہ عارضی طور پر کسی حد تک مسلم حیدر آباد برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد اور مسلک سے بہ ظاہر علیحدہ ہو گیا تھا ورنہ مسلم حیدر آباد کے اسلامی جذبات اور خفیہ ہمدردیاں فی الجملہ ترکوں اور عالم اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ تھیں۔ جس کے روشن ثبوت چند ہی سال پہلے مل چکے تھے۔ مدینہ یونیورسٹی کی امداد کے علاوہ جس میں حیدر آباد کی عملی ہمدردی کا اوپر ذکر ہو چکا ہے، حجاز ریلوے کی تعمیر میں حیدر آباد نے بڑھ چڑھ کر رقمی امداد کی اور اس کے اعتراف کے طور پر خلیفۂ وقت سلطان عبدالحمید خاں نے اس عہد کے (حیدر آباد کے) مسلم عوامی قائد ملا عبدالقیوم کو تحفۂ مجیدی سے مفتخر فرمایا۔ یہی حال طرابلس اور بلقان کی جنگوں میں حیدر آباد کا تھا۔ جبکہ برطانوی ہند کے مسلمانوں کی طرح حیدر آباد کے مسلمانوں نے بھی اٹلی اور بلقان کی عیسائی سلطنتوں کے برخلاف اور خلافتِ عثمانیہ کی تائید میں دامے، درمے، سخنے اور قلمے حصہ لیا۔ یہاں تک کہ جو طبی وفد ترکوں کی امداد کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے صدر ڈاکٹر انصاری مرحوم تھے جنہوں نے یورپ میں ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حیدر آباد کے سرکاری وظیفہ سے پائی تھی۔ اور جن کے بڑے بھائی حکیم عبدالوہاب نابینا حیدر آباد کے سرکاری و شاہی طبیب تھے۔

## آصف سابع میر عثمان علی خاں:

نظام دکن میر عثمان علی خاں (آصف سابع) کا دور حیدر آباد کی تاریخ کا طویل ترین اور اہم ترین دور ہونے کے علاوہ سلطنتِ آصفیہ کے زوال کا تاریخی دور بھی ہے۔ وہ ۱۹۱۱ء میں تخت پر بیٹھے۔ اور ۱۹۴۹ء تک جب کہ حکومتِ ہندوستان نے فوجی قبضہ کر لیا، مسلسل

Marfat.com

حکمران رہے۔ اس طرح ان کی حکومت کا کم وبیش چالیس سالہ دور مملکت کی امیدوں اور ترقیوں نیز مایوسیوں اور زوال کی ملی جلی داستان ہے۔ اس پورے زمانے میں انکی شخصیت نے مملکت پر گہرا اثر ڈالا۔ آصفی خاندان کی تاریخ کا تو کیا ذکر ہے، بہت کم شاہی خانوادوں کی تاریخ میں اس کی مثال ملتی ہے۔

پچھلے جائزے سے معلوم ہو چکا ہے کہ انیسویں صدی کا آخری ربع جدید حیدرآباد کی تاریخ میں ترقی و احیاء کا بنیادی پتھر ہے۔ جبکہ سر سید اور سر سالار جنگ اور بعد از اں سر سید اور آسمان جاہ کی باہمی مفاہمت و معاونت کے ذریعہ حیدرآباد میں برصغیر کے منتخب افراد جمع ہو کر علمی طور پر سرگرم کار ہو چکے تھے۔ اور مملکت کو اندرونی استحکام حاصل ہو چلا تھا۔ غفران مکاں (میر محبوب علی خاں آصف سادس) کی نابالغی کے ختم ہونے کے بعد زمام سلطنت خود انہوں نے سنبھال لی تھی۔ اور اب مستحکم اور آزاد حیدرآباد کے نقشے بنائے جا رہے تھے۔ جن میں فی الحقیقت ان کے جانشین ہی صحیح رنگ بھر سکتے تھے۔ اس لیے میر عثمان علی خاں کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ ان کی انگریزی تعلیم کیلیے قابل انگریز سر برائن ایجرٹن استاد مقرر کیے گئے۔ ان کی فارسی اور ادبی تعلیم کے لیے اس ماحول کے علاوہ داغ، امیر اور دیگر اساتذہ کی موجودگی سے پیدا ہو گیا تھا۔ اس دور کے دو ممتاز علماء سید علی شوستری اور سید علی حمید طباطبائی نظم (المخاطب حیدر یار جنگ) بلائے گئے۔ یہ دونوں لکھنؤ کے شاہی خاندانوں کے عمائدین کے گھرانوں سے تھے[1] اور اپنے عہد کے مسلم الثبوت اساتذہ میں شمار ہوتے تھے اور صاحب تصنیف تھے۔ عربی کی تعلیم کے لیے اور اتالیق کی حیثیت میں ۱۳۹۸ھ میں مولانا انوار اللہ خان صاحب[2] (نواب

---

[1] جدید اردو شاعری از عبدالقادر سروری، مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن۔

[2] مولانا انوار اللہ خاں قندھار (ریاست حیدرآباد) میں پیدا ہوئے تھے (بقیہ برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

فضیلت جنگ) مقرر ہوئے جو ۱۲۹۵ھ سے غفران مکان کے بھی استاد رہ چکے تھے[1]۔

نواب فضیلت جنگ بہادر کے مشورے اور کوشش سے سید حسین بلگرامی، عزیز مرزا اور ان کے مددگار مولوی صفی الدین صاحب نیز مولانا عبدالحلیم شرر اور مولانا ظفر علی خان صاحب کو اس کام پر متعین کیا گیا کہ عثمان علی خاں کی سیاسی و انتظامی تربیت کریں۔ اور ان بزرگوں نے دکن کے آئندہ حکمران و تاجدار کی اسلامی حمیت اور غیرت کو پوری طرح ابھارا اور افسوس کہ اسی الزام میں بعد ازاں ان کو حیدر آباد سے شہر بدر ہونا پڑا۔ مولوی صفی الدین صاحب، ڈاکٹر غوث، ڈاکٹر حمید اللہ اور نصیر الدین ہاشمی صاحب کے بزرگ خاندان اور نواب ارکاٹ کے عمائدین میں سے تھے۔ شاعری میں مولانا گرامی (استاد علامہ اقبال) اور حافظ جلیل حسن مانک پوری (فصاحت جنگ) اساتذہ مقرر ہوئے۔ میر عثمان علی خاں کا تربیتی اور ذہنی تشکیل کا دور علامہ جمال الدین افغانی کی حیدر آباد میں موجودگی کے اثرات اور برصغیر کے بہترین مسلم زعماء سے گھرا ہوا تھا۔ ذاتی ذہانت وفطانت اور اعلیٰ تربیتی ماحول کے امتزاج سے میر عثمان علی خاں کے جوہر خوب کھلے اور وہ قدیم و جدید علوم کے ماہر اور انگریزی، اردو، فارسی اور عربی کے قادر الکلام نثار و شاعر بن گئے۔

۱۹۱۱ء میں جب وہ حکمراں ہوئے تو ایک ایسے اولوالعزم، بیدار مغز اور اسلام پسند فرماں روا کی حیثیت رکھتے تھے۔ جو اپنی مملکت کو ایک آزاد اور اسلامی مملکت بنانا چاہتا ہو۔ چنانچہ فوراً ہی انہوں نے اس کے ضروری انتظامات کی طرف توجہ کی۔ وزارت عظمیٰ کے عہدہ کو ختم کر کے تمام اختیاراتِ حکومت خود سنبھال لئے تاکہ برطانوی ہند کی

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعلیم مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے پائی تھی بیعت و خلافت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے رکھتے تھے۔

[1] "دکن میں اردو" از نصیر الدین ہاشمی، صفحہ ۶۰۵۔

Marfat.com

مداخلت سے بچ کر صحیح سمت میں پرعزم اقدام کر سکیں۔ دنیا نے ان کو اس وقت اپنے اصلی رنگ میں دیکھ لیا جبکہ ایک ایک انگریز کو انہوں نے حیدر آباد سے نکالا اور مسلم ہندوستان سے روابط کو مزید مستحکم کرنے کے لئے بڑی تعداد میں نئے مشاہیر کو حیدرآباد بلایا اور ان کے ذریعہ اسلامی علوم و ثقافت کو فروغ دینے کی مؤثر تدابیر اختیار کیں۔ دائرۃ المعارف، جامعہ عثمانیہ کا قیام، اردو کو ذریعۂ تعلیم قرار دینا اور دارالترجمہ کا قیام اسی مقصد کے حصول کے ضروری اقدامات تھے۔ پہلی جنگِ عظیم کے اختتام کے فوراً بعد برطانوی ہند کی طرح جہاں MONTEGO CHEMISFORD REJORUS رائج کئے گئے تھے، حیدر آباد کے آئین میں بھی نئی اور مفید اصلاحات کی خاطر "دستور العمل باب حکومت" کے ذریعہ آئینی دروبست میں اہم تبدیلی کی گئی اور عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کا وہ انقلابی قدم اٹھایا گیا جو برصغیر میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ اس آئین کو عملی جامہ پہنانے اور حیدر آباد کی سیاسی تمناؤں کی تکمیل کی خاطر مسلم ہندوستان کی ایک عظیم سیاسی شخصیت سر علی امام کو (۲۰ اگست ۱۹۱۹ء) صدر اعظم کی حیثیت دے کر اپنی سیاسی سرگرمیوں، آئینی تغیرات اور مذہبی دلچسپیوں کی وجہ سے انگریز اور فرقہ پرست ہندو کے نزدیک ایک کٹر مسلمان اور اتحاد اسلامی (PAN ISLAM ISM) کے زبردست حامی سمجھے تھے۔ چنانچہ انکی ذات کو کبھی سلطان عبدالحمید خان سے اور کبھی محی الملۃ والدین حضرت اورنگزیب عالمگیر سے تشبیہ دی۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے دونوں بڑے شہزادوں کا نام اعظم جاہ و معظم جاہ رکھا گیا تھا۔ جو حضرت عالمگیرؒ کے جانشینوں کا بھی نام تھا۔ نیز سلطان عبدالحمید خاں کی طرح جو "یورپ کے مرد بیمار" (خلافتِ عثمانی) کو از سر نو مستحکم کرنا چاہتے تھے، وہ بھی مملکتِ عثمانی" (آصفیہ) کو از سر نو مستحکم و آزاد بنانا چاہتے تھے۔ اسی طرح "بابِ حکومت" (حیدر آباد) اور بابِ عالی (قسطنطنیہ) کی ظاہری اور لفظی مناسبت و مشابہت ہیں۔ اس گہری اور معنوی مناسبت و مشابہت کی نشاندہی کی جاتی تھی جو موجودہ صدی میں اتحادِ اسلامی کے ان دو تاجداروں

Marfat.com

کے اندر پائی جاتی تھی اس طرح وہ جمال الدین افغانی کے مشن کے عملی پیکر بتائے جاتے تھے۔ اس کے باوجود آصف سابع اپنی اس اسلامی حمیت اور حریت طلبی کے زبانی اور عملی اظہار میں نہ کبھی شرماتے تھے نہ جھجکتے تھے بلکہ اپنے اشعار میں بغرض تعلی کہہ بھی دیا ہے ؎

سلاطین سلف سب ہو چکے نذرِ اجل عثمان
مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، واقعات نے رہا سہا شبہ بھی دور کر دیا کہ میر عثمان علی خاں اخوتِ اسلامیہ کے رشتے کو کتنا اہم سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ولیعہد اور ان کے چھوٹے بھائی اعظم جاہ و معظم جاہ کی شادیاں دو ترکی شہزادیوں درشہوار اور نیلوفر سے کیں۔ جو سلطان عبدالحمید کی صاحبزادی اور بھتیجی تھیں۔ معزول خلیفہ کو پانچ ہزار پونڈ سالانہ کا بیش قرار سالانہ وظیفہ مقرر کیا اور اسلامی اتحاد کے اس کارنامے کے سلسلے میں مولانا شوکت علی کو بھی معقول ماہوار وظیفہ دیا گیا۔ الغرض ان کے یہ شدید مذہبی اور سیاسی رجحانات اور ان کو عملی جامہ پہنانے کے ضروری اقدامات ایسے نہ تھے کہ حکومتِ ہند یا حکومتِ برطانیہ ان کو برداشت کرتی۔ خصوصاً جبکہ پہلی جنگِ عظیم میں ترکی کے جرمنی کے حلیف ہونے کی حیثیت سے برطانیہ کے خلاف صف آرا ہونے کے بعد انہوں نے اپنے الیفانات کے تحت حکومتِ برطانیہ کو اس کی طرف متوجہ کرنے کی بھی جسارت کی تھی کہ خلافت کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو اور مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت اور احترام ملحوظ رہے۔ یہ برطانیہ کے لئے ایک کڑوی گولی تھی، جس کو دورانِ جنگ کی جنگی و سیاسی مصلحتوں نے نگلنے پر مجبور کر دیا اور وائسریگل لاج (دہلی) اور وائٹ ہال (لندن) کا فوری ردّ عمل ظاہر نہ ہو سکا۔ لیکن مابعد جنگ کے فوری دور میں جب نظام نے وائسرائے کو صوبہ برار کی واپسی کی طرف متوجہ کیا تو لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند نے اپنے "تاریخی خط" میں نہ صرف اس کو مسترد کر دیا بلکہ معاندانہ پالیسی پر عمل شروع کر دیا۔ اس طرح نظام کو ان کے اتحادِ اسلامی کے جرم کی سزا دی گئی۔ چنانچہ بعد کے زمانے میں عمل جا

Marfat.com

پہنایا گیا۔ اگلے صفحات میں حیدرآباد کے اہم سیاسی واقعات کے متعلق جو کچھ بیان ہوگا وہ چونکہ دورِ عثمانی ہی کی اجمالی روئداد ہے اس لئے اب ہم آصف سابع کا شخصی تبصرہ ختم کرتے ہیں۔ تاہم یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ اس صدی کے تمام اہم تغیرات اور حادثات اور امیدیں اور مایوسیاں بڑی حد تک ان ہی کے اطراف گھومتی ہیں جن کو پڑھنے والا ان کے متضاد کردار کو دیکھتے ہوئے کبھی کبھی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ؏

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

بیسویں صدی کے اس سیاسی پسِ منظر کو سمجھنے کے لئے ہمیں رک کر اور پلٹ کر اس صورتِ حال کے عملی اور موافق نتائج پر بھی نظر ڈال لینی چاہیئے جو پچھلی صدی کی ان مساعی جمیلہ کے مرہونِ منت تھے۔ جو مسلم حیدرآباد اور مسلم ہندوستان کے باہمی اشتراک و تعاون کی پیداوار تھیں۔ مختار الملک کے دورۂ انگلستان کی ناکامی کے بعد گو برار کا پٹہ منسوخ اور صوبہ واپس نہ ملا لیکن ایک سربستہ رقم بطور حق شاہی پچیس لاکھ سالانہ ملتی رہی[۱] (اس وقت اضلاع مفوضہ (شمالی سرکار) ارکات، کڑپہ، کرنول اور صوبہ برار کو مستثنیٰ کرنے کے بعد بھی مملکتِ حیدرآباد بیالیس ہزار مربع میل پر پھیلی ہوئی ایک عظیم الشان مملکت تھی جس کی موجودہ آبادی ڈھائی کروڑ سے زائد ہے) اسی طرح حیدرآباد کی سالمیت اور آزادی کی جدوجہد بھی بارآور نہ ہوئی۔ جس کے باعث افواج کی

---

[۱] اس بارے میں مصنف "وقارِ حیات" یوں لکھتے ہیں:

"آخرکار مہاراجہ سرکشن پرشاد کے یادگار عہدِ وزارت میں لارڈ کرزن نے ۱۹۰۲ء میں ایک جدید معاہدہ کے مطابق ۲۵ لاکھ سالانہ کے معاوضہ میں برار کا بظاہر دوامی پٹہ حاصل کرلیا۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً (ص ۲۷۳) مطبوعہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، طبع اول ۱۹۲۵ء۔

Marfat.com

تحدید پر سے پابندی نہ ہٹائی جاسکے۔ لیکن بیسویں صدی کے اوائل تک سابقہ صدی کی اصلاحات اور کوششوں کا پھل یہ ملا کہ حیدر آباد کو مالی اور انتظامی استحکام حاصل ہوا۔ اس کے مادی و مالی وسائل بے شمار اور قیمتی تھے۔ فوج پر تحدید کی وجہ سے ملک کی تعمیر و ترقی کے ضروری مصارف کے لیے جو کافی رقم مہیا ہو جاتی تھی، اب اس کے مفید نتائج ظاہر ہونے لگے تھے۔ چنانچہ مملکت کا اندرونی استحکام اور مالی ساکھ اس حد کو پہنچ گئے کہ اب حیدر آباد جرأت آزما منصوبوں کا خود کفیل ہو گیا تھا۔ چنانچہ پہلی جنگِ عظیم کے بعد ایسے عہد آفریں منصوبے تیار ہوئے اور اسکیمیں بنیں جن سے حیدر آباد کی کایا پلٹ گئی اور حیدر آباد کی مذہبی، ثقافتی، علمی اور ادبی سرگرمیوں میں چار چاند لگ گئے۔ یہ دکن کی اسلامی مملکت کا عہد زریں کہلایا جا سکتا ہے۔ اس عہدِ زریں کی ابتدا حکومت کی تنظیم جدید (بابِ حکومت کے قیام) سے ہوتی ہے۔ جس کی پیش رفت میں مجلسِ وزرا کا آئین (دستور العمل بابِ حکومت) نافذ ہوا۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کر دیا گیا جو برطانوی ہند اور ریاستی ہندوستان دونوں کے لئے ایک مثالی کارنامہ تھا۔ پھر عثمانیہ یونیورسٹی کی تاسیس عمل میں آئی۔ ان عہد آفریں اور دور رس مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جن عالی دماغ، مخلص اور تجربہ کار کارفرماؤں کی ضرورت تھی۔ ان کی تلاش میں مسلم ہندوستان کے گوشے گوشے سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مناسب اور موزوں اشخاص کی نئی کھیپ حیدر آباد بلائی گئی۔ بابِ حکومت کے کلیدی عہدے پر سر علی امام (معید الملک بہادر) ۲ اگست ۱۹۱۹ء کو مقرر کیے گئے۔ اس کے بعد ان کے دستِ راست کے طور پر ریونیو اور پولیس کے قلمدانِ وزارت کے لیے علامہ عبد اللہ یوسف علی ۱۹۲۱ء میں مقرر کیے گئے جو برطانوی ہند کے ایک تجربہ کار سویلین (CIVILIAN) آفیسر تھے اور بعد میں قرآن پاک کے انگریزی مترجم و مفسر کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ حیدر آباد ہائی کورٹ کی میر مجلسی پر لکھنؤ کے کامیاب ایڈووکیٹ مرزا سمیع اللہ بیگ المخاطب بہ

Marfat.com

مرزا یار جنگ) مقرر ہوئے۔ ان سے پہلے نواب سر بلند جنگ مرحوم (جو دہلی کے ایک سربرآوردہ خاندان کے فرد اور علیگڑھ کے بانی نواب سمیع اللہ خاں کے فرزند ارجمند تھے، فائز تھے) اور پٹنہ کے مولوی خدا بخش مرحوم (جن کا کتب خانہ مشہور رہے) نواب جیون یار جنگ (فرزند سرور الملک۔ دہلی) نواب سعید جنگ (فرزند عزیز مرزا) خلیل الزماں صدیقی (ہم زلف نواب اسماعیل خاں میرٹھ) تھے۔ دیگر ہائی کورٹ کے ارکان میں، جن کی فہرست نہایت طویل ہے، نصف سے زائد برطانوی ہند سے تعلق رکھتے تھے۔ حیدرآباد کی جوڈیشل کمیٹی پر عسکر یار جنگ فائز تھے۔ نواب فصیح جنگ ریونیو سیکرٹری تھے۔ جو یو۔پی کے ایک مردم خیز قصبہ فتحپور (ہسوہ) کے رہنے والے تھے۔ جہاں کے اظہر جنگ (ہوم سیکرٹری) بھی تھے۔ نواب اکبر یار جنگ (قائم گنج) بھی رکنیت ہائی کورٹ کے علاوہ ہوم سیکرٹری کی خدمت پر فائز تھے۔ نیز ہاشم یار جنگ (بمبئی) تھے۔ نواب فخر نواز جنگ معتمد فنانس تھے جو صوبہ پنجاب سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی حال سر اکبر حیدری (نواب حیدر نواز جنگ) کا تھا جو بمبئی کے رہنے والے تھے۔ آخری دور میں وزیر فنانس کی حیثیت سے اولاً جناب غلام محمد صاحب (جو بعد میں پاکستان کے وزیر مالیات اور گورنر جنرل مقرر ہوئے) اور بعد میں زاہد جنگ بہادر (زاہد حسین مرحوم اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے پہلے گورنر اور پلاننگ کمیشن پاکستان کے سابق چیئرمین مقرر ہوئے) اسی طرح وزیر اوقاف اور امور مذہبی کی حیثیت سے نواب حیدر یار جنگ بہادر (مولوی حبیب الرحمان شروانی) رئیس حبیب گنج (یو۔پی) مقرر ہوئے۔ وزیر عدلیہ کی حیثیت سے مولوی عبدالعزیز صاحب بیرسٹر پٹنہ مقرر ہوئے جو بہار کے سابق وزیر اور ۱۹۳۸ء کے اجلاس مسلم لیگ کے صدر استقبالیہ تھے۔ محمد یعقوب (سابق پریذیڈنٹ انڈین سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی (مراد آباد) مشیر دستوری کی حیثیت سے مامور ہوئے۔ لیکن اصلی با اختیار عہدہ تو صدر اعظم (وزیر اعظم) کا تھا جس پر مستقل طور پر ۱۹۲۰ء میں سر علی امام کے تقرر

Marfat.com

کے بعد سے متواتر ۱۹۴۷ء تک سر اکبر حیدری، پھر نواب چھتاری اور پھر سر مرزا اسماعیل، (دیوانِ میسور) فائز رہے۔ صدر المہام پیشی (جو انگلستان کے لارڈ چانسلر کے مماثل ایک عہدہ تھا) کے منصب پر سقوطِ حیدرآباد تک جو اصحاب پچھلی پون صدی تک فائز رہے، وہ سرور الملک (دہلی) اور ان کے بعد ۱۸۹۹ء میں سر امین جنگ بہادر اور دوسری جنگِ عظیم کے لگ بھگ نواب کاظم یار جنگ بہادر اور مولوی عبد الستار صاحب تھے۔ آخر الذکر تینوں صوبۂ مدراس سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ دیگر اعلیٰ و ادنیٰ عہدوں پر اہل اور منتخب افراد سارے ہندوستان سے چن چن کر منتخب کیے جاتے رہے!

ملٹری سیکرٹری نواب محمد نواز جنگ تھے جو بلوچستان کے باشندے (جنرل اعظم خاں کے خسر) ہیں۔ ان کے شریک معتمد (جوائنٹ سیکرٹری) ہوشیار جنگ (ہوش بلگرامی) تھے جو یو۔پی کے مشہور قصبہ بلگرام کے باشندے تھے۔ ان سے پہلے نواب نذیر جنگ بہادر تھے جو نواب محسن الملک کے عزیز تھے۔ نواب منظور جنگ بہادر جو لوہارو خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور مولوی وحید الدین خاں المخاطب بہ وقار نواز جنگ ہوم سیکرٹری تھے جو آبائی طور پر ملتان کے رہنے والے تھے۔ لطیف یار جنگ کمشنر اکسائز۔ نثار یار جنگ کیبنٹ سیکرٹری اور اختر یار جنگ (اختر مینائی فرزند امیر مینائی) ناظم امور مذہبی تھے۔ نواب تقی یار جنگ (لکھنؤ) ناظم عطیات تھے۔ اسی طرح جناب عبد الواحد صاحب کنسرویٹو آف فارسٹ (ناظم جنگلات) تھے۔ جو قیامِ پاکستان کے بعد اسی اعلیٰ عہدہ پر پاکستان کے ناظم جنگلات مقرر ہوئے تھے۔

عثمانیہ یونیورسٹی کے سلسلہ میں اس کے اولین سربراہ و پرنسپل کی حیثیت سے سر راس مسعود (نواب مسعود جنگ بہادر) رہے تھے۔ پھر ڈاکٹر عبد الستار صدیقی (یو۔پی) اور قاضی محمد حسین (پنجاب) مقرر ہوتے رہے۔ نظامتِ تعلیم پر الماطیفی (بمبئی) مسعود جنگ اور خاں فضل محمد خاں (پنجاب) فائز ہوتے۔ حیدرآباد کے کارہائے آبپاشی کے چیف

Marfat.com

انجینئر اور ناظم کرامت جنگ بہادر (یو۔ پی) تھے۔ نظامت دارالترجمہ پر مولوی عنایت اللہ صاحب دہلوی اور پروفیسر الیاس برنی فائز تھے۔ وضع اصطلاحات کے بورڈ پر جو پانچ ماہرین[1] مقرر ہوئے تھے وہ بیرون حیدرآباد کے مشاہیر میں سے تھے۔ دارالترجمہ کی کتابوں کے مذہبی ناظر علامہ عبداللہ عمادی مشہور ہندوستانی عالم مقرر ہوئے۔ اور اس کے ادبی ناظر کی حیثیت سے اولاً طباطبائی صاحب اور بعد میں جوش ملیح آبادی مقرر ہوئے۔ یونیورسٹی کے رجسٹرار حمید احمد صاحب تھے۔ جو یو پی کے رہنے والے تھے۔ اساتذہ اور دارالترجمہ کے مترجمین کی طویل فہرست کو اگر ہم دیکھیں تو نوے فیصد مختلف اقطاعِ ہند کے مسلم مشاہیر نظر آتے ہیں۔ جن میں ہماری صدی کے اکثر نمایاں اہلِ علم شامل ہیں۔ عبدالحلیم شرر، مسعود علی صاحب محوی (لکھنؤ) قاضی تلمذ حسین صاحب، عبدالماجد دریابادی مرزا ہادی رسوا، مولانا عبدالباری (ندوی) مولانا مناظر احسن گیلانی (بہار) پروفیسر وحیدالدین (کلکتہ) پروفیسر ہارون خان شیروانی، پروفیسر ابن حسن زبیری برادر بزرگ عترت حسین زبیری مرحوم سابق چانسلر راجشاہی یونیورسٹی اور مشیر تعلیم مرکزی حکومت پاکستان) پروفیسر الیاس برنی اور پروفیسر وحید الدین سلیم، پروفیسر عبدالحمید خاں، ڈاکٹر انور اقبال قریشی (موجودہ مشیر مالیات پاکستان)، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم بانی ادارہ ثقافتِ اسلامیہ (لاہور) قاضی محمد حسین (پنجاب) مظفر الدین قریشی (پنجاب) جو قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کے سائنٹفک بورڈ کے سربراہ مقرر ہوئے تھے۔ پروفیسر جمیل الرحمان، پروفیسر معتضد ولی الرحمان، (فرزندان پروفیسر خلیل الرحمان (لاہور)، چوہدری برکت علی صاحب (پنجاب) پروفیسر

---

[1] ان کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) مولوی عنایت اللہ صاحب دہلوی (۲) ڈاکٹر عبدالحق صاحب (۳) پروفیسر وحیدالدین سلیم (۴) مرزا ہادی رسوا (۵) مولانا علی حیدر طباطبائی نظم (الملخاطب بہ حیدر یار جنگ)

Marfat.com

محمود احمد خاں (برادر مولانا ظفر علی خاں) مولانا عبدالواسع (یو پی) پروفیسر سید سجاد دہلوی مولانا شیر علی صاحب سابق پرنسپل ندوۃ العلماء، مولانا عبداللطیف (مونگیر) موجودہ صدر شعبہ اسلامیات علی گڑھ، مولانا احمد حسین صاحب مجتہد (لکھنؤ) پروفیسر وہاج الدین شمیم (سابق پرنسپل سیکرٹری صدر اسلامیہ جمہوریہ پاکستان) حکیم مقصود جنگ ایسے چند نام ہیں جو مختلف اقطاعِ ہند کے نمائندے کہلائے جا سکتے ہیں۔ ورنہ اس دور کا حیدرآباد تو برصغیر کی مسلم صلاحیت کا اس طرح آئینہ دار تھا کہ بے اختیار ذوق کا یہ شعر وردِ زباں ہو جاتا ہے ؎

گل ہائے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوق اس چمن کو ہے زیب اختلاف سے!

جو فہرست دی گئی ہے وہ سرسری اور حافظہ کی مدد سے مرتب ہوئی ہے، مکمل نہیں ہے جس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ کس طرح مملکت کے بڑے اور ذمہ دار عہدوں پر مسلم ہندوستان کے منتخب افراد مقرر کیے گئے۔ ورنہ اگر فہرست کو مکمل کرنا ہو تو وہ ایک مستقل جلد کی طالب ہے۔ کیونکہ حیدرآباد کی طویل سول لسٹ کے سینکڑوں صفحات کے نصف سے زائد وہ نام ہیں جو پیدائش ملکی نہیں تھے۔ جس کے بارے میں واقعات سے یکسر چشم پوشی کر کے یہ غلط فہمی پھیلا دی ہے کہ مسلم حیدرآباد کبھی صوبائیت کا شکار تھا۔ حالانکہ اس کا عقیدہ تو یہ تھا کہ ؎

ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے
گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے

کیوں نہ ہو، جبکہ حیدرآباد کے بیشتر اعیان و امراء وہ تھے جو بانی ریاست آصف جاہ کی طرح شمال سے آئے تھے اور اپنے آپ کو مغلیہ سلطنت کا متوسل سمجھتے تھے اور مختلف اقطاعِ ہند کے مسلمان بھی ان کو اسی نظریے سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ آپ

Marfat.com

پڑھ چکے ہیں کہ انگریزی اقتدار کے مستحکم ہونے کے نتیجہ میں شمال سے عرب فوجیوں کی ایک کثیر تعداد جمعدار قبیطی کی سرکردگی میں حیدر آباد آئی اور بس گئی۔ اور اسی کے سردار نے مکلہ میں بعد ازاں ایک سلطنت بنائی اور سلطان مکلہ کہلائے۔ اسی طرح سندھ کے میروں کی سلطنت کو جب انگریزوں نے غصب کر لیا تو سندھی مجاہدین کا بچا کچھا قافلہ حیدر آباد پہنچ کر افواج آصفی میں اس طرح شریک ہو گیا کہ سقوط تک اس کی فوج کا ایک حصہ تھا۔ اس طرح ہزاروں سندھی خاندان حیدر آباد میں بس گئے جن کی اکثریت اب اپنے عزیزوں کو جانتی بھی نہیں۔ اور اہلِ حیدر آباد ہی کو اپنا عزیز قریب سمجھتی ہے۔ سندھ کے مشہور مسلم لیگی لیڈر ہاشم گزدر صاحب نظام ساگر پراجیکٹ اور محکمہ تعمیرات سے ایک زمانے میں متعلق رہے ہیں۔ اسی طرح مسٹر بھوناتی بھی محکمہ تعمیرات میں ایک اعلیٰ خدمت پر فائز تھے۔ حیدر آباد کے محکمہ زراعت کے ڈائریکٹر (ناظم زراعت) سوہانی تھے۔

اس وقت کے حیدر آباد کے لیے ہمیں اس سے بہتر کوئی تعبیر نہیں مل سکتی کہ وہ اپنے عہد میں ایک چھوٹے پیمانے پر پاکستان تھا!

یہ اس زمانے کا نقشہ ہے جبکہ ہندوستان کی سیاسی اور نتیجۃً ثقافتی اور علمی زندگی ایک نئی کروٹ لے رہی تھی۔ اور بڑے طاقتور لیکن باہم متضاد سیاسی اور عمرانی رجحانات اور تحریکات باہم دست بہ گریباں تھیں۔ پہلی جنگِ عظیم کے اختتام سے لے کر ۱۹۳۰ء تک کا زمانہ برصغیر کی سیاست میں دو متضاد مگر نہایت طاقتور تصورات اور نصب العین کا زمانہ رہا ہے۔ چنانچہ اس عشرہ کی پوری حیات اجتماعی انہی کے گرد گھومتی ہے۔ ہندوؤں کے مطالبۂ سوراج کے ساتھ مسلمانوں کی تحریک خلافت نے مل جل کر عارضی طور پر ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قوم بنا دیا۔ اور سول نافرمانی اور کونسلوں اور بیرونی مال کے بائیکاٹ کی صورت میں ایک طوفانِ حریت و آزادی برپا ہو گیا۔ جس نے متحدہ قومیت کے تصورات کو تقویت بخشی۔ اور اس سے کسی حد تک برصغیر کا ادب اور اردو زبان بھی متاثر ہوئی۔

Marfat.com

جس کی وضاحت آگے آئے گی ۔ اس اندھا دھند اور طوفانی مہم میں حکومت حیدرآباد کی علیحدگی کے مضرات کی وضاحت کی یہاں چنداں ضرورت نہیں کہ ہمارے قارئین ان کو خود سمجھ سکتے ہیں ـــــ لیکن ؏

مری تعمیر میں مضمر تھی اک صورت خرابی کی

کے مصداق جب اکثریت کے عزائم کھل گئے تو پھر مسلمانوں کی انفرادیت اور جداگانہ قومیت کا تخیل از سرِ نو زندہ ہوا جو بعد کے عشروں میں متشکل ہو کر دو آزاد مملکتوں (پاکستان و ہندوستان) کی صورت اختیار کر گیا ۔ جداگانہ اور مشترکہ قومیت کی اس باہمی کشمکش میں حیدرآباد کا رجحان اور اس کی پسند کا اندازہ اس طرزِ عمل سے ہوتا ہے کہ اس نے تینوں گول میز کانفرنسوں میں شرکت کا فیصلہ کیا اور اپنا اثر و وزن اس طرح استعمال کیا کہ ہندو اور کانگریس آئندہ چل کر آئینی تبدیلیوں کے ذریعے چھا نہ سکے اور اقلیتوں کو فنا کرنے نہ پائے ۔ یہ طرزِ عمل اس سابقہ رویہ میں ایک واضح اور بامقصد تبدیلی تھی جو لارڈ ریڈنگ کے موسومہ "تاریخی خط" سے ظاہر ہے ۔ اور جس کا منشا، ہماری دانست میں اس سے زیادہ کچھ نہ تھا کہ کانگریس کے پردہ میں ہندو راج کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے سے روکنے کے لیے حیدرآباد مابقی مسلم ہندوستان کا حق رفاقت ادا کرے ۔ کیونکہ اگر حیدرآباد انقطاع پسندی کے سابقہ رویہ پر قائم رہتا تو ہندوستان اور کانگریس کے دباؤ میں اضافہ ہو جاتا اور اس کے آئینی تغیرات میں مسلمانوں کا موقف کمزور ہونے کی وجہ سے ہندوستانی وفاق کا منصوبہ مکمل ہو جاتا ۔ جس کو روکنے میں نواب صاحب بھوپال نے بحیثیت چیمبر آف پرنسس کے سربراہ کے، حیدرآباد نے ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست کے ایک یادگار اور تاریخی فرض انجام دیا ہے ۔ اس متبدلہ طرزِ عمل کا فائدہ دو طرفہ تھا ۔ چنانچہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم کی زبانی سنا گیا کہ تاجدار دکن کی سالگرہ پر جو تقریب لندن میں منعقد ہوئی تھی ۔ اس موقعہ پر مسلم لیڈروں کی کوشش سے یہ

Marfat.com

طے پایا تھا کہ حضور نظام کے لیے ہز میجسٹی کے خطاب کا وزیر اعظم اعلان کریں گے۔ لیکن، سر اکبر حیدری کی ایک غلطی سے یہ سنہری موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔ اس کا علامہ اقبال مرحوم کی طبیعت پر جو ردِّ عمل ہوا، اس نے ہمیشہ کے لیے ان کو سر اکبر سے دور بلکہ نفور کر دیا۔ اور انہوں نے

حیدری اندر لباسِ عنتری

کے طنز میں اپنے غم و غصہ کا اظہار فرمایا۔ اور جب خزانۂ عامرہ سے آپ کی خدمت میں ایک ہزار روپیہ کا چیک سر اکبر نے بھیجا تو

غیرتِ فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول،
جب کہا اس نے کہ ہے میری خدائی کی زکوٰۃ

کہہ کر لوٹا دیا۔

سنہ ۱۹۳۰ء سے لے کر تقسیمِ ہند تک کا زمانہ برصغیر میں مسلم لیگ اور کانگریس یا ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہم مخالفت اور متضاد سیاسی جد و جہد اور علیحدہ علیحدہ نصب العین اور ان کے حصول کی تیاریوں کا زمانہ رہا ہے۔ برصغیر کے برطانوی علاقے کے علاوہ ملک کا ایک ضروری حصہ چونکہ دیسی ریاستیں بھی تھیں، اس دور کی سیاست کی لپیٹ میں دیگر دیسی ریاستوں کی طرح حیدر آباد بھی آ گیا۔ گول میز کانفرنس میں حیدر آباد کی شرکت کے تجربے کے بعد کانگریس کی حکمتِ عملی جس طرح مسلمانوں کی جداگانہ قومیت ختم کرنے پر مرکوز تھی، اسی طرح دیسی ریاستوں کو ہضم کرنے پر بھی مرکوز ہو گئی۔ دیسی ریاستوں کی ہندو اکثریت کو ورغلا کر ان کو منظم کرنے اور ان کے ذریعہ والیانِ ریاست کو متحدہ ہندوستان میں شمولیت پر مجبور کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اس کے لیے آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس (ALL INDIA STATES PEOPLES CON - FERENCE) کی تنظیم قائم ہوئی۔ لیکن حیدر آباد کے نظم و نسق کی خوبی، حکومت کی

Marfat.com

رواداراںہ پالیسی اور ملک کے امن و امان اور مرفہ الحالی کے باعث روز افزوں تھی،
اندرونِ حدودِ ریاست کوئی بیرونی عوامی تحریک پنپ نہ سکی۔ بالآخر ۱۹۳۷ء کے عام
انتخابات میں جب کانگریس اکثر صوبوں میں کامیاب ہوئی اور اس کے دباؤ کے تحت
حکومتِ ہند کے سربراہ (وائسرائے) نے کانگریس سے اس امر کا وعدہ کر لیا کہ قانونِ
حکومتِ ہند بابت ۱۹۳۵ء کے تحت گورنر شاہی اختیارات استعمال نہ کریں گے تو
پھر کانگریس اور ہندوؤں کی مراد بر آئی اور انہوں نے حیدرآباد کے متصلہ صوبہ جات
کی ہندو وزارتوں کی مدد سے کٹر فرقہ پرست آریہ سماجیوں کے ذریعہ حیدرآباد میں
بیرونِ حیدرآباد سے ہندوؤں کے جتھے بھیجنے شروع کیے۔ چند ماہ کے اندر کئی ہزار
بیرونی آریہ سماجی رضاکاروں نے حیدرآباد پر دھاوا کیا۔ لیکن جب اندرونِ ملک کے
ہندوؤں کی مؤثر اور نمایاں حمایت حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی اور ادھر مسلمانانِ ہندوستان
نے قومی اقدامات کیے تو مایوس ہو کر اس ستیہ گرہ کو ختم کر دیا گیا۔ اس ناکامی کے باوجود
اس کا ایک مضر نتیجہ یہ نکلا کہ ریاست کے اندر کٹر ہندوؤں کے ایک طبقہ کو منظم کیا جا سکا
اس ستیہ گرہ کے زمانے میں مسلم ہندوستان اور حیدرآباد کے مسلمانوں نے اس خطرہ کا ٹھیک
ٹھیک اندازہ لگایا جو ہندو فرقہ پرستوں اور کانگریس نیتاؤں کی وجہ سے ہندوستان کی
سب سے بڑی اسلامی مملکت کو لاحق ہو گئی تھی۔ اس لئے حیدرآباد کے خلاف ہندوؤں
کے مقابلے کے لیے دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور انہی کی اخلاقی تائید اور جوابی کارروائی
کا یہ اثر تھا کہ یہ ستیہ گرہ بالآخر ختم کر دینی پڑی۔ ادھر مسلمانانِ حیدرآباد قائدِ ملت
نواب بہادر یار جنگ کی مؤثر قیادت میں مجلس اتحاد المسلمین کی تنظیم کے تحت اس صحیح
اور پختہ عزم کے ساتھ متحد و منظم ہو چکے تھے کہ وہ مسلم حیدرآباد کو ہر قیمت پر بچائیں گے۔
اس غرض کے لیے ان کے ایک وفد نے (جس میں نواب بہادر یار جنگ اور ابوالحسن،
سید علی اور راقم الحروف شریک تھے) پٹنہ پہنچ کر سالانہ اجلاسِ مسلم لیگ (۱۹۳۸ء) میں

Marfat.com

شرکت کی اور مسلمانانِ ہند کی نمائندہ جماعت کا تعاون حاصل کیا۔ اس کے بعد سے قیامِ پاکستان تک مجلس اور مسلم لیگ میں مستقل رابطہ قائم رہا۔ اس دوران میں ہر نازک مرحلہ پر مجلس کو لیگ کی قیادت سے ضروری راہنمائی اور فکری امداد ملتی رہی۔ اسی طرح مجلس نے بھی قیامِ پاکستان کی فیصلہ کن جنگ میں مسلم لیگ کی جدّوجہد میں مقدور بھر کوشش کی۔ جب قائداعظم نے پانچ لاکھ روپیہ کے چندہ کا اعلان کیا تو اس کا نصف حصہ مجلس کے توسط سے اکٹھا ہوا۔ آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرس کے مقابلے میں مجلس کے مسلمہ قائد و صدر بہادر یار جنگ کی رہنمائی میں "آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ" کے نام سے مسلمانوں کی (ایک ہندوستان گیر) دیسی ریاستوں کی تنظیم عمل میں آئی۔ تاکہ وہ ایک طرف کانگریس کی تنظیم کے اثرات کو حیدر آباد میں روکے تو دوسری طرف دیگر دیسی ریاستوں خصوصاً کشمیر میں مسلمانوں کے آئینی و سیاسی حقوق کی حفاظت کا بندوبست کرے۔ اسی طرح بہادر یار جنگ اور مجلس کے دیگر قائدین لیگ کے سالانہ اجلاسوں میں مستقلاً شریک ہوتے رہے اور نواب بہادر یار جنگ نے ان اجلاسوں میں اپنی سحر انگیز اور ایمان افروز خطابت سے مسلمانانِ ہند کے قلوب کو گرمایا اور ان میں صحیح اسلامی شعور پیدا کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ ان کی آخری تقریر کراچی کے اجلاس میں ہوئی تھی جس کی قدر و قیمت کا اندازہ آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ممبر میاں بشیر احمد کے وہ تاثرات ہیں جو بہادر یار جنگ مرحوم کی وفات پر شائع ہوئے تھے اور جو درج ضمیمہ ہیں۔

شمال مغربی صوبہ (سرحد) کے انتخابات میں بھی خود بہادر یار جنگ اور ان کے رفقاء نے حصہ لیا اور کانگریس کے طلسم کو توڑنے میں اپنا حصہ ادا کیا۔

چونکہ مجلس اتحاد المسلمین کے سیاسی مسلک اور حکومتِ حیدر آباد کے سیاسی مسلک میں کوئی بنیادی اختلاف نہ تھا اس لیے یہ نتیجہ غلط نہیں ہو سکتا کہ حیدر آباد کے مسلم عوام ہی کی طرح حیدر آباد کی مسلم حکومت بھی ہندو مسلم اقوام کی سیاسی لڑائی میں لیگ کے

Marfat.com

ساتھ ہمدردی رکھتی تھی۔ اس خصوص میں صرف یہ اشارہ کافی ہے کہ اس دوران میں حکومتِ حیدرآباد کی کابینہ کے صدر نواب صاحب چھتاری تھے جو حیدرآباد کی آمد سے پہلے مسلم لیگ کے زعماء میں شامل تھے۔ کابینہ کے دیگر نمایاں اور بااثر افراد بھی مسلم لیگی رجحانات کے تھے۔ عبدالعزیز صاحب بیرسٹر پٹنہ وصدر استقبالیہ اجلاس مسلم لیگ ۱۹۳۸ء وزیر قانون و پولیس تھے۔ جناب غلام محمد صاحب وزیرِ مالیات تھے جو لیگ کی قیادت کے پسندیدہ افراد میں سے تھے اور بعد کو گورنر جنرل پاکستان کے عہدے تک ترقی کر گئے تھے۔

اوپر گزر چکا کہ پچھلی صدی کی تنظیمِ نو اور اصلاحات کے نتیجہ میں بیسویں صدی کے آغاز پر حیدرآباد کو انتظامی و مالی استحکام حاصل ہو چکا تھا اور اس سے دانشمندانہ طور پر فائدہ اٹھاتے ہوئے مملکت کو عصری ترقی یافتہ سطح پر لانے کی خاطر آئینی اصلاحات و نظامِ تعلیم کی توسیع، اردو زبان کی ترقی اور علوم و ثقافتِ اسلامیہ کی ترویج کے لیے مناسب منصوبہ بندی کا پہلی جنگِ عظیم کے فوراً بعد آغاز ہو چکا تھا تھا۔ اس کے مفید اور گہرے اثرات اب عملی صورت میں اس طرح ظاہر ہونے لگے تھے کہ مملکت نہایت سرعت سے ترقی کرتی چلی گئی۔ اس کی معاشرتی خدمات کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے ذریعہ مملکت کی روزافزوں سرگرمیوں کے لیے لائق تعلیمیافتہ افراد ملنے لگے۔ عمرانی اور طبعی علوم کے ماہرین مہیا کرنے کی غرض سے سینکڑوں کی تعداد میں جو طلباء بیرونی ممالک کو بھیجے گئے تھے، وہ واپس آکر ملک کی ترقی میں پورے جوش و خروش سے حصہ لینے لگے تھے۔ یہاں تک کہ سقوط سے پہلے حیدرآباد میں فنی ماہرین، ڈاکٹرز انجینئرز وغیرہ، جو بیرونی تعلیمیافتہ تھے، اتنی بڑی تعداد میں مہیا تھے کہ بعض لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ برصغیر کے تعلیمیافتہ مسلمانوں کی مجموعی تعداد کا نصف تھا۔ لیکن اگر اس میں مبالغہ بھی ہو تو کم ازکم

Marfat.com

اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان کا بڑے سے بڑا صوبہ بھی عددی حیثیت سے کیا بلحاظ کمیت اور کیا بلحاظ کیفیت اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جب مسلم لیگ کے ماتحت پاکستان کے لیے سر عبداللہ ہارون کی تحریک پر منصوبہ بندی کمیشن قائم ہوا تو حیدرآباد کے سابق وزیر تعمیرات علی نواز جنگ ہی پیش پیش تھے جو برصغیر کے ممتاز انجینئر سمجھے جاتے تھے۔ اور دورانِ جنگ جب ہندوستان سے صنعت کاروں کا ایک نمائندہ وفد حکومتِ ہند نے یورپ اور امریکہ روانہ کیا تو اس میں مسلم ہندوستان کا واحد نمائندہ میر لائق علی تھے جو حیدرآباد کے آخری وزیر اعظم کی حیثیت سے معروف ہیں۔ اسی طرح پاکستان کی آئندہ دستور سازی کے سلسلے کی کمیٹی میں ڈاکٹر سید عبداللطیف پیش پیش تھے۔ الغرض بیسویں صدی کے نصف اول کے آخری سالوں میں حیدرآباد ایک ایسی مستحکم اور ترقی پذیر ریاست تھی جس کی ریلوے اس کی اپنی ہو گئی تھی جس کی معدنیات اور صنعتوں کا بیشتر حصہ قومی ملکیت میں تھا اور جس کے عملی انتظامات ایک خانگی ادارہ کے سپرد تھے۔ اور جس کے مالی استحکام کا یہ حال تھا کہ جب تقسیم کے بعد پاکستان بے زر تھا اور کانگریسی حکومت چاہتی بھی یہی تھی کہ وہ افلاس کے ہاتھوں ختم ہو جائے۔ تو اس نازک وقت میں حیدرآباد نے بیس کروڑ کے تمسکات دیئے۔ یہ رقم اس تین کروڑ کی رقم کے علاوہ تھی جو حیدرآباد اسٹیٹ بینک کی شاخ پاکستان میں موجود تھے۔ اس کثیر مالی امداد کے باوجود حیدرآباد اپنا کاروبار بلا کسی دقت کے چلاتا رہا۔

بہرحال جناب غلام محمد مرحوم کے وزیر مالیات مقرر ہونے کے بعد کے دور میں حیدرآباد کی مالی حالت ( FINANCIAL CONDITION ) مزید ترقی کر گئی تھی۔ چنانچہ بیرونی تعلیمیافتہ ماہرین کی کثرت اور مالی استحکام سے فائدہ اٹھا کر مابعد جنگ حیدرآباد کا ایک دہ سالہ ہمہ گیر منصوبہ وزیرِ مالیات کی زیرِ نگرانی مرتب ہوا جس کا تخمینہ دو ارب ساٹھ کروڑ روپیہ کا تھا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ

Marfat.com

روپیہ کی قیمت موجودہ دور کے لحاظ سے چار گنا زیادہ تھی۔ راقم الحروف کو بھی اس منصوبہ بندی کمیشن کی رکنیت کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ بمبئی کے ٹائمز آف انڈیا نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ یہ سارے ہندوستان میں سب سے پہلا منصوبہ ہے جو اتنی جلد مکمل ہوا اور ہر طرح دوسروں کے منصوبوں سے بہتر ہے۔ اگر حیدر آباد کا سقوط نہ ہوتا تو اس کے عملی نفاذ کے بعد مسلم حیدر آباد برصغیر میں ایک قابلِ رشک طاقت بن جاتا۔

۱۹۴۶ء میں مجلس اتحاد المسلمین کے نمائندے کی صدر اعظم نواب چھتاری سے گفتگو کے بعد منصوبہ کی تکمیل کے لئے اہلِ افراد تیار کرنے کی غرض سے ڈھائی سو طلبار کی پہلی سالانہ کھیپ بیرونی ممالک کو روانہ کی گئی۔ یہ ان پچاس طلبار کے علاوہ تھے جو اسی سال حیدر آباد کے کوٹے میں گورنمنٹ آف انڈیا کے اسکالرشپ پر باہر جا چکے تھے۔ مقامِ شکر ہے کہ اس کی اکثریت جو اعلیٰ تعلیم و تربیت یافتہ ہے، آج پاکستان کی تعمیر میں اپنی صلاحیتوں کو وقف کئے ہوئے ہے۔

اب ہم ذیل میں حیدر آباد کی لبعد ما جنگ منصوبہ بندی کی رپورٹ کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

## مابعد جنگ منصوبہ بندی:

ہمارے سامنے اس کا پہلا انگریزی مسودہ (۱۹۴۶ء) ہے جو دار الطبع سرکارِ عالی (گورنمنٹ سنٹرل پریس حیدر آباد دکن) کا مطبوعہ ہے۔ اس میں مقدمہ کے ۲۸ صفحات کے علاوہ اصل (۳۸۰ صفحات) اس طرح جملہ ۴۰۸ صفحات ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار جدولیں اور متعدد وضاحتی نقشے بھی ہیں۔ مقدمہ کے صفحات ۲۶، ۲۷ (XXV - XXVII) کا اردو ترجمہ ذیل میں درج ہے جو منصوبہ کے خلاصہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

"مابعد جنگ زمانے میں منصوبہ بندی کی ضروریات کا اندازہ کرنے کے لیے

Marfat.com

جو کمیٹی مقرر کی گئی تھی اس نے تخمینہ کیا ہے کہ منصوبوں کی موجودہ شکل میں پہلے دس سالوں کے دوران ان کے نفاذ و تکمیل کے لیے تخمیناً دو ارب تیس کروڑ روپوں کی ضرورت ہوگی۔ کمیٹی یہ سمجھنے کی طرف مائل ہے کہ موجودہ منصوبے پر نظرثانی، تبدیلیوں اور اضافوں کے بعد یہ رقم دو ارب پچاس کروڑ یا دو ارب ساٹھ کروڑ ہو جائے گی۔ اس لیے یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ بازار کے موجودہ موافق حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ترقیاتی قرضہ جاری کیا جائے جس کے حاصلات کو بالکلیہ مابعد جنگ ترقیاتی منصوبوں اور دیگر منفعت بخش اسکیموں میں لگایا جائے۔ ایک ارب تیس کروڑ کے منجملہ حکومتی خرچ کا اندازہ ایک ارب تیس کروڑ (۱۳۰ کروڑ) کیا گیا ہے جس کی مدات حسب ذیل ہونگی:

| | |
|---|---|
| ۱۔ برقابی اور آبپاشی | تیس (۳۰) کروڑ روپیہ میں |
| ۲۔ زراعت | بیس (۲۰) " " |
| ۳۔ صنعتوں کے لیے سرمایہ | پینتیس (۳۵) " " |
| ۴۔ مواصلات اور حمل و نقل | بیس (۲۰) " " |
| ۵۔ صحت عامہ اور طبی امداد | دس (۱۰) " " |
| ۶۔ تعلیم | پچیس (۲۵) " " |
| ۷۔ بہم رسانی۔ آب و نکاسی آب | پانچ (۵) " " |
| ۸۔ تعمیر مکانات | دس (۱۰) " " |
| ۹۔ متفرقات | پانچ (۵) " " |
| میزان: | ۱۳۰ کروڑ (ایک ارب تیس کروڑ) |

Marfat.com

خانگی (نجی) خرچ و سرمایہ کاری کا اندازہ سو کروڑ (ایک ارب) کیا گیا، جو درج ذیل مدات پر عاید ہوگا۔

۱۔ زراعت

۲۔ صنعتوں کے لیے سرمایہ — دس (۱۰) کروڑ

۳۔ تعمیر مکانات — پچیس (۲۵) کروڑ

۴۔ متفرقات — ساٹھ (۶۰) کروڑ

پانچ (۵) کروڑ

میزان = ایک سو (۱۰۰) کروڑ

حکومتی خرچ کو اخراجات سرمایہ، قرضوں اور پیشگی رقومات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ کمیٹی نے ایک سو دس کروڑ کے خرچ سرمایہ اور بیس کروڑ کے قرضوں اور پیشگی رقومات کا اندازہ کیا ہے۔ تاہم اس کی رائے میں اس نوبت پر اس رقم کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا مشکل ہے جو پہلے عشرہ (دس سال) میں متوالی خرچ کے اندر مطلوب ہوگی تاوقتیکہ مکمل منصوبے تیار نہ ہو جائیں۔

## ذرائع مالیات:

جن ذرائع سے یہ کثیر سرمایہ (رقوم) حاصل ہوگا ان کی ذیل میں نشاندہی کی گئی ہے:

**مالیات کے خانگی ذرائع:**

۱۔ سونے کی فروخت: — دس (۱۰) کروڑ

۲۔ معمولی حساب میں سالانہ چار کروڑ روپیہ کا اوسط موافق توازن تجارت: — چالیس (۴۰) کروڑ

۳۔ عوامی بچت اور ان کی سرمایہ کاری: — پچاس (۵۰) کروڑ

Marfat.com

میزان ایک سو کروڑ (۱۰۰) کروڑ روپیہ

مالیات کے حکومتی ذرائع :

۱۔ عوام سے = پچاس (۵۰) کروڑ

۲۔ محصول اندازی کی نئی مدات اور

بڑھتے ہوئے محاصل کی روشنی میں

چالو آمدنی سے ہونے والا خرچ سرمایہ = بیس (۲۰) کروڑ

۳۔ عام محفوظات میں اضافہ اور سکہ کرنسی

وغیرہ کی آمدنی = بیس (۲۰) کروڑ

۴۔ زر قرطاس اور دیگر محفوظات کا منافع = دس (۱۰) کروڑ

۵۔ حکومت برطانوی ہند کے تمسکات کی فروخت = تیس (۳۰) کروڑ

میزان = ایک ارب تیس (۱۳۰) کروڑ روپیہ

کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں اس کی نشاندہی کی ہے کہ اس نے محصول مدت اور عام محصول سرمایہ کے عائد کرنے کے امکانات کی چھان بین نہیں کی ہے کیونکہ وہ حیدرآباد کے موجودہ حالات کے تحت ان کو قابل عمل سمجھتی ہے اسی طرح اس میں اس آمدنی کا حساب بھی نہیں لگایا گیا ہے جو جاگیرداروں کو محصول مالگزاری کی ادائی کے دائرے میں لانے کے نتیجہ میں مملکت کو حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کم از کم مستقبل قریب میں اس قسم کی پالیسی اختیار کرنے کو مختلف مشکلات ناممکن بناتی ہیں۔ [1]

---

[1] FIRST DRAFT REPORT (REPORT AN POST WAR PLANNING PRINTED AT THE GOVT. CENTRAL PRESS. HYDERABAD DECCAN. 1946)

Marfat.com

## حیدرآبادی ثقافت :

اوپر کے صفحات میں حیدرآباد کے سیاسی تغیرات کی جو اجمالی روئداد پیش کی گئی ہے ان سے کسی حد تک قارئین کرام کو یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ حیدرآباد کی تہذیب اور ثقافت کے اصلی خدوخال کیا تھے ۔ "دکن کلچر" کے تذکروں سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط فہمی کا موجب ہوگا کہ جو تہذیب دکن کے اسلامی اقتدار اور ان کے ماتحت علاقوں میں پروان چڑھی ، وہ خالص مقامی اور قومی تھی نہ کہ آفاقی اور بین الاسلامی۔ بلاشبہ ثقافت کے جو بڑے عوامل ہوتے ہیں مثلاً جغرافی حالات، نسلی تعلقات، زبانیں اور مذاہب - ان کے اثرات سے یہ ثقافت بالکل محفوظ نہ تھی - لیکن ان کے علی الرغم وہ گہرے طور پر اسلامی آئیڈیالوجی سے متاثر تھی جس کے متعدد اسباب تھے - اور انہی کے ماتحت اس نے مقامی اور ملکی اثرات پر غلبہ حاصل کرلیا تھا اور اس کو کسی حد تک شمال ہند کے کلچر اور تمدن سے اس معنیٰ میں ممیز کر دیا تھا کہ اس میں اسلامی رنگ نسبتاً زیادہ گہرا تھا - مذکورہ امتیاز کے اہم اور بنیادی اسباب اور محرکات مختصراً حسب ذیل ہیں :

## حیدرآباد کے اسلامی کلچر کے محرکات اور اسباب :

۱ - دکن میں شمالی ہند کے مقابلے میں اسلام کا داخلہ پہلے ہوا تھا جو جزیرۃ العرب سے ہندوستان کے قدیم اور قبلِ اسلام کے مضبوط اور مسلسل تجارتی تعلقات کا نتیجہ تھا[1]۔ جنوب کے ساحلی علاقوں میں چاہے مشرقی ہوں یا مغربی ، عربی النسل مسلمانوں کی اکثریت پائی جاتی ہے اور اس علاقے کے باشندے بیشتر شافعی ہیں - اس طرح

---

[1] تفصیلات کے لیے دیکھیے : "عرب اور ہند کے تعلقات اور عربوں کی جہاز رانی" از مولانا سید سلیمان ندوی -

Marfat.com

جنوب میں شمال کے مقابلے میں راست عربوں کے ذریعہ اسلام داخل ہوا[1]۔ جنوبی برصغیر سے مسلمانوں کے اس تعلق اور ربط وضبط کی بڑی وجہ غالباً یہ تھی کہ نسلی حیثیت سے جزیرۃ العرب اور جنوبی ہند کے باشندے باہم متجانس تھے جیسا کہ حالیہ تحقیقات اور علم الانساب اور اقوام کی حالیہ تحقیقات سے ثابت ہے[2]۔

۲- دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ شمالی ہند کے مقابلے میں دکن میں مسلم اقتدار کا قیام زیادہ طویل رہا ہے۔ اگرچہ شمالی ہند میں مسلم اقتدار تقریباً پون صدی کی زیادہ مدت تک قائم رہا۔ یہ مدت بہ ظاہر بڑی نہیں معلوم ہوتی لیکن اس کی اصلی اہمیت یہ ہے کہ یہ اقتدار آخری اور فیصلہ کن دور میں قائم رہا ہے۔ جبکہ برصغیر کی آزادی سے پہلے ہندو مسلم کشمکش اور مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کی تحریک اپنے انتہائی عروج پر تھی۔

۳- اس کا تیسرا بڑا محرک اور عامل شمال اور جنوب میں مسلم اقتدار کی جداگانہ سیاسی صورتِ حال تھی۔ شمال میں مسلم اقتدار کے قیام کی پہلی صدی ہی میں تمام غیر اسلامی قوتیں مغلوب ہوگئی تھیں۔ اور دہلی کا مرکزی مسلم اقتدار اپنی عملداری میں کسی مخالف اور برابر کی غیر مسلم حکومت کے خطرہ سے دوچار نہ تھا۔ اس کے مقابلے میں دکن کا علاقہ چونکہ پورے طور پر مفتوح نہیں ہوا تھا۔ اس لئے دکن کی مسلم ریاستوں کو چاہے وہ بہمنی شہنشاہیت ہو یا اس کی جانشین عادل شاہی، قطب شاہی، بریدشاہی، نظام شاہی اور عمادشاہی بادشاہتیں ہوں، وہ

---

[1] اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جن علاقوں میں اسلام عربوں کے ذریعہ پھیلا ہے وہاں اس کے نقوش زیادہ گہرے، ہمہ گیر اور دیرپا رہے ہیں۔

[2] THE CULTURAL HERITATE OF INDIA BY MUSUNDAR.

Marfat.com

ہمسایہ ہندو سلطنتوں سے گھری ہوئی رہیں۔ جن میں سب سے طاقتور وجیانگرم کی ہندو سلطنت تھی۔ جو صدیوں تک دکن کی مسلم سلطنتوں کو پریشان کرتی رہی۔ اور جب تالی کوٹہ کی فیصلہ کن جنگ کے بعد اس کا خاتمہ ہوگیا۔ تو شمال مغرب کی مرہٹہ حکومت سے خطرہ لاحق ہوگیا۔ جو اگرچہ دور دراز کی شمالی مسلم سلطنت کے لیے بھی ایک جانب قوی خطرہ تھا لیکن جنوب کی ہمسایہ سلطنتوں کے لیے اس کی خطرناکی کہیں بڑھی ہوئی تھی۔

۴۔ شمال کا اسلامی اقتدار اپنی عملداری میں ایسے مسلم علاقوں پر بھی مشتمل تھا جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ مثلاً سندھ، پنجاب، سرحد، بنگال۔ اور وہ مغرب کے مسلم اکثریتی علاقوں کے ذریعہ سے عالمِ اسلام (وسطی ایشیا) سے بری طور پر ملا ہوا تھا۔ لیکن اس کے برخلاف جنوب کا اسلامی اقتدار عالمِ اسلام سے بری طور پر کٹا ہوا تھا۔ اور شمالی سرحد کو چھوڑ کر ہندو معاند طاقتوں سے گھرا ہوا تھا۔

۵۔ اگرچہ شمال اور جنوب کی ان دو اسلامی عملداریوں میں غیر مسلم اکثریت میں تھے اور مسلمان اقلیت میں۔ لیکن جنوب میں یہ تناسب اور بھی زیادہ نمایاں تھا۔

اس صورتِ حال کا فطری تقاضا یہ تھا کہ شمال کے مقابلہ میں دکن کی مسلم سلطنتوں کو اپنے قومی تشخص اور وجود کو بچانے کے لیے جداگانہ قومی اقتدار اور اپنی تہذیب و ثقافت کی زیادہ پاسداری ملحوظ رہتی۔ جس کے لئے قدرتی طور پر ایک مؤثر عامل بھی موجود تھا۔ یعنی دکن کا ہندو اقتدار تھا۔ قوموں کی انفرادیت کی بقاء اور تحفظ میں مثبت عوامل کے علاوہ بیرونی دشمنی کا ایک منفی عامل بھی ہمیشہ مؤثر اور فیصلہ کن ہوا کرتا ہے۔ کوئی ملک یا قوم اپنے وجود کو برقرار نہیں رکھ سکتی جب تک کہ اس کے سامنے کوئی بیرونی خطرہ موجود نہ ہو جو اس کو اپنے اندرونی استحکام اور مضبوطی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ مغلیہ دور کے آخری عہد میں سکھوں اور مرہٹوں کی وجہ سے شمال میں بھی یہ خطرہ مسلم

Marfat.com

اقتدار کو لاحق ہوگیا تھا لیکن مغربی اور عیسائی خطوں کی وجہ سے اس کی اہمیت گھٹ جاتی ہے لیکن جنوب کی صورتِ حال اس سے قدرے مختلف تھی۔ تاہم جب شمال میں انیسویں صدی کے نصف آخر میں مسلم اقتدار کاملاً ختم ہوگیا (جبکہ جنوب میں یہ باقی تھا) تو پھر ہندوستان میں مسلمانوں کے قومی وجود کو جو غیر معمولی خطرہ لاحق ہوگیا تھا اس نے حیدر آباد کے مسلم اقتدار کے لیئے نفسیاتی طور پر اپنے تحفظ کا سامان مہیا کر دیا اور خود آصفی اقتدار اور برصغیر کی ملتِ اسلامیہ نے اس کو بہر قیمت بچائے رکھنا ضروری سمجھا۔ یہ تحفظ اسی طرح ممکن تھا کہ مسلمان اپنی مخصوص تہذیب، ثقافت اور مذہب سے زیادہ سے زیادہ وابستہ رہیں۔ غرض یہ وہ عوامل تھے جن کی وجہ سے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں دکن میں مسلم اقتدار کو مجبوراً اس حکمتِ عملی پر کاربند ہونا پڑا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے جداگانہ ملی وجود کی نگہداشت کرے۔ دکنی مسلم اقتدار کا یہ بیّن اور متعین طور پر سابقہ روایات سے مختلف ہے جو کسی حد تک "ہندو المانی" تہذیب و ثقافت" کا نمائندہ سمجھا جاسکتا تھا۔ یہ ہندو المانی تہذیب جو مغلیہ دور اور بہمنی دور کی مشترک خصوصیت سمجھی جاسکتی ہے۔ برطانوی راج کے آخری زمانے میں ختم ہو کر ایک طرف خالص ویدک تہذیب اور کلچر اور دوسری طرف اسلامی تہذیب اور کلچر کے نمو کا باعث بنی اور چونکہ برصغیر میں مسلم اقتدار حیدر آباد میں مرکوز ہوگیا تھا اس لیئے وہیں اسلامی تہذیب اور ثقافت نے اپنا مظاہرہ بھی کیا۔ چنانچہ اس دور کا حیدر آباد ہر میدان میں ایک خالص مقامی اور ملکی (دکنی) ہونے کے بجائے اسلامی رنگ کا حامل نظر آتا ہے۔ آصفی اقتدار بانیٔ سلطنت کی وصیت کے مطابق ایک مسلم اور "حنفی" اقتدار تھا، جو اپنے آپ کو مسلمانانِ ہند کے اقتدار کا دکن میں وارث اور جانشین سمجھتا تھا۔ اس کا قانون شریعتِ اسلامی تھا[1]۔ ان نظریات

---

[1] حیدر آباد کے ضابطہ مجلسِ وضعِ قوانین میں صاف طور پر اس کی صراحت موجود ہے کہ

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

مجموعی اثر یہ تھا کہ مملکت کے سارے ذرائع اور سرگرمیاں مسلمانوں کی قومی زندگی کے احیار پر مرکوز ہوگئیں اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا اور مسلمانوں کے نشاۃ ثانیہ کی نشانیاں نمایاں ہوتی گئیں تو ہر شعبۂ حیات میں اس نے گہرا اسلامی رنگ اختیار کرنا شروع کیا۔ اس کا طرزِ تعمیر خالص اسلامی تھا۔ "عہدِ عثمانی" میں جو نئی اور عظیم الشان عمارتیں بنیں وہ سب اسلامی طرزِ تعمیر کا ایک دلآویز نمونہ ہیں۔ اس کے آخری دور میں تو ہسپانوی (مورش) طرزِ تعمیر کے متعدد نمونے پیش ہوئے جو قرطبہ اور غرناطہ کی یاد تازہ کرتے تھے۔ اس کا طرزِ تعلیم اسلامی روایات کا پورے طور پر حامل تھا۔ یہاں تک کہ یونیورسٹی کے درجہ میں دینیات اور مذہبیات کی ایک علیٰحدہ فیکلٹی قائم تھی اور تمام درسی کتب کو مذہبی حیثیت سے جانچا جاتا تھا۔ نیز اسی مقصد کے لیئے اردو زبان کو سرکاری زبان اور ذریعۂ تعلیم بنانے کے علاوہ اس کو جدید علوم میں معاشرتی اور طبیعی علوم سے مالا مال کر دیا گیا۔ اور اسلامی ادبِ عالیہ کو زندہ کرنے کے لیئے "دائرۃ المعارف" جیسے فقید المثال ادارے کا قیام عمل میں آیا۔ ان ساری اجتماعی اور مرکوز سرگرمیوں کا نتیجہ یہ نکلا[1] کہ وحدتِ اسلامیہ کا ایک محسوس تخیل سامنے آگیا۔ جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ دکنی اردو نے یکسر اپنا قالب بدل دیا اور وہ شمالی ہند کی اردو سے اس طرح مل گئی کہ دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہوگیا۔ خصوصًا جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد حیدرآباد میں اردو زبان نے جو اسلوب اختیار کیا وہ دکن کی مخصوص زبان سے زیادہ برصغیر کی مشترک اردو زبان کا نمائندہ ہے۔ جس کا اقرار ڈاکٹر محی الدین قادری زور اپنی داستانِ ادبِ حیدرآباد میں کرتے ہیں۔ دکنی اردو کا ارتقائی انداز ایک طرف دکن کی مخصوص

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: مملکت کے قوانین کا اصلی ماخذ شریعتِ اسلام ہوگا اور رسم ورواج اور دیگر غیر اسلامی ماخذ اس کے تابع ہوں گے۔

[1] دکن میں اردو، صفحہ ۶۱۹۔

Marfat.com

مسلم انفرادیت کا ترجمان تھا تو دوسری طرف برصغیر میں مسلم ہندوستان کی یگانگت کی نشانی بھی تھا۔ بہرحال معاشرت ہو کہ طرزِ تعلیم، علوم وفنون ہوں کہ قوانینِ آئینِ جہانداری ہو یا دستورِ مملکت، ہر شعبہ میں ایسے نظریات کی صاف جھلک نظر آتی ہے جو حیدر آباد کے مخصوص تمدن اور کلچر کو خالص اسلامی رنگ بخشتے ہیں۔

## سر رشتہ علوم وفنون :

اس سر رشتہ کا قیام فضل الدین خاں، سکندر جنگ، اقبال الدولہ، اقتدار الملک، وقار الامراء کی وزارتِ عظمیٰ کے زمانہ میں عمل میں آیا۔ جو ۱۳۱۱ھ میں آصف سادس میر محبوب علی خاں کے عہد میں وزیر اعظم مقرر ہوئے تھے۔ یہ امرائے پائیگاہ میں سے تھے اور ان کے مورثینِ اعلیٰ کی علمی خدمات کا تفصیلی تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ اس سر رشتہ کے نگران کار سید علی بلگرامی اور ناظم مولوی مرتضیٰ فلسفی مقرر ہوئے تھے۔ لیکن بعد ازاں علامہ شبلی نعمانی ناظم کی خدمت پر فائز ہوئے۔ اس محکمہ کی طرف سے جو علمی اور تاریخی کتابیں تصنیف اور ترجمہ ہو کر شائع کی گئیں، ان کی ایک فہرست "دکن میں اردو" سے نقل کی جاتی ہے[۵۷] :

۱۔ ترجمہ روزنامچہ ہے ٹیوریز فرانسیسی جلد اول (عبدالغفور خاں)

۲۔ ترجمہ روزنامچہ ہے ٹیوریز فرانسیسی جلد دوم "

۳۔ نظام اکبری "

۴۔ تاریخ دکن جلد اول، دوئم، سوئم، چہارم، پنجم "

۵۔ تاریخ عروجِ اسلام "

۶۔ الغزالی (مولانا شبلی نعمانی)

---

۵۷۔ "دکن میں اردو" مصنفہ نصیر الدین ہاشمی صفحہ ۶۱۹۔

Marfat.com

۷۔ علم الکلام (مولانا شبلی نعمانی)

۸۔ تاریخ دکن حصہ سوئم ،،

۹۔ الکلام ،،

۱۰۔ الفاروق ،،

"دکن میں اردو" کی فہرست میں "موازنہ انیس و دبیر" متروک ہے جس کا حوالہ "داستانِ ادب حیدرآباد"[1] اور "حیاتِ شبلی"[2] میں ملتا ہے۔ اس محکمہ کے قیام کے اغراض و مقاصد کی وضاحت سید علی بلگرامی کے حسب ذیل اقتباس[3] سے بخوبی ہوتی ہے:

"دولتِ آصفیہ خلداللہ تعالیٰ وجہہ نے جو جو وقتاً فوقتاً کوششیں کی ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ لیکن اس دولتِ ابد قرار میں اس وقت تک کوئی مستقل سررشتہ تراجم و تصانیف کا، جس کے ذریعہ سے علوم مغربیہ کی اشاعت زبانِ اردو میں ہو سکے، نہ تھا۔ بحمداللہ کہ مدار المہام وقت وزیر باتدبیر عالی جناب معلی القاب جناب نواب میر فضل الدین خاں سکندر جنگ اقبال الدولہ، اقتدار الملک، سروقار الامراء بہادر، کے سی آئی۔ ای وزیر اعظم ریاست دکن نے ایک صیغہ علوم و فنون قائم فرمایا ہے۔ جس سے غرض یہ ہے کہ مفید اور بکار آمد کتابیں مختلف السنہ یورپ سے اردو زبان میں ترجمہ ہوں۔ نیز جدید تصانیف و تحقیقاتِ علمیہ اپنی زبان میں شائع کرائی جائیں

---

[1] "داستانِ ادب حیدرآباد"، از سید محی الدین قادری زور (طبع اول)، سلسلہ مطبوعات ادارۂ ادبیات اردو شمارہ ۶۱ بابت ۱۹۵۱ء، صفحہ ۱۵۶۔

[2] "حیاتِ شبلی" مصنفہ سید سلیمان ندوی صفحہ ۲۶۳۔

[3] جے۔ بی۔ ٹیورینر۔ ایک فرانسیسی تاجر کی سیاحت، جلد اول مطبوعہ مفید عام آگرہ، ۱۸۹۶ء۔

Marfat.com

جن سے اردو زبان میں نفقت مضامین مختلفہ کے بیان سے جو کتابیں اس صیغہ کی نگرانی میں مرتب ہوں گی وہ سلسلۂ آصفیہ کے نام سے مشتہر کی جائیں گی "

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محکمہ دراصل دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کی بنیاد تھا۔ کیونکہ ٹھیک انہی اغراض و مقاصد کے ساتھ وہ بھی قائم ہوا۔ لیکن افسوس ہے کہ سر وقارالامراء کے وزارتِ عظمیٰ سے ہٹتے ہی سررشتہ تراجم و تصانیف ختم کر دیا گیا۔ ورنہ اگر یہ قائم رہتا تو دارالترجمہ کے قیام کے درمیانی فصل میں بے شمار علمی اور اعلیٰ کتابیں شائع ہو چکی ہوتیں۔ کیونکہ اس کو تقویت دینے کے ضروری انتظامات بڑی تیزی سے جاری تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالرزاق کانپوری کو بھی اسی سررشتہ کے لیے بیش قرار تنخواہ پر مدعو کیا گیا تھا۔

"سرکار عالیہ بھوپال نے آپ کو تاریخِ اسلام لکھنے پر مامور کیا تھا۔ نظام الملک بھی شائع ہو چکی تھی اور مولانا کی شہرت نصف النہار پر تھی۔ چنانچہ نواب وقارالملک کی تحریک پر ریاست حیدرآباد میں تصنیف و تالیف کے شعبہ کے لیے بارہ سو روپے ماہوار کی پیشکش ہوئی۔ مولانا حالیؔ نے بھی لکھا (ملاحظہ ہو "مکتوباتِ حالی") آپ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں اور فوراً حیدرآباد چلے جائیں۔ آپ یہ خط اور پروانۂ تقرری لے کر بیگم بھوپال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رخصت کی اجازت چاہی۔ سرکار نے فرمایا، کیا آپ ایک بیوہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے؟ میں آپ کو صرف دو سو روپیہ ماہوار دیتی ہوں۔ وہ بڑی ریاست ہے، آپ کا دل چاہے تو آپ جا سکتے ہیں۔ سرکار سلطانہ جہاں کے جواب سے بے حد متاثر ہوئے اور نظام دکن کو معذرت نامہ لکھ دیا۔"[1]

---

[1] "البرامکہ"، شائع کردہ نفیس اکیڈیمی کراچی بار ششم صفحہ ۱۲ سنہ ۱۹۶۱ء

Marfat.com

ان حالات سے مولانا شبلی کو سخت صدمہ ہوا اور ان کے مجروح جذبات نالہ درد بن کر ظاہر ہوئے۔ مولانا کی دلگیری اس مصرعہ سے ہویدا ہے ؎

اے دکن اے کہ بہار چمن جاں از تست

بہرصورت اس روئداد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حیدرآباد کی علمی نہضت (بیداری) کا آغاز عہدِ محبوبیہ میں ہوا اور اس کا عروج عہدِ عثمانی میں۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ مملکتِ حیدرآباد کے ان حالات کا ماضی سے مقابلہ کیجئے تو یہ خلافتِ عباسیہ میں ہارون الرشید اور مامون الرشید کے عہدِ زریں کا اعادہ معلوم ہوتا ہے کہ باپ (ہارون) نے علم پروری کا آغاز کیا اور بیٹے (مامون) نے سعادت مندی سے اس کو درجۂ کمال پر پہنچا دیا۔

حیدرآباد کے ماضیٔ بعید کے عمومی اور ماضی قریب کے خصوصی سیاسی اور اجتماعی جائزے کے بعد اب ہم اس قابل ہو گئے ہیں کہ اس سے پیدا شدہ مذہبی، ثقافتی، علمی و ادبی ماحول کا ٹھیک اندازہ کر سکیں۔ جس کی پیداوار وہ علمی و ادبی ورثہ ہے جس کا ایک حصہ اگلے صفحات کی فہرست میں محفوظ ہو کر ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے اور جس کی مختلف اقسام کے بارے میں اب ہم بعض غور طلب اشارات دیں گے۔ چنانچہ اب ہم برصغیر کے سیاسی تغیرات اور اجتماعی حالات کے ضروری پس منظر کو خیرباد کہہ کر اپنی کتاب کے ان پہلوؤں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس کے مجموعی ادب کے متعلقہ مسائل ہیں جن کو برصغیر اور حیدرآباد کے مذکورہ سیاسی تغیرات و اس کے عوامل کی روشنی میں اب بخوبی سمجھا جا سکے گا۔

Marfat.com

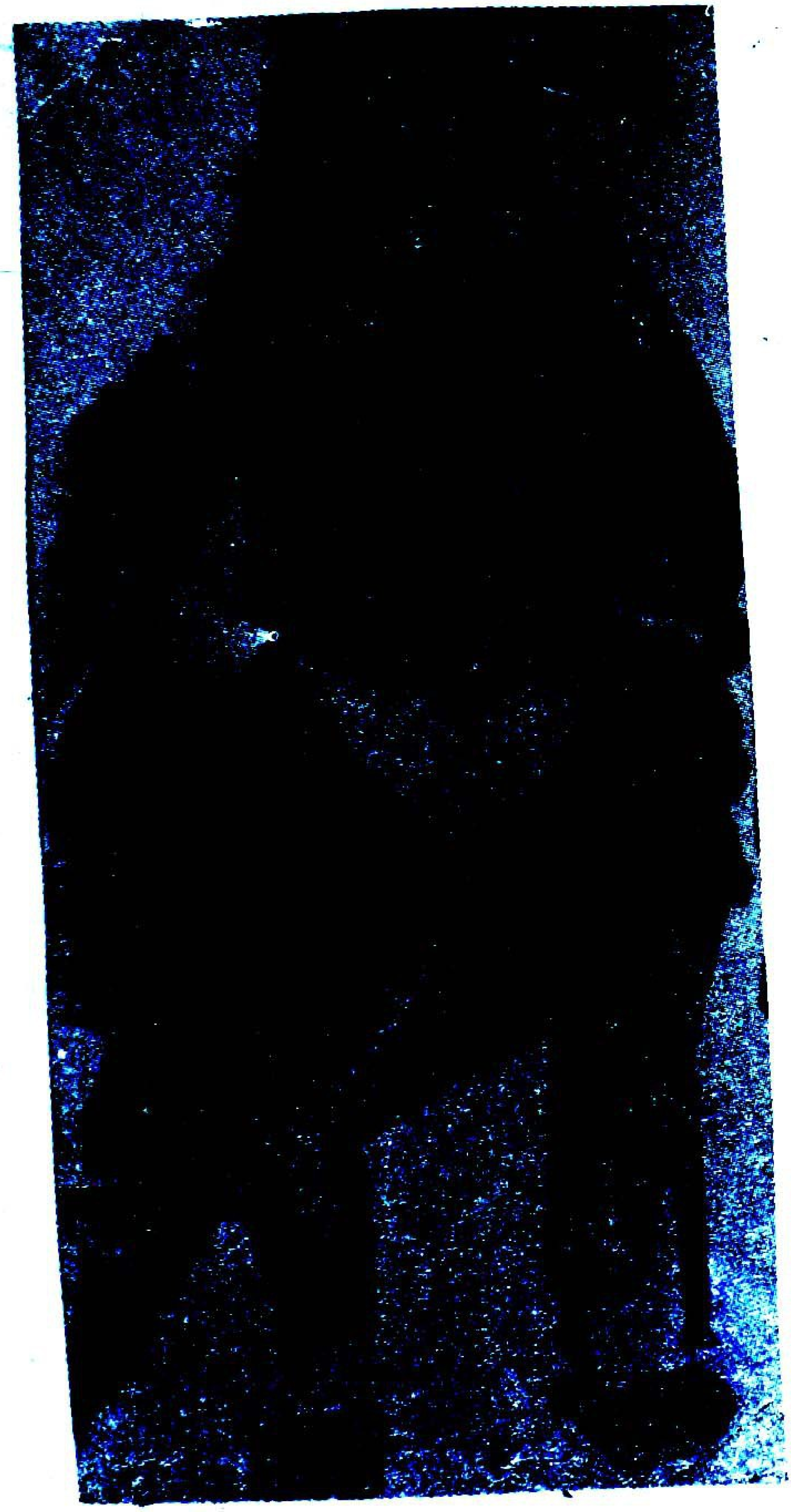

Marfat.com

باب سوم

# جہاندار النساء بیگم لیڈی وقار الامراء بہادر

آپ سلطنت آصفیہ کے پانچویں سربراہ نواب میر افضل الدولہ بہادر کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے والد نواب میر افضل الدولہ بہادر کو اپنی صاحبزادی سے بہت پیار تھا جہاندار النساء بیگم صاحبہ کی والدہ کا تعلق سرزمین عرب سے تھا میر افضل الدولہ بہادر نے اپنی صاحبزادی کو اعلیٰ عربی اور فارسی تعلیم بھی دلوائی تھی آپ کی شادی نواب سر وقار الامراء بہادر (فرزند نواب رشید الدین خان بہادر) سے ہوئی۔ شادی کے وقت جہاندار النساء بیگم صاحبہ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ نواب افضل الدولہ بہادر نے اس شادی میں بنفس نفیس شرکت فرمائی اور سر وقار الامراء بہادر کی ڈیوڑھی میں دلہن کے ساتھ تشریف لے جاکر ایک روز قیام بھی فرمایا اور تمام عہدہ داروں اور ملازمین کو لباس فاخرہ مرحمت فرمایا۔

آپ کے بطن سے ایک صاحبزادہ محمد مختار الدین خان سلطان الملک ۱۲۹۲ھ میں اور ایک صاحبزادی لیاقت النساء بیگم تولد ہوئے آپ کے شوہر نواب سر وقار الامراء کا انتقال ۱۳۱۹ھ میں ہوا اس وقت نواب میر محبوب علی خان بہادر سربراہ مملکت آصفیہ تھے جو لیڈی وقار الامراء کے برادر حقیقی ہوتے تھے سنہ ۱۳۲۰ھ میں سلطان الملک بہادر علاج کی غرض سے انگلستان بھجوائے گئے اس وقت نواب سلطان الملک بہادر امیر پائیگاہ تھے۔ ان کے انگلستان جانے کے بعد وقار الامراہی پائیگاہ کے انتظام کا سوال پیدا ہوا سلطان الملک بہادر کے سب صاحبزادے اس وقت خورد سال تھے لہٰذا سربراہ مملکت نواب میر محبوب علی خان بہادر نے پائیگاہ اسٹیٹ کا انتظام سنبھالنے کی ذمہ داری جہاندار النساء بیگم صاحبہ (لیڈی وقار الامراء بہادر) ہی کو سونپی۔ اور چند سال تک جہاندار النساء بیگم صاحبہ نے اپنی خاص نگرانی میں وقار الامراہی پائیگاہ کا انتظام نہایت قابلیت سے سنبھالا بعد نواب میر محبوب علی خان کے دور حکومت میں وہی پائیگاہ کا انتظام کرتی رہیں۔

نواب میر محبوب علی خان کے انتقال کے بعد جب نواب میر عثمان علی خان بہادر سربراہ مملکت آصفیہ ہوئے تو آپ نے ریاست میں متعدد اصلاحات کی طرف توجہ فرمائی آپ نے تینوں پائیگاہوں کے انتظامات کو بہتر بنانے کی طرف بھی توجہ کی اور اپنے انگریز استاد سر برائن ایجرٹن کو پائیگاہ کی انتظام

Marfat.com

کے سلسلے میں مقرر فرمایا۔ اس کے بعد سے وقارالامرا کی پائیگاہ کا انتظام بھی ایک کمیٹی کے تفویض ہوا۔ سر برائن ایجرٹن نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ لیڈی وقارالامرا نے اپنے دور انتظام میں پائیگاہ کا نظام بہت قابلیت سے سنبھالا۔

جہاندارالنساء بیگم صاحبہ کی طبیعت میں جدت پیدا کرنے کا مادہ تھا چنانچہ اپنے دور انتظام میں انہوں نے ایک جدت تو یہ کی کہ انہوں نے ایک خواتین کی مختصر پلٹن ترتیب دی۔ اس کے علاوہ بارہ سال کی عمر تک کے بچوں کی ایک مختصر پلٹن بھی ترتیب دی۔ خواتین کی پلٹن میں افسر و عہدہ دار سب خواتین ہوتی تھی اور اس کا پورا بینڈ بھی خواتین ہی پر مشتمل تھا جو نہایت عمدگی سے نغمہ سرائی کرتا تھا اور اسی طرح بچوں کی فوج کی بھی سارے افسر اور عہدہ دار پندرہ سال کی عمر تک ہی کے لڑکے ہوا کرتے تھے۔ ان کے محل میں پانچ سو کنیزیں اور ملازمائیں رکھی گئی تھیں جن میں سے ایک حصہ کو صرف پکوان کا ماہر بنایا گیا تھا اور دوسرے کو سلائی کے کام کی ترتیب دی گئی تھی اور خواتین کے ایک حصہ کو گانے بجانے کا ماہر بنوایا گیا تھا۔

حیدرآباد دکن کے آخری ریزیڈنٹ سر آرتھر لوتھین (Sir Arthur Lothian) نے اپنی کتاب "Kingdoms of Yesterday" شائع کردہ ۱۹۵۱ء میں صفحہ ۸۰ پر اس کا ذکر کیا ہے۔ اور لیڈی وقارالامرا کی خواتین کے دستے کو باڈی گارڈ آف ایمزون "Body Guards of Amazons" کا نام دیا ہے۔ حسن یار جنگ نے اپنے بچپن میں خود ان خواتین اور بچوں کے دستوں کو دیکھا ہے اور وہ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ بچوں کی پلٹن کے ساتھ ایک خاص چھوٹی توپ بنوائی گئی تھی جس سے فائر ہو سکتا تھا جس کو ایک تربیت یافتہ بکرا کھینچتا تھا۔

۱۳۲۵ھ میں جب نواب سلطان الملک بہادر بغرض علاج لندن تشریف لے گئے تو چونکہ حسن یار جنگ سے وہ خاصی محبت کرتے تھے اس لئے انہوں نے نواب حسن یار جنگ کو ان الفاظ کے ساتھ لیڈی وقارالامرا کو تفویض کیا کہ وہ اپنی خاص نگرانی میں پرورش کریں اور ان کی تعلیم و تربیت کا خاص طور سے خیال رکھیں اس کے بعد پندرہ سال کی عمر تک نواب حسن یار جنگ سر وقارالامرا کی زنانی ڈیوڑھی میں جہاندارالنساء بیگم صاحبہ کی خاص نگرانی میں پرورش پاتے رہے اور جہاندارالنساء بیگم ہی نے اپنی خاص نگرانی میں قرآن ختم کرایا اور اردو فارسی کی تعلیم دلاتی رہیں۔

۱۹۱۸ء میں جب اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علی خان کے فرمان سے نواب حسن یار جنگ

Marfat.com

کو پائیگاہ بورڈنگ ہاؤس میں شریک کرایا گیا تو نواب حسن یار جنگ نے لیڈی وقار الامراء ہی کی نگرانی میں تمام ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔

، جناب بیگم جہانداد النساء بیگم صاحبہ کو بادشاہ وقت کی ہمشیرہ ہونے کی وجہ سے پاشا حضرہ کے نام سے مخاطب کیا جاتا تھا۔۔ وہ اپنے گھر میں پردرہ خواتین کو بڑے اہتمام سے شادیاں کراتی تھیں اور ان کو ان کے گھروں میں لبایا کرتی تھیں۔

جہانداد النساء بیگم صاحبہ کو جواہرات میں ہیرے بہت پسند تھے۔ وہ ہمیشہ بڑے بڑے بلجیم کٹ ڈائمنڈ کا زیور استعمال کیا کرتی تھیں انہیں پھولوں کا بھی بہت شوق تھا ہمیشہ ان کے پاس پھولوں کے گلدستے موجود رہتے تھے خاص طور پر چنبیلی اور موتیا کے پھول ان کے پاس رہا کرتے تھے۔ موتیا کے پھولوں میں ایک خاص ترقی یافتہ پھول جس کو بٹ موگرا کہا جاتا ہے انہیں کی ایجاد میں سے ہے۔

سر وقار الامراء بہادر کے حیدر آباد دکن میں سب سے بڑے محلات :-

۱۔ ڈیوڑھی بلدہ اقبال الدولہ ۲۔ ڈیوڑھی ایوان بیگم پیٹ خاص ہیں۔ ان کے علاوہ لالہ گوڑہ اور باباشرف الدین اولیاءؒ کی پہاڑی کے قریب اور دیگر مقامات پر بھی قیام گاہیں موجود تھیں۔ جہاندار النساء بیگم صاحبہ کبھی ایک محل میں زیادہ مدت میں قیام نہیں کرتی تھیں۔ ایک سال یا چھ ماہ تک ایک محل میں قیام کرنے کے بعد دوسرے محل میں اپنے تمام اسٹاف کے ساتھ منتقل ہو جایا کرتی تھیں۔

نواب حسن یار جنگ نے بتایا کہ میں بھی ان کے اسٹاف کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ جایا کرتا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتی تھی تو گاڑیوں میں ان کی تمام کنیزیں بھی ساتھ اور اس کے علاوہ پائیگاہ کے فوج کے افسر اور جوان بھی ان کے ساتھ منتقل ہوتے رہتے تھے۔

جہاندار النساء بیگم صاحبہ کی دختر بیوہ ہونے کے بعد سے اپنی دونوں لڑکیوں کے ساتھ ہمیشہ جہاندار النساء بیگم صاحبہ کے ساتھ ہی رہا کرتی تھیں حالانکہ لیاقت النساء بیگم صاحبہ کی ایک بہت بڑی ڈیوڑھی پرانی حویلی میں ان کی ملکیت کے طور پر موجود تھی اور اب بھی انہی کی اولاد کے قبضہ میں ہے جہاندار النساء بیگم صاحبہ کو اپنے لباس کا خاص خیال تھا اور وہ ہمیشہ اعلیٰ درجہ کا لباس استعمال کیا کرتی تھیں ان کو صفائی کا بہت خیال رہتا تھا اپنے محلات میں وہ اعلیٰ درجہ کی صفائی رکھوایا کرتی تھیں اس صفائی کے کام پر ایک خاص عملہ مقرر کر رکھا تھا جس کو فراش خانہ کا عملہ کہا جاتا تھا آپ کا انتقال ڈیوڑھی بلدہ حیدر آباد دکن میں ہوا اس وقت آپ کی عمر ۹۹ سال تھی انتقال سے چند گھنٹے قبل انہوں نے خاص طور پر مجھے بلا کر دیکھا میں ان سے لپٹ گیا کیونکہ میں نے بچپن سے انہیں کی خاص نگرانی اور ان کی خاص محبت میں پرورش پائی تھی۔

Marfat.com

نواب بیگم صاحبہ سلطان الملک بہادر

Marfat.com

# نواب بیگم صاحبہ

## زوجہ نواب سلطان الملک بہادر

پیدائشی نام رابعہ بیگم آپ نواب سلطان الملک بہادر کی چوتھی اور آخری بیگم تھیں ان کے والد کا نام سید قاسم علی شاہ اور سلسلہ نسب چالیسویں پشت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے آپ کے آباؤ اجداد گیارہویں صدی ہجری میں مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے افغانستان تشریف لائے۔ اس خاندان کے تمام افراد کو شرع و فقہ کی تربیت حاصل تھی اور شروع ہی سے اسلامی شرعی کاموں میں منہمک رہتے تھے افغانستان میں ان کے بزرگوں نے شرع اور قضا کے اعلیٰ فرائض انجام دیئے ان کا افغانستان میں زیادہ تر قیام بلخ میں رہا۔ بلخ میں وہ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے خاندان مغلیہ کے دور میں آپ کے آباؤ اجداد نے افغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان میں سکونت اختیار کی جہاں انہوں نے نارنول میں قیام کیا اور وہاں بھی قاضی القضاۃ کا عہدہ انہی کے خاندان میں رہا۔

نارنول میں آپ کے کثیر تعداد میں مریدین اور معتقدین ہو گئے تھے اور آپ کی مذہبی قابلیت کی شہرت کی وجہ سے ہندوستان کے متعدد علاقوں سے بھی لوگ جا کر آپ کے مرید ہوا کرتے تھے مغلیہ دور حکومت کے بعد حیدرآباد دکن نے چونکہ ایک اسلامی ریاست کی حیثیت حاصل کر لی تھی اس لئے یہاں کے بہت سے افراد نے نارنول جا کر آپ کے بزرگوں سے حیدرآباد دکن آنے کی درخواست کی جس پر آپ کے افراد خاندان نارنول سے حیدرآباد منتقل ہو گئے۔ حیدرآباد دکن ہی کے ایک امیر نواب صمصام الدولہ بہادر کو آپ سے خاص عقیدت تھی چنانچہ آپ نے دیوڑھی کے جلو خانہ کا ایک بڑا حصہ آپ کے خاندان کے قیام کے لئے بطور نذرانہ ابداً وقف کر دیا چنانچہ اس جلو خانہ میں آپ کے خاندان نے اپنے مکان بنوا کر مستقل قیام اختیار کیا اور ابھی تک یہ مکانات اسی خاندان کے قبضے میں ہیں۔ یہ مقام بلدۂ حیدرآباد کے وسطی علاقہ میں چار مینار کے قریب واقع ہے

نواب بیگم صاحبہ جن کا پیدائشی نام رابعہ بیگم تھا ان کے والد کا نام سید قاسم علی شاہ تھا اور بلدۂ حیدرآباد دکن میں آپ کے معتقدین اور مریدین کی کثیر تعداد موجود تھی اور ابھی تک ہے سید قاسم علی شاہ ہر روز بعد نماز عشاء ورد قرآن کی مجلس منعقد کرتے جس میں آپ کے معتقدین کی کثیر تعداد شرکت کرتی۔

سید قاسم علی شاہ کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ صاحبزادوں کے نام ۱۔ سید حمزہ علی شاہ ۲۔ سید محی الدین پاشا تھا اور صاحبزادیوں میں رابعہ بیگم (بعد میں نواب بیگم صاحبہ) اور زہرا بیگم صاحبہ تھا۔

نواب بیگم صاحبہ کا عقد نواب سلطان الملک بہادر سے ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ آپ سے تین اولادیں

Marfat.com

جن میں سے اول :- (۱) حسن الدین خان المخاطب بہ نواب حسن یار جنگ بہادر

(۲) نواب بہرام الدین خان

(۳) نواب وحید الدین خان المخاطب بہ وحید یار جنگ بہادر

ان میں سے نواب بہرام الدین خان تیرہ سال کی عمر میں فوت ہوگئے۔

نواب وحید الدین خان جن کی نسبت اعلیحضرت میر عثمان علی خان کی صاحبزادی سے طے پائی تھی۔ شادی سے قبل ۲۴ سال کی عمر میں عنفوان شباب میں انتقال کرگئے آپ کے بڑے فرزند نواب حسن یار جنگ کا تفصیلی حال اس کتاب میں علیحدہ درج کیا گیا ہے۔

نواب بیگم صاحبہ نہایت فیاض طبیعت واقع ہوئی تھیں پائیگاہ سے آپ کو جو آمدنی ہوتی تھی اس کو مہینے ختم ہونے سے قبل ہی ختم کر دیا کرتی تھیں۔ بیواؤں طالب علموں اور غریبوں کی دل کھول کر امداد کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے اپنے خرچ سے متعدد شادیاں کرائیں یہ ایک دردناک سانحہ ہے کہ ان کے لاکھوں روپے کے بیش قیمت جواہرات علاقائی رشتہ داروں نے غصب کر لئے مگر نواب بیگم صاحبہ پر اس کا کبھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ نواب بیگم صاحبہ چونکہ نواب سلطان الملک بہادر کی آخری اور چہیتی بیگم تھیں لہٰذا انہوں نے نواب بیگم صاحبہ کو اپنے خاندانی جواہرات سے بیش قیمت جواہرات تحفہ میں دیئے تھے مگر بدقسمتی سے غاصبین کی عیاری کی وجہ سے یہ بیش قیمت جواہرات ان کی اولاد تک نہ پہنچ سکے۔ نواب بیگم صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ نواب سلطان الملک بہادر نے ایک بار ان سے کہا کہ میری بہت بڑی جائداد ہے اور میں کثیر دولت کا مالک ہوں، میری دوسری بیویاں اور دوسری اولاد بھی ہے معلوم نہیں کہ میرے بعد کیا ہو۔ میری خواہش ہے کہ سلطان باغ کی ڈیوڑھی اور اس کے اطراف کا علاقہ میں تمہارے نام ہبہ کردوں تاکہ یہ میرے بعد تمہارے اور تمہاری اولاد کے کام آسکے نواب بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور میں نے کہا کہ خدا وہ دن نہ دکھائے کہ میں زندہ رہوں اور آپ موجود نہ ہوں، خدا کے لئے میرے نام کسی چیز کو وقف کرنے کا خیال دل سے نکال دیجئے۔

نواب بیگم صاحبہ پابند صوم و صلوٰۃ اسلامی اور دینی کاموں میں دل کھول کر حصہ لیتی تھیں۔

ایوان بیگم پیٹ میں آپ کا جو بنگلہ تھا اس کے صحن میں نواب حسن یار جنگ نے ایک پکا کنواں بھی تعمیر کرایا تھا۔

Marfat.com

بیگم امیر النساء صاحبہ ولی الدولہ بہادر

Marfat.com

# امیر النساء بیگم صاحبہ زوجہ نواب ولی الدولہ بہادر

آپ کا تعلق مدراس کے اعلیٰ طبقہ سے تھا۔ آپ کے دادا صاحب۔ مدراس میں ایک اعلیٰ عہدہ پر مامور تھے ریاست حیدرآباد ایک اسلامی ریاست ہونے کی حیثیت سے آپ نے حیدرآباد میں قیام کرنے کا تصفیہ کیا اور جبکہ نواب میر محبوب علی خان کا دور حکومت تھا آپ مدراس سے ہجرت کر کے ریاست کی خدمت کرنے کی خاطر حیدرآباد دکن منتقل ہو گئے آپ کی قابلیت کے لحاظ سے آپ کو صوبہ داری کے عہدہ پر مامور کیا گیا اور آپ نے ساری عمر ریاست کی مخلصانہ خدمات انجام دیں آپ کے دور ملازمت کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ اس زمانے میں برطانوی ہند اور حیدرآباد دکن کے درمیان ایک قدیم معاہدہ چلا آ رہا تھا کہ اگر برطانوی ہند کا کوئی آدمی ریاست کی حدود میں آجائے تو برطانوی ہند ریاست سے اپنے آدمی کو واپس لے جا سکتا ہے مگر اگر ریاست کا کوئی آدمی برطانوی ہند کے کسی حصہ میں چلا جائے تو اسے ریاست کا حکمران واپس نہیں لے سکتا تھا۔ موصوف نے اپنی کوشش سے اس معاہدہ کو منسوخ کروا دیا۔

آپ نے بلدہ حیدرآباد سے چند میل باہر ٹولی چوکی میں ایک جائداد خریدی جس کے درمیان پہاڑی پر ایک خوبصورت محل تعمیر کروایا جو ابھی تک آپ ہی کے خاندان کے قبضے میں ہے۔

امیر النساء بیگم جن کی شادی نواب ولی الدولہ بہادر (فرزند نواب سروقار الامراء) سے ہوئی آپ کی اولاد میں دو صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہیں۔ صاحبزادوں کا نام:۔

۱۔ نواب حبیب جنگ ۲۔ نواب نذیر یار جنگ اور ۳۔ نواب بشیر یار جنگ تینوں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور قابل ہیں تینوں صاحبزادے شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ لڑکیوں میں بشارت النساء بیگم صاحبہ جنکی شادی نواب حسن یار جنگ سے ہوئی ہے ان کے بطن سے ایک صاحبزادے جن کو اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علی خان نے فرمان کے ذریعہ، نواب ضیاء الدین خاں کا نام عنایت فرمایا ہے۔ یہ ولی جنگ کے نام سے مخاطب کئے جاتے ہیں ان کی دوسری لڑکی کا نام وجیہ النساء بیگم ہے جن کی شادی نواب حمایت نواز جنگ (امیر پائیگاہ خورشید جاہی) سے ہوئی ہے یہ بھی صاحب اولاد ہیں۔

امیر النساء بیگم صاحبہ کی اعلیٰ درجہ کی نہ صرف اردو فارسی بلکہ انگریزی تعلیم بھی ہوئی ہے آپ نہایت قابل روشن دماغ خواتین میں شمار کی جاتی ہیں آپ انجمن خواتین دکن کی صدر بھی رہ چکی ہیں اور انگریزی اور اردو

میں قابلیت سے تحریر و تقریر کر سکتی ہیں آپ کی قابلیت کی وجہ سے نہ صرف امرار خاندان بلکہ دوسرے امرار کی خواتین بھی اپنے خانگی اور اہم معاملات میں آپ سے مشورہ کرتی ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت نظام دکن بھی پائیگاہ خاندان کے بعض اہم معاملات میں آپ سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ آپ بلدہ حیدرآباد میں آپ کے خاوند نواب ولی الدولہ بہادر کے بنوائے ہوئے خوبصورت محل "ولایت منزل" میں اپنے فرزندان کے ساتھ مقیم ہیں آپ کے زیادہ تر وقت تعلیمی سماجی اور رفاہی کاموں میں صرف ہوتا ہے آپ نے نواب ولی الدولہ بہادر کے ساتھ مکہ معظمہ جاکر حج کر چکی ہیں۔ مدینہ منورہ میں بھی حاضری دی ہے۔

امیرالنسا بیگم صاحبہ انجمن خواتین دکن کی کئی سال تک صدر رہیں انجمن شعبہ اطفال کی بھی صدر رہیں لیڈی بارٹن کلب سکندرآباد دکن صدر رہ چکی ہیں۔ لیڈی حیدری کلب حیدرآباد دکن خواتین و اطفال کی اسٹیٹ کونسل بھی رکن رہ چکی ہیں چونکہ ان کے خاوند نواب ولی الدولہ بہادر حیدرآباد کونسل کے صدر تھے لہٰذا ان کی بیوی کی حیثیت سے ان کے تمام تعلیمی ثقافتی انجمن میں خود بڑھ کر حصہ لینا پڑتا تھا۔

Marfat.com

فوٹوگروپ خواتین: بائیں طرف جہاندار النساء بیگم تشریف فرما ہیں آپکے عقب میں ان کی نواسی سعادت النساء بیگم زوجہ نواب خیر نواز جنگ بہادر
لیڈی وقار الامراء کے بازو ان کی صاحبزادی لیاقت النساء بیگم عقب میں چھوٹی لڑکی ممتاز النساء بیگم زوجہ نواب حسن یار جنگ بہادر

Marfat.com

جنابہ قمر النسا بیگم صاحبہ (نواب حسن یار جنگ کی پہلی بیگم صاحبہ)

Marfat.com

نواب حسن یار جنگ بہادر اپنی دوسری بیگم جنابہ بشارت النساء بیگم کے ہمراہ

Marfat.com

نواب حسن یار جنگ اپنی بیوی معین النساء بیگم کے ساتھ ان کی گود میں نواب ،
محمد علی صلاح الدین خان اور معین النساء بیگم کی گود میں ان کے چھوٹے بیٹے نواب
محمد احمد الدین خان ڈرائنگ روم حسن منزل کراچی

Marfat.com

# معین النساء بیگم عرف چاند پاشا

(نواب حسن یار جنگ کی تیسری بیوی)

آپ نواب حسن یار جنگ کی والدہ نواب بیگم صاحبہ کے سگے بھائی سید محی الدین پاشا کی چھوٹی صاحبزادی ہیں آپ کے والد کی تین لڑکیاں ہوئیں بڑی لڑکی کا نام حبیب النساء بیگم منجھلی لڑکی کا نام منیر النساء بیگم اور آپ کا نام معین النساء بیگم عرف چاند پاشا آپ کی والدہ نے رکھا جیسا ذکر کیا جا چکا ہے آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تعالیٰ کی اولاد سے سید النسل ہیں نواب حسن یار جنگ کی دوسری شادی جو ان کی چچیری بہن بشارت النساء بیگم سے ہوئی تھی وہ کامیاب ثابت نہیں ہوئی کیونکہ فریقین کے خیالات میں اختلاف تھا نواب حسن یار جنگ نے بشارت النساء بیگم کے ساتھ حیدرآباد میں نو سال گزارے بشارت النساء بیگم نے باوجود حسن یار جنگ کے اصرار کے ان کے ساتھ پاکستان جانے سے انکار کر دیا اس کے بعد حیدرآباد سے مستقل طور پر پاکستان ہجرت کر گئے اس دوران میں کراچی میں حسن یار جنگ کے ساتھ کوئی رفیق حیات نہ تھی اس لئے وہ یہاں تنہا زندگی گزارتے رہے حسن یار جنگ چونکہ اپنی تقاریر میں اسلامی خیالات اور پاکستان کی موافقت کا اظہار کیا کرتے تھے اس لئے بھارتی حکومت نے حسن یار جنگ کو بھارتی ویزا دینے سے منع کر دیا نواب صاحب بمشکل ویزا حاصل کر کے دو بار یعنی ۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۷ء میں حیدرآباد دکن تشریف لے گئے پہلے دورے کے وقت نواب حسن یار جنگ کی والدہ اور ان کی خالہ وغیرہ نے مشورہ دیا کہ چونکہ وہ پاکستان میں تنہا زندگی گزار رہے ہیں اور انکی دوسری بیوی ان کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہیں اس لئے انہیں تیسری شادی کر لینی چاہیے چنانچہ ۱۹۵۷ء میں جب حسن یار جنگ حیدرآباد دکن تشریف لے گئے تو ان کی والدہ اور دیگر تمام رشتہ داروں نے نواب حسن یار جنگ کی والدہ کے سگے بھائی سید محی الدین پاشا کی چھوٹی لڑکی سے جن کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی نواب حسن یار جنگ کی شادی کر دی یہ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی متعدد رشتہ داروں نے شرکت کی اسی سال کے آخر میں اپنی تیسری بیوی معین النسا

Marfat.com

بیگم کو ساتھ لے کر کراچی واپس تشریف لائے۔

کیونکہ اپنی دوسری بیوی کے ساتھ طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے وہ شادی حسن یار جنگ کے لئے کامیاب ثابت نہیں ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے نعم البدل کے طور پر تیسری بیوی معین النساء کی صورت میں عطا فرمائی۔

دوسری بیوی کے ساتھ کافی عرصہ باوجود ناہموار حالات کے حسن یار جنگ نے زندگی بسر کی اور ان سے اللہ تعالیٰ نے ایک اولاد بھی ان کو عطا فرمائی جن کا نام محمد ضیاء الدین عرف ولی جنگ ہے اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ حیدر آباد دکن میں نواب حسن یار جنگ کی والدہ صاحبہ کے ذاتی مکان ایوان بیگم پیٹ میں مقیم ہیں۔

یہاں میں یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اپنی تیسری بیوی کے بارے میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کروں یہ میری خلیری بہن ہونے کی وجہ سے میری قریبی رشتہ دار بھی ہوتی ہے اور ان کے اور میرے خیالات میں حتمی یکسوئی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ فریقین میں پوری محبت اور یگانگت موجود ہے ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے دو فرزند عطا کئے ہیں ایک محمد علاء الدین خان جن کی پیدائش ۲ فروری ۱۹۵۸ء کی کراچی میں ہوئی اور دوسرے محمد احمد الدین خان جنکی پیدائش ۵ مارچ ۱۹۵۹ء میں کراچی میں ہوئی نواب حسن یار جنگ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ اس نے میری سابقہ پریشانیوں کے بعد ایک ایسی نیک، پاکباز اور مخلص بیوی مجھے عطا فرمائی جو ہر طرح میری مونس و مددگار ہے اپنے دونوں لڑکوں کو بھی نہایت محبت اور لگن سے پرورش کر رہی ہے ان کی طبیعت میں فیاضی اور دوسرے کے دکھ میں ہمدردی کا قدرتی جذبہ ان کے اعلیٰ ظرف عالی نسبی کا مظہر ہے۔

Marfat.com

سرور جہاں بیگم اکبر پاشا و افسر پاشا کے ساتھ ڈرائنگ روم حسن منزل کراچی ۱۶ مئی ۱۹۵۹ء

Marfat.com

باب چہارم

# حیدرآباد کے لٹریچر کی نوعیت اور اسکی خصوصیات

یہ ادب، جو نامکمل فہرست مطبوعات کی مختلف اصناف پر حاوی حیدرآباد کے لٹریچر کی نوعیت ہے، حسب ذیل بڑے اقسام پر مشتمل ہے:

۱۔ وہ مطبوعات جو حکومتی سرگرمیوں کے ضروری نتائج ہیں یا اردو زبان کو سرکاری زبان قرار دینے کی وجہ سے نظم ونسق کی ضروریات کو پورا کرتی ہیں مثلاً نظم و نسق کی رپورٹیں، سالانہ موازنے، قوانین واحکام ونظائر کے مجموعے، امور مذہبی، آثار قدیمہ، تحریک امداد باہمی، صحت، آرائش، بلدیات، مصنوعات ملکی وغیرہ کے کتابچے وغیرہ۔

۲۔ نصاب تعلیم کی ضروریات کی فراہمی خصوصاً جامعہ عثمانیہ کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کے مقتضیات اور اس کی احتیاجات کی تکمیل کے لئے ہر طرح کی معیاری اور مستند کتابوں کی اردو زبان میں منتقلی واشاعت۔

۳۔ علوم اسلامیہ وثقافتِ اسلامیہ کے تحفظ کے لیے مسلمانانِ عالم کی نایاب اور قیمتی تصانیف کا تحفظ اور ان کی اشاعت۔

۴۔ مسلمانوں کے مذہبی، ثقافتی اور علمی ورثہ کے تحفظ اور اردو زبان کی ترقی واشاعت کی مہم اور سرگرمیوں میں افراد اور اداروں کی امداد اور ہمت افزائی۔

۵۔ عربی، فارسی اور اردو کے مفید لٹریچر کی فراہمی واشاعت۔

۶۔ غیر سرکاری دائرہ میں تمام حیدرآبادی مصنفین کی ہمہ گیر قلمی تخلیقات، جو اپنے عہد اور اپنے معاشرے کی وسیع علمی و ادبی سرگرمیوں کی پیداوار ہیں۔

مذکورہ بالا اقسام کے منجملہ پہلی تینوں اقسام وہ ہیں جن کا راست تعلق حکومت کی

Marfat.com

مائل سے رہا ہے جس سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ مملکتِ حیدرآباد ایک بامقصد مملکت تھی اور وہ اس کے حصول کی خاطر اپنے ذرائع و وسائل کے خرچ کرنے میں ہچکچاہٹ یا بخل سے کام نہیں لیتی تھی اور نہ وہ ایسا کر سکتی تھی۔ کیونکہ جو مملکت ایک آئیڈیل مملکت ہوتی ہے، وہ چاہے اظہار کرے یا نہ کرے، بلکہ محسوس کرے یا نہ کرے مگر ارادی یا غیر ارادی طور پر اپنے نظریہ کے فروغ کے لئے اس فریضہ کی تکمیل پر مجبور رہوتی ہے۔ جیسا کہ عہدِ حاضر میں اشتراکی روس اور نازی جرمنی کی تاریخ اس کی کھلی مثال ہے۔

ان صورتوں میں مقصدی ادب قوم کے مجموعی ذخیرہ میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ یہاں بھی بلحاظ کیفیت وکمیت یہی صورت ہے۔ جیسا کہ آگے مذکور ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے گزشتہ صدی سے نہ صرف مملکت کی انسانی قوت کو استعمال کیا گیا تھا بلکہ مملکت سے باہر کی صلاحیت سے بھی دل کھول کر استفادہ کیا گیا تھا۔ اس نکتہ پر ہم ارادی طور پر بہ طور خاص اس لئے زور دینا چاہتے ہیں کہ حیدرآباد سے باہر جو ادب پیدا ہوا، اس سے حیدرآبادی ادب ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔ یعنی حیدرآباد سے باہر کے ادب کی نوعیت زیادہ تر سطحی اور عام پسند ادب کی ہے جس کا کوئی درپردہ معین مقصد نہیں۔ اس کے برعکس حیدرآبادی ادب میں نمایاں مقصدیت بھی ہے اور علمی گراں باری بھی۔ بہرحال اس بنیادی فرق کی روشنی میں اب ہم حیدرآبادی ادب کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

## معارفِ اسلامیہ کا احیاء و ترقی :

حیدرآبادی ادب کا پہلا امتیازی نشان معارفِ اسلامیہ کا احیاء اور ترقی ہے۔ یوں تو تمام اسلامی ممالک اور اسلامی سلطنتیں اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت کے لئے مستند اور مفید مذہبی کتابوں کی تالیف اور اشاعت میں دلچسپی لیتی رہی ہیں جن میں

Marfat.com

شمالی ہندوستان اور دکن کی تمام مسلم سلطنتیں بھی شامل ہیں۔ مگر حیدرآباد کے وہ مخصوص حالات اور ہندوستان میں مسلمانوں کی قومی بقا کے وہ تقاضے، جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، اس کو علوم اور معارفِ اسلامیہ کی سرپرستی اور اشاعت میں اور بھی زیادہ مستعد اور تیز کئے ہوئے تھے۔ اس علمی کارنامہ کی ابتدا کا سہرا امرائے پائیگاہ اور امرائے مذہبی کے سر ہے۔ امرائے پائیگاہ نے عربی زبان کی مشہور تفسیر مظہری کی اشاعت میں معاونت کی جو ذخیرۂ تفسیر میں اپنی نوعیت کی منفرد تفسیر ہے، اور عربی دنیا بھی اس سے مستفید ہوتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو ہندوستان کی چند ہی مذہبی تصانیف کو حاصل ہوا ہے۔ عربی تفسیر ہی کے ضمن میں ہندوستان کی دوسری مستند پیش کش، مولانا حمید الدین فراہی (دارالعلوم حیدرآباد دکن کے پرنسپل) کی تفسیری افادات ہیں۔ جو عالمِ اسلام میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ اردو زبان کی دو اور تفسیریں تفسیر ثنائی مؤلفہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور تفسیری حاشیہ برترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے مؤلف مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا تعلق بھی حیدرآباد سے ہے۔[۱] مولانا شبیر احمد عثمانی کو، جنہوں نے اپنے استاذ کے شروع کئے ہوئے تفسیری حاشیہ کو انجام تک پہنچایا اور اٹھائیس پاروں کا تفسیری حاشیہ بڑے ایجاز اور خوبی سے قلمبند کیا، دو قرن سے زائد عرصہ تک پانچ سو روپیہ ماہوار ان کی انہی علمی خدمات کے لئے دیا جاتا رہا۔ تفسیر مظہری کی طرح دیگر اسلامی علوم سے متعلق اردو و عربی زبان میں معیاری اور مستند علمی کتابوں کی اشاعت کا آغاز مولانا انوار اللہ خاں مرحوم نے اشاعت العلوم، حیدرآباد کے ذریعہ شروع فرمایا جس کی ایک طویل فہرست ہے۔ قرآن پاک کی خدمت کے سلسلہ میں حیدرآباد کا دوسرا تاریخی اور بے مثال کارنامہ انگریزی زبان میں قرآنی تراجم

---

[۱] کیونکہ تفسیر ثنائی کے لئے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کو مالی امداد دی گئی۔

Marfat.com

کی اشاعت ہے۔ اس وقت انگریزی کے متداول اور معیاری چار ترجمے ہیں۔ علامہ یوسف علی کا ترجمہ، محمد علی لاہوری کا ترجمہ، پکتھال کا ترجمہ اور مولانا عبدالماجد دریابادی کا ترجمہ۔ آخرالذکر کو چھوڑ کر بقیہ تینوں حیدرآباد سے متعلق رہے ہیں۔

پکتھال کو بھی شہزادوں کی اتالیقی کے علاوہ اسی مقصد کے لئے بیش قرار ماہوار پر حیدرآباد بلایا گیا اور وہ کئی سال تک حیدرآباد میں مقیم رہے اور انہوں نے اپنا انگریزی ترجمہ حیدرآباد کی طرف سے دو سال مصر میں رہ کر (THE GLORIOUS QURAN) مکمل کیا۔ اس کے علاوہ وہ حیدرآباد کے بین الاقوامی شہرت کے علمی و مذہبی سہ ماہی مجلّہ اسلامک کلچر (ISLAMIC CULTURE) کے کئی سال تک ایڈیٹر رہے۔ یہ مجلہ اسلامیات کے موضوع پر عہد حاضر کے ادب میں بیش قیمت اضافہ ہے۔ قرآنِ پاک ہی کی طرح مسلمانوں کی شریعت کے دوسرے بڑے ماخذ یعنی حدیث کی خدمت میں بھی حیدرآباد کی حکومت نے بیش از بیش حصہ لیا۔ کانپور کے مشہور عالم مولوی وحیدالزماں (المخاطب بہ وقار نواز جنگ) حیدرآباد بلائے گئے اور انہوں نے حدیث کی چھ مشہور اور مستند کتابوں (صحاح ستہ) کا اردو میں ترجمہ کر کے ان کا فیض عام کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مختلف موضوعات پر اپنی سو سے زیادہ کتابوں کے ذریعہ حیدرآباد کے ذخیرۂ ادب میں اضافہ کیا۔ جن میں سے اکثر اس مجموعہ میں شریک ہیں۔ ان کے والد بھی حیدرآباد کے سرکاری مطبع کے مہتمم کی حیثیت سے بلائے گئے تھے جو صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ اور پھر تو انکا خاندان ہی بیسیوں بزرگوں، چراغ یار جنگ وقارالملک، سید علی بلگرامی، سید حسین بلگرامی، شیرالملک، سر امین جنگ، سرورالملک وغیرہ کی طرح حیدرآباد ہی کا ہو رہا اور حالی کی صداقت بیانی کی شہادت دیتا رہا کہ ؎

یہ مقولہ ہند میں مدت سے ہے ضرب المثل
جو کہ جا پہنچا دکن میں بس وہیں کا ہو رہا

Marfat.com

آخر زمانہ میں حیدر آباد کے مشہور بزرگ اور محدث مولانا ابو الحسنات سید عبداللہ صاحبؒ نے ٹھیک مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر فقہ حنفیہ کی مؤثر احادیث کا ذخیرہ "زجاجۃ المصابیح" کے نام سے پانچ جلدوں میں مرتب کر کے تشریحی حواشی کے ساتھ شائع فرمایا جو اسلامی لٹریچر کا پہلا کارنامہ ہے اور حدیث و فقہ کی بہ یک وقت نہایت گرانقدر خدمت ہے۔

---

بزم اقبال حیدر آباد دکن کی نمائش کے موقع پر
نواب حسن یار جنگ

Marfat.com

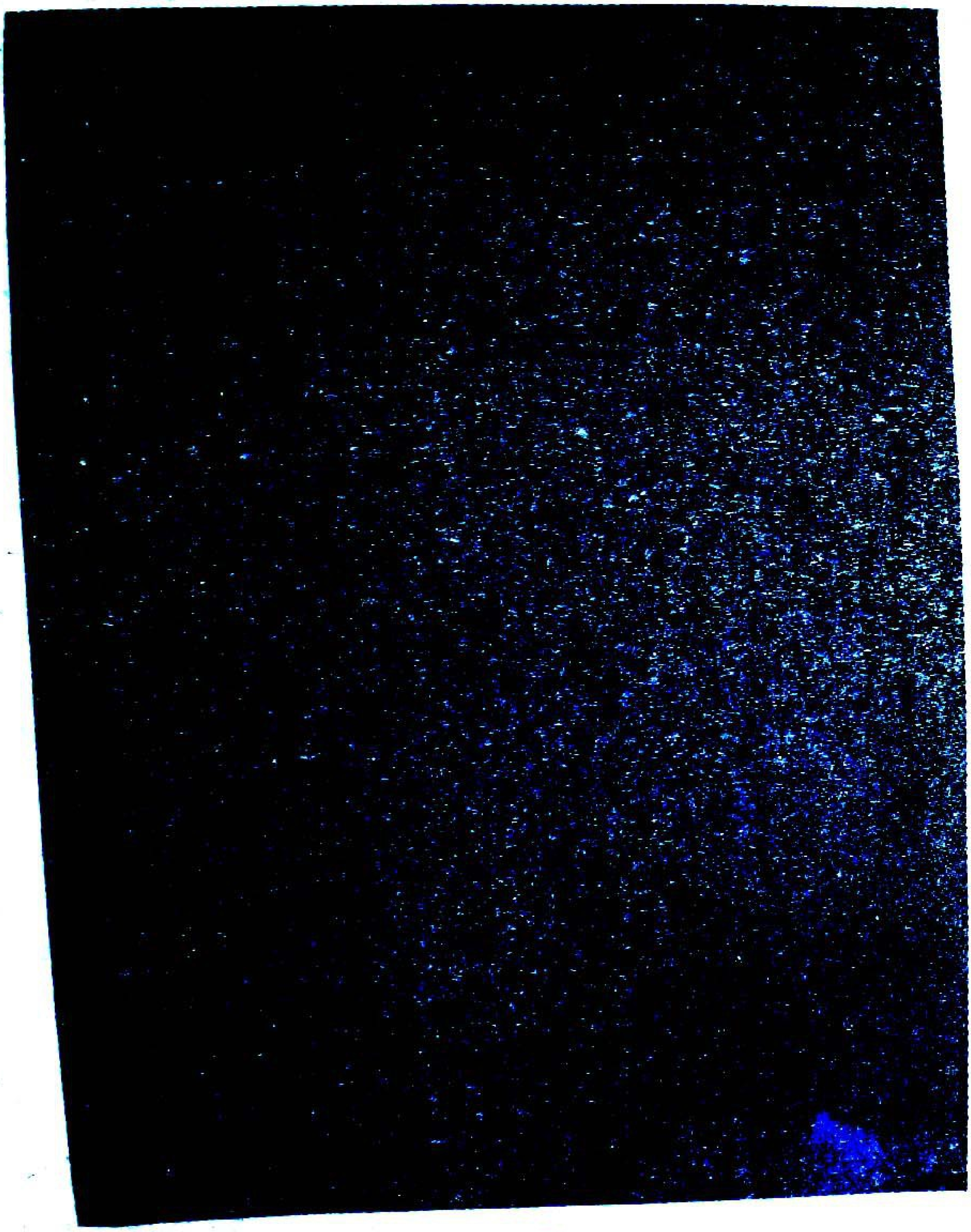

Marfat.com

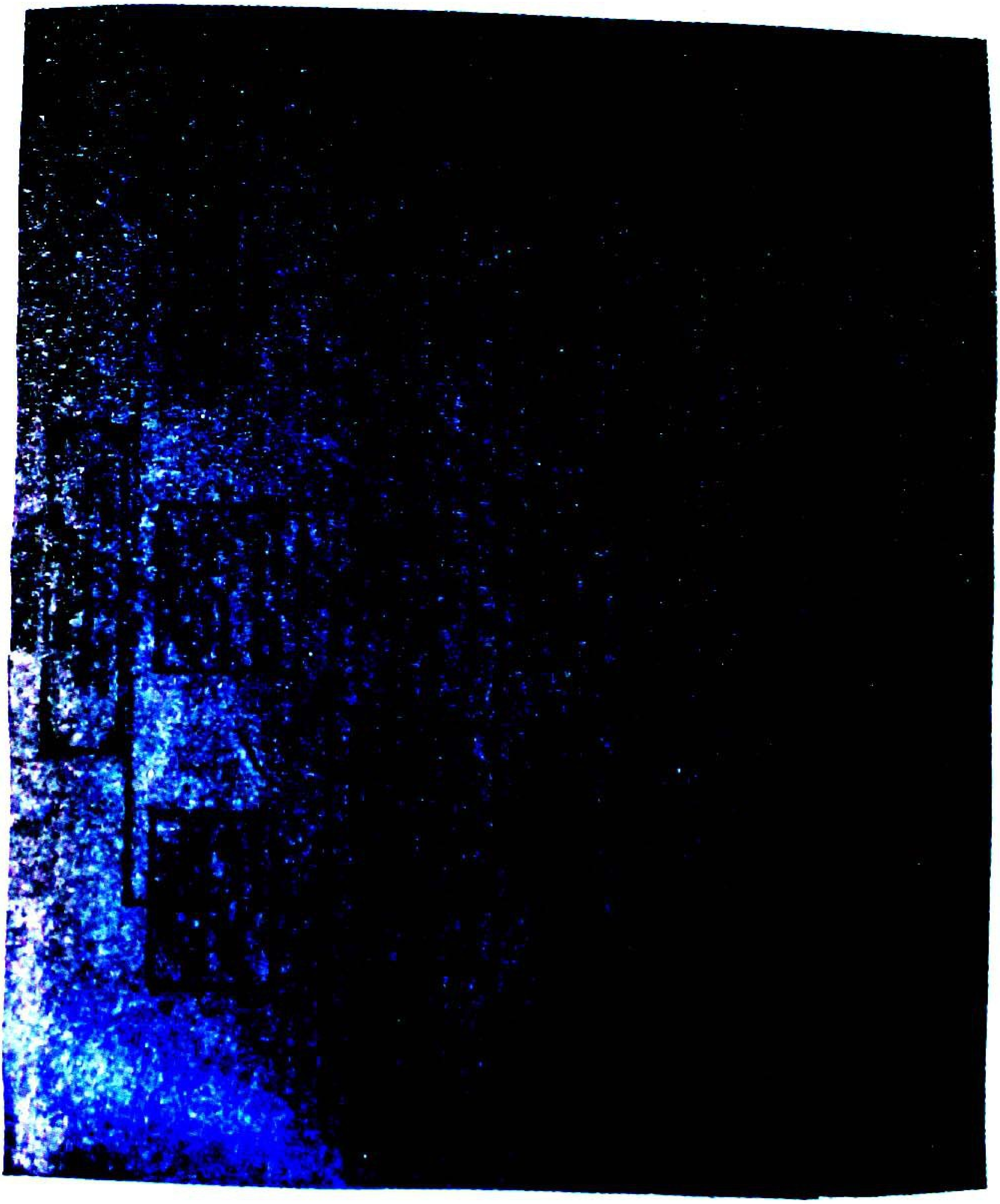

Marfat.com

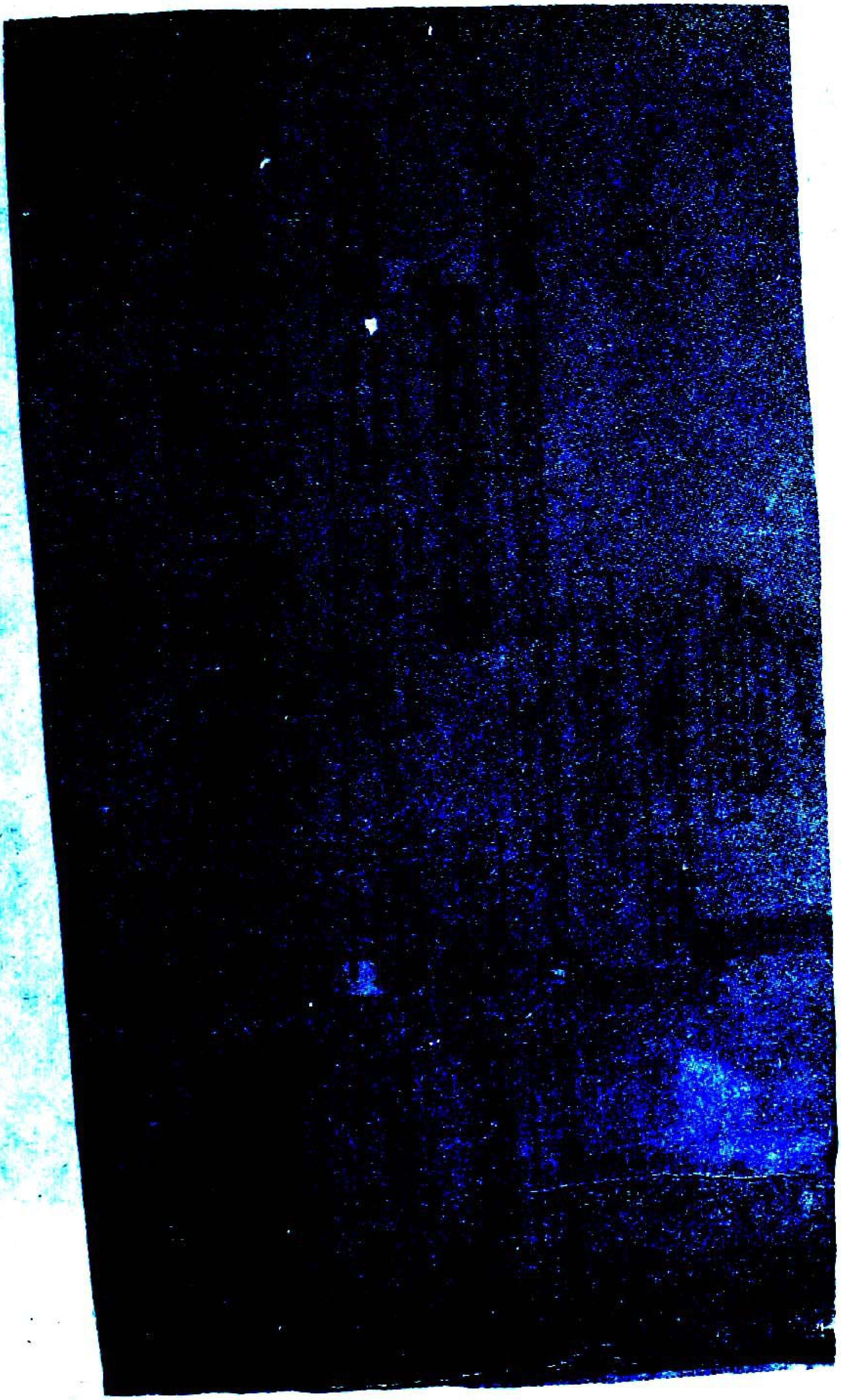

Marfat.com

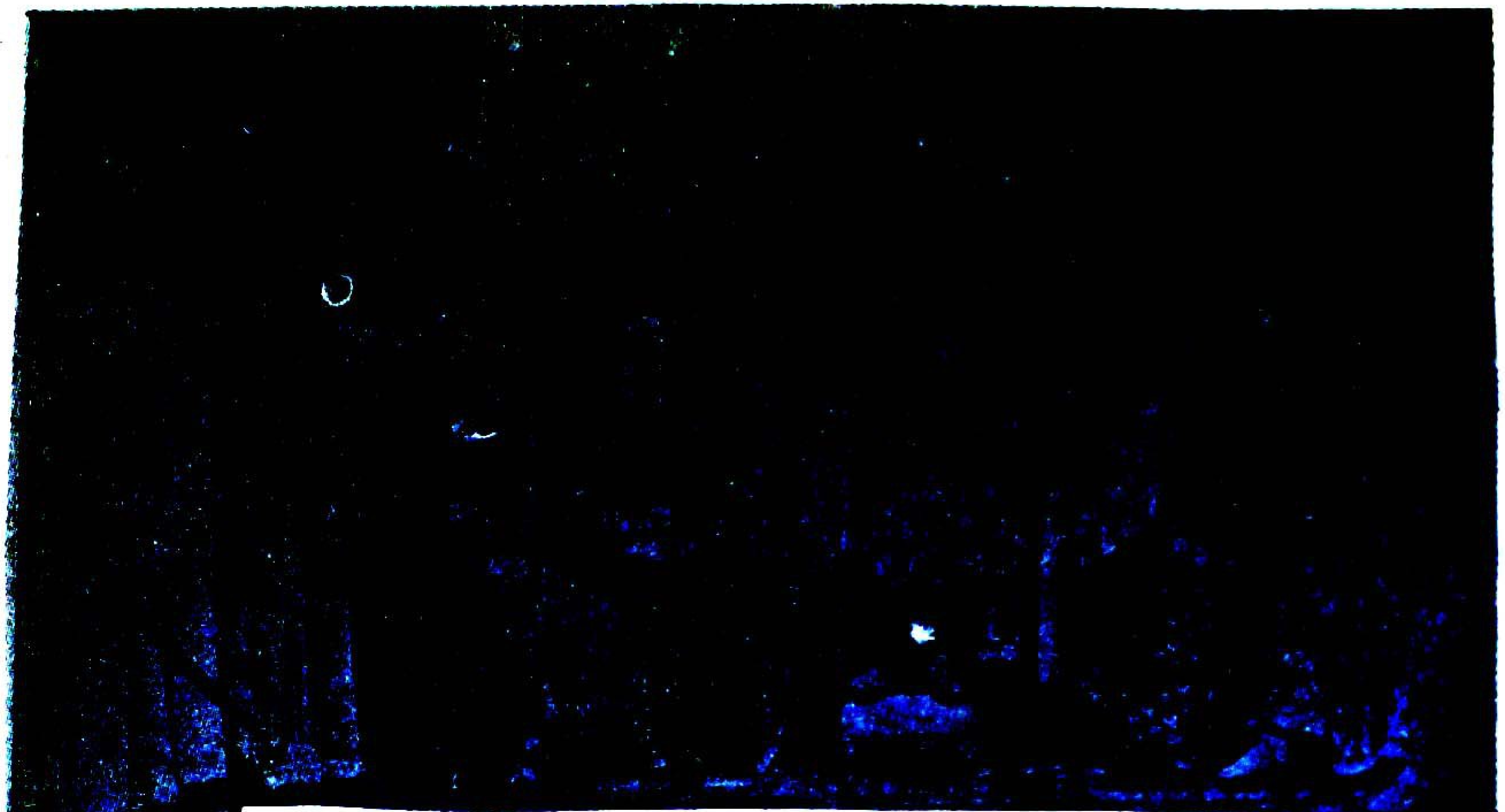

نواب میر محبوب علی خان کی خورد سالی کی تصویر داہنے طرف کرسی پر نواب ظفر جنگ بہادر
اپنے دادا نواب سر خورشید جاہ کے ساتھ بیٹھے ہیں بائیں طرف نواب سر سالار جنگ بہادر کھڑے ہیں

Marfat.com

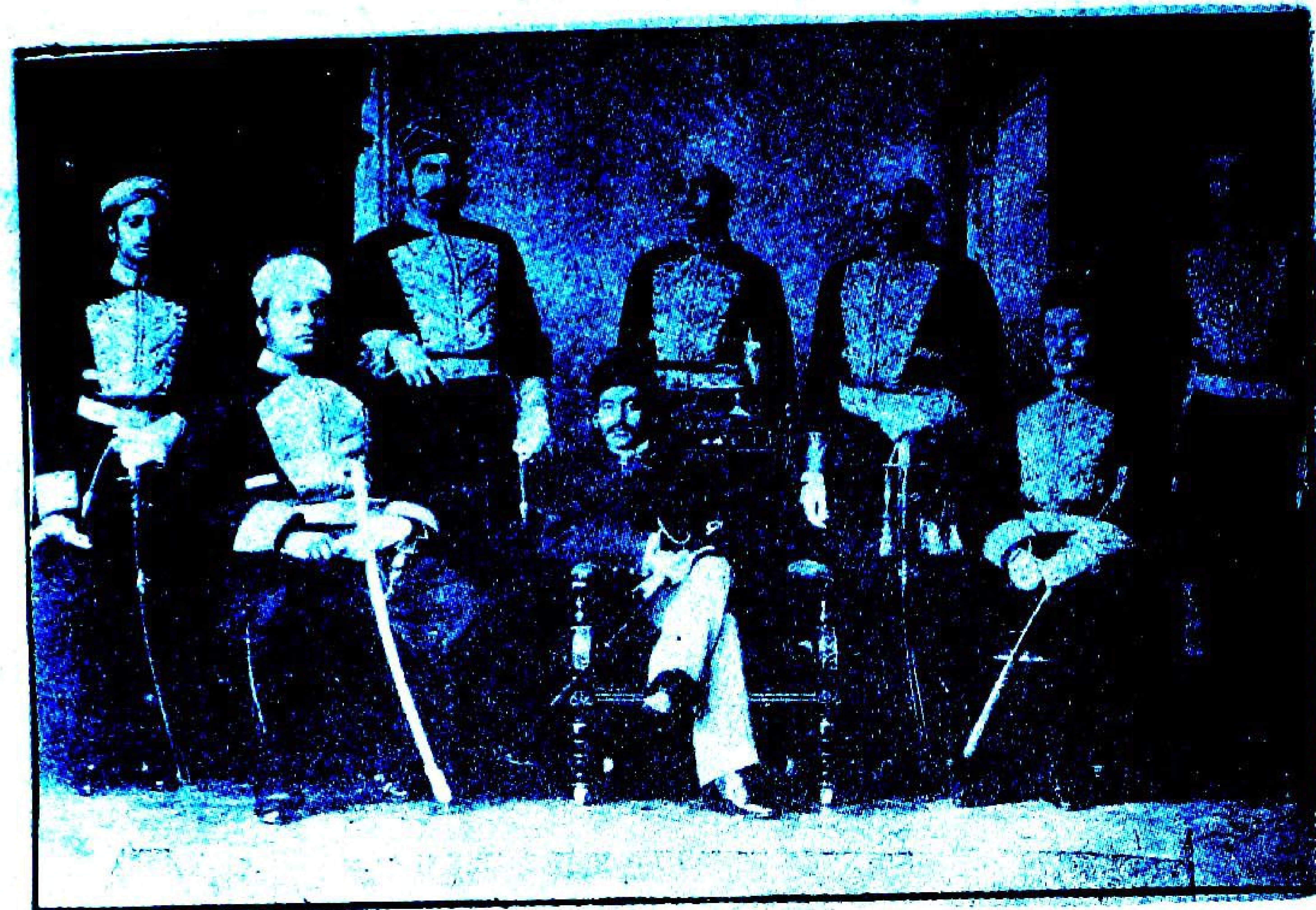

نواب میر محبوب علی خان بہادر بوقت تاجپوشی سنہ ۱۹۱۱ء داہنی طرف کرسی پر نواب مختار الملک فرزند سر
سالار جنگ بہادر بائیں طرف کرسی پر نواب ظفر جنگ بہادر ہیں

Marfat.com

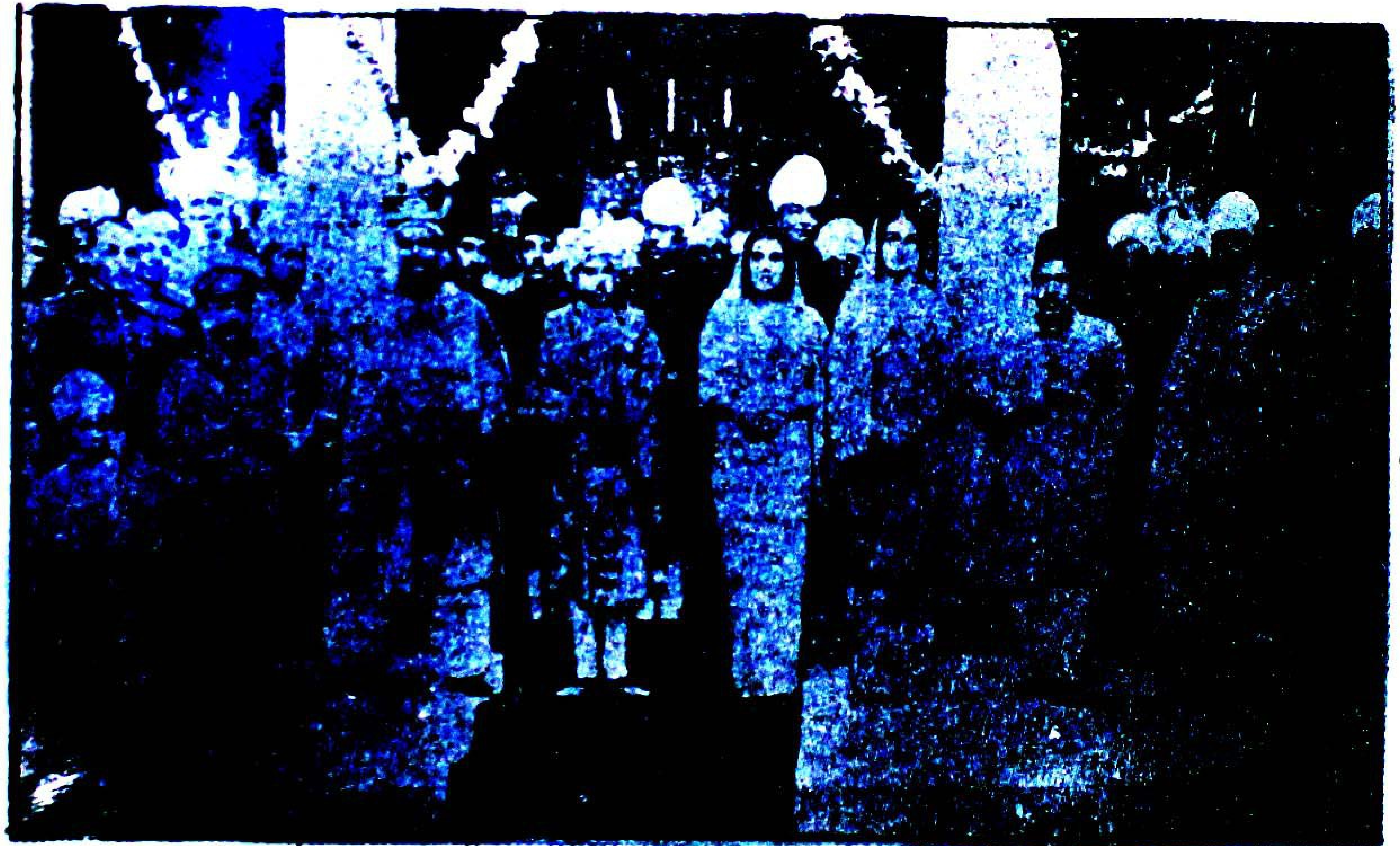

نواب صاحب خیرپور کے فرزند کی شادی دختر نواب معین الدولہ بہادر کے ساتھ ہونے کے موقع پر
اعلیٰحضرت نظام دکن معہ صاحبزادوں، شہزادی درشہوار اور شہزادی نیلوفر کے ہمراہ شریک تھے
تصویر میں نواب معین الدولہ اور نواب صاحب خیرپور بھی موجود ہیں

Marfat.com

ولایت منزل حیدرآباد دکن

داہنے سے بائیں بیگم ظہیر یار جنگ دختر نواب ولی الدولہ بہادر

فریدالنسا بیگم صاحبہ خیرپور۔ دختر نواب معین الدولہ بہادر

Marfat.com

# اجلاس معزز کمیشن

فرمان مبارک مورخہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ مندرجہ جریدہ غیر معمولی ۱۷ بہمن ۱۳۳۶ف
جلد ۵۸ نمبر ۴۳ صفحہ ۶ کے مطابق حسب الحکم معزز کمیشن سوالات نمبر ۱ و ۲ کے جوابات عرض کئے جاتے ہیں۔

## سوال نمبر (۱)

جائدادہائے پائیگاہ کس طرح سے وقوع میں آئیں یعنی اونکی ابتدا کیسی ہوئی اور زمانہ سابق سے
لیکر زمانہ موجودہ تک اسمیں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

## جواب

(۱) جائدادہائے مذکورالصدر سے متعلق دو پروانہ مورخہ ۲۹ صفر ۱۱۹۰ھ و ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ
اور ایک سند مورخہ ۱۸ شوال ۱۲۵۳ھ ہے۔ ان تینوں کے نقول ملاحظۂ کمیشن میں موجود ہیں۔

(۲) تینوں وثائق مذکورالصدر کے مقابلہ سے وہ تبدیلیاں بھی ظاہر ہوتی ہیں جو ہر ایک وثیقہ
عطا کے وقت کیگئی ہیں۔ جن کا اجمالی گوشوارہ حسب ذیل ہے۔

Marfat.com

**الف** - پروانہ موزخہ ۲۹ صفر ۱۱۹۰ھ کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو علاقہ پہلے سے بعہدہ محمد فخر الدین خاں (ابو الخیر خاں اول شمشیر بہادر امام جنگ) مقرر تھا وہ اون کے فرزند شمس الملک بہادر (نواب محمد ابو الفتح خاں ابو الخیر خاں ثانی) کے نام درعوض اخراجات پائیگاہ اور درعوض تنخواہ رسالہ مقرر کیا گیا یعنی [illegible] کا علاقہ ان کے کارخانہ امارت (پائیگاہ) کے اخراجات کے لئے اور [illegible] تنخواہ رسالہ کیلئے جملہ [illegible] جمع کامل کا علاقہ مقرر و مفوض کیا گیا

**ب** - پروانہ موزخہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ ابو الخیر خاں ثانی (نواب ابو الفتح خاں) کی رحلت کے بعد [illegible] جمع کامل کا علاقہ اور [illegible] کیرات خاص کی رقم جملہ [illegible] بدستور سابق خورشید الملک خورشید الدولہ غلام بہاؤ الدین خاں بہادر امام جنگ (نواب محمد فخر الدین خاں) کے نام بحال و برقرار رکھا گیا۔

**ج** - سند موزخہ ۲۰ شوال ۱۲۵۳ھ کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت غفران منزل نے بہراہ عنایت [illegible] جمع کامل کا علاقہ بمعہ ابواب بعنوان جاگیرات پائیگاہ بطریق علی الدوام و بحقوق اولاد و احفاد و نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن بمعافی جوڑی و مواخذہ حساب و مطالبات وغیرہ امیر کبیر شمس الامراء اور اون کے فرزند احمد الدولہ وغیرہ کو بنظر حقوق موروثی و امتیاز خاندانی مرحمت فرمایا

Marfat.com

نوٹ نمبر (۱)

اس سند پر اور شمس الامراء کی مرضی مورخہ ۱۱ رمضان سنہ ۱۲۵۳ھ پر جسکی بنیاد پر سند مذکور مرحمت ہوئی ہے غور کرنے اور مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شمس الامراء نے [illegible] کا علاقہ بطریق علی الدوام مرحمت ہونے کیلئے مرضی دی تھی مگر سند کے ذیلی تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوسمیں سے [illegible] کا علاقہ بابتہ گزاشت پرگنہ دیگلور وغیرہ جو بطریق امانی سرکار میں سپرد ہوا تھا منہا کر کے بقیہ [illegible] جملہ مال کا علاقہ بحال اور برقرار رکھا گیا ہے۔

نوٹ نمبر (۲)

یہ سند بحال اسوقت تک قائم ہے۔ اسکی ناسخ کوئی اور سند نہیں ہے اور بلحاظ شرائط سند اوسکی تنسیخ ممکن بھی نہ تھی

سوال

(جزو اول) امرائے پائیگاہ کی ذمہ داری نگہداشت فوج پائیگاہ سے متعلق کیا ہے جسکی غرض سے جاگیریں عطا کی گئیں اور کس حد تک یہ شرط عطا پوری ہوتی ہے۔

(جزو دوم) اس کے سوا کونسی جاگیریں بغرض پرورش خاندان پائیگاہ عطا کی گئیں۔

Marfat.com

از مرکز حوصلے احسن اماد عرف کارکرسرکار مذکور

موضع کبوزوغیرہ
لاک بھہ
۰۵ / ر

کبوتر
مہیب ساتھ
۰۲ / ر

موضع ڈنگل
ہم مولیہ
۱۴ / ر

صحن سرور
صح ثالاوعہ
/ ر

مدللہ
سیسالاوعہ

از موضع دھو سرکالوں و مرلور
لایک بھہ
۰۲ / ر

حسب درخواست جنابہ بیگم ولی الدولہ صاحبہ مورخہ ۱۵ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۶۴ء نقل ہذا دی گئی

| |
|---|
| نام درخواست گزار جنابہ بیگم ولی الدولہ صاحبہ |
| تاریخ ادخال درخواست ۱۵ ماہ ۱۹۶۴ء |
| تاریخ عطائے نقل سرماہ نومبر ۱۹۶۴ء |
| مقدار اجرت [illegible] |

تعداد الفاظ = 1568
اجرت Rs 9 - 12
12

[signature]
ناظم
اسلامی ارکیوز حیدرآباد

[signature] 28/11/64
مددگار ناظم
اسلامی ارکیوز حیدرآباد

[signature]
ارگیوست

ق س
س ع ب

Marfat.com

بنگلہ نواب بیگم صاحبہ واقع ایران بیگم سرپٹ اس بنگلہ میں نواب حسن یار جنگ نے انگلستان سے واپسی کے بعد ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۸ء

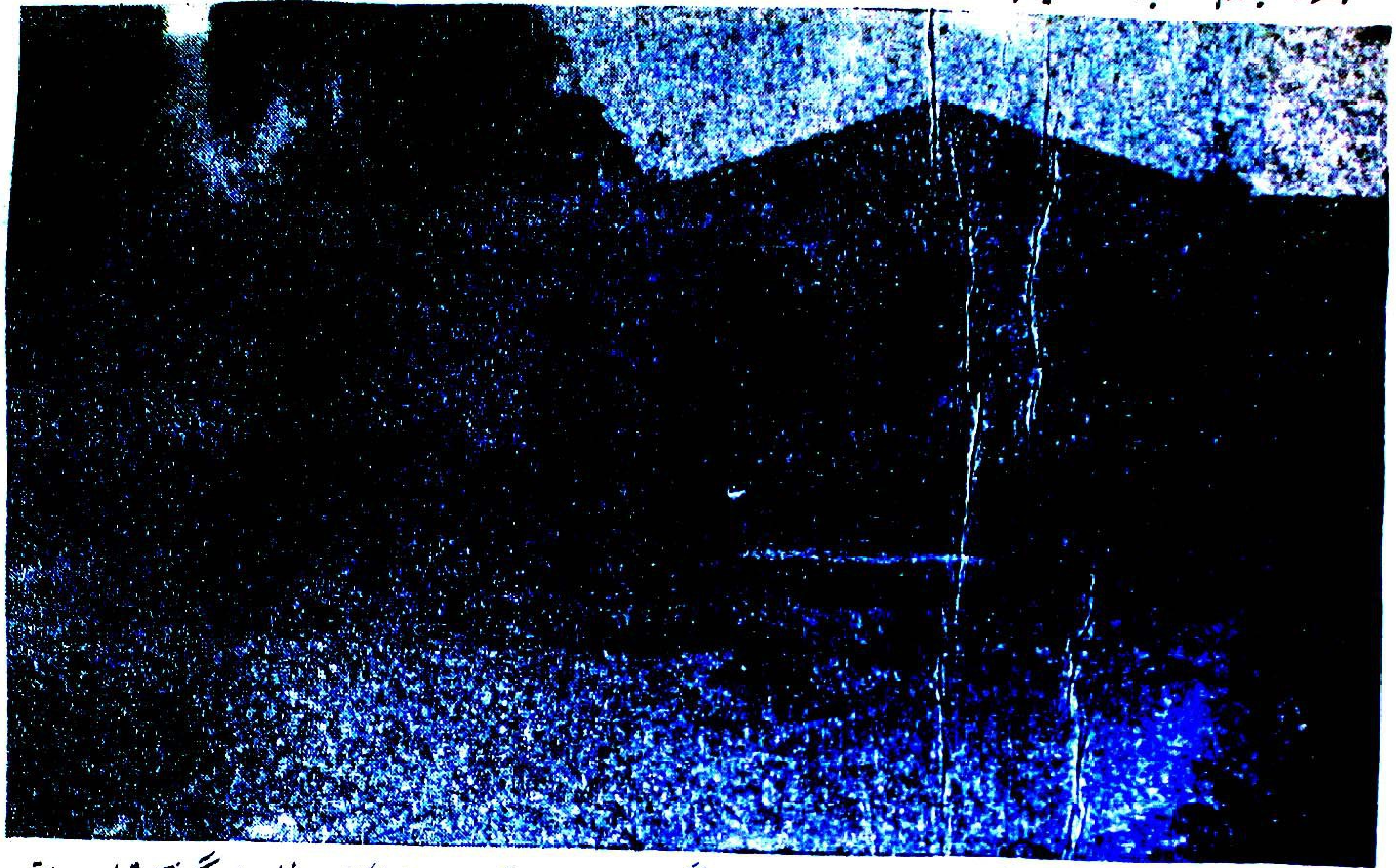

تک یعنی اپنی زندگی کے خوشحال زین نو سال گذارے اس میں جناب نواب بیگم صاحبہ اور انکے چھوٹے بھائی نواب ظہیر یار جنگ بھی قیام پذیر تھے

Marfat.com

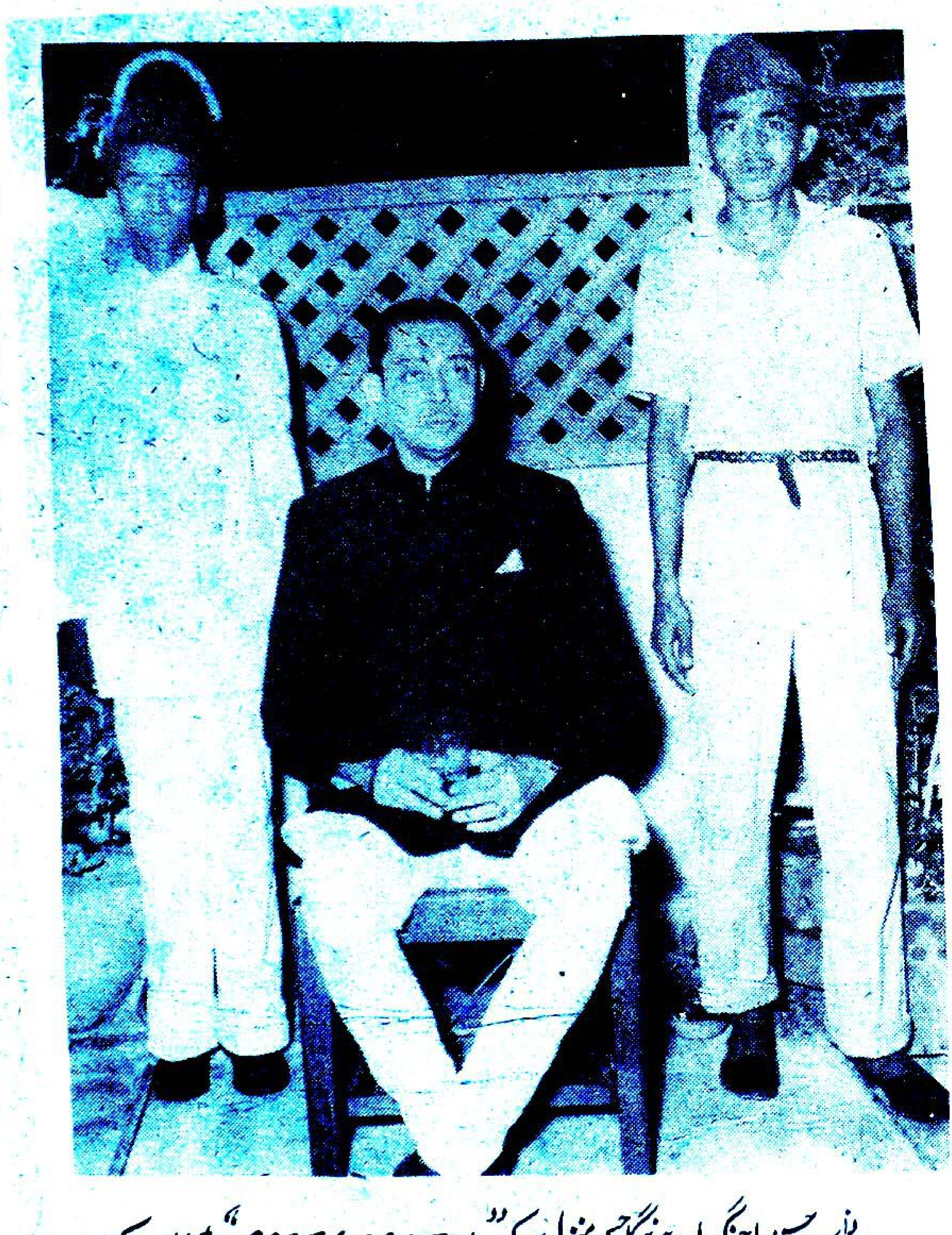

نواب حسن یار جنگ اپنے بنگلہ حسن منزل کے "ROOF GARDEN" میں ان کے
داہنی طرف واحد علی شوفر اور بائیں طرف اسماعیل بیرا کھڑے ہیں (۱۶؍اگست ۵۱)

Marfat.com

کراچی میں نواب حسن یار جنگ کا ذاتی بنگلہ "حسن منزل" واقع ۲۴۳ نذرت روڈ گارڈن ایسٹ

Marfat.com

ڈیوڑھی بلدہ نواب سروقارالامرا حیدرآباد دکن کا ایک منظر سڑک پر سے

Marfat.com

مفتی اعظم فلسطین کے اعزاز میں حسن منزل کے [illegible] ۱۹۵۱ء میں دعوت کے موقع پر [illegible] بائیں سے خواجہ حسن نظامی، مفتی اعظم فلسطین، سفیر سعودی صاحب اور
نواب حسن یار جنگ عقب میں [illegible] سے سفیر عراق اور [illegible] سفیر شام کھڑے ہیں [illegible] میں سعودی عرب کے [illegible] کھڑے ہیں

نواب حسن یار جنگ کی تیسری بیوی معین النساء بیگم آپ کے گلے

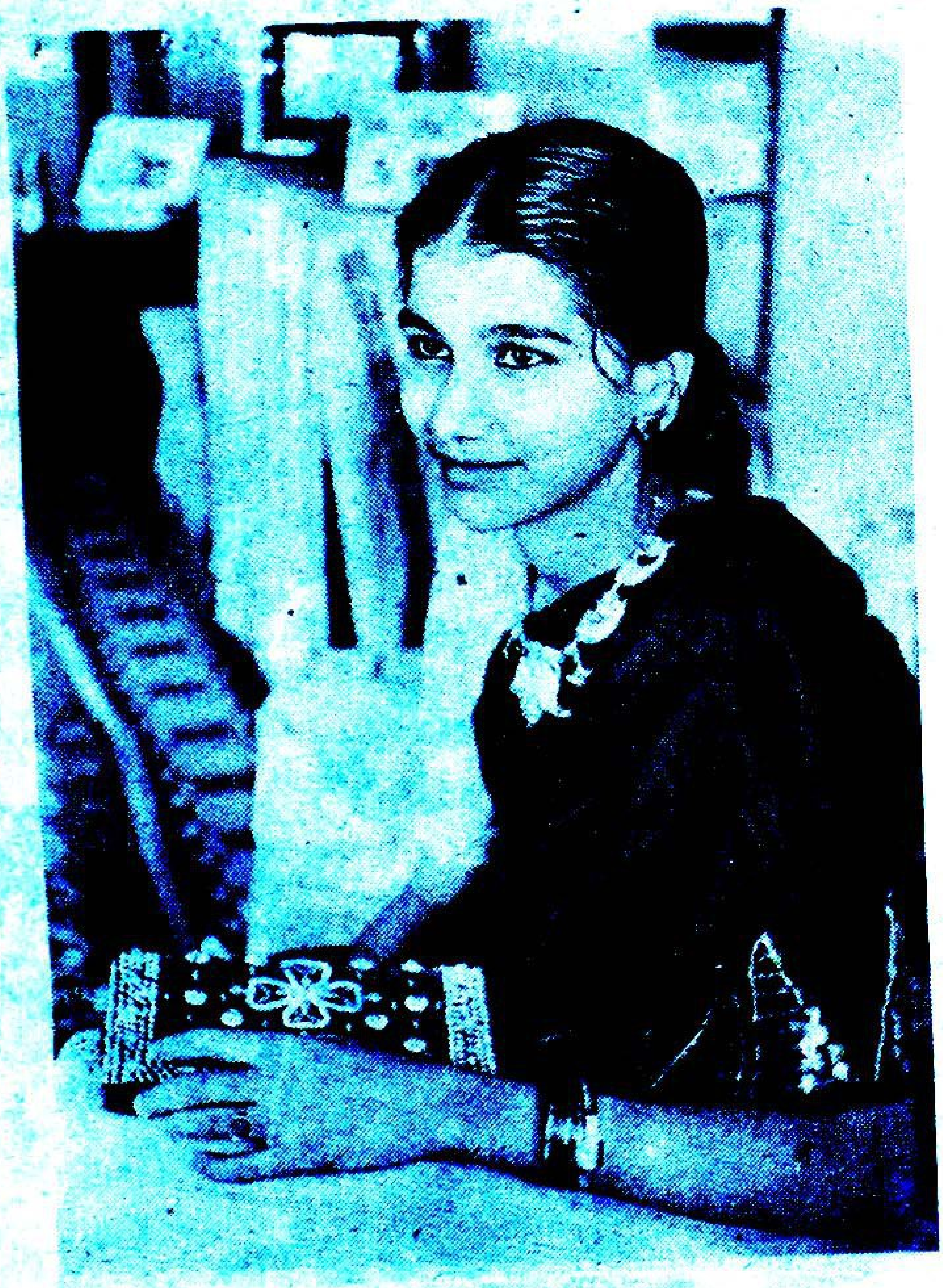

یہ نیکلس اور کانوں کے ٹاپس شیر کے ناخنوں سے بنائے گئے جو نواب
صاحب نے حیدرآباد دکن میں شکار کئے تھے

Marfat.com

نواب رباست خان کی طرف سے نواب عبدالستار صاحب کے اعزاز میں دی گئی دعوت میں نواب حسن یار جنگ کے دائیں طرف نواب صاحب
جوناگڑھ اور بائیں طرف نواب زادہ صاحب سردار گڑھ بیٹھے ہیں۔ ۹ مارچ ۱۹۶۲ء

Marfat.com

عقیقہ محمد علی میاں ندیم سلمہ فرزند نواب حسن یار جنگ، نواب حسن یار جنگ نو مولود کو اپنی گود میں لئے کھڑے ہیں داہنی طرف وزیر اعظم پاکستان مسٹر حسین شہید سہروردی، بیگم حسن یار جنگ، مسز سروری بیگم
حیدرآباد دکن نو ... سال بیگم ... ڈرائنگ روم حسن منزل کراچی ۱۲ جولائی ۱۹۵۸ء

نواب حسن یار جنگ کے ملیر کے باغ "حسن گلشن" کے دو منظر

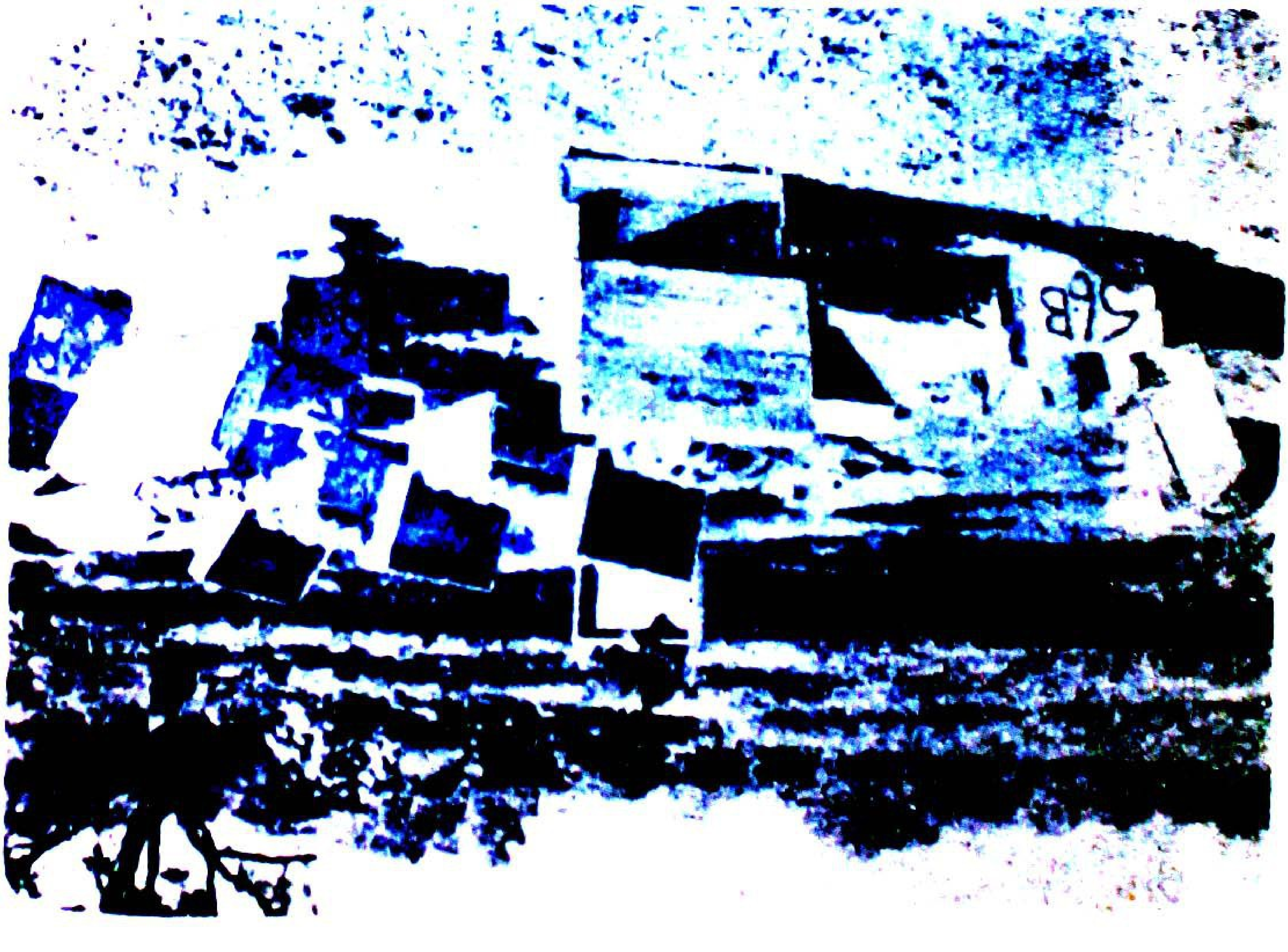

Marfat.com

نواب حسن یار جنگ بہادر کی شادی کے موقعہ پر لیا گیا گروپ فوٹو ۔ مخدوم ولایت منزل بیگم صاحبہ

و داماد نواب شہریار ... نواب اشان علی خاں ...

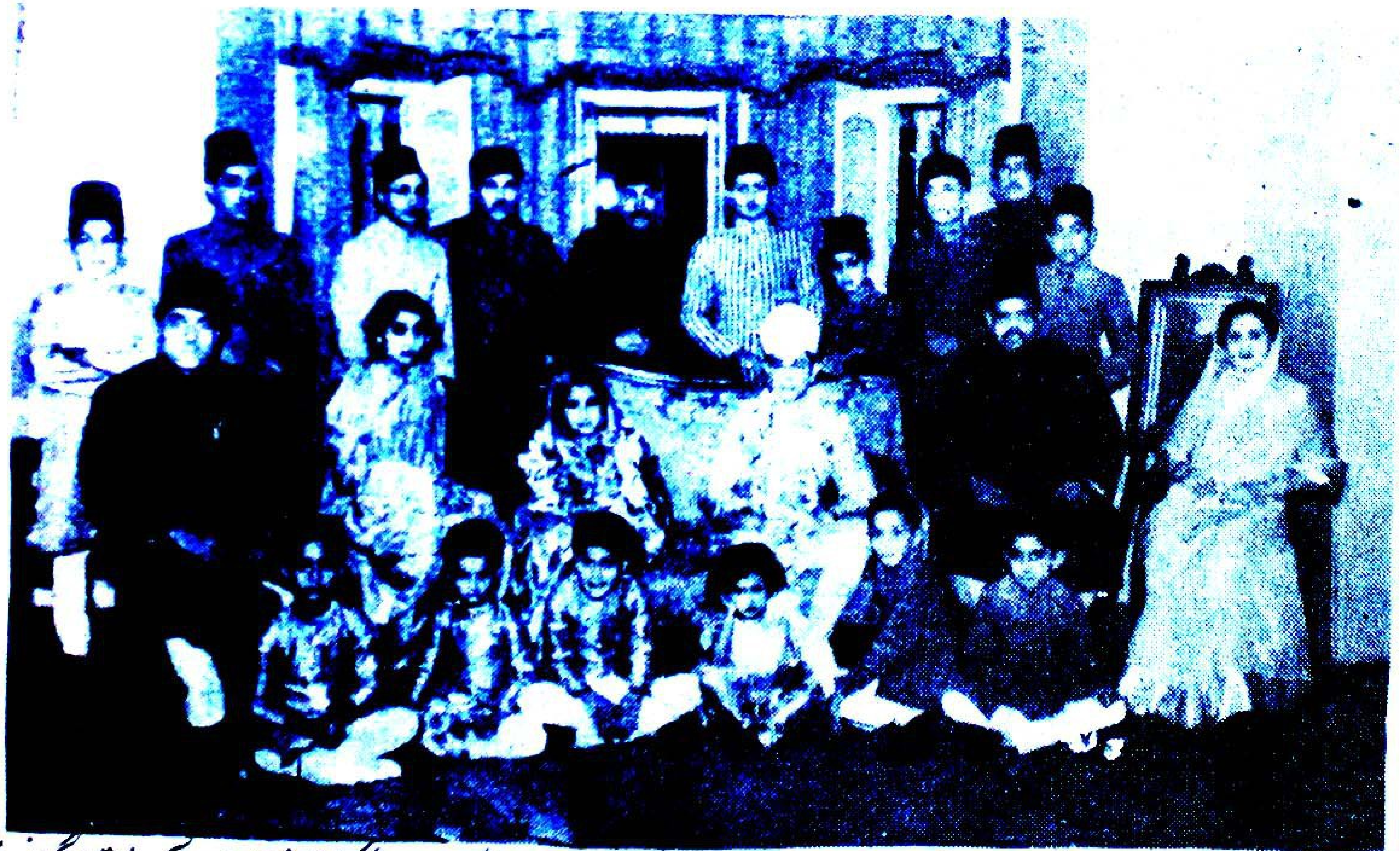

نواب [illegible] جنگ بہادر کی شادی کے بعد ان کی دلہن [illegible] اور دیگر افراد [illegible] کے ساتھ لیا گیا [illegible]

Marfat.com

لیڈز یونیورسٹی انگلستان میں انڈین اسٹوڈنٹس یونین کے ممبران کا فوٹو گروپ (مئی سنہ ۱۹۳۲ء)

انڈین ایسوسی ایشن انگلستان کے سالانہ ڈنر کے موقعہ پر ڈکری ہوٹل میں لیا گیا فوٹوگراف

Marfat.com

نواب حسن یار جنگ کے صاحبزادے محمد علاء الدین خان اور محمد احمد الدین خان

Marfat.com

# صدر پاکستان کا خط نواب حسن یار جنگ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Brigadier Zafar Ali
MS to the President
CMLA's Secretariat
Rawalpindi

57/2/CMLA/MS(P)
27 June 79

Nawab Hasan Yar Jung
343, Nazareth Road
Garden East
Karachi-5

Dear Nawab Sahib,

I am desired by the President to convey his deep appreciation for presenting him your two highly valuable books on Allama Iqbal.

The delay in acknowledging your letter, of 23 Nov 78, is very much regretted.

With regards,

Yours sincerely,

Zafar Ali

Brig
(Zafar Ali)

Marfat.com

# صدر پاکستان کا خط نواب حسن یار جنگ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

CMLA's SECRETARIAT
Rawalpindi

جوائنٹ سیکریٹری

Dated. 14 - 5 - 81

ایف - 6(1)/79 - پریس (ایم-ایل - 5)

محترمی جناب نواب حسن یار جنگ صاحب۔

السلام علیکم ،

جناب کی قابل قدر تصنیف "درندوں کا شکار" کے تین نسخے بنام صدر مملکت و چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صاحب موصول ہوئے تھے ، صاحب موصوف کی جانب سے اس ہدیہ کا شکریہ قبول فرمائیے ،

ارسال تشکر میں نادانستہ تاخیر کی معذرت چاہتا ہوں ، آپ نے جس کاوش سے اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے - درندوں کے شکار کے بارے میں آپ کی منفرد معلومات و تجربات شکاریوں ہی کے لئے نہیں بلکہ عام قاری کے لئے بھی لطف سے خالی نہیں ، امید واثق ہے کہ آپ کی ادبی کاوش جو ریاست حیدر آباد دکن کے سربرآوردہ امراء کے شکار کے کارناموں کا مرقع ہے اور تاریخی یادگار بھی ہے ، مقبول ثابت ہوگی کیونکہ شکار کے موضوع پر اردو میں ایسی کتابیں بہت ہی کم لکھی گئی ہیں - والسلام مع الاکرام

نیاز کیش

(شریف الحسن)

جناب نواب حسن یار جنگ صاحب
حسن منزل
343 نارتھ روڈ ، گارڈن ایسٹ
کراچی نمبر - 5

Marfat.com

Marfat.com

# نواب حسن یار جنگ بہادر کی تصانیف

- علامہ اقبال اور بزم اقبال حیدرآباد دکن
  مرتبہ: عبدالرؤف عروج
- درندوں کا شکار (باتصویر)
  تصنیف نواب حسن یار جنگ
- تاریخ خاندان پائیگاہ (حیدرآباد دکن)
  مرتبہ نواب حسن یار جنگ
- درمیان قعر دریا" خود نوشت سوانح عمری
  نواب حسن یار جنگ
- نصف دنیا کی سیر (باتصویر)
  مرتبہ نواب حسن یار جنگ

ملنے کا پتہ

**حسن منزل**

۳۴۳، نذرت روڈ گارڈن ایسٹ

کراچی

Marfat.com